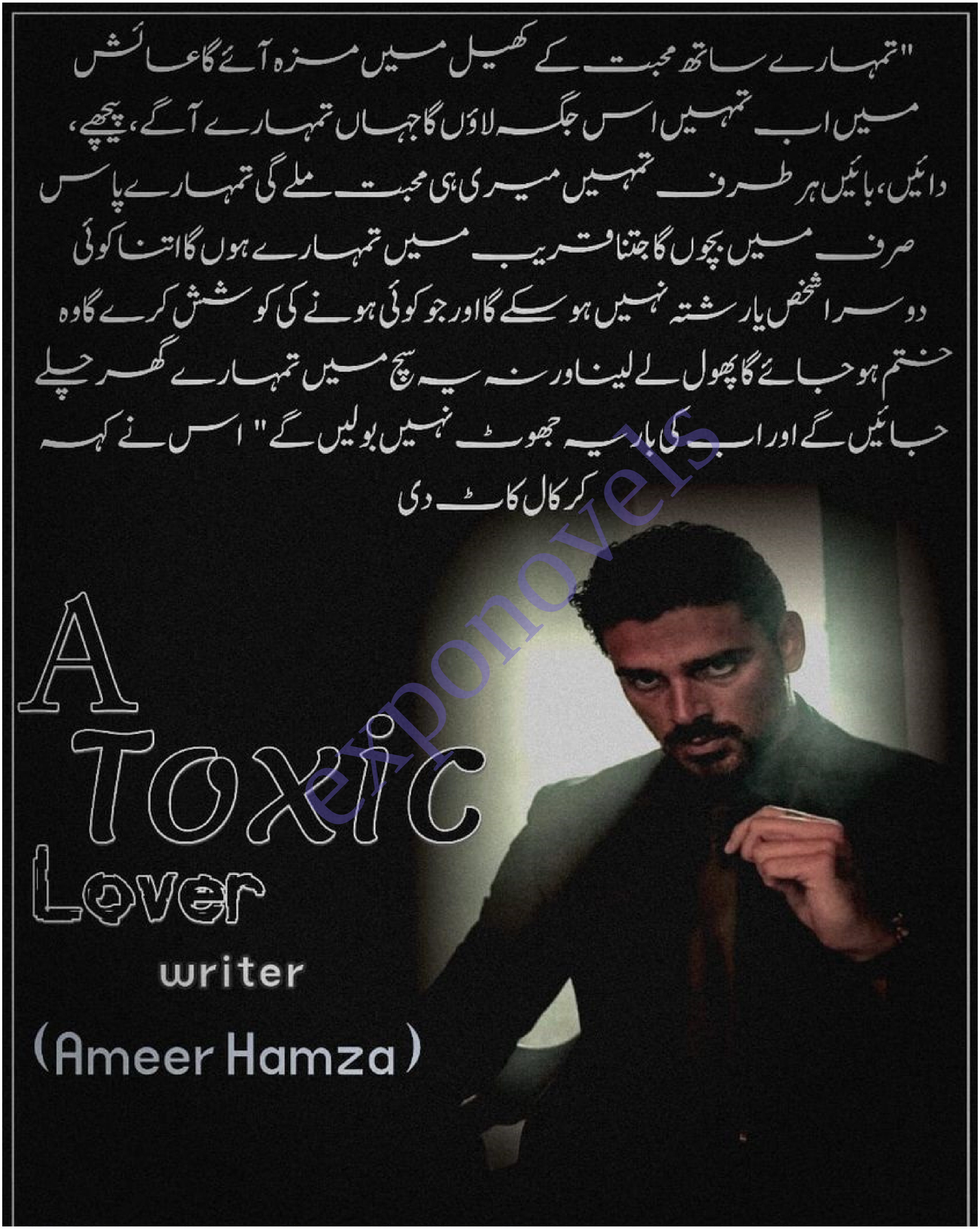

For more visit (exponovels.com)

A Toxic Lover

Ameer Hamza

Complete Novel

exponovels

یہ رات کادوسرا پہر ہے۔آسمان پہ گھرے کالے بادہیں جن سے تڑاتڑ بارش کی موٹی بوندیں برس رہی ہیں۔سنسان سڑک پہ بارش اور تیرگی ہر سمت پھیلے ہیں۔اسٹریٹ پولز کی روشنی جھماکوں سے جلتی تو کبھی بجھتی ہے۔آسمان پہ اندھیرے کو چمکتی بجلیاں ایک پل کومات دیتی ہیں پر اندھیر پھر غالب آجاتاہے ہے۔

ایسے میں ایک شخص جو تقریباً بھاگنے کے انداز سے چلتا، بار بار پیچھے مڑکر دیکھ رہاہے۔اس کی آنکھوں میں خوف ہے۔چہرے پہ پریشانی۔وہ رین کوٹ میں ملبوس ہے ایک ہاتھ رین کوٹ کی جیب میں جبکہ دوسرے ہاتھ میں موجود موبائل کووہ لبوں سے لگائے ہوئے کہہ رہاہے۔

"مجھے ثبوت مل گیاہے پر۔۔۔"اس نے اتنا کہہ کر پیچھے موڑ کر دیکھا۔ایک پل رکا، بجلی کی جنگھاڑاس کادل بند کردینے کو تھی۔بارش اسی تیزی سے برس رہی تھی۔اس شخص نے گہرا سانس لیا پھر چلنے لگاانداز میں وہی عجلت اور خوف تھا

"پر مجھے لگتاہے میں آج زندہ نہیں بچوں گا مجھے یوں لگ رہاہے جیسے کوئی میرا پیچھا کررہاہے شاید تم جب تک یہ وائس میل سنواس وقت تک میں مرچکاہوں لیکن میں اپنی طرف سے کام مکمل کرکے اس دنیاسے جاؤں گا۔جس موبائل میں ثبوت ہیں وہ میں"وہ ایک بار پھر رکا۔اب کی باراس کی نظریں متلاشی تھیں۔جیب والاہاتھ اس نے نکالاتواس میں ایک اسمارٹ فون تھا۔وہ اسے نکال کردیکھ کر سڑک پہ نظریں دوڑانے لگا۔جیسے کچھ ڈھونڈرہاہو۔سڑک پہ اس وقت کوئی چیز نہ تھی۔ایک گاڑی بھی نہیں۔!اوراس بات نے اسے مزید پریشان کردیاتھا۔وہ دوبارہ چلنے لگاکہ اس کاسانس اٹک گیا۔

exponovels

ایک گاڑی تیز رفتار سے اس کے عقب سے آ رہی تھی۔ وہ شخص شل رہ گیا تھا۔ وہ ہلنا بھول گیا تھا۔ وہ گاڑی پل پل اس کے قریب ہو رہی تھی۔ جب گاڑی تقریباً اس کے پاس آ گئی تو وہ بغیر تامل بھاگا تھا۔ اس نے ہاتھ میں موجود اسمارٹ موبائل دوبارہ جیب میں ڈال لیا تھا۔ وہ بھاگتا جا رہا تھا۔ بارش ویسے ہی تڑاتڑ برس رہی تھی۔ اندھیروں میں ڈوبا شہر خاموش تھا۔ وہ شخص بھاگ کر ایک گلی کی اوٹ میں چھپ گیا۔ اس نے احتیاط سے سڑک کو دیکھا۔ جہاں وہ گاڑی رک گئی تھی۔ اس شخص کی آنکھیں سکوڑ گئیں وہ پہچان کرنے کی کوشش رہا تھا پھر وہ کچھ دیر بعد دوبارہ اپنے موبائل کو لبوں کے قریب کرتا بولا

"میں اس ثبوت کو ایک گاڑی میں ڈال رہا ہوں جس کا رنگ نیلا ہے۔ گاڑی شاید نئی ہے اس پہ نمبر پلیٹ نہیں لگی ہوئی پر اس کا رنگ گہرا نیلا ہے" وہ بولتا ہوا سڑک پہ دوبارہ آ گیا تھا آواز سرگوشی میں بدلتی جانے لگی۔ رکی ہوئی گاڑی سے اب کوئی نکل رہا تھا۔ وہ شخص اسے نہیں جانتا تھا۔ گاڑی سے نکلنے والا ایک بھاری جسم کا دیہاتی آدمی تھا۔ جس نے قمیض شلوار پہن رکھی تھی۔ وہ شاید ڈرائیور تھا جو باہر آتے ہی بارش سے بھیگ گیا تھا۔

"کیا ہوا ہے گاڑی کو۔؟" اچانک سے ڈرائیور کے قریب ہونے والی سرگوشی نے اسے دہلا دیا تھا۔ وہ تقریباً اچھلنے والے انداز سے پلٹا

"کو۔۔۔ کون۔۔۔ کون ہو تم۔؟" ڈرائیور کو خطرہ محسوس ہوا اس لیے اس نے خود پہ قابو کرتے کچھ سختی سے پوچھا۔

"میں۔؟" اس شخص نے سینے پہ انگلی رکھی۔ دستک دیتے ہوئے بولا۔

exponovels

"میں یہیں قریب رہتا ہوں تمہیں رکتے دیکھا تو مدد کے لیے آ گیا" شخص نے عقابی نظروں سے گاڑی میں جھانکنا چاہا وہاں ایک لڑکی بیٹھی آنکھوں کو چھوٹا کیے ان دونوں کو ہی دیکھ رہی تھی۔ شخص نے منٹوں میں اس لڑکی کا مکمل مشاہدہ کیا اور دوبارہ ڈرائیور سے بولنے لگا۔

"کیا ہوا ہے گاڑی کو۔؟" ڈرائیور جز بز میں مبتلا ہو گیا۔اس نے پوری سڑک کو دور تک دیکھا۔دور دور تک اس شخص کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔یعنی اسے اس شخص سے ہی مدد لینی ہوگی۔ڈرائیور نے گہرا سانس لیا۔

"پتہ نہیں کیا ہوا ہے گاڑی خود ہی بند ہو گئی" اس شخص کے ہونٹ "او" کی صورت ڈھل گئے اس نے ڈرائیور کو پیچھے ہونے کا اشارہ کیا۔

"میں دیکھتا ہوں" وہ کہہ کر گاڑی کا بونٹ اٹھا کر اس پہ جھک گیا۔ڈرائیور کی اس پہ برابر نظر تھی پر لمحوں کا عمل تھا۔ اس شخص نے رین کوٹ کی جیب میں موجود اسمارٹ فون بونٹ میں چھوڑ دیا۔اس نے کچھ تاروں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کے بعد ڈرائیور کو کہا۔

"اب اسٹارٹ کر کے دیکھو" ڈرائیور سر ہلاتا ہوا چلا گیا۔اس نے گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی تو وہ یکدم ہی اسٹارٹ ہو گئی۔ڈرائیور جو بارش سے بالکل بھیگ چکا تھا۔گاڑی کی ونڈو سے سر نکالا کر مشکور نگاہوں سے اس شخص کو دیکھ کر سر کو خم دیا جو پر اسرایت سے مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔گاڑی بھی وہاں سے چلی گئی تھی۔

اس شخص نے ایک بار پھر اپنا فون لبوں سے لگایا۔

exponovels

"میں نے وہ فون اس نیلی گاڑی کے بونٹ میں رکھ دیا ہے۔اس فون کے ساتھ ایک چِپ لگی ہے جو تمہارے موبائل سے جڑی ہے جب بھی کوئی اس فون کالاک کھونے کی کوشش کرے گا تو تیسری بار غلط پاس کوڈ درج کرنے سے وہ چِپ ایکٹیو ہو جائے گی اور موبائل جہاں کہیں بھی ہو گا اس کی لوکیشن تمہیں اپنے فون پہ میسجیز کے ذریع ملنے لگے گی پر تم غلط تھے اس کھیل میں ایک سے زیادہ۔۔۔۔"وہ شخص ابھی کچھ اور کہتا ہے کہ اس نے حواس باختہ ہو کر موڑ کر دیکھا تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ایک کالی گاڑی اسے اپنی جانب آتی دکھائی دے رہی تھی۔جس میں بیٹھے گارڈز کو وہ پہچانتا تھا۔ان کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں۔اس شخص کا دماغ تیزی سے کام کرنے لگا تھا۔اس نے اپنا موبائل اپنے سامنے کیا اور جتنے ٹکڑے ہو سکتے تھے اس نے موبائل کے کر کے پوری قوت سے دور اچھال دیے۔موبائل کے ٹکڑے ایک جگہ جہاں بہت سا پانی جمع تھا اس میں جا گرے۔اس شخص نے جیب میں دوبارہ ہاتھ ڈال کر نکالا تو ہاتھ میں ایک چھوٹی گن تھی۔اس نے کرب سے گن کو دیکھا اور اپنے ماتھے پہ رکھ کر اس نے ٹریگر دبا دیا۔خون کا فوارہ اس کے سر کی پشت سے نکلا تھا۔اس شخص کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تھا وہ زمین پہ گرتا چلا گیا۔ گاڑی کے قریب پہنچنے سے پہلے اس کا جسم سرد پڑ گیا تھا۔وہ ایک سکون کی موت مرا تھا۔اگر وہ ان لوگوں کے ہاتھ زندہ لگ جاتا تو وہ جانتا تھا۔اسے ہر روز مرنا پڑتا۔گاڑی اس کے قریب رک گئی تھی۔اس میں گارڈز نکل کر اس کے گرد جمع ہو گئے تھے پر وہ شخص ان کے لیے کوئی ثبوت چھوڑ کر نہیں گیا۔

________________________________&&&&&&&&&&&&&&&

&&________________________________

For more visit (exponovels.com)

وہ صوفے پہ ٹانگیں پھیلا کر تقریباً لیٹنے کے انداز سے بیٹھا سامنے کھڑے اپنے سیکرٹری کو دیکھ رہا تھا۔صوفے کے پاس ہی اس کا پالتو کتا میکسی زبان نکالے بیٹھا تھا۔اس کی بھی نظریں سیکرٹری پہ تھیں جو کہہ رہا تھا۔

"اس کا نام عائشہ ہے۔شہر کے اپر مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتی ہے۔انجیئرنگ کا آخری سال ہے"

_________________________________+++++++++++++++++++++++++__________

____

وہ تیار ہو کر زینے اترتی نیچے آگئی تھی۔چھوٹے سے لاؤنج میں کھلے کچن سے اٹھنے والی ناشتے کی خوشبو پھیلی تھی۔اس نے باریک ہیل پہن رکھی تھی۔کھلے کالے بال کمر پہ بکھرے تھے۔دراز قد اونچی ہیل سے مزید دراز لگتا تھا۔وہ قمیض شلوار میں ملبوس تھی۔چہرے پہ ہمیشہ جیسی مسکان اور گہری موٹی غلافی شہد رنگ آنکھوں میں چمک تھی۔وہ ایڑھی کے بل گھوم کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔

"اٹھ گئیں محترمہ۔؟"کچن کے دروازے میں پہنچے ہی تھی کہ امی نے مصروف سے انداز میں کہا۔عائشہ کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"محترمہ تو تیار بھی ہو گئی اب بس ناشتہ دے دیں"وہ کچن میں داخل ہو گئی تھی۔امی نے پلٹ کر اسے کچھ حیرت سے دیکھا

"تم بھی ناشتہ کرتی ہو۔؟"امی کے لہجے میں واضح طنز تھا

exponovels

" کبھی کبھی تو کر ہی لیتی ہوں جب میری پیاری امی "اس نے امی کے گلے کے گرد بانہیں ڈال لیں اور گال کو چوم کر بولی "اتنے پیارے سے ناشتہ بنائیں تو میں کیوں ناشتہ کو چھوڑوں۔؟"امی پہ اس کی محبت کا کوئی اثر نہ ہوا۔انہوں نے اس کے ہاتھ پہ چپت لگائی

"ڈرامے باز "اس کی بانہیں گلے سے ہٹا کر وہ دوبارہ کام میں لگ گئیں۔

"کیا بات ہے امی آپ کی بھی آپ کو میری محبت کی قدر نہیں ہے جس دن اس گھر سے رخصت ہو کر چلی گئی نا تو آپ نے یاد کرنا ہے مجھے "اس کا انداز جتانے والا تھا۔شہد رنگ آنکھوں میں شرارت تھی۔امی نے پلٹ کر اسے دیکھا بھنویں ماتھے کو چھونے لگی تھیں۔

"بہن ہم تو خود چاہتے ہیں کہ تم رخصت ہو اور ہم تمہیں یاد کریں پتہ نہیں پڑھ کر کیا کرنا ہے تم نے، مجھے تو ہر وقت پریشانی لگی رہتی ہے۔ایک بیٹی کی کر دی اب دوسری کو پڑھائی کا جنون ہے پتہ نہیں تمہاری کب ہو گی ہماری امی نے تو۔۔۔"وہ ہمیشہ کی طرح پھر شروع ہو گئی تھیں۔امی کا اصرار اس کے انٹر کے بعد سے شادی کا تھا۔امی کی سوچ پرانی تھی انہیں لڑکیاں زیادہ پڑھتیں سخت ناپسند تھیں۔انہوں نے اسی لیے اپنی بڑی بیٹی کی شادی اس کے انٹر مکمل کرتے ہی کر دی تھی پر عائشہ کچھ ضدی سی تھی اور اسے ابو کی اسپورٹ تھی اس لیے یونیورسٹی تک پہنچ گئی اور اب جب بھی وہ امی سے لاڈ کرتی یا امی کو اس پہ غصہ آتا تو وہ یہی ٹاپک شروع کر دیا کرتی تھیں اور عائشہ ایسی ہو جاتی جیسے بہری ہو گئی ہو۔بالکل چپ کر کے وہاں سے کھسک جاتی جہاں امی یہ سب بول رہی ہوتیں تھیں۔

exponovels

____++++++++++++++++++++++++++++++++++________

____

"دو بہنیں اور ایک بھائی ہے عائشہ بہن سے چھوٹی اور بھائی سے بڑی ہے۔ بڑی بہن کی کافی عرصے پہلے شادی ہو گئی تھی اور چھوٹا بھائی کالج جاتا ہے میڈکل کا سٹوڈینٹ ہے" سیکرٹری سانس لینے کو رکا تھا۔ شہیر اسے توجہ سے سن رہا تھا۔ یہ موضوع اس کی زندگی کا سب سے انٹرسٹنگ موضوع تھا۔ سیکرٹری نے ایک بار پھر اپنی بات شروع کی۔۔

____++++++++++++++++++++++++++++++++++________

____

عائشہ نے ناشتہ کر لیتا امی ویسے ہی ڈائننگ ٹیبل پہ بھی منہ ہی منہ کچھ نہ کچھ بولتیں رہی تھیں پر عائشہ خاموشی سے ناشتہ کرتی رہی ابو بھی یہ سب نوٹس کر رہے تھے پر بولے کچھ نہیں جب عائشہ مین گیٹ کے باہر کھڑی گاڑی میں آ کر ابو کے ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھ گئی تو ابو نے پوچھا

"تمہاری امی کو کیا ہوا تھا۔؟" ان کے سوال پہ عائشہ نے تھکا ہوا سانس لیا۔

"بس وہی شادی کا ٹاپ شروع کر لیا تھا اور آپ کو پتہ ہے جب میں اس بات کا کوئی جواب نہ دوں تو ان کا موڈ خراب ہو جاتا ہے" عائشہ کے لہجے میں ہلکی سی عاجزی تھی۔ اسے کبھی کبھی امی کے اس رویے سے کوفت اور گھٹن ہوتی تھی۔ ابو نے اس کا چہرہ دیکھا پھر محبت سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

exponovels

"میں تمہارے ساتھ ہوں نا پھر کیوں پریشان ہوتی ہو تم پڑھو جتنا دل کرے پڑھو میں تمہیں ایک قابل انجینئر بنے دیکھنا چاہتا ہوں" ابو کی آنکھوں میں سر اٹھاتی امید کی روشنی عائشہ کا مان تھی وہ اس چمک کو ہمیشہ برقرار رکھنا چاہتی تھی اس نے اپنے ابو کا ہاتھ تھاما۔

"اور میں آپ کی پینشن بننا چاہتی ہوں جو آپ کو بڑھاپے میں سہارا دے گی میں آپ کا بیٹا ہوں بیٹی نہیں" ابو اس کی بات پہ ہنس دیے پھر نہ میں سر ہلایا۔

"تم میری بیٹی ہی ہو اچھا کام اور ماں باپ کا سہارا بننے کے لیے لڑکیوں کو بیٹے بننے کی ضرورت نہیں ہے وہ بیٹیاں بن کر بھی سب کر سکتی ہیں سمجھیں" عائشہ ہمیشہ یہ غلطی کرتی تھی اور ابو اسے ایسے ہی سمجھاتے تھے عائشہ نے فوراً سر اثبات میں ہلا دیا۔

"چلو اب میں تمہیں یونی چھوڑ دیتا ہوں پھر میں نے بھی کام پہ جانا ہے" انہوں نے کہہ کر گاڑی چلا لی تھی۔ عائشہ گاڑی کی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

+++++++++++++++++

"اس کے ابو کی شہر کی مین مارکٹ میں جیولری شاپ ہے کام بہت اچھا چلتا ہے وہ اپنے بچوں کو ایک اچھی زندگی دے رہے ہیں" شہیر نے اسے بے مزہ ہو کر ہاتھ کے اشارے سے خاموش کیا

"مجھے صرف عائش کے بارے میں بتاؤ" اس نے گھمبیر لہجے سے کہا تھا۔ سیکرٹری نے سر کو خم دیا اور پھر بولنے لگا۔

exponovels

"عائشہ کا ابھی تک کسی کے ساتھ کوئی جذباتی جذبہ نہیں جڑا ہوا وہ دوستیوں پہ یقین رکھنے اور انہیں نبھانے والی لڑکی ہے اس کے بہت سے دوست ہیں ان میں کچھ بہت قریبی بھی ہیں پر محبت یا افئیر ابھی تک اس کا کسی کے ساتھ نہیں ہے اور نہ ہی پہلے تھا" شہیر نے ہلکا سا سر کو خم دیا تو سیکرٹری خاموش ہو گیا۔ شہیر صوفے سے کھڑا ہو گیا تھا۔ سلیو لیس بنیان نما شرٹ سے اس کا کسرتی وجود جھانک رہا تھا۔ رف جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتا وہ قدم قدم چلتا سیکرٹری کے مقابل آ گیا۔

"تم نے اب اس پہ نظر رکھنی ہے اور ہر اس شخص پہ جو عائش سے جڑا ہے یہ اچھی بات ہے کہ اس کے قریب ابھی تک کوئی نہیں ہے اور اگر کوئی اس کے قریب ہونے کی کوشش بھی کرے تو تم جانتے ہو نا میرا اصول۔؟ "

"چیزیں اور انسانوں میں تقسیم نا ممکن ہوتی ہے شہیر ملک کی چیزیں اسی کی ہوتی ہیں انہیں کوئی دوسرا چھونے کی غلطی بھی نہیں کر سکتا" سیکرٹری نے اس کی بات دہرائی تھی۔ سپاٹ لہجے سے کہی جانے والی بات پہ شہیر آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ کمرے کی گلاس وال کے پاس جا رکا تھا جہاں سے پورا شہر دکھائی دیتا تھا۔ وہاں سے دھوپ چھن کر اندر آ رہی تھی۔ اس نے گلا وال پہ ہاتھ کی انگلیاں پھیلا کر رکھیں۔

"عائش میری ہے اس کا دل کسی اور سے نہ لگے اس بات کا دھیان تم رکھو گے کیونکہ میں نہیں چاہتا اسے تکلیف ہو شہیر ملک اسے چوٹ نہیں پہنچانا چاہتا" وہ سرد لہجے سے بولا تھا سیکرٹری سر ہلا کر وہاں سے خود ہی چلا گیا تھا۔ شہیر کانچ کی دیوار سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس کا پالتو کتا ہنوز صوفے کے پاس بیٹھا تھا پر اب اس کی نظریں اب شہیر کی پشت پہ تھیں۔

exponovels

شہر پہ دوپہر پھیلنے لگی تھی۔وہ اپنی دوستوں کے ساتھ اپنے ڈیپارٹمنٹ سے نکل کر لمبی روش پہ چل رہی تھی۔وہ سب باتوں میں مصروف تھیں۔وہ تین دوستیں تھیں۔انابیہ،عائشہ اور عنبرین۔۔۔۔

عنبرین ان سے میں سب سے زیادہ بولتی تھی اور ابھی بھی وہی بول رہی تھی عائشہ اسے سن رہی تھی جبکہ انابیہ کا انداز کھویا کھویا سا تھا۔جسے عائشہ نے محسوس کیا تو پوچھنے لگی۔

"تم پریشان ہو۔؟"انابیہ نے غائب دماغی سے اس کی بات پہ بس سر ہلا دیا عائشہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔عنبرین خاموش ہو گئی تھی وہ تینوں روش پہ ہی رک گئی تھیں۔

"میں نے پوچھا ہے تم پریشان ہو انابیہ۔؟"اب کی بار انابیہ ہوش میں آئی تھی وہ چند لمحے عائشہ کو دیکھتی رہی پھر مسکرا کر بولی۔

"میں پریشان نہیں ہوں"

"اب تم جھوٹ بول رہی ہو"

"تمہیں لگ رہا ہے"

"کوئی بات یا مسئلہ ہے تو بتا دو"عائشہ نے اس کے ہاتھ تھام کر اپنائیت سے کہا"ہم اسے مل کر حل کریں گے ہم دوست ہیں اور دوست فیملی سے زیادہ قریب ہوتے ہیں"انابیہ نے سر ناں میں ہلایا۔اس نے عائشہ کے ہاتھوں پہ دباؤ ڈالا

exponovels

"میں پریشان نہیں ہوں عائشہ بس آج کل کچھ طبیعت ٹھیک نہیں رہتی سوچ رہی ہوں کچھ دن یونی سے چھٹیاں لے کر آرام کروں" عائشہ اس کی بات پہ مطمئن نہ ہوئی تھی وہ ابھی کچھ کہتی کہ اپنے عقب سے آنے والی آواز پہ وہ تینوں پلٹ گئیں۔

"انابیہ تم یہاں ہو میں تمہیں اندر کلاس میں دیکھ رہی تھی" یہ نایاب تھی یونیورسٹی میں کچھ عرصے پہلے ہی آئی تھی اس کی آتے ہی انابیہ سے گہری دوستی ہوگئی تھی وہ انابیہ کے پاس خود سے ہی آیا کرتی تھی انابیہ کو وہ بہت سوئیٹ سی لگتی تھی وہ انابیہ کا بہت خیال رکھتی تھی۔

"ہاں بس ابھی باہر آئے تھے" انابیہ کے لہجے میں تھکان تھی۔ نایاب چلتی اس کے قریب آگئی تھی۔ اس نے عائشہ اور عنبرین سے ہاتھ ملایا جبکہ وہ انابیہ کے گلے لگی تھی اس کا یہ محبت بھرا انداز اکثر عائشہ کو کچھ عجیب بھی لگتا تھا۔ وہ انابیہ سے جب بھی گلے ملتی تو بعد میں عائشہ انابیہ کو کہتی تھی

"ہم سے بھی مل لیتی ہم میں کونسا کانٹے لگے تھے" وہ بات انابیہ کو چھڑنے کے لیے کہتی تھی ورنہ اسے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا۔ سب کا ایک گہرا دوست ہوتا جس کے لیے محبت بے لوث ہوتی ہے ہم اس کی محبت اور اس طرح کی محبت کسی دوسرے دوست کو نہیں دے پاتے اور شاید اکثر اسی وجہ سے ہمارے باقی دوست ہم سے دور ہو جاتے ہیں۔

"آؤ کینٹین چلتے ہیں" نایاب نے انابیہ کو کہا۔ عائشہ کو اب یہ برداشت نہ ہوا

exponovels

"ہم سب وہیں جارہے ہیں تم ہمارے ساتھ ہی چل لو" نایاب کے چہرے کی مسکراہٹ ماند سی ہو گئی۔اس نے انابیہ کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے تم ان کے ساتھ چلی جاؤمیں تم سے بعد میں ملوں گی" نایاب کہہ کر وہاں سے چلی گئی انابیہ نے اسے روکا نہیں تھا۔عائشہ کو نجانے کیوں نایاب پہ بے تحاشہ غصہ آیا۔چہرے کے تاثر خود سے ہی بدل گئے۔

"یہ لڑکی کبھی کبھی مجھے بڑی ہی کوئی زہر لگتی ہے" انابیہ اس کی بات پہ ہلکا سا ہنسی۔

"چھوڑو اسے"

"ہاں تم تو یہ کہو گی ہی تمہاری پکی سہیلی جو ہے" اس نے طنز کیا تھا انابیہ نے اسے کاندھا مارا

"ایسی کوئی بات نہیں ہے میری پکی سہیلی تم ہو" عائشہ مسکرادی

"تبھی کہہ رہی ہوں تم مجھے اپنی پریشانی بتادو" انابیہ اس کی بات پہ خاموش سی ہو گئی۔عائشہ اس کے تاثر بغور دیکھ رہی تھی۔انابیہ کی زندگی میں کچھ تو غلط ہو رہا ہے یہ بات عائشہ جان گئی تھی اب بس اس نے اصل وجہ تک پہنچنا تھا۔

انابیہ اس کا اور عنبرین کا ہاتھ پکڑ کر اب پھر سے روش پہ چلنے لگی تھی۔ عنبرین ایک بار پھر سے بولنے لگی تھی۔انابیہ ایک بار پھر اپنے خیالوں میں کھو گئی تھی پر اب کی بار عائشہ عنبرین کو نہیں سن رہی تھی۔اس کی توجہ انابیہ پہ تھی۔

exponovels

شہر پہ دوپہر ڈھلنے لگی تھی پر سورج بادلوں کے پیچھے جا چھپا تھا۔اچانک ہی موسم بدلا تھا۔ صبح بادلوں کے آثار دور دور تک نہ تھے اور اب آسمان ایسے گھٹا ہوا تھا کہ جیسے ابھی برس جائے گا۔پروائی کے جھونکے چل رہے تھے۔وہ یونی کے گیٹ سے انابیہ کے ساتھ نکلی تھی۔

"اچھا میں چلتی ہوں" عائشہ کہہ کر انابیہ سے گلے ملی۔انابیہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"تمہیں انکل نہیں لینے آرہے۔؟" عائشہ نے سر نہ میں ہلایا

"نہیں انہیں کچھ ضروری کام ہیں اس لیے وہ نہیں آسکیں گے میں ٹیکسی سے گھر جاؤں گی آج" اس کے چہرے پہ تھکن سی پھیل گئی تھی۔

"تم میرے ساتھ جاؤ گی ابھی ذیشان آجائے گا پھر ہم تمہیں تمہارے گھر چھوڑ دیں گے" وہ فراخ دلی سے بولی تھی۔ عائشہ لب بھینچ کر مسکائی

"نہیں جناب آپ کا بہت شکریہ میں نہیں چاہتی آپ لوگ میری وجہ سے سات سمندروں جتنا سفر طے کریں اور پھر گھر جائیں" انابیہ نے ایک بھنوا چکالی۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے ایک گھنٹے ہی تو لگے گا تمہیں چھوڑنے اور ہمیں واپس گھر جانے میں" وہ ناراضی سے بولی تھی

"ہاں جی ایک گھنٹہ ہی لگے گا اور اسی لیے میں کہہ رہی ہوں تم اپنے گھر جاؤ میں اپنے گھر ٹیکسی سے چلی جاؤں گی۔ ایسے ہی راستے میں بارش آگئی تو۔؟" عائشہ فکرمندی سے بولی تھی

exponovels

"ہاں اور میں جیسے کاغذ کی ہوں جو گل جاؤں گی" عائشہ اس کی بات پہ ہنس دی

"تمہارے پاس بھی ہر بات کا جواب ہوتا ہے پر میں تمہیں کہہ رہی ہوں تم اپنے گھر جاؤ موسم بدل رہا ہے برسات کی پہلی بارش نقصان دہ ہوتی ہے اور میں نہیں چاہتی میری سوہنی سی دوست بیمار ہو جائے" عائشہ نے اس کے گال پہ چٹکی بھری تھی پر انابیہ کے چہرے سے لگتا تھا جیسے وہ اس کی بات پہ راضی نہیں ہے۔وہ ابھی کچھ بولتی کہ عائشہ بولی

"اب بس تم مجھے فورس نہیں کرو گی" اس نے تبھی سامنے دیکھا" وہ دیکھو تمہارا بھائی بھی آ گیا" انابیہ کا بھائی بالکل ان کے قریب آکر رک چکا تھا۔

"اسلام علیکم آپی کیسی ہیں آپ۔؟" اس نے عائشہ کو کہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں بھائی بس تمہاری بہن کا علاج ہونے والا ہے" وہ شرارت سے انابیہ کو چھیڑتے ہوئے بولی جس کا منہ بنا ہوا تھا

"چلو ذیشان چلیں" انابیہ نے عائشہ کے چھیڑنے پہ کوئی ردِ عمل نہ کیا اور برہمی سے ماتھے پہ بل ڈالتی وہ بائیک پہ بیٹھ گئی۔

"اچھا تو آج میڈم مل کر بھی نہیں جائیں گی" عائشہ نے اتنا کہہ کر کاندھے اچکائے "ٹھیک ہے بھئی اب بس یہی دن دیکھنا رہ گیا چلو کوئی بات نہیں بیٹا تمہارا ٹائم بھی آئے گا" عائشہ کہہ کر سینے پہ ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی تھی چہرہ دوسری جانب کر لیا تھا۔انابیہ نے اسے لب بھینچ کر دیکھا۔

exponovels

"اب یہ منہ بنا کر مت کھڑی ہو دیکھو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے نا" انابیہ بائیک سے اتر کر اسکے گلے لگ کر بولی تھی۔

عائشہ مسکرا دی۔

"آج نہیں پھر کبھی پکا "

"تم بہت ضدی ہو عائشہ " عائشہ نے لب اور آنکھیں دونوں بھینچ کر بند کیں اور کاندھے اچکا کر بولی "وہ تو میں ہوں اچھا اب میں چلتی ہوں ورنہ موسم اور بھی خراب ہو جائے گا تم بھی جاؤ" اس نے آسمان پہ دور دور بجلیاں چمکتی ہوئی دیکھیں تو فکر مندی سے بولی۔انابیہ نے گہرا سانس لیا۔

"اچھا ٹھیک ہے تم دھیان سے جانا اور گھر پہنچ کر مجھے میسج کر دینا" عائشہ نے فرمابرداری سے سر کو خم دیا۔

"جی میڈم میں کر دوں گی" انابیہ مسکرا کر دوبارہ بائیک پہ بیٹھ گئی۔ذیشان نے بائیک چلالی تھی۔وہ اب عائشہ سے دور ہوتی جارہی تھی۔انابیہ نے اسے اپنی پریشانی کی وجہ نہیں بتائی تھی۔

"وہ تو میں اس سے بعد میں ضرور پوچھ لوں گی" عائشہ کہہ کر سڑک پہ چلنے لگی تھی

&&&&&&&&&&&&&____

&&&&________________________

وہ سڑک پہ سینے پہ بازو لپیٹے چل رہی تھی۔پہلے اس کا ارادہ ٹیکسی میں ہی جانے کا تھا ایک دو کو اس نے روکا بھی پر وہ پہلے سے ہی بھری ہوئی تھیں پھر جب اس نے آسمان کو دیکھا تو اس پہ گھنگھور کالے بادل اب پوری طرح سے چھا

exponovels

گئے تھے ہوا اب تیز چلنے لگی تھی بجلیاں بھی چمک رہی تھیں۔ موسم لمحوں میں حسین ہو گیا تھا۔ عائشہ کو بارش میں بھیگنا پسند تھا اور اب اتنا اچھا موقع اس کے ہاتھ آیا تھا تو وہ اسے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔

وہ سڑک پہ بھاگتی گاڑیوں، لہلہاتے درختوں اور گرجتے بادلوں سے محظوظ ہوتی پیدل ہی چلنے لگی تھی۔ گھر دور تھا پر موسم اتنا خوبصورت تھا کہ اس کا بس اب پیدل چلنے کو ہی دل کر رہا تھا۔

ہر قدم کے ساتھ موسم بدلتا جا رہا تھا۔ وہ اب بس بارش کے انتظار میں تھی اور پھر اچانک ہی بادل اس پہ مہربان ہو گئے۔ بارش کی بوندیں اس پہ گرنے لگیں تو اس نے رک کر سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔ چہرے پہ برکھا کی بوندیں بوسہ دینے لگی تھیں۔ اس کے چہرے پہ خوشی پھیل گئی تھی۔ عائشہ کچھ دیر سڑک کے کنارے کھڑی بارش کے قطروں کو اپنے چہرے پہ محسوس کرتی رہی پھر وہ دوبارہ سے چلنے لگی۔

جب وہ سڑک کراس کرنے لگی تو سنگل پہ ایک آدمی پھول لیے اس کے قریب بڑھا۔

"میڈم یہ آپ کے لیے" وہ آدمی اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا عائشہ کا انکار کرنے کو دل نہ کیا۔ نہ ہی اس نے اس آدمی پہ توجہ دی بس پرس سے پیسے نکالنے لگی۔

"نہیں میڈم پیسے نہیں چاہیے بس یہ آپ لے لیں" جب عائشہ نے اس کے سامنے پیسے کیے تو وہ سر ناں میں ہلاتا بولا۔ اب عائشہ نے اس پہ توجہ دی تھی۔ وہ اونچا لمبا کالی شرٹ پینٹ میں ملبوس گہری رنگت والا آدمی سیگنل پہ پھول بیچنے والا تو نہ تھا۔ عائشہ ٹھٹھک کر دو قدم پیچھے ہوئی۔

exponovels

"میڈم پلیز انکار مت کیجئے ورنہ میری نوکری چلی جائے گی" وہ التجائیہ انداز سے بولا تھا۔عائشہ کے اندر خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔وہ دو قدم مزید پیچھے ہو گئی۔

"میم۔۔۔" ابھی وہ گارڈ کچھ کہتا کہ عائشہ پلٹی اور تقریباً بھاگنے کے انداز سے وہاں سے چلی گئی۔وہ پلٹ کر بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔اس نے سڑک پہ کچھ دور پہنچ کر ایک رکشے کو روکا۔موسم کا فسوں، برکھا کا جادو، لہلہاتے درختوں کا رقص سب بجلی کی جنگھاڑ سے ٹوٹ کر بکھر گیا۔وہ رکشے میں بیٹھ کر کانپتی ہوئی آواز سے بولی

"چلو بھائی"

"کہاں۔؟" رکشے والا اچانک سے اس کے بیٹھ جانے اور پھر ڈرے ہوئے چہرے کو دیکھ کر پوچھنے لگا تو عائشہ نے عاجزی سے کہا

"بس یہاں سے چلیں آپ میں آگے کا رستہ آپ کو بتادوں گی" رکشے والے نے سر ہلایا اور رکشہ چلالیا۔وہ اسی طرف لے کر جارہا تھا جہاں وہ آدمی کھڑا تھا۔عائشہ سیٹ پہ سمٹ سی گئی پر پھر اسے حیرت ہوئی جب وہ اس جگہ سے گزری اور اسے وہاں کوئی کھڑا نظر نہ آیا۔وہ بے ساختہ باہر کو جھانکی تھی ادھر سے ادھر دیکھا پر دور دور تک کوئی نہ تھا۔

اس نے سکون کا سانس لیا اور سیٹ کی پشت سے سر ٹکالیا۔

"اف نجانے کون تھا۔میں بھی اندھی ہو جاتی ہوں کبھی کبھی" اس نے خود کو کوسا تھا وہ اب خود کو پر سکون رکھنا چاہتی پر دل سے ڈر نہ جاتا تھا اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے ابھی کچھ اور بھی ہو گا۔

exponovels

&&&&&&&&&&&&&&&&

وہ اپنے گھر کے گیٹ کے سامنے رکشے سے اتر گئی تھی اس نے رکشے والے کو پیسے دیے اور دروازے کے پاس آ کر بیل بجا دی۔ کچھ دیر بعد امی نے دروازہ کھول دیا تھا۔

"اف اللہ اتنا کیسے بھیگ گئیں۔؟" اس کے بھیگے وجود کو امی نے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ اس کے سارے کپڑے بھیگ ہوئے تھے۔ گرد لپٹی چادر بھی اب جسم سے چپکی ہوئی تھی۔ چہرے پہ بالوں کی لیٹیں تھیں جو گیلی تھیں۔ عائشہ نے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔

"بس ویسے ہی ٹیکسی نہیں مل رہی تھی" وہ کہہ کر نظریں بچاتی اندر آ گئی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ان تیز میرون پھولوں کا عکس ابھی تک اس کے چہرے پہ موجود ہے۔

"تو کیا پیدل آئی ہو۔؟" امی اس کے پیچھے دروازہ بند کر کے بولتی ہوئی آ رہی تھیں۔

"اسی سے آئی ہوں" وہ بے دلی سے جواب دیتی جب لاؤنج میں پہنچی تو دھک سے رہ گئی۔ صوفوں کے درمیان رکھی کانچ کی میز پہ تیز میرون پھولوں کا گلدستہ رکھا تھا۔ عائشہ کی جان ایک پل کو نکل گئی تبھی پیچھے سے امی آ کر بولیں۔

"یہ تمہارے لیے آئے تھے شاید تمہاری کسی دوست نے بھجوائے ہیں میں نے اس لمبے تڑنگے سے پوچھا بھی کہ اس کا کیا نام ہے پر جواب ہی نہ دیا پھر یہ پوچھا کہ کس نے بھجوائے ہیں تو بس اتنا ہی بولا کہ یہ میڈم عائشہ کو دے دیجئے گا مجھے پھر محسوس ہوا کہ ہو سکتا ہے تمہاری کسی دوست نے بھجوائے ہوں میں نے اسے جب یہ کہا کہ کیا اس کی

exponovels

دوست نے بجھوائے ہیں تو اس نے بس سر کو خم دیا اور میرے ہاتھ میں تھما کر چلتا بنا"امی پوری تفصیل بتا تیں صوفے پہ بیٹھ گئیں۔عائشہ ابھی تک نہ سنبھلی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے۔؟"امی نے اس کا چہرہ بغور دیکھ کر پوچھا تو اس کا سکوت ٹوٹا۔وہ تیزی سے آگے بڑھی اور میز سے گلدستہ اٹھا کر زینوں کی طرف بڑھ گئی۔

"کھانا لگا رہی ہوں تمہارے لیے"

"مجھے بھوک نہیں ہے"وہ بغیر پلٹے بولی تھی اس کی امی پیچھے سے اسے نجانے کیا کہہ رہی تھیں پر اس نے نہ سنا وہ تیز قدموں سے چلتی کمرے میں آگئی تھی۔

کمرے کا دروازہ دھڑام سے بند کر کے وہ بیڈ پہ آ کر بیٹھ گئی۔گلدستہ اس نے ایک طرف اچھال کر چہرہ ہاتھوں میں گرا لیا تھا۔پتہ نہیں یہ کون تھا جو اس کے پیچھے گھر تک اسے پھول دینے آگیا۔عائشہ کے ہاتھ پاؤں سرد ہونے لگے تھے اسے اب لگ رہا تھا جیسے بارش کی سرد بوندیں اب پھر اس کے جسم کو منجمد رہی ہیں۔اس کا حلق سوکھنے لگا تھا۔وہ آج پہلی بار اتنا ڈری تھی۔اسے کچھ سمجھ نہ آرہا تھا کہ یہ کون ہے۔عائشہ نے گہرے گہرے سانس لیے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر اس نے دل پہ ہاتھ رکھا۔

"Every thing is ok and every thing will be ok"اس نے اس جملے کو کئی بار دہرایا یہ وہ جملہ تھا جو اسے پریشانی سے نکالتا تھا۔جو اس کی پریشانی کم کر دیا تھا۔سب ٹھیک ہے اور سب ٹھیک ہو گا اس بات کو بار بار دہرانے سے اسے اس بات پہ یقین آنے لگا تھا اور اس کی پریشانی کافی حد تک کم ہو جاتی تھی اور وہ اس

exponovels

قابل ہو جاتی تھی کہ وہ اپنے مسئلے کو سوچ سکے۔ کیونکہ مسئلے کو پر سکون دماغ سے سوچنے سے ہی اس کا حل نکلتا ہے۔ اور اب عائشہ کچھ بہتر ہو گئی تھی۔ اس نے سب سے پہلے تو اٹھ کر کمرے کی لائٹ روشن کی اس کا اندھیروں سے دل گھبراتا تھا۔ اندھیرے اور اونچائی کا فوبیا اس کا سب سے بڑا مرض تھا وہ اس کو مات نہ دے پاتی تھی۔ اندھیرے میں اس کا دماغ کام نہیں کرتا تھا۔

کمرے میں روشنی ہوتے ہی اس نے گلدستے کو دیکھا۔ ذہن تیزی سے چلنے لگا تھا۔ وہ بیڈ پہ آ کر بیٹھ گئی۔ نظریں گلدستے پہ ہی تھیں۔

"یا تو یہ کوئی لوفر ہو سکتا ہے یا پھر میرا کوئی جاننے والا جو مجھے صرف ڈرا رہا ہو" اس نے سوچتے ہوئے ذہن سے بڑبڑانا شروع کیا۔

"لوفر ہوا تو میں اسے دیکھ لوں گی" اس کی آنکھوں میں غصہ در آیا تھا۔

"اور اگر یہ مجھے ڈرانے کے لیے میری کسی دوست کا کارنامہ ہے تو وہ جانتی نہیں کہ میں عائشہ ہوں جو کسی سے نہیں ڈرتی کیونکہ عائشہ مسئلے حل کرنا جانتی ہے" وہ اب کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔ وہ ابھی کچھ اور سوچتی کہ اس کا پرس میں رکھا موبائل چیخ اٹھا۔ وہ اس کی آواز پہ چونکی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر پرس اٹھایا۔ اسے امید تھی کہ کال انابیہ کی ہوگی پر اسکرین پہ غیر شناسا نمبر تھا۔ عائشہ کا دل پھر سے اندھیرے میں ڈوبنے لگا

"سب ٹھیک ہے اور سب ٹھیک ہوگا" اس نے دل کو یہ بات دوبارہ یاد کروائی اور کال اوکے کر کے فون کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف خاموشی تھی۔

exponovels

"کون۔؟"عائشہ نے خود ہی سوال کیا تو دوسری طرف پر اسرا گھمبیر آواز گونجی

"عائش۔۔۔"اس کا لہجہ سرد تھا عائشہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔

)وہ ایک بند کمرے کے دروازے کے باہر کھڑا کان سے فون لگائے ہوئے تھا۔ایک ہاتھ فون پہ جبکہ دوسرا ڈور ناب پہ تھا۔جسے وہ گھما چکا تھا(

"کون۔؟"عائشہ نے ہمت کر کے اپنا سوال دہرایا

"تم نے پھول کیوں نہیں لیے تھے۔؟"وہ اس کا سوال نظرانداز کر گیا تھا

)لاک ٹھک سے کھلا تو دروازہ چرچراہٹ کی آواز پیدا کرتا کھلتا چلا گیا۔وہ قدم اٹھاتا کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔ کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔سرخ،نیلی روشنیاں اندھیرے میں کہیں کہیں بکھری تھیں۔اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیواروں کو دیکھا جس پہ بڑی بڑی تصویریں چسپاں تھیں ان ساری تصویروں میں ایک ہی چہرہ تھا(

"میں نے آپ سے پوچھا ہے آپ کون ہیں۔؟"عائشہ نے چبا چبا کر کہا

"میں نے بھی تم سے پوچھا ہے تم نے پھول کیوں نہیں لیے۔؟"وہ ویسے ہی سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔اس کے چہرے کی طرح اس کا لہجہ بھی سپاٹ تھا۔عائشہ کے سر پہ لگی اور تلووں پہ بجھی اس نے ضبط سے لب بھینچے

)ان ساری تصویروں میں ایک ہی چہرہ تھا۔ کہیں وہ چہرہ مسکرا رہا تھا۔کہیں وہ کتابوں کو سینے سے لگائے ہوئے تھا۔ کہیں اس چہرے پہ ناراضی تھی تو کہیں شرارت شہیر کی نظریں دیواروں پہ لگی ہر تصویر کو دیکھتی ایک جگہ رک

exponovels

گئیں۔ جہاں ان تصویروں والے چہرے پہ بارش کی بوندیں بوسہ دے رہی تھیں۔ وہ چلتا ہوا ان کے پاس آ گیا اس نے ہاتھ بڑھا کر عائشہ کی تصویر میں موجود چہرے پہ ہاتھ رکھا کر اس کا لمس محسوس کرنا چاہا(

"دیکھیں مسٹر اگر تو آپ کو لگتا ہے کہ آپ اس طرح کی حرکتیں کر کے مجھے پریشانی کر لیں گے تو آپ غلط ہیں میں ڈرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔۔۔" عائشہ نے ابھی اور بھی بولنا تھا کہ وہ درمیان میں بول پڑا

"جانتا ہوں تم بہت بہادر ہو بس اندھیرے سے ڈر جاتی ہو اور اونچائی سے بھی، ہیں نا۔؟" عائشہ کی آواز بند ہو گئی شل رہ گئی۔ وہ چند پل ہل نہ سکی پھر اس کا ماتھا غصے سے گھوم گیا اور بھرپور طنز کرنے اور استہزائیہ انداز میں بولی

"ہاہاہا ویری فنی میں ڈر گئی انا بیہ اب بس منہ سے دوپٹہ ہٹا دو اتنی بھدی آواز یقیناً دوپٹہ رکھنے اور گلے کو بلاوجہ بھاری کر کے ہی نکل سکتی ہے" شہیر کی آنکھوں میں ایک پل کو نا سمجھی آئی پھر وہ جب عائشہ کی بات سمجھا تو لبوں پہ ہلکی سی مسکان دوڑ گئی

"تمہیں غلط لگ رہا ہے میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہی ہو" عائشہ نے اب کی بار اس کی بات پوری توجہ سے سنی تھی وہ آواز میں فرق کرنا چاہ رہی تھی اور جب فرق معلوم ہوا تو اس نے بے ساختہ کال کاٹ دی

)شہیر کا ہاتھ عائشہ کے چہرے پہ تھا وہ اس کے چہرے پہ آہستہ آہستہ انگلیاں پھیر رہا تھا بارش میں بھیگتی عائشہ اس وقت کسی جل پری سے کم نہیں لگ رہی تھی شہیر نے اپنا ہاتھ اس کی تصویر سے ہٹایا اور واپسی کے لیے پلٹ گیا(

عائشہ کا موبائل دوبارہ بجنے لگا تھا۔ وہ نہیں اٹھانا چاہتی تھی پر موبائل مسلسل بجتا رہا تو اس نے کوفت میں آ کر موبائل اٹھا لیا۔

exponovels

"دیکھیں میں آپ کو نہیں جانتی آپ مجھے کال کر کے پریشان نہ کریں" عائشہ سخت لہجے سے بولی تھی دوسری جانب سے وہ بحرالکاہل کے ٹھہر پانیوں کی طرح کے لہجے میں گویا ہوا۔

"تم مجھے بہت جلد جان جاؤ گی اور آج تم اپنے ابو کے ساتھ باہر جا کر آئسکریم نہیں کھاؤ گی کیونکہ میں نہیں چاہتا تم بیمار ہو بارش میں نہالیں کافی ہے اب اور لاپرواہی نہیں" وہ اسے اتنے آرام سے حکم دے کر کال بن کر چکا تھا اور عائشہ ہلنا تک بھول گئی اس شخص کو یہ بھی پتہ تھا کہ وہ اپنے ابو کے ساتھ باہر جاتی ہے۔عائشہ نے دوبارہ سر پکڑ لیا۔یہ پتہ نہیں کون تھا

"کوئی جاننے والا ہی ہو گا تبھی اتنی گہرائی سے مجھے جانتا ہے" اس نے خود کو نارمل رکھنے کے لیے سوچا پر دل میں ڈر سا بیٹھ گیا تھا۔دل بار بار اس کی بات کی نفی کر رہا تھا پر عائشہ اب کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔وہ فلحال سونا چاہتی تھی۔وہ بیڈ پہ دراز ہو گئی۔پریشانی سے ہمارا دماغ تھکنے لگتا ہے اور ہم پر نیند غالب آنے لگتی ہے کچھ لوگ اس حالت میں بے چین ہوتے ہیں پر کچھ لوگ سو جاتے ہیں یہ ان کے لیے ایک فرار ہوتا ہے جو انہیں ان کی پریشانی سے کچھ دیر دور کر دیتا ہے وہ اس امید میں سوتے ہیں کہ جب وہ اٹھیں گے تو سب ٹھیک ہو گیا ہو گا پر دماغ انہیں اس بات کو لے کر نیند میں بھی پریشان ہی رکھتا ہے وہ بظاہر سو رہے ہوتے ہیں پر دماغی طور پر اٹھے ہوتے ہیں اور اپنے مسئلے سے لڑ رہے ہوتے ہیں۔۔

______________________________&&&&&&&&&&&&&

&&&&&______________________

شہر پہ رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ شہیر ملک کے بنگلے کی روشنیاں روشن تھیں۔ وہ اس وقت ٹیرس پہ کھڑا تھا چہرے پہ کوئی تاثر نہ تھا۔ اس کی نظریں آسمان پہ تھیں۔ جس پہ سے بادل چھٹ گئے تھے۔ اب چاند واضح ہونے لگا تھا ہوا میں خنکی تھی پر وہ اپنی سلیولیس تیز بادامی رنگ کی بنیان نما شرٹ اور جینز کی پینٹ میں ملبوس تھا۔ بھورے بال ماتھے پہ بکھرے تھے نیلی آنکھوں میں چاند کا عکس تھا۔ اور اس کے ہاتھ اس کی جیبوں میں تھے۔ وہ کسی غیر مرئی نقتے کو گھور رہا تھا کہ تبھی گاڑی کے ہارن کی آواز سنائی دی تو اس نے چونک کر نیچے دیکھا۔

مین گیٹ کے باہر ایک کالی لینڈ کروز کھڑی تھی۔ گارڈ اس گاڑی میں بیٹھے شخص سے پوچھ گچھ کرنے کو آگے بڑھے ہی تھے کہ گاڑی کا دروازہ کھل گیا اور جو شخص اس میں سے نکلا اسے دیکھ کر شہیر کی آنکھوں سے چاند کا عکس بجھ گیا۔ نیلی آنکھوں میں نفرت، غصہ، تکلیف اور بے بسی جیسے بہت سے جذبات نے سر اٹھایا تھا۔ وہ اس شخص کا چہرہ بھی اپنی زندگی میں دیکھنا نہیں چاہتا تھا وہ اسے اپنا سب سے بڑا دشمن مانتا تھا شہیر کو اس شخص سے نفرت تھی بے تحاشہ نفرت۔۔۔۔

شہیر ٹیرس سے ہٹ کر غصے میں نیچے کی طرف بڑھا تھا۔ چاند آسمان پہ سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

اس کی جب آنکھ کھلی تو رات پورے شہر پہ گہری تھی۔ وہ بیڈ پہ تھیلیوں کے سہارے سے بیٹھی۔ سر بھاری سا ہو رہا تھا اور اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اندر کہیں دل میں کوئی خوف ہے جس نے اسے اٹھتے ہی دوبارہ ڈرانا شروع کر دیا ہے۔

exponovels

عائشہ نے بیڈ کراؤن سے کمر ٹکا کر اپنے ذہن پہ ایک پل کو زور ڈالا اور اگلے لمحے ہی اسے وہ ڈر یاد آگیا۔اس نے بے ساختہ اپنا موبائل دیکھا۔جو سائیڈ ٹیبل پہ خاموش پڑا تھا۔اس میں ہمت نہ ہو رہی تھی کہ وہ موبائل کو اٹھا لے۔ لیکن ایک بے چینی بھی تھی کہ آیا اس شخص نے دوبارہ اسے میسج یا کال کی ہے یا نہیں؟اس تجسس سے مجبور ہوتی عائشہ نے اپنا موبائل اٹھایا۔اسکرین کو روشن کرتے ہی سامنے اسی نمبر سے ایک ہی میسج تھا۔

"میری بات مان جانا مجھے بلاوجہ ضد کرنے والے لوگ اچھے نہیں لگتے" عائشہ کا پارا ایک بار پھر ہائی ہو گیا۔

"ہاں یہ تو میرا باپ ہے نا جو میں اس کی مانوں گی پتہ نہیں کہاں سے نمبر لیا ہو گا اور کب سے پیچھا کر رہا ہو گا اسے تو میں ابھی بلاک کرتی ہوں "اس نے سرخ ہوتے چہرے سے بڑبڑا کر نمبر بلاک کیا اور کھڑی ہو گئی۔

"اس بدتمیز کی وجہ سے کتنی پریشان ہو گئی تھی میں "اس نے ایک ہاتھ سے اپنے بکھرے بال سمیٹے "پر اب سکون ہے "وہ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی پھر وہ ڈریسنگ کی طرف پلٹی تو سر پہ ہاتھ مارا۔

"کپڑے بھی چینج نہیں کیے تھے " سیلے سیلے کپڑے بدن سے چپکے ہوئے تھے وہ گھڑی پہ وقت دیکھتی نہانے چلی گئی۔"نیچے امی نے ضرورات کا کھانا لگالیا ہو گا "وہ سوچ کر عجلت سے واش میں گھس گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&&&

شہیر اپنے بنگلے کے دروازے میں کھڑا سپاٹ چہرے اور چبھتی ہوئی آنکھوں سے سامنے موجود شخص کو دیکھ رہا تھا۔

ٹال،ڈارک اور پرکشش شخصیت والاارمان اس کے مقابل کالے ڈنر سوٹ میں ملبوس کھڑا تھا۔اس کے چہرے پہ ہلکی ہلکی داڑھی تھی۔آنکھوں کا رنگ کالا تھا۔شہیر کوانہیں آنکھوں سے نفرت تھی۔جن میں ہر وقت ہر کسی کے لیے محبت اور اپنائیت بھری رہتی تھی پر شہیر کو یہ سب ڈرامہ لگتا تھا۔

ارمان اس کا تایازاد بھائی تھااس کا اور شہیر کا بچپن ساتھ ہی گزرا تھاوہ شہیر سے پانچ سال بڑا تھااور اسی لیے ارمان اسے بالکل اپنے چھوٹے بھائیوں کی طرح ٹریٹ کرتا تھاپر شہیر کواس کی موجودگی اپنے ارد گرد سخت ناپسند تھی اور اسی بات پہ اس کی اکثر اپنے ڈیڈ اور ماما سے لڑائی بھی ہوتی تھی۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔؟"شہیر بغیر کسی تمیز کے بولا تھا۔وہ ارمان کو زرہ برابر عزت نہیں دیتا تھا۔

"بس ویسے ہی"ارمان نے کاندھے اچکا کر کہااس کے لہجے میں محبت تھی۔

"میں نے تمہیں لاکھ بار کہاہے مجھ سے دور رہو میں تمہیں بہت جلد خود سے ملوں جب تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی اس وقت۔!"شہیر کے لہجے میں تنفر تھاارمان کی مسکان ماند پڑ گئی۔اس نے شہیر کو کہا

"تم مجھے اتنا برا،اتنا غلط کیوں سمجھتے ہو۔؟"اس کے لہجے میں دکھ سمٹ آیا تھا۔رات کا چمکتا چاند انہیں دیکھ رہا تھا۔پروائی کی خنکی ویسی ہی تھی۔لجوں جیسی سردارمان نے شہیر کے کاندھے پہ ہاتھ رکھنا چاہا

"کیونکہ تم غلط ہو تم میرے ڈیڈ اور ماما کے قاتل ہو"شہیر نے حقارت سے اس کا ہاتھ جھٹکا تھاارمان زخمی سا مسکرایا

"تم مجھ پہ وہ الزام لگارہے ہو جس کا تمہارے پاس ثبوت تک نہیں ہے تم نے اپنی طرف سے ہر جگہ تو میری پوچھ گچھ کروالی پولیس نے بھی مجھ پہ نظر رکھی پر انہیں اور نہ تمہیں کچھ بھی نہیں ملا تو تم بار بار مجھے قاتل کہہ کر کیوں دکھ

exponovels

پہنچاتے ہو تم یہ کیوں بھول جاتے ہوں وہ بس ایک کار ایکسیڈنٹ تھا جس میں، میں نے بھی اپنے ڈیڈ گنوائے ہیں" ارمان یاس سے بولا تھا۔اس کی آنکھوں کے گوشے کچھ نم سے ہو گئے تھے۔ شہیر ہتک آمیز انداز میں مسکرایا۔ بھنویں ماتھے کو چھونے لگیں۔

"تم پوری دنیا کو بے وقوف بنا سکتے ہو پر مجھے نہیں اپنے یہ جھوٹے مکالمے کسی اور کے سامنے بولنا" ارمان نے سر کو خم دیا چہرہ پہ سوائے تکلیف کے کچھ نہ تھا وہ شہیر کی باتوں سے ہرٹ ہوتا تھا۔

"میں تمہیں چھوڑ نہیں سکتا شہیر تم میرے چھوٹے بھائی ہو جس سے میں نے بچپن سے محبت کی ہے میں تم میں اپنی زندگی جیتا ہوں" وہ شہیر کو دیکھتا کہہ رہا تھا شہیر بے تاثر چہرے سے اسے دیکھ رہا تھا۔"پر تم مجھ سے نفرت کرتے ہو، لیکن شہیر میں تم سے کبھی نفرت نہیں کر سکوں گا کیونکہ تم میری فیملی ہو اور ارمان ملک اپنی فیملی کو کبھی نہیں چھوڑتا ایک دن تم دیکھنا تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا اور تم اپنا دل صاف کر کے میرے پاس لوٹ آؤ گے" اس نے اپنی بات مکمل کی اور جانے کے لیے پلٹ گیا پھر رکا

"میں تمہارا ہمشیہ انتظار کروں گا بیٹا" وہ اس کی طرف رخ کر کے مسکرایا تھا۔ چہرے کی یاسیت چھپ گئی تھی آنکھوں میں ایک بار پھر محبت در آئی تھی وہ ایسا ہی تھا محبت کرنے والا اور غلطیوں کو نظر انداز کر دینے والا۔ شہیر اس کی کسی بھی بات کا جواب دیے بغیر واپس بنگلے میں داخل ہو گیا۔ پیچھے چاند آسمان پہ تنہا رہ گیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&

exponovels

وہ اپنی دھن میں چلتا کوٹ کے بٹن کھولتا لاؤنج میں داخل ہوا جو اس وقت نیم تاریک تھا اس بڑے سے گھر میں زیادہ تر نیم تاریکی ہی پھیلی ہوتی تھی جو اس گھر کو سگوار اور پر اسرار بنا دیا کرتی تھی۔

ارمان جیسے ہی لاؤنج میں پہنچا تو آواز پہ چونکا

"کہاں گئے تھے۔؟" اس نے رک کر صوفے پہ بیٹھی عورت کو دیکھا جس کا آدھا چہرہ اندھیرے میں چھپا تھا۔ وہ مسکرا دیا۔

"کہیں نہیں ماں" وہ اس عورت کی طرف بڑھ گیا۔

"تم ماں سے جھوٹ بولو گے۔؟" ارمان ان کی بات پہ ہنس دیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"آپ تو ارمان کی جان ہیں ماں میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا پر آپ غصہ کریں گی اس لیے نہیں بتا رہا" عورت نے چہرہ جھکا کر سامنے بیٹھے اپنے بیٹے کو دیکھا جو اس کے سامنے ہمیشہ ایسے ہی فرمابردار رہتا تھا۔ ان کا چہرہ جھکا تو زرد روشنی ان کے چہرے کو واضح کرنے لگی۔ وہ تیکھے نقوش اور گوری رنگت کی عورت تھیں جن کے چہرے پہ میک اپ لگا تھا کانوں میں موجود ہیرے چمک رہے تھے۔ ان کی گرداکڑی ہوئی تھی انداز میں توقیر تھی بال بوائے کٹ میں کٹے کاندھوں کو چھوتے تھے

"تم کیوں جاتے ہو شہیر کے پاس۔؟" انہوں نے ناراضی سے بولنا شروع کیا" جب وہ تمہاری عزت نہیں کرتا تو تمہیں بھی چاہیے کہ تم اس پہ توجہ دینا چھوڑ دو" ارمان نے ماں کے ہاتھ تھامے

exponovels

"وہ مجھ سے چھوٹا ہے میں نے اس سے محبت کی ہے ماں میں اپنے بھائی کو نہیں چھوڑ سکتا وہ مجھے غلط سمجھتا ہے ہمارے درمیان غلط فہمیاں ہیں کچھ رنجیشیں ہیں پر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم اپنا تعلق ہی ختم کر لیں" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا کرتا تھا اس کا لہجہ شائستہ تھا سید ھا دل میں گھر کر جاتا تھا۔

"پر وہ تو ہم سے ہر طرح کا تعلق ختم کر چکا ہے"

"کیونکہ ماں وہ نادان ہے" ارمان کے جواب پہ ماں کی آنکھوں میں ناپسند گی آ گئی

"تم پتہ نہیں کس مٹی کے بنے ہو مجھے تو وہ انتہائی برا لگتا ہے بد تمیز" ماں کے لہجے میں شہیر کے لیے واضح ناپسندید گی تھی۔

"آپ کو وہ اس لیے برا لگتا ہے کیونکہ وہ آپ کی بیٹی اور بیٹے کی عزت اور قدر نہیں کرتا"

"وہ صرف ہمیں بے عزت ہی نہیں بلکہ میری پھول سی لیانہ کو چوٹ بھی پہنچاتا ہے اس کا لہجہ کس قدر دکھ دیتا ہے میری بچی کو یہ بس میں ہی جانتی ہوں وہ کتنی دیوانی ہے اس کے پیچھے اور شہیر۔۔۔" انہوں نے بے بسی سے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ ارمان نے ان کے ہاتھ پہ دباؤ ڈالا

"ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جب ہمارے درمیان کی غلط فہمیاں دور ہوں گی تو سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے گا" ارمان کہہ کر کھڑا ہو گیا تھا

exponovels

"میں فریش ہو کر آتا ہوں پھر ہم مل کر ڈنر کریں گے" وہ کہہ کر چلا گیا۔ماں نے اسے زینے چھڑتے اور نظروں سے اوجھل ہونے تک دیکھا تھا پھر انہوں نے آنکھیں موند کر صوفے کی پشت سے سر لگا لیا۔ان کا چہرہ دوبارہ تاریک ہو گیا تھا۔بس لب ہلتے دکھائی دیتے تھے

"ارمان نہیں جانتا کہ سب کچھ اب کبھی پہلے جیسا نہیں ہوگا" ان کی آواز مدہم تھی وہ کہہ رہی تھیں

"جس دن وہ راز ارمان کو معلوم ہوگا اس دن وہ بالکل ٹوٹ جائے گا اور میں۔۔۔۔" انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ان کی آنکھوں کے کناروں سے آنسو نکل کر صوفے پہ لڑھک گئے تھے پر وہ انہیں صاف نہیں کر رہی تھیں۔

گھر کا ماحول یاسیت میں ڈوبنے لگا تھا۔اندھیرا، راز، دکھ اور امید سب کچھ گڈمڈ ہونے لگے تھے۔۔

&&&&&&&&&&&&&______________________________________

&&&&__________________________________

ڈائننگ ٹیبل پہ کھانا چنا ہوا تھا۔عائشہ جیسے ہی ہال میں داخل ہوئی تو سفیان بولا

"لیں باجی بھی آ گئیں اب شروع کرتے ہیں کھانا" سفیان نے بے صبری سے پلیٹ اپنے سامنے کی اور اس میں چاول بھرنے لگا۔

"موٹے کم کھایا کرو ساری پرسانیلٹی خراب ہو جائے گی" عائشہ نے پیچھے سے آ کر اس کے سر کی پشت پہ ہلکی سی چپت لگائی تو وہ ناراضی سے بولا۔

exponovels

"باجی پہلی بات تو یہ میں ہنڈسم ہوں آپ یہ بات میری کلاس کی لڑکیوں سے پوچھیں اور دوسری بات یہ کہ باڈی شیمنگ ایک جرم ہے تو آپ یہ نہ کیا کریں ورنہ آپ کی جوانی جیل میں گزرے گی بہت جلد" عائشہ ابھی جواب میں کچھ کہتی کہ امی کچن سے رائتے کا ڈونگا لاتی ہوئیں بولیں

"بے شرم کتنا الٹا سیدھا بول رہا ہے بہنوں کو کوئی ایسا کہتا ہے اللہ نہ کرے اس کی جوانی جیل میں گزرے" سفیان کو فوراً عائشہ نے دیکھا اور آنکھوں آنکھوں میں کہا "ہائے بے عزتی" سفیان کا منہ بن گیا۔ ابو خاموشی سے سب دیکھ رہے تھے ان کے چہرے پہ مسکان تھی عائشہ ان کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھ گئی تھی

"ہاں بہنیں بھائیوں کو جو مرضی کہتی رہیں وہ سب ٹھیک ہے بھائی کچھ کہہ دیں تو وہ برے ہوتے ہیں" سفیان نے سر جھٹک کر کہا تھا امی رائتہ رکھ کر کرسی پہ بیٹھ گئیں

"کیونکہ لڑکے سخت جان ہوتے ہیں ان پہ زیادہ کوئی چیز اثر نہیں کرتی۔۔۔۔" باقی بات سفیان نے کاٹی

"ہاں اور لڑکیاں نازک ہوتیں ہیں جو ہاتھ لگانے سے بھی ٹوٹ جاتیں ہیں ہی ہی ہر وز کی بات" وہ جھلا کر کھانا کھانے لگا تھا۔ امی نے اسے گھورا

"اچھا بس بھئی میرے بیٹے کے تم لوگ پیچھے ہی پڑ جاتے ہو" ابو نے فوراً سفیان کی طرفداری کی تو عائشہ نے بھنویں اچکا کر ابو کو دیکھا۔ یعنی پارٹ چینج کیا بات ہے۔۔۔

exponovels

ابو نے لب بھینچ کر اسے آنکھوں سے اشارہ کیا جیسے کہتے ہوں چھوٹا ہے یار سمجھا کرو عائشہ ان کے اشارے پہ ہنس دی بے چارے ابو یو نہی اپنی تینوں اولادوں کو امی کی ڈانٹ سے بچاتے رہتے تھے۔وہ کبھی کس کی سائیڈ پہ ہو جاتے تو کبھی کس کی اور امی کہتیں

"ہاں اس گھر میں ایک میں ہی بری ہوں "اور ابو فوراً کہتے "نہیں بھئی تم تو میری جان ہو "اس کے بعد امی جھینپ کر منظر سے غائب ہو تیں اور بچے سیٹیاں یا "اوئے ہوئے "کی آوازیں نکالنے لگتا۔امی پھر کچھ دیر خاموش سی شرمائی شرمائی پھرتی رہتی تھیں۔

جب ان سب نے کھانا کھالیا تو عائشہ نے کہا

"چلیں ابو۔؟"وہ کھڑی ہو گئی تھی

"آج رہنے دیتے ہیں تمہاری امی بتا رہی تھیں تم بارش میں بھیگ گئی تھیں۔یہ پہلی بارش بیمار کر دیتی ہے تم آئسکریم کھاؤ گی تو بیمار ہو جاؤ گی "ابو سمجھانے والے انداز میں کہہ رہے تھے پر عائشہ نے آج ضرور جانا تھا

"نہیں آج میں جاؤں گی آپ بس چلیں "وہ ضدی سے لہجے میں بولی تھی پھر اس نے سفیان کو دیکھا "بس کرو آئسکریم کے لیے بھی جگہ رکھو پیٹ میں "وہ ابھی بھی چاول کھا رہا تھا اس لیے عائشہ نے اسے دوبارہ چھیڑ دیا۔

"آپ میری فکر نہ رکیں میرے پیٹ میں جب تک جگہ بن جائے گی "

"ہاں کیونکہ تم موٹے آلو جو ہو ہمارے "

"ابو دیکھ لیں "وہ چڑ کر بولا تھا اور عائشہ ہنستی ہوئی ہال سے نکل گئی تھی۔

"نہیں تم تو بالکل فٹ ہو وہ بس مذاق کرتی ہے تم سے" اب ابو عائشہ کی طرف ہو گئے تھے۔ سفیان بس سر جھٹک کر رہ گیا۔

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&

وہ لوگ جب آئسکریم کھا کر واپس گھر آئے تو امی سو چکی تھیں۔ اس لیے وہ سب بغیر شور کیے اپنے اپنے کمروں میں آ گئے۔ عائشہ نے اپنے کمرے میں آ کر موبائل ایک طرف رکھا اور کتاب لے کر بیٹھ گئی۔ اس نے ابھی کتاب کھولی ہی تھی کہ اس کے موبائل پہ میسج بیپ ہوئی۔

عائشہ نے کتاب پہ نظریں رکھتے ہوئے موبائل اٹھایا اور اپنے سامنے کیا تو اسکا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ اسکرین پہ ایک نئے نمبر سے میسج آیا ہوا تھا

"میں نے منع کیا تھا نا۔؟" اس کے میسج سے ہی اس کی ناراضی کا جھلکتی تھی۔ ایک نیا نمبر، ایک نیا میسج، ایک نئی پریشانی

اس کا دل کیا وہ اس شخص کا گلا دبا دے۔ اس نے کتاب ایک طرف رکھی اور اسکرین پہ انگلیاں چلا کر فون کان سے لگا لیا۔ کال جا رہی تھی پر اس نے اٹھائی نہیں تھی۔ عائشہ نے دو تین بار کال کی پر سامنے سے کسی نے بھی کال نہ اٹھائی۔ اس نے موبائل ابھی رکھا ہی تھا کہ وہ بجنے لگا اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔ کال اسی نمبر سے تھی۔ عائشہ کا ناک غصے سے پھول گیا اس نے ضبط سے لب بھینچے اور کال او کے کر کے بولی

"کیا آپ کا دماغ خراب ہے۔؟ کیوں مجھے تنگ کر رہے ہیں؟ میں آپ کی کمپلین کر دوں اگر اب آپ نے مجھے کال یا میسج کیے تو، جب آپ جیل میں موجود ہوں گے تو آپ کو یقیناً عقل آ جائے گی" وہ ضبط کر کے بھی اتنا کچھ بول گئی تھی۔ دوسری جانب چند لمحوں کی خاموشی رہی پھر وہ بولا۔

"میں نے منع کیا تھا نا تمہیں کہ تم باہر نہیں جاؤ گی پھر کیوں گئی تھیں۔؟" وہ عائشہ کی بات سرے سے ہی نظر انداز کر چکا تھا عائشہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یعنی اس کی بات اس آدمی نے سیریئس ہی نہیں لی؟ اس نے غصے سے دانت کچکچائے اور ہاتھ کا مکا بنا لیا جیسے وہ یہ شہیر کو دے مارے گی۔

"آپ ہیں کون؟ کیوں بلاوجہ میرے باپ کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں؟ میرے سر پہ ماں باپ ہیں فکر کرنے کے لیے آپ کو میرے ماں باپ بننے کی ضرورت نہیں ہے" شہیر کا بے ساختہ اس کی بات پہ قہقہہ نکلا تھا اور عائشہ مزید جل گئی تھی وہ ابھی اسے کچھ سخت کہتی کہ وہ بولا۔

"جانتا ہوں تمہارے سر پہ ماں باپ ہیں پر تمہارے سر پہ شوہر نہیں ہے جو تم سے محبت کرے، اور یہ کمی میں بہت جلد پوری کر دوں گا" وہ محظوظ انداز میں بولا تھا۔ پچھلے سارے سرد لہجے اس خوشگواری کے تلے دب گئے تھے۔

"آپ کا سچ میں دماغ خراب ہے اور میں پاگل ہو گئی تھی جو آپ سے بات کر رہی ہوں" عائشہ نے رک کر بات میں توقف دیا "میں آپ کو آخری بار کہہ رہی ہوں اب مجھے کال یا میسج مت کیجئے گا ورنہ میں پولیس کی مدد لوں گی سمجھے آپ۔؟" اس کا انداز پوچھنے والا تھا اسے امید تھی جواب میں اب کال بند ہو گی اور پھر دوبارہ کبھی نہیں آئے گی۔

exponovels

"ہاں میں سمجھ گیا اور ایک بات تم بھی سمجھ لو میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں تم میری ہو صرف میری" خوشگواری پھر سے رعب میں چھپنے لگی وہ اپنے ازلی سپاٹ لہجے میں لوٹ آیا تھا۔

"بکواس بند کریں اپنی" عائشہ برہمی سے چیخی تھی اسے شہیر کا اظہار برا لگا تھا۔

"تم مجھ سے ایسے دوبارہ بات نہیں کرو گی عائش" اس کی بات کے جواب میں شہیر نے کہا عائشہ بیڈ سے کھڑی ہو گئی چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"میں بدتمیز لوگوں سے ایسے ہی بات کرتی ہوں جو دوسروں کو بلاوجہ تنگ کرتے ہیں وہ اسی طرح کے لہجے اور الفاظ کے مستحق ہوتے ہیں آپ مجھے بلاوجہ تنگ کر رہے ہیں"

"میں تنگ نہیں کر رہا تمہیں "

"بار بار نئے نمبروں سے کالز کرنا، پھول بھجوانا، میسجز کرنا تنگ کرنے کے ہی زمرے میں آتا ہے مسٹر" وہ طنزیہ لہجے سے بولی تھی۔

"پر میری طرف یہ سب محبت کے زمرے میں آتا ہے کسی کی فکر محبت کی نشانی ہوتی ہے" وہ جیسے اب سمجھانے لگا تھا لہجہ نرم ہو گیا تھا۔

"مجھے آپ کی محبت نہیں چاہیے بہت شکریہ آپ کا اب دوبارہ کال مت کیجئے گا ورنہ اچھا نہیں ہو گا" عائشہ نے اسے دھمکی دی۔ دوسری جناب موجود شخص کے لب بھینچ گئے۔

"تم کیا کر لو گی۔؟"

exponovels

"میں پولیس میں کمپلین کردوں گی"

"شوق سے کرنا کل میں گاڑی بھجوادوں گا چلی جانا پولیس اسٹیشن" عائشہ کا سر اس کی بات گول گول گھومنے لگا۔ جو پھول بھجواسکتا ہے اگر اس نے صبح گاڑی بھی بھجوادی تو۔؟ یہ خیال ذہن میں آتے ہی عائشہ نے خشک ہونٹوں پہ لب پھیرے

"آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں میں تو آپ کو جانتی بھی نہیں" اس کے لہجے میں عاجزی آگئی تھی وہ اس شخص سے مزید نہیں الجھ سکتی تھی۔

"تم مجھے جانتی ہو ہم دو بار ملے ہیں ایک بار تم میرے پاس آئی تھیں اور دوسری بار ہ میں تمہارے پاس" عائشہ کی بھنویں سکڑ گئیں۔

"پر کب۔؟" اس نے پوچھا

"سوچ لو پوری رات پڑی ہے ویسے بھی تم بہت سمجھدار ہو جلدی جان جاؤ گی سب کچھ، ہاں بس میں اتنا کہوں گا کہ مجھے وہ کیفے، کافی کا گلاس اور تمہارا میرے پاس سے گزر جانا اچھی طرح یاد ہے" شہیر نے کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔

عائشہ اس کی بات پہ الجھ سی گئی وہ چلتی ہوئی بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی۔

"کیفے، کافی کا گلاس اور میرا اس کے پاس سے گزر جانا" اس نے شہیر کی بات کو دہرایا اور سوچ میں پڑ گئی۔ یہ سب کب ہوا تھا۔؟ اسے یاد نہیں آرہا تھا۔ بہت دیر ذہن پہ زور ڈالنے کے بعد اس کے ذہن میں جھماکا ہوا

exponovels

"کیفے، کافی کا گلاس اور میرا اس کے پاس گزر جانا" اب کی بار عائشہ نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔ "تو یہ وہ شخص ہے اوہ گاڈ" اس کا سر بری طرح سے دکھنے لگا تھا۔

"کیفے، کافی کا گلاس اور میرا اس کے پاس سے گزر جانا" اب کی بار عائشہ نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔ "تو یہ وہ شخص ہے اوہ گاڈ" اس کا سر بری طرح سے دکھنے لگا تھا۔ یہ اس نے انجانے میں کیا کر دیا تھا۔ عائشہ نے پریشانی سے آنکھیں میچی تھیں۔ بہت کچھ آنکھیں بند کرتے ہی اس کے سامنے کسی فلم کی طرح چلنے لگا۔

یہ ایک ڈھلتی شام تھی جب وہ انابیہ کے کیفے میں بیٹھی تھی۔

"میں بہت ڈیئر نگ ہوں" عائشہ نے گردن اکڑا کر کہا تھا۔

"ہاہاہاہا کہنے سے کیا ہوتا ہے" انابیہ نے جان بوجھ کر اس پہ طنز کیا تا کہ عائشہ اس کی باتوں میں آ جائے۔ عائشہ نے بھنویں اچک کر اسے دیکھا۔

"تم مجھے ہلکا لے رہی ہو" وہ بولی تو لہجے میں ناراضی تھی۔

"ہاں لے رہی ہوں" انابیہ نے اس کے سامنے اپنا رخ کر کے ڈھٹائی سے کہا۔ عائشہ نے اپنے ہاتھ جھاڑے

"چلو ٹھیک ہے آج پھر میں تمہیں دکھائی ہی دیتی ہوں اپنی بہادری بتاؤ کیا کرنا ہے انابیہ کی آنکھیں اس کی بات پہ چمکیں پر چہرے پہ تمسخر لا کر وہ بولی۔

"رہنے دو عائشہ تم سے نہ ہو پائے گا" عائشہ اس کا چہرہ دیکھ کر تپ گئی۔

exponovels

"بکواس نہ کرو بتاؤ مجھے کیا کرنا ہے" اس نے انابیہ کے ہاتھ پہ ہاتھ مارا تھا۔ انابیہ نے فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کر کے سہلایا۔

"ایک بار پھر سوچلو"

"میں نے سوچ لیا ہے" وہ پر اعتمادی سے گویا ہوئی۔

"اتنا اعتماد اچھا نہیں عائشہ ابھی تو تم نے یہ بھی نہیں سنا کہ میں تمہیں کیا ڈیر (dare) دوں گی اور تم پہلے ہی۔۔۔۔" اسنے عائشہ کو جلانے کے لیے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ عائشہ اب اس کی باتوں سے زچ ہو رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے تم بس بکواس ہی کرتی رہو گی ڈیر نہیں دو گی" انابیہ نے فوراً نہ میں سر ہلایا، تیزی سے بولی

"نہیں نہیں دیتی ہوں ابھی "

"تو پھر دو پر میری بھی ایک شرط ہے" عائشہ نے کہنی کانچ کی ٹیبل پہ رکھی اور مٹھی بند کر کے اس پہ چہرہ رکھ لیا۔

انابیہ اس کی بات پہ ٹھٹکی۔

"کیا۔؟" عائشہ کے چہرے پہ دبی دبی سی شرارت دوڑنے لگی۔

"اگر میں نے تمہارا دیا ڈیر مکمل کر لیا تو تم اگلے ایک ماہ تک ہر روز مجھے پیزا کھلاؤ گی" وہ رکی دوسرا ہاتھ بھی ٹیبل پہ رکھا دونوں ہاتھوں کا پیلا بنا کر اس میں چہرہ رکھ کر آنکھیں پٹ پٹا کر معصومیت بولی "بتاؤ منظور ہے۔؟" انابیہ کا حلق ایک پل کو سوکھ گیا۔ اسے تامل ہوا بولنے میں

"مجھے لگتا ہے تم ڈر گئیں" عائشہ نے اسے چھڑنے والے انداز میں کہا

exponovels

"نو جی میں نہیں ڈری مجھے منظور ہے" انابیہ جانتی تھی جو وہ کہے گی اسے عائشہ کبھی کر ہی نہیں سکے گے اس لیے مان گئی۔عائشہ نے داد دینے والے انداز میں اسے دیکھا ہاتھوں کے پیلاے سے چہرہ اٹھایا ہاتھوں سے تالیاں بجائیں

"کیا بات ہے بھئی اب مزہ آئے گا بتاؤ میں نے کیا کرنا ہے۔؟" عائشہ کھڑی ہو گئی تھی۔اب مسکرانے کی باری انابیہ کی تھی۔اس نے عائشہ پہ سے نظریں ہٹا کر دور کھڑے ویٹر کو طرف اشارہ کیا ویٹر اسکی طرف آنے لگا تھا۔جب وہ اس کے قریب آ گیا تو انابیہ نے اسے کہا۔

"ایک کالڈ کافی" عائشہ نے اسے نا سمجھی سے دیکھا جبکہ ویٹر سر کو خم دے کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

"یہ کس لیے۔؟" جب ویٹر کافی لے آیا تو عائشہ نے انابیہ کو دیکھا

انابیہ مسٹری سے مسکاتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔عائشہ کے پاس آئی۔اس کے گرد بازو پھیلایا اور دوسرے ہاتھ سے کافی کا گلاس اٹھا کر اس کے سامنے کیا "یہ تم" اس نے عائشہ کا رخ کیفے کے دروازے کی جانب کیا "جو بھی اس دروازے سے پہلا شخص اندر آئے گا اس پہ گراؤ گی" عائشہ اس کی بات پہ اچھلی

"دماغ خراب ہے تمہارا میں ایسا کچھ نہیں کروں گی "

"یعنی تم ہار مان رہی ہو" انابیہ نے گلاس ٹیبل پہ رکھا دیا "ارے ابھی یہی لڑکی تھی نا جو کہہ رہی تھی کہ میں اسے ہلکا لے رہی ہوں ہاہاہاہا کہا تھا ڈیئر تم سے نہیں ہو گا بیٹھا جاؤ" اس کا انداز جوش دلانے والا تھا۔عائشہ کو بے عزتی محسوس ہوئی اب وہ اپنی زبان سے نہیں پھر سکتی تھی اگر وہ پھر گئی تو انابیہ اس کا تب تک مذاق بنائے جب تک وہ زندہ رہے گی

عائشہ نے سر نہ میں ہلایا۔

exponovels

"نہیں میں کروں گی" اسے اپنی آواز کسی گہری کھائی سے آتی سنائی دی تھی۔انابیہ کی مسکان غائب ہوئی۔

"کیا سچ میں۔؟" عائشہ نے تھوک نگلا خود کو نارمل کیا

"ہاں میں کروں گی" انابیہ کو جیسے اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا پر اسے تب یقین آگیا تھا جب عائشہ گلاس اٹھا کر دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔انابیہ اس کے پیچھے بھاگی۔

"میں دور جاکر ٹیکسی تیار رکھتی ہوں تم بس ڈال کر بھاگ آنا اور میں تمہیں دیکھ رہی ہوں گی بے ایمانی مت کرنا" وہ تنبیہ کرتی کافی کی قیمت ادا کر کے کیفے سے نکل گئی عائشہ اسے روکنا چاہتی تھی پر وہ باہر نکل چکی تھی۔انابیہ کیفے سے کچھ دور بالکل دروازے کے سامنے ٹیکسی بھی روک چکی تھی اب وہ عائشہ کو دیکھ رہی تھی جس کی ٹانگوں کی جان نکل رہی تھی۔ تبھی انابیہ نے اشارہ کیا کہ تمہارا ٹارگیٹ آگیا ہے۔عائشہ کی اور جان نکل گئی اس نے آنکھیں موندیں

"اللہ بچا لینا آج" اس نے دل میں دعا کی اور اسی پل اسے محسوس ہوا کہ کیفے کا کانچ کا دروازہ کھلا ہے اس نے آنکھیں کھولیں اور بس بغیر دھیان دیے وہ تیزی سے آنے والے کی طرف بڑھی تھی اور عائشہ اس کے چوڑے سینے سے ٹکرا کر ساری کافی اس کی بنیان نما شرٹ پہ گرا چکی تھی۔عائشہ نے کافی کے گرتے ہی کیفے کا دروازہ کھولا اور تقریباً بھاگنے والے انداز سے باہر نکلی شہیر نے کھا جانے والی نظروں سے پلٹ کر اس لڑکی کو دیکھا تھا جو ٹیکسی کے پاس پہنچ کر اپنی دوست کے گلے لگ گئی تھی۔اس کی دوست نے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور اب وہ دونوں جلدی سے ٹیکسی میں بیٹھی رہی تھیں۔ شہیر نے اس کی طرف قدم اٹھایا اس سے پہلے ہی اس کا ایک گارڈ باہر نکل رہا تھا پر پھر شہیر رک

exponovels

گیا۔اس نے اپنے گارڈ کو بھی اشارے سے روکا وہ بھی وہیں رک گیا۔ شہیر کی نظر سامنے ٹیکسی میں بیٹھتی لڑکی پہ تھیں۔

جس کے بال ہوا کے زور سے اس کے چہرے پہ آرہے تھے۔وہ انہیں کچھ گھبراہٹ اور خوشی سے پیچھے کر رہی تھی۔ شہیر ان آہو چشم پہ خم دار پلکوں کا گرنا اور پھر کسی چلمن کی طرح اٹھنا دیکھتا مبہوت سا ہو گیا تھا۔اس کا سحر تب ٹوٹا جب عائشہ ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے چلی گئی تھی اس کے جانے کے بعد اس نے اپنے گارڈ کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

"مجھے اس لڑکی کی مکمل ہسٹری چاہیے تمہارے پاس بس ایک دن ہے"گارڈ نے سر ہلا دیا تھا شہیر نے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھا جہاں کافی گری تھی۔ جہاں عائشہ کے ہاتھ کا لمس ابھی تک اسے محسوس ہو رہا تھا۔اس کے چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ در آئی تھی۔

اور ٹیکسی میں بیٹھی عائشہ بار بار خوشی سے کہہ رہی تھی

"دیکھا تم مجھے ہلکے میں لے رہی تھیں اب تمہارا کیا ہو گا ہر روز پیرا اوہ یس"وہ جھوم جانے کو تھی اور انابیہ کا سانس بند ہو رہا تھا۔وہ اب پچھتا رہی تھی کہ اس نے شرط لگائی ہی کیوں؟

اس دن خوش ہونے والی عائشہ آج بری طرح سے پریشان تھی۔عائشہ نے اپنا دکھتا سر دبایا اور آنکھیں کھولیں۔ اضطراب میں وہ کمرے میں چکر لگانے لگی تھی۔

اسے وہ دن بھی یاد آیا جب وہ یونی سے نکل رہی تھی اور ایک انجان نیلی آنکھوں اور چوڑے سینے والا لڑکا اس کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔ وہ ٹھٹک کر رک گئی تھی۔ اس نے ایک نظر اس لڑکے پہ ڈالی

اونچا لمبا قد اور کسرتی وجود پہ اس نے جینز کی پینٹ کے ساتھ سفید بنیان نما شرٹ پہنی ہوئی تھی سلیو لیس شرٹ سے اس کے مضبوط بازو جھلک رہے تھے گلے میں موٹا چین تھا نیلی آنکھیں دریا نیل کے پانی جیسی ٹھہری دکھائی دیتی تھیں بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔ وہ بس یک ٹک عائشہ کو دیکھ رہا تھا

"کیا ہے کیوں سامنے کھڑے ہو۔؟" وہ اس شخص کی گہری بولتی آنکھوں سے غیر آرام دہ ہو رہی تھی۔ شہیر نے کوئی جواب نہ دیا۔

"ہٹو میرے سامنے سے" اسے شہیر پہ اب غصہ آنے لگا تھا نہ وہ نظریں ہٹا رہا تھا اور نہ ہی خود سامنے سے ہٹ رہا تھا۔

عائشہ نے ضبط سے اسے دیکھا۔

پھر دو قدم پیچھے ہوئی "ڈھیٹ کہیں کے جاہل" وہ کہہ کر پلٹ گئی تھی شہیر کی نظروں نے اس کا دور تک تعاقب کیا تھا اور عائشہ کو بھی دور تک اپنی پشت پہ تپش محسوس ہوتی رہی تھی۔

اس نے اس شخص کو کوئی سڑک چھاپ سمجھا تھا اس لیے بھلا دیا تھا۔ کیونکہ وہ دوبارہ کبھی عائشہ کے سامنے نہیں آیا تھا پر اب

"نہیں یہ وہ شخص نہیں ہے یہ کوئی اور ہے" اس نے خود کی سوچوں کی تردید کی اور بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

exponovels

"یہ بس مجھے ڈرا رہا ہے اب اگر یہ دوبارہ کال کرے گا تو میں اس سے اس کافی کے لیے معذرت کر لوں گی یقیناً پھر میری اس سے جان چھوٹ جائے گی" وہ کہہ کر بیڈ پہ دراز ہو کر سونے کی کوشش کرنے لگی پر نیند نجانے کہاں گم ہو گئی تھی۔

&&&&&&&&&&&&___________________________________

&&_________________

صبح کی ہلکی کرنوں نے جب عائشہ کی کھڑکی پہ دستک دی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھی اسے لگا جیسے کوئی اسے بہت قریب کھڑا ہو کر دیکھا ہے۔ جس کی سانسیں اس کے چہرے سے ٹکرا رہی ہیں۔ ان نیلی گہری بولتی آنکھوں کی تپش اس دن کے بعد آج پھر سے اپنے چہرے پہ محسوس ہو رہی تھی اس دن وہ ان آنکھوں کی زبان نہ سمجھی تھی لیکن رات والی ساری باتیں جاننے کے بعد وہ ان نگاہوں کے ایک ایک لفظ کو جان گئی تھی۔

"یہ مجھ سے کیا ہو گیا" اس نے جیسے تھک کر بیڈ کراؤن سے سر ٹکا لیا۔ آنکھیں موندتے ہی اس کے موبائل پہ میسج بیپ ہوئی اور عائشہ اچھل گئی۔ اس نے ساتھ رکھے موبائل کو دیکھا جس پہ وہی رات والا نمبر چمک رہا تھا۔

اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے موبائل اٹھایا۔

"میرے خیال سے تمہیں سب یاد آ گیا ہو گا" اس کا میسج پڑھتے ہی وہ مزید تھک گئی۔ اٹھتے ہی سر بری طرح پھر سے دکھنے لگا اس کا بالکل دل نہیں کر رہا تھا کہ وہ آج یونی جائے پر بلا وجہ کی چھٹی پہ سبھی سوال کریں گے اس لیے وہ اٹھی اور تیار ہو کر یونی چلی گئی۔

exponovels

وہ ابو کے ساتھ یونی گئی تھی پر پورے راستے وہ چوکنا سی بیٹھی رہی اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی انہیں فولو کر رہا ہے۔ کوئی گاڑی اگر کچھ دیر ان کی گاڑی کے پیچھے چلتی رہتی تو عائشہ کو گھبراہٹ ہونے لگتی۔ وہ بہت مشکل سے یونی پہنچی تھی۔ یونی کے دروازے کے پاس اتر کر جب ابو چلے گئے تو وہ یونی میں داخل ہونے لگی کہ ٹھٹھک کر رک گئی۔

کالی شرٹ اور پینٹ میں ملبوس اونچا لمبا بڑی مونچھوں والا آدمی ہاتھ میں ایک پھول لیے کھڑا تھا۔

"یہ میم آپ کے لیے آج شام میں آپ کو ہم لینے آئیں گے ہمارے باس آپ سے ملنا چاہتے ہیں" وہ شائستگی سے بولا تھا۔ عائشہ کا سر گول گول گھوم گیا۔ اس نے سنبھلنے کے لیے یونی کے گیٹ کا سہارا لیا۔

"میم یہ لے لیں" اس کے دوبارہ کہنے پہ عائشہ کا منہ سرخ ہو گیا اس نے دروازہ چھوڑا اور جھپٹ کر اس آدمی کے ہاتھ سے پھول لیا اور اسے مسل کر اس کے منہ پہ مار دیا۔

"اس پھول کی لاش ایسے ہی اپنے باس کے منہ پہ بھی مار دینا اور اسے کہنا اگر اب انہوں نے مجھے تنگ کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا" وہ جتنا غصے سے بول سکتی تھی بول رہی تھی سانس اشتعال کی وجہ اکھڑنے لگا تھا۔ گارڈ اسے ویسے ہی مسکرا کر دیکھ رہا تھا پھر اس نے گردن ترچھی کر کے دور کالی گاڑی کو دیکھا جہاں سے دوسرا گارڈ نکل کر فوراً اس کے پاس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی پھول تھا۔

"باس نے کہا تھا کہ آپ پہلے پھول کے ساتھ ایسا ہی کریں اس لیے یہ دوسرا پھول ہے آپ اسے رکھ لیں اگر آپ اسے بھی مسل کر پھینک دیں گی تو ہم آپ کے گھر گلدستہ دے آئیں گے" اب وہ پتہ نہیں بتا رہے تھے یا دھمکی دے رہے تھے عائشہ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس نے ضبط سے ان دونوں کو دیکھا۔

exponovels

"کیا تمہارے باس کو شرم نہیں آتی یوں کسی لڑکی کو پریشان کرتے ہوئے۔؟"اس کے سوال پہ وہ دونوں خاموش رہے۔

"اب چپ کیوں بولو اب۔؟"وہ استہزائیہ انداز سے مسکرا کر بولی تو پہلے گارڈ نے جواب دیا۔

"باس نے کہا تھا آپ کچھ بھی کہہ سکتی ہیں ہمیں آپ سے سوال کرنے یا جواب دینے کی کوئی اجازت نہیں ہے ہمارا کام آپ کو پھول پہنچانا ہے بس"اس نے پھول آگے کیا"پھول لے لیں میم آپ"عائشہ کا دل کیا وہ ان دونوں کی ہی گردن مروڑ دے"اور اس شہیر ملک کی تو میں۔۔۔۔"اس کی بات ادھوری ہی رہ گئی۔اس کا موبائل بجنے لگا تھا۔

"عائش۔۔۔۔!"عائشہ کے کال پک کرتے ہی وہ پراسرایت سے بولا جب بھی وہ عائشہ کا نام اس طرح اس انداز میں لیتا تھا اس کے جسم میں سنسنی دوڑ جاتی تھی۔وجود خود ہی ہلکا ہلکا کانپنے لگتا تھا آواز نکلنا،اپنی بات کہنا مشکل سا ہو جاتا تھا۔

"آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔؟"وہ عاجزی سے بولی

"محبت کا"دوسری جانب سے جواب آیا

"فضول باتیں نہ کریں آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں یہ سب کر کے"عائشہ رو دینے کو تھی وہ اس شخص سے کیسے جان چھڑائے

"میں فضول باتیں نہیں کرتا بلکہ میں باتیں ہی نہیں کرتا میں فیصلے کرتا ہوں اور میں نے تمہیں لے کر بھی فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہیں میں نے حاصل کرنا ہے" وہ کہہ کر خاموش ہوا تو عائشہ بے بسی بھرے غصے سے بولی۔

"آپ اب اپنی حدیں پار کر رہے ہیں میں۔۔۔" شہیر نے اس کی بات کاٹی

"ہاں تم پولیس کمپلین کر دو گی" اس نے عائشہ کی بات بے زاری سے دہرائی پھر آگے بولا "میرے گارڈ آئے ہوئے ہیں ان کے ساتھ جا کر کر آؤ میری کمپلین ان دونوں کو گواہ بنا لینا یہ وہاں کھڑے ہو کر تمہاری ہاں میں ہاں ملائیں گے پر" وہ اتنا کہہ کر رکا کچھ لمحوں بعد کہا "پر پھر بھی میرا بال بھی بیکا نہیں ہو گا پولیس میرے گھر کے گیٹ سے سو قدم کے فاصلے سے ہی واپس چلی جائے گی یقین نہ آئے تو آزما لو" وہ چیلنج دینے والے انداز میں بولا تھا۔ عائشہ کے گلے میں آنسو پھنس گئے۔ اب بس ایک ہی کام رہ گیا تھا جو وہ کبھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"مجھے معاف کر دیں میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اس کافی کے لیے معافی مانگتی ہوں جو میں نے بچپنے میں آپ پہ گرا دی تھی۔ مجھے پلیز معاف کر دیں اور میری جان چھوڑ دیں" اس کا گلا رندھ گیا تھا۔ سامنے کھڑے گارڈز اپنی نظروں کا زاویہ بدل چکے تھے۔ دوسری جانب ایک گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ شہیر کچھ پل کچھ نہ بولا اور پھر جب بولا تو عائشہ ساکت رہ گئی۔

"آج کے بعد اگر تم روئیں تو میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا میں تمہیں ہرٹ نہیں کر رہا اور نہ ہی کسی کو کرنے دوں گا تم کبھی روؤ گی نہیں اگر روئیں تو میں تمہیں اپنے پاس اپنے اتنے قریب کر لوں گا کہ کوئی دکھ تمہیں چھو بھی نہیں سکے گا سمجھیں۔؟" وہ جیسے اس سے سوال کر رہا تھا۔ عائشہ کو سمجھ نہ آئی وہ کیا جواب دے۔

exponovels

"آپ مجھے ابھی بھی ہرٹ کر رہے ہیں" وہ بہت سوچنے کے بعد اتنا ہی بولی کہ شاید شہیر کو اس پہ ترس آجائے پر اسے غلط لگا تھا۔

"میں تمہیں ابھی ہرٹ نہیں کر رہا میں ابھی بس محبت کر رہا ہوں پر اگر تم یونہی مجھے نظر انداز کرتی رہیں تو ضرور ایک دن میں وہ سب کر گزروں گا جو میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں کرنا چاہتا" عائشہ کا دل کیا وہ شہیر ملک کا گلا ہی دبا دے یعنی اس نے اپنی عزتِ نفس کو مجروح بھی کیا اور بدلے میں یہ سب سننے کو ملا عائشہ نے اپنی بھیگی آنکھیں پونچھیں

"ٹھیک ہے پھر آپ مجھے کریں ہرٹ میں کوئی آپ سے ڈرتی نہیں ہوں بہت ہو گئی یہ ڈرامے بازی اب بس آپ سے جو ہو کر لیں میں بھی دیکھتی ہوں آپ کیا کر لیں گے "

"تم مجھے چیلنج نہ کرو" وہ سپاٹ لہجے سے بولا۔

"میرے لیے آپ اتنے اہم نہیں ہیں کہ میں آپ کو چیلنج بھی دوں مجھے آپ سے کوئی فرق نہیں پڑتا اپنے ان گارڈز کو کہیں کہ یہاں سے پھول سمیت اپنی شکل گم کریں اور اب مجھے کال مت کریئے گا" وہ کہہ کر کال کاٹنے لگی کہ دوسری جانب سے آواز آئی

"تمہارے ساتھ محبت کے کھیل میں مزہ آئے گا عائش میں اب تمہیں اس جگہ لاؤں گا جہاں تمہارے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں ہر طرف تمہیں میری ہی محبت ملے گی تمہارے پاس صرف میں بچوں گا جتنا قریب میں تمہارے ہوں گا اتنا کوئی دوسرا شخص یا رشتہ نہیں ہو سکے گا اور جو کوئی ہونے کی کوشش کرے گا وہ ختم ہو جائے گا پھول لے لینا

exponovels

ورنہ یہ سچ میں تمہارے گھر چلے جائیں گے اور اب کی بار یہ جھوٹ نہیں بولیں گے "اس نے کہہ کر کال کاٹ دی اور عائشہ کے کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگی۔ارد گرد کی ساری آوازیں دم توڑنے لگی تھیں۔بس ایک آواز تھی جو ہر طرف سے سنائی دیتی تھی وہ تھی شہیر کی آواز شہیر ملک کی آواز۔۔۔

اس نے سامنے کھڑے گارڈز کو دیکھا جو اب اسے دیکھ رہے تھے عائشہ کا موبائل والا ہاتھ بے جان سا ہو کر اس کے پہلو میں جا گرا۔گارڈ نے اس کے آگے پھول کیا جسے اس نے نظریں جھکا کر خاموشی سے لے لیا۔

" باس آپ سے ملنا چاہتے ہیں وہ کہہ رہے تھے ہم آپ کو شام میں پک کر لیں " عائشہ نے جھکی نظریں اٹھائیں تو وہ سرخ ہو رہی تھیں۔۔۔

سورج کی کرنیں پوری یونی کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھیں سبز گھاس پہ دھوپ بیٹھی اس شکستہ قدم اٹھ کر آتی لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔ جس کی آنکھیں ابھی بھی کچھ سرخ تھیں۔ہاتھ میں گلاب تھا جسے اس نے بے دردی سے تھام رکھا تھا۔وہ اسے مسل دینا چاہتی تھی پر گلاب کا کیا قصور۔؟اور شہیر کے دل کا۔؟ قصور تو اس کا بھی نہیں تھا۔

" غلطی تو میری ہی ہے نا جب ہم لڑکیاں بلاوجہ کے مذاق میں کسی کو نادانستہ اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں تو اس شخص کا ہمارے پیچھے آنا ایک قدرت فعل ہے۔اسے کیا پتہ ہم مذاق کرتی پھر رہی ہیں۔ہنس رہی ہیں تو کسی وجہ پہ ہنس رہی ہیں۔ لیکن اس وقت اسے تو یہی لگتا ہے کہ ہم اسے اپنی جانب متوجہ کر رہی ہیں۔ہم لڑکیاں کتنی بے وقوفیاں انجانے میں کرنے کے بعد روتی پھرتی ہیں " وہ شہیر سے زیادہ آج خود سے ناراض تھی۔اسے ضرورت ہی کیا تھا اس شرط کے لیے مان جانے کی۔عائشہ چلتی چلتی رک گئی اس نے چہرہ اٹھا کر آسمان کو دیکھا اور پھر آنکھیں موند لیں۔آج

exponovels

تواس شخص کواس نے منتیں کر کے روک دیا کہ وہ اس سے ملنا نہیں چاہتی پر کب تک ایسا ہو گا۔؟ وہ کب تک اس شخص سے بچتی رہے گی۔؟

اس وقت گارڈ کے سوال پہ اس نے سرخ متورم آنکھوں سے بس اتنا ہی کہا تھا

"میں ان سے خود بات کرلوں گی" گارڈ پھر مزید کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے چلا گیا تھا۔اس کے جاتے ہی عائشہ نے شہیر کو میسج ٹائپ کیا تھا۔

"میں ابھی آپ سے ملنا نہیں چاہتی۔بلکہ میں آپ سے کبھی ملنا نہیں چاہتی آپ پلیز میرا پیچھا چھوڑ دیں مجھ سے انجانے میں غلطی ہو گئی تھی" اس نے لکھ بھیجا تھا۔اگلے ہی لمحے اسے جواب بھی موصول ہو گیا تھا

"اور تمہاری اس غلطی سے مجھے محبت ہو گئی ہے میں اس غلطی اور تمہیں کبھی چھوڑ ہی نہیں سکتا۔تم ابھی نہیں ملنا چاہتیں ٹھیک ہے میں تمہیں وقت دیتا ہوں پر دھیان رکھنا اس وقت کو وقت ہی سمجھنا میں تم سے بہت جلد ملوں گا۔۔۔بہت جلد۔۔۔عائش۔۔۔!" شہیر کے جواب نے اس کے جسم پہ جیسے چابک کا کام کیا تھا۔اس کی آنکھوں میں تکلیف،اپنی انجانے میں کی گئی غلطی کی ندامت اور "اب آگے کیا ہو گا" کا خوف سب کچھ ایک ساتھ آکر ٹھہر گیا تھا۔

جواب اس کی آنکھوں سے آنسو بن کر نکل رہا تھا۔اس نے آنکھیں کھولیں اور انہیں صاف کیا۔وہ خود کو نارمل کرنا چاہتی تھی۔موبائل کا فرنٹ کیمرہ آن کر کے اس نے اپنا چہرہ دیکھا تو دہل سی گئی۔یوں لگتا تھا جیسے وہ ایک زمانے سے بیمار رہی ہو۔عائشہ کا ذہن ماؤف سا ہو گیا تھا۔

exponovels

وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ جانے کے بجائے واش رومز کی جانب بڑھ گئی۔ وہاں جا کر اس نے پھول ایک طرف رکھا اور ٹھنڈے ٹھار پانی کے چھینٹے اپنے چہرے پہ ڈالے۔ کھلے بالوں کی لٹیں چہرے پہ گیلی ہوتی ساتھ چپک گئیں۔ کچھ دیر وہاں کھڑے رہنے کے بعد اس نے گہرا سانس لیا۔

"سب ٹھیک ہے اور سب ٹھیک ہو گا" اس جملے کو کئی بار دل دل میں دہرایا اور جیسے جیسے روح میں سکون اترنے لگا وہ بھی واش رومز سے اپنا ایک طرف رکھا پھول اٹھا کر اپنے ڈیپارٹمنٹ کی جانب بڑھ گئی۔ وہ اب کافی بہتر محسوس کر رہی تھی۔

وہ جیسے کلاس میں داخل ہوئی تو انابیہ اس کے پاس آئی۔

"کہاں تھیں تم کب سے ڈھونڈ رہی ہوں آج دیر سے کیوں آئی ہو۔؟" وہ ایک ہی سانس میں شکوے کرتی ہوئی بولی۔ عائشہ مسکرائی

"بس ویسے ہی دیر ہو گئی کوئی خاص وجہ نہیں ہے" انابیہ نے اسے گھورا

"تم کچھ چھپا رہی ہو۔؟" وہ دونوں آمنے سامنے کرسیاں رکھ کر بیٹھ گئی تھیں۔ لیکچر شروع ہونے میں ابھی وقت تھا۔ عائشہ اپنے اندر کے طوفانوں پہ قابو پاتی نارمل انداز سے بولی۔

"نہیں بس سر بھاری ہو رہا ہے پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے مجھے" اس نے سر جھکا کر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔ پھول اس کی گود میں رکھا تھا

"شاید محبت ہو گئی ہے" انابیہ کی نظریں پھول پہ تھیں۔ عائشہ نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا

exponovels

"راستے میں سگنل پہ ایک چھوٹا بچہ بیچ رہا تھا مجھے اس کی مدد کرنی تھی اس لیے ایک پھول لے لیا۔ سستی چیز کچھ زیادہ قیمت میں خرید کر میں نے بہت ساری خوشیاں دے دیں اسے" عائشہ کافی صفائی سے جھوٹ بول رہی تھی آواز ابھی بھی مدھم سی تھی۔ انابیہ نے سر کو خم دیا اس کی اور عائشہ کی عادت تھی وہ جب بھی مارکٹ یا کہیں جاتیں تو ایسے خوددار بچوں کی مدد ضرور کرتی تھیں۔

"تم نے مجھے کل والی بات نہیں بتائی" عائشہ کو دوبارہ انابیہ کا وہ کل والا پریشان چہرہ یاد آیا تو پوچھنے لگی۔ انابیہ خاموش سی ہو گئی۔ دوسری جانب ایک لمحے کو دیکھا

"نہیں میں کل سچ میں پریشان نہیں تھی" وہ اب عائشہ سے نظریں نہیں ملا رہی تھی پر عائشہ کی نظریں اسی پہ تھیں۔

"پریشان تو تم ہو پر تم بتانا نہیں چاہتیں وہ الگ بات ہے لیکن انابیہ کبھی بھی میری مدد کی ضرورت ہو تو مجھے ضرور بتانا میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں" انابیہ جانتی تھی عائشہ یہی کہے گی اس نے مسکرا عائشہ کے ہاتھ تھامے۔

"ہاں میں جانتی ہوں" انابیہ نے کہہ کر کرسی اس کے برابر رکھ لی کیونکہ پروفیسر کے آنے کا وقت ہو گیا تھا اور ان کی باقی کی دوستیں بھی آ گئیں تھی پر نایاب آج نہیں آئی تھی اور شاید اسی لیے انابیہ کچھ بہتر تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

&

شہر پہ دھوپ کی چمک اب گرمی کی طرح بڑھ گئی تھی۔ اونچی مغرور سی کھڑی عمارت پہ دھوپ لپٹی اسے جلا رہی تھی لیکن اندر کا ماحول اس سے قدرے مختلف تھا۔ ائیر کنڈیشنز سے ہر طرف ایک سکون بخشنے والی ٹھنڈ پھیلی تھی۔

exponovels

اسٹاف اپنے کاموں میں مصروف نظر آتا تھا۔آفس میں اتنی خاموشی تھی کہ اگر سوئیں بھی گرتی تو اس کی بھی آواز سنائی دے جاتی اور یہ خاموشی اس وقت ہوتی تھی جب شہیر آفس آتا تھا۔وہ اپنے کیبن میں تھا اور اس وقت وہ بالکل مختلف دکھائی دیتا تھا۔

ہلکے آسمان پینٹ کوٹ کے ساتھ سفید شرٹ پہنے وہ قدِآدم کانچ کی کھڑکی کی طرف چہرہ کیے کھڑا تھا۔

)بنگلے میں نیم تاریکی تھی۔خاموشی کاراج ہر طرف تھا تقریباًچار پانچ سالہ بچہ کھڑا سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی عورت کو دیکھ رہا تھا جو کہہ رہی تھی "تم میرے بیٹے ہو"اس عورت کی بات پہ بچہ اکثر الجھ جاتا تھا(

شہیر کے بال جیل سے سیٹ پف کی صورت ڈھلے تھے۔نیلی آنکھیں دور باہر سڑک پہ بھاگتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھیں۔دل اندر سے اداس تھا پر چہرہ سپاٹ وہ کچھ دیر باہر دیکھتا رہا پھر پلٹا۔

")پر میری ماما تو وہ ہیں" بچے کا انداز ویسا ہی تھا اس نے اشارہ کرکے لاؤنج میں لگی بڑی سی تصویر کی جانب اشارہ کیا جہاں ایک خوبصورت عورت اس کے باپ کے ساتھ کھڑی مسکرا رہی تھی۔بچے کے سامنے بیٹھی عورت نے چبھتی نظروں سے اس تصویر کو دیکھا پھر بچے کے ہاتھ نرمی سے تھام کر بولی۔"نہیں وہ تمہاری ماما نہیں ہیں وہ تمہاری سوتیلی ماں ہیں تمہاری ماما میں ہوں تم مجھے غور سے دیکھو تم بالکل مجھ جیسے ہو ہم دونوں کی آنکھیں ایک جیسی ہیں"وہ اس بچے کو گود میں اٹھا کر اب شیشے کے سامنے لے گئی تھی۔اپنا اور اس کا چہرہ ساتھ لگا کر وہ بچے کو دکھا رہی تھی بچہ خاموشی سے اس عورت کا چہرہ دیکھنے لگا تھا(

شہیر پلٹ کر میز کے سامنے آ گیا تھا۔اس نے نیلی آنکھیں اور کلین شیو چہرہ اٹھا کر سامنے دیکھا۔اس کے مغرور کھڑے ناک کے بالکل سامنے پاور چیئر کے پیچھے ایک تصویر لگی تھی

"ڈیڈ۔!" یہ لفظ کہتے اس کی آواز زخمی تھی۔

")میں تمہارے ڈیڈ کی بیوی تھی پر تمہارے ڈیڈ نے اس بات کا کسی کو نہیں بتایا ہوا تھا کیونکہ وہ اس وچ سے ڈرتے تھے اگر اسے آج بھی سچ پتہ چل گیا تو یہ تمہیں اور مجھے مار دے گی" وہ عورت بچے کو دوبارہ لاؤنج میں لے آئی تھی ان کی نگاہیں تصویر پہ مسکراتی عورت پہ تھیں۔بچہ نے خوف سے رخ موڑ کر عورت کو دیکھا "آپ سچ کہہ رہی ہیں۔؟" بچے کے سوال پہ اس نے فوراً سر ہلا دیا "تم میرے بیٹے ہو اسی لیے تو تم ہر وقت میرے ساتھ رہتے کیونکہ یہ عورت تم سے محبت نہیں کرتی نہ ہی مجھ سے لیکن میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں "عورت ایک لمحے کو رکی" کیا تم بھی مجھ سے محبت کرتے ہو۔؟" بچہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا اسے یہ عورت مسکراتی سچ میں اپنے جیسے لگنے لگی تھی۔ بچہ نے دھیرے سے سر ہلا دیا عورت کی مسکان گہری ہو گئی "تو مجھے ماما کہو" بچہ نے اس عورت کی گردن کے گرد بازو حائل کیے اور اس کے گلے لگ کر بولا "ماما ر گریٹ "عورت نے اسے مضبوطی سے سینے سے لگا لیا تھا(

شہیر کی نگاہیں ابھی بھی تصویر پہ تھیں قدِ آدم کھڑکی سے دھوپ چپکے چپکے اندر کیبن میں داخل ہو رہی تھی پر وہ بے نیاز سا کھڑا تصویر کو دیکھتا کہہ رہا تھا۔

"ڈیڈ میں آپ کا اچھا بیٹا نہیں ہوں کیونکہ میں آپ کے اور ماما کے قاتل کو ابھی تک سزا نہیں دلوا سکا وہ ارمان ابھی تک آزاد گھوم رہا ہے "اس کے لہجے میں غصہ در آیا اس نے جبڑے بھینچ کر کہا تھا

exponovels

" ڈیڈ میں آپ کو کہا کرتا تھا ارمان ہماری فیملی نہیں ہے وہ کبھی ہماری فیملی نہیں ہو سکتا پر آپ مجھے ڈانٹ کر خاموش کروادیا کرتے تھے آپ ہمیشہ اس کی طرف داری کرتے تھے اور دیکھیں اس نے ہم سب کو دور کر دیا" شہیر میز کے سامنے سے ہٹ کر قدم قدم تصویر کے قریب پہنچ گیا۔

"لیکن میں اسے نہیں چھوڑوں گا وہ چاہے جتنا مرضی اچھا بن جائے میرے سامنے پر میں جانتا ہوں وہی آپ دونوں اور بڑے پاپا کا قاتل ہے کیونکہ وہ ہم سب سے نفرت کرتا ہے" شہیر نے اپنی بات ابھی مکمل ہی کی تھی کہ کیبن کے دروازے پہ دستک ہوئی۔اس نے پلٹ کر سپاٹ چہرے سے دیکھا تو وہاں جیا کھڑی مسکرا رہی تھی وہ کیبن میں داخل ہو گئی۔

نازک وجود اور دراز قدم والی جیا جب باریک ہیل پہنتی تھی تو اس کا قد مزید دراز لگنے لگتا تھا۔ تیکھے نقوش اور موٹی غزالی آنکھوں والی کی بھنویں تنی ہوئی سی ہوتی تھیں۔ سپید چہرے پہ شہیر کو دیکھ مسکان آجایا کرتی تھی ہلکے میک اپ سے دمکتے چہرے پہ مسکان سجائے وہ سلیو لیس ٹاپ اور چست ڈینم جینز میں ملبوس کہنی پہ پرس لٹکائے ادا سے چلتی شہیر کے قریب بالکل مقابل آکھڑی ہوئی۔

"کیسے ہو ہنڈسم۔؟" وہ شہیر کے سینے سے لگی اور کان کی لو سے لب ٹکرا کر آہستگی سے سرگوشی میں پوچھا۔اس کا ایک ہاتھ شہیر کے سینے پہ تھا۔اور دوسرا اس کی کمر کے پیچھے۔ شہیر نے لب بھینچ کر ایک جھٹکے سے اسے خود سے دور کیا

"تمہاری پوری فیملی کو میرے ہاتھوں سے ذلیل ہونے کا اتنا شوق کیوں ہے کہ منہ اٹھا کر ہر روز کوئی نہ کوئی چلے آتے ہو۔رات تمہارا بھائی آیا تھا محبت جتانے اور اب تم آ گئی ہو" وہ بھرپور طنز سے بولا تھا۔جیا کے چہرے پہ سایا لہرایا وہ اتنی بات صرف شہیر ہی کی برداشت کرتی تھی ورنہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو اب تک وہ اس کا حشر نشر کر چکی ہوتی۔

"کیونکہ ہم تم سے بہت محبت کرتے ہیں" وہ دوبارہ اس کے قریب ہونے لگی تو شہیر نے اسے بازو سے دبوچا

"مجھے تم، تمہارے بھائی اور تمہاری ماں سے صرف نفرت ہے تم سب کو میں نے برباد کرنا ہے" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا سختی سے بولا تھا۔جیا کا کہنی پہ لٹکا پرس نیچے گر چکا تھا اس نے اس کی پرواکیے بغیر ہاتھ کو شہیر کی گردن کے گرد حائل کیا اور آگے ہو کر اس نے شہیر کی گردن پہ لب مس کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو تم برباد کر چکے ہو شہیر" اس کی لپ اسٹیک ہلکی سی شہیر کی گردن پہ لگ گئی تھی شہیر نے اسے پیچھے دھکا دیا اور کچھ دیر اس مسکراتے چہرے والی لڑکی کو دیکھنے کے بعد اس نے کھینچ کر اس کے منہ پہ تھپڑ مارا۔جیا تیورا گئی اس نے سنبھلنے کے لیے قریب پڑی کرسی تھامی۔

"یہ تقریباً تیسرا تھپڑ ہے جو تم پچھلے ایک ہفتے میں مجھ سے کھا رہی اور پھر بھی تمہیں لگتا ہے کہ میں تم سے ایک دن محبت کرنے لگوں گا۔؟ مطلب سچ میں۔؟" وہ تمسخر سے ہنسا جیا نے چہرہ اٹھایا تو اس پہ شہیر کی انگلیوں کے نشان تھے اس کی آنکھوں میں نمی، غصہ اور سرخی در آئی تھی۔ شہیر ابھی بول رہا تھا۔

exponovels

"مجھے نہ پہلے تم میں کبھی دلچسپی تھی نہ آج ہے اور ایک بات میری کان کھول کر سن لو" اس نے دوبارہ جیا کو بازو سے پکڑا "مجھ سے دور رہا کرو تم سب، میں تم سب کے لیے بہت بڑا خطرہ ہوں تم لوگ کی بربادی میرے ہاتھ سے لکھی ہے حُسنہ" حسنہ پہ اس نے زور دے کر کہا تھا یہ نام جیا کا اصل نام تھا پر اولڈ ہونے کی وجہ سے اس نے اپنا نام جیا کر لیا تھا پر شہیر اسے یہی کہہ کر پکراتا تھا جس پہ وہ جل جاتی تھی۔ جیا نے اس سے اپنا بازو چھڑایا۔

"تم۔۔۔ تمہاری۔۔۔۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ پہ ہاتھ اٹھانے کی۔؟" وہ چلائی تھی۔

"دوبارہ مار کر دکھاؤں۔؟" وہ شانت لہجے سے سینے پہ ہاتھ باندھ کر بولا جیا نے بے بسی سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"تم میرے ہو شہیر" شہیر نے اس کی بات پہ نہ میں سر ہلایا

"شہیر تمہارا نہیں ہے۔ شہیر بس تمہاری بربادی ہے" جیا کی آنکھوں سے نمی اس کے گالوں پہ آگئی تھی۔

"میں تمہارے قریب کسی دوسری لڑکی کو کبھی نہیں آنے دوں گی میں سب کو مار دوں گی شہیر" وہ پاگلوں کی طرح اونچا اونچا بول رہی تھی۔ شہیر نے بیزاری سے اسے دیکھا

"دفع ہو جاؤ یہاں سے مجھے کام کرنا ہے" وہ گندا سا منہ بنا کر کرسی پہ بیٹھ گیا۔ جیا متورم آنکھوں سے اسے کچھ دیر دیکھتی رہی پھر اس نے اپنا پرس اٹھایا۔ شہیر کو دیکھا

"تم مجھے ابھی نہیں جانتے شہیر میں۔۔۔۔" شہیر نے ایک فائل اٹھاتے ہوئے اس کی بات کاٹی اور بولا۔

"میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں تم بہت گھٹیا ہو اب نکلو میرے کیبن سے" وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

جیا نے بے بسی بھرے غصے سے اسے دیکھا پھر پیر پٹخ کر وہ وہاں سے چلی گئی دھوپ کیبن میں مکمل داخل ہو گئی تھی۔

exponovels

شہیر اپنے کام میں مصروف رہا اسے دھوپ کی پروانہ تھی جیسے اسے جیا کی نہ تھی اسے بس ایک شخص سے اب مطلب اور محبت تھی اور وہ۔۔۔۔۔۔۔کیا مجھے بتانے کی ضرورت ہے۔؟

&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&

انابیہ اور عائشہ یونی سے نکلیں تو عائشہ سامنے دیکھ کر بے ساختہ انابیہ کی جانب مڑی

"اوہو تو میڈم اب ہم سے یہ بھی چھپانے لگیں واہ بھئی "اس نے تالیاں بجائیں "کیا بات ہے یعنی اب بس یہی دن دیکھنا رہ گیا تھا"انابیہ نے اس کے بازو پہ ہلکا سا تھپڑ مارا۔

"قسم لے لو مجھے نہیں پتہ تھا کہ آج یہ یہاں آئیں گے"وہ سامنے گاڑی میں بیٹھے اسمارٹ سے لڑکے کو دیکھتی بولی تھی جو مسکراتا ہوا انہیں دیکھ رہا تھا۔عائشہ نے بھنو اچکا کر انابیہ کو دیکھا۔

"اوہ اتنی تم منی کاکی ساری خبر ہوتی ہے تمہیں"انابیہ نے اب کی بار اسے ناراضی سے دیکھا۔

"تمہیں مجھ پہ یقین کیوں نہیں آتا۔؟ "

"کیونکہ تم ہو ہی جھوٹی"عائشہ نے اسے کہا اور سامنے گاڑی کی طرف دیکھ کر زور سے ہاتھ ہلایا۔جوابی اس لڑکے نے بھی ہاتھ ہلایا تو وہ انابیہ کے ساتھ اس کے پاس چلی گئی۔لڑکا گاڑی سے نکل آیا تھا۔

"اسلام علیکم۔"!

exponovels

"وعلیکم اسلام کیسی ہیں آپ۔؟"عائشہ کے سلام کے جواب پہ ہلکی شیو اور گندمی پر کشش چہرے والے پینٹ شرٹ میں ملبوس لڑکے نے مسکرا کر پوچھا

"میں ٹھیک ہوں پر یہ بہت خراب ہے"اس نے انابیہ کی طرف اشارہ کیا جو شرمائی ہوئی تھی۔

"کیوں انہیں کیا ہوا ہے۔؟"وہ فکر مندی سے بولا

"اس نے مجھے بتایا ہی نہیں کہ آج آپ آرہے ہیں اس سے ملنے یہ اب مجھ سے باتیں چھپانے لگی ہے"عائشہ نے منہ بنا کر کہا انابیہ نے اسے گھورا۔

"یہ بس تمہاری غلط فہمی ہے مجھے سچ میں نہیں پتہ تھا کہ حسن آج آئیں گے"اس کا انداز یقین دلانے والا تھا۔

"بس بس رہنے دو"پر عائشہ کہاں ماننے والی تھی انابیہ نے حسن کو دیکھا۔

"آپ ہی اسے سمجھائیں"اس نے اپنے منگیتر کو تھک کر مدد کے لیے کہا تو وہ فوراً بولا۔

"انابیہ سچ کہہ رہی ہیں انہیں نہیں معلوم تھا کہ میں آج آرہا ہوں ان سے ملنے"عائشہ نے ایک نظر انابیہ کو دیکھا پھر حسن کو

"اچھا آپ کہہ رہے ہیں تو مان لیتی ہوں ورنہ میں اس سے بہت ناراض ہو جاتی آج"حسن ہنسا انابیہ نے عائشہ کے گرد بازو پھیلا یا۔

exponovels

"نہیں پلیز آپ ناراض مت ہوئیے گا ہمیں ابھی آپ کی بہت ضرورت ہے" انابیہ اور حسن کی سیٹنگ کروانے اور انابیہ کے گھر والوں کو راضی کرنے میں عائشہ کا بڑا ہاتھ تھا اس لیے ان دونوں کو عائشہ کی بہت قدر تھی۔ عائشہ نے مسکرا کر سر ہلایا پھر آنکھوں میں شرارت لے کر بولی۔

"میں کبھی کبھی سوچتی ہوں میں نے آپ کی انابیہ سے سیٹنگ کروا کر غلطی کر دی میں کر لیتی آپ سے سیٹنگ آپ کتنے اچھے ہیں بالکل آئیڈیل اور ایک انابیہ ہے" اس نے بات کے آخر میں انابیہ کو ناامیدی سے دیکھا اپنی ہنسی قابو میں کیے ہوئے تھی جبکہ حسن اس کی بات پہ دل کھول کر ہنسا تھا۔

"تم اب کر لو ان سے سیٹنگ ابھی تو بس منگنی ہی ہوئی ہے" انابیہ نے اس کی بات پہ کہا۔ عائشہ نے سر نہ میں ہلایا۔

"نہ بھئی مجھے نہیں ضرورت ڈھیر ساری بدعاؤں کی تم ان کے ساتھ خوش رہو میں تو بس مذاق کرتی ہوں" عائشہ نے مسکرا کر کہا وہ اکثر انابیہ کو چڑانے لیے ایسے کہہ دیا کرتی انابیہ جانتی تھی کہ عائشہ مذاق کرتی ہے اس لیے وہ کبھی برا نہیں مناتی تھی۔ وہ کچھ دیر ان سے باتیں کرتی رہی پھر جب اس کے ابو آ گئے تو وہ انابیہ اور حسن کو خدا حافظ کہتی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ گاڑی ابھی چلی ہی تھی کہ اس کے موبائل پہ میسج بیپ ہوئی۔ اس نے موبائل سامنے کیا تو اسی نمبر سے میسج آیا ہوا تھا

"وہ کون تھا۔؟" عائشہ سناٹے میں چلی گئی۔ وہ جان گئی تھی میسج کرنے والا کس کے بارے میں اتنی ناراضی سے پوچھ رہا ہے۔ عائشہ نے کوئی جواب نہ لکھا بس گود میں موبائل اوندھا کر کے

رکھ لیا۔ کچھ دیر بعد دوبارہ میسج آیا

"تم سے پوچھ رہا ہوں" عائشہ کا دل ساڈوبنے لگا اسے اب اس شخص سے خوف آنے لگا تھا

"میری دوست کا منگیتر تھا" اس نے ہمت کر کے جواب لکھ بھیجا

"مجھے اچھا نہیں لگا تمہارا اس کے ساتھ بات کرنا اور یہ کہنا کہ تم اسے پسند کرتی ہو" اس کے میسج سے ہی محسوس ہوتا تھا جیسے وہ جیلس ہو رہا ہے۔ پتہ نہیں کیوں عائشہ کے چہرے پہ ہلکی مسکان آگئی۔ اتنا اکڑ اکڑ کے بولنے والا جیلس بھی ہوتا ہے "واہ کیا بات ہے" اسے بڑا مزہ آیا شہیر کا میسج پڑھ کر وہ اسے مزید پیغام لکھنے لگی۔۔۔۔

سورج کی کرنیں پوری یونی کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھیں سبز گھاس پہ دھوپ بیٹھی اس شکستہ قدم اٹھ کر آتی لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔ جس کی آنکھیں ابھی بھی کچھ سرخ تھیں۔ ہاتھ میں گلاب تھا جسے اس نے بے دردی سے تھام رکھا تھا۔ وہ اسے مسل دینا چاہتی تھی پر گلاب کا کیا قصور۔؟ اور شہیر کے دل کا۔؟ قصور تو اس کا بھی نہیں تھا۔

"غلطی تو میری ہی ہے نا جب ہم لڑکیاں بلاوجہ کے مذاق میں کسی کو نادانستہ اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں تو اس شخص کا ہمارے پیچھے آنا ایک قدرت فعل ہے۔ اسے کیا پتہ ہم مذاق کرتی پھر رہی ہیں۔ ہنس رہی ہیں تو کسی وجہ پہ ہنس رہی ہیں۔ لیکن اس وقت اسے تو یہی لگتا ہے کہ ہم اسے اپنی جانب متوجہ کر رہی ہیں۔ ہم لڑکیاں کتنی بے وقوفیاں انجانے میں کرنے کے بعد روتی پھرتی ہیں" وہ شہیر سے زیادہ آج خود سے ناراض تھی۔ اسے ضرورت ہی کیا تھا اس شرط کے لیے مان جانے کی۔ عائشہ چلتی چلتی رک گئی اس نے چہرہ اٹھا کر آسمان کو دیکھا اور پھر آنکھیں موند لیں۔ آج تو اس شخص کو اس نے منتیں کر کے روک دیا کہ وہ اس سے ملنا نہیں چاہتی پر کب تک ایسا ہو گا۔؟ وہ کب تک اس شخص سے بچتی رہے گی۔؟

exponovels

اس وقت گارڈ کے سوال پہ اس نے سرخ متورم آنکھوں سے بس اتنا ہی کہا تھا

"میں ان سے خود بات کر لوں گی" گارڈ پھر مزید کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے چلا گیا تھا۔اس کے جاتے ہی عائشہ نے شہیر کو میسج ٹائپ کیا تھا۔

"میں ابھی آپ سے ملنا نہیں چاہتی۔بلکہ میں آپ سے کبھی ملنا نہیں چاہتی آپ پلیز میرا پیچھا چھوڑ دیں مجھ سے انجانے میں غلطی ہو گئی تھی "اس نے لکھ بھیجا تھا۔اگلے ہی لمحے اسے جواب بھی موصول ہو گیا تھا

"اور تمہاری اس غلطی سے مجھے محبت ہو گئی ہے میں اس غلطی اور تمہیں کبھی چھوڑ ہی نہیں سکتا۔تم ابھی نہیں ملنا چاہتیں ٹھیک ہے میں تمہیں وقت دیتا ہوں پر دھیان رکھنا اس وقت کو وقت ہی سمجھنا میں تم سے بہت جلد ملوں گا۔۔۔بہت جلد۔۔۔عائش۔۔۔!" شہیر کے جواب نے اس کے جسم پہ جیسے چابک کا کام کیا تھا۔اس کی آنکھوں میں تکلیف،اپنی انجانے میں کی گئی غلطی کی ندامت اور "اب آگے کیا ہو گا" کا خوف سب کچھ ایک ساتھ آ کر ٹھہر گیا تھا۔

جواب اس کی آنکھوں سے آنسو بن کر نکل رہا تھا۔اس نے آنکھیں کھولیں اور انہیں صاف کیا۔وہ خود کو نارمل کرنا چاہتی تھی۔موبائل کا فرنٹ کیمرہ آن کر کے اس نے اپنا چہرہ دیکھا تو دہل سی گئی۔یوں لگتا تھا جیسے وہ ایک زمانے سے بیمار رہی ہو۔عائشہ کا ذہن ماؤف سا ہو گیا تھا۔

exponovels

وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ جانے کے بجائے واش رومز کی جانب بڑھ گئی۔ وہاں جا کر اس نے پھول ایک طرف رکھا اور ٹھنڈے ٹھار پانی کے چھینٹے اپنے چہرے پہ ڈالے۔ کھلے بالوں کی لٹیں چہرے پہ گیلی ہوتی ساتھ چپک گئیں۔ کچھ دیر وہاں کھڑے رہنے کے بعد اس نے گہرا سانس لیا۔

"سب ٹھیک ہے اور سب ٹھیک ہوگا" اس جملے کو کئی بار دل دل میں دہرایا اور جیسے جیسے روح میں سکون اترنے لگا وہ بھی واش رومز سے اپنا ایک طرف رکھا پھول اٹھا کر اپنے ڈیپارٹمنٹ کی جانب بڑھ گئی۔ وہ اب کافی بہتر محسوس کر رہی تھی۔

وہ جیسے کلاس میں داخل ہوئی تو انابیہ اس کے پاس آئی۔

"کہاں تھیں تم کب سے ڈھونڈ رہی ہوں آج دیر سے کیوں آئی ہو۔؟" وہ ایک ہی سانس میں شکوے کرتی ہوئی بولی۔ عائشہ مسکرائی

"بس ویسے ہی دیر ہو گئی کوئی خاص وجہ نہیں ہے" انابیہ نے اسے گھورا

"تم کچھ چھپا رہی ہو۔؟" وہ دونوں آمنے سامنے کرسیاں رکھ کر بیٹھ گئی تھیں۔ لیکچر شروع ہونے میں ابھی وقت تھا۔ عائشہ اپنے اندر کے طوفانوں پہ قابو پاتی نارمل انداز سے بولی۔

"نہیں بس سر بھاری ہو رہا ہے پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے مجھے" اس نے سر جھکا کر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔ پھول اس کی گود میں رکھا تھا

"شاید محبت ہو گئی ہے" انابیہ کی نظریں پھول پہ تھیں۔ عائشہ نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا

exponovels

"راستے میں سگنل پہ ایک چھوٹا بچہ بیچ رہا تھا مجھے اس کی مدد کرنی تھی اس لیے ایک پھول لے لیا۔ سستی چیز کچھ زیادہ قیمت میں خرید کر میں نے بہت ساری خوشیاں دے دیں اسے" عائشہ کافی صفائی سے جھوٹ بول رہی تھی آواز ابھی بھی مدھم سی تھی۔ انابیہ نے سر کو خم دیا اس کی اور عائشہ کی عادت تھی وہ جب بھی مارکیٹ یا کہیں جاتیں تو ایسے خوددار بچوں کی مدد ضرور کرتی تھیں۔

"تم نے مجھے کل والی بات نہیں بتائی" عائشہ کو دوبارہ انابیہ کا وہ کل والا پریشان چہرہ یاد آیا تو ہوچھنے لگی۔ انابیہ خاموش سی ہوگئی۔ دوسری جانب ایک لمحے کو دیکھا

"نہیں میں کل سچ میں پریشان نہیں تھی" وہ اب عائشہ سے نظریں نہیں ملا رہی تھی پر عائشہ کی نظریں اسی پہ تھیں۔

"پریشان تو تم ہو پر تم بتانا نہیں چاہتیں وہ الگ بات ہے لیکن انابیہ کبھی بھی میری مدد کی ضرورت ہو تو مجھے ضرور بتانا میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں" انابیہ جانتی تھی عائشہ یہی کہے گی اس نے مسکرا عائشہ کے ہاتھ تھامے۔

"ہاں میں جانتی ہوں" انابیہ نے کہہ کر کرسی اس کے برابر رکھ لی کیونکہ پروفیسر کے آنے کا وقت ہو گیا تھا اور ان کی باقی کی دوستیں بھی آ گئیں تھی پر نایاب آج نہیں آئی تھی اور شاید اسی لیے انابیہ کچھ بہتر تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&

&

شہر پہ دھوپ کی چمک اب گرمی کی طرح بڑھ گئی تھی۔ اونچی مغرور سی کھڑی عمارت پہ دھوپ لپٹی اسے جلا رہی تھی لیکن اندر کا ماحول اس سے قدرے مختلف تھا۔ ائیر کنڈیشنز سے ہر طرف ایک سکون بخشنے والی ٹھنڈ پھیلی تھی۔

exponovels

اسٹاف اپنے کاموں میں مصروف نظر آتا تھا۔آفس میں اتنی خاموشی تھی کہ اگر سوئیں بھی گرتی تو اس کی بھی آواز سنائی دے جاتی اور یہ خاموشی اس وقت ہوتی تھی جب شہیر آفس آتا تھا۔وہ اپنے کیبن میں تھا اور اس وقت وہ بالکل مختلف دکھائی دیتا تھا۔

ہلکے آسمان پینٹ کوٹ کے ساتھ سفید شرٹ پہنے وہ قدِآدم کانچ کی کھڑکی کی طرف چہرہ کیے کھڑا تھا۔

)بنگلے میں نیم تاریکی تھی۔خاموشی کا راج ہر طرف تھا تقریباًچار پانچ سالہ بچہ کھڑا سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی عورت کو دیکھ رہا تھا جو کہہ رہی تھی "تم میرے بیٹے ہو"اس عورت کی بات پہ بچہ اکثر الجھ جاتا تھا(

شہیر کے بال جیل سے سیٹ پف کی صورت ڈھلے تھے۔نیلی آنکھیں دور باہر سڑک پہ بھاگتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھیں۔دل اندر سے اداس تھا پر چہرہ سپاٹ وہ کچھ دیر باہر دیکھتا رہا پھر پلٹا۔

")پر میری ماما تو وہ ہیں" بچے کا انداز ویسا ہی تھا اس نے اشارہ کر کے لاؤنج میں لگی بڑی سی تصویر کی جانب اشارہ کیا جہاں ایک خوبصورت عورت اس کے باپ کے ساتھ کھڑی مسکرا رہی تھی۔بچے کے سامنے بیٹھی عورت نے چبھتی نظروں سے اس تصویر کو دیکھا پھر بچے کے ہاتھ نرمی سے تھام کر بولی۔"نہیں وہ تمہاری ماما نہیں ہیں وہ تمہاری سوتیلی ماں ہیں تمہاری ماما میں ہوں تم مجھے غور سے دیکھو تم بالکل مجھ جیسے ہو ہم دونوں کی آنکھیں ایک جیسی ہیں" وہ اس بچے کو گود میں اٹھا کر اب شیشے کے سامنے لے گئی تھی۔اپنا اور اس کا چہرہ ساتھ لگا کر وہ بچے کو دکھا رہی تھی بچہ خاموشی سے اس عورت کا چہرہ دیکھنے لگا تھا(

شہیر پلٹ کر میز کے سامنے آگیا تھا۔اس نے نیلی آنکھیں اور کلین شیو چہرہ اٹھا کر سامنے دیکھا۔اس کے مغرور کھڑے ناک کے بالکل سامنے پاور چیئر کے پیچھے ایک تصویر لگی تھی

"ڈیڈ۔!"یہ لفظ کہتے اس کی آواز زخمی تھی۔

")میں تمہارے ڈیڈ کی بیوی تھی پر تمہارے ڈیڈ نے اس بات کا کسی کو نہیں بتایا ہوا تھا کیونکہ وہ اس وچ سے ڈرتے تھے اگر اسے آج بھی سچ پتہ چل گیا تو یہ تمہیں اور مجھے مار دے گی"وہ عورت بچے کو دوبارہ لاؤنج میں لے آئی تھی ان کی نگاہیں تصویر پہ مسکراتی عورت پہ تھیں۔بچہ نے خوف سے رخ موڑ کر عورت کو دیکھا"آپ سچ کہہ رہی ہیں۔؟"بچے کے سوال پہ اس نے فوراً سر ہلادیا"تم میرے بیٹے ہو اسی لیے تو تم ہر وقت میرے ساتھ رہتے کیونکہ یہ عورت تم سے محبت نہیں کرتی نہ ہی مجھ سے لیکن میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں"عورت ایک لمحے کو رکی"کیا تم بھی مجھ سے محبت کرتے ہو۔؟"بچہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا اسے یہ عورت مسکراتی سچ میں اپنے جیسے لگنے لگی تھی۔ بچہ نے دھیرے سے سر ہلادیا عورت کی مسکان گہری ہو گئی"تو مجھے ماما کہو"بچہ نے اس عورت کی گردن کے گرد بازو حائل کیے اور اس کے گلے لگ کر بولا"ماما ر گریٹ"عورت نے اسے مضبوطی سے سینے سے لگالیا تھا(

شہیر کی نگاہیں ابھی بھی تصویر پہ تھیں قدِ آدم کھڑکی سے دھوپ چپکے چپکے اندر کیبن میں داخل ہو رہی تھی پر وہ بے نیاز سا کھڑا تصویر کو دیکھتا کہہ رہا تھا۔

"ڈیڈ میں آپ کا اچھا بیٹا نہیں ہوں کیونکہ میں آپ کے اور ماما کے قاتل کو ابھی تک سزا نہیں دلواسکا وہ ارمان ابھی تک آزاد گھوم رہا ہے"اس کے لہجے میں غصہ در آیا اس نے جبڑے بھینچ کر کہا تھا

exponovels

" ڈیڈ میں آپ کو کہا کرتا تھا ارمان ہماری فیملی نہیں ہے وہ کبھی ہماری فیملی نہیں ہو سکتا پر آپ مجھے ڈانٹ کر خاموش کروا دیا کرتے تھے آپ ہمیشہ اس کی طرف داری کرتے تھے اور دیکھیں اس نے ہم سب کو دور کر دیا" شہیر میز کے سامنے سے ہٹ کر قدم قدم تصویر کے قریب پہنچ گیا۔

"لیکن میں اسے نہیں چھوڑوں گا وہ چاہے جتنا مرضی اچھا بن جائے میرے سامنے پر میں جانتا ہوں وہی آپ دونوں اور بڑے پاپا کا قاتل ہے کیونکہ وہ ہم سب سے نفرت کرتا ہے" شہیر نے اپنی بات ابھی مکمل ہی کی تھی کہ کیبن کے دروازے پہ دستک ہوئی۔اس نے پلٹ کر سپاٹ چہرے سے دیکھا تو وہاں جیا کھڑی مسکرا رہی تھی وہ کیبن میں داخل ہو گئی۔

نازک وجود اور دراز قدم والی جیا جب باریک ہیل پہنتی تھی تو اس کا قد مزید دراز لگنے لگتا تھا۔ تیکھے نقوش اور موٹی غزالی آنکھوں والی کی بھنویں تنی ہوئی سی ہوتی تھیں۔ سپید چہرے پہ شہیر کو دیکھ مسکان آ جایا کرتی تھی ہلکے میک اپ سے دمکتے چہرے پہ مسکان سجائے وہ سلیولیس ٹاپ اور چست ڈیمج جینز میں ملبوس کہنی پہ پرس لٹکائے ادا سے چلتی شہیر کے قریب بالکل مقابل آ کھڑی ہوئی۔

"کیسے ہو ہنڈسم۔؟" وہ شہیر کے سینے سے لگی اور کان کی لو سے لب ٹکرا کر آہستگی سے سرگوشی میں پوچھا۔اس کا ایک ہاتھ شہیر کے سینے پہ تھا۔اور دوسرا اس کی کمر کے پیچھے۔ شہیر نے لب بھینچ کر ایک جھٹکے سے اسے خود سے دور کیا

exponovels

"تمہاری پوری فیملی کو میرے ہاتھوں سے ذلیل ہونے کا اتنا شوق کیوں ہے کہ منہ اٹھا کر ہر روز کوئی نہ کوئی چلے آتے ہو۔رات تمہارا بھائی آیا تھا محبت جتانے اور اب تم آگئی ہو" وہ بھرپور طنز سے بولا تھا۔جیا کے چہرے پہ سایا لہرایا وہ اتنی بات صرف شہیر ہی کی برداشت کرتی تھی ورنہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو اب تک وہ اس کا حشر نشر کر چکی ہوتی۔

"کیونکہ ہم تم سے بہت محبت کرتے ہیں" وہ دوبارہ اس کے قریب ہونے لگی تو شہیر نے اسے بازو سے دبوچا

"مجھے تم، تمہارے بھائی اور تمہاری ماں سے صرف نفرت ہے تم سب کو میں نے برباد کرنا ہے" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا سختی سے بولا تھا۔جیا کا کہنی پہ لٹکا پرس نیچے گر چکا تھا اس نے اس کی پرواکیے بغیر ہاتھ کو شہیر کی گردن کے گرد حائل کیا اور آگے ہو کر اس نے شہیر کی گردن پہ لب مس کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو تم برباد کر چکے ہو شہیر" اس کی لپ اسٹیک ہلکی سی شہیر کی گردن پہ لگ گئی تھی شہیر نے اسے پیچھے دھکا دیا اور کچھ دیر اس مسکراتے چہرے والی لڑکی کو دیکھنے کے بعد اس نے کھینچ کر اس کے منہ پہ تھپڑ مارا۔جیا تیورا گئی اس نے سنبھلنے کے لیے قریب پڑی کرسی تھامی۔

"یہ تقریباً تیسرا تھپڑ ہے جو تم پچھلے ایک ہفتے میں مجھ سے کھا رہی اور پھر بھی تمہیں لگتا ہے کہ میں تم سے ایک دن محبت کرنے لگوں گا۔؟ مطلب سچ میں۔؟" وہ تمسخر سے ہنسا جیا نے چہرہ اٹھایا تو اس پہ شہیر کی انگلیوں کے نشان تھے اس کی آنکھوں میں نمی، غصہ اور سرخی در آئی تھی۔ شہیر ابھی بول رہا تھا۔

"مجھے نہ پہلے تم میں کبھی دلچسپی تھی نہ آج ہے اور ایک بات میری کان کھول کر سن لو" اس نے دوبارہ جیا کو بازو سے پکڑا "مجھ سے دور رہا کرو تم سب، میں تم سب کے لیے بہت بڑا خطرہ ہوں تم لوگ کی بر بادی میرے ہاتھ سے لکھی ہے حُسنہ" حسنہ پہ اس نے زور دے کر کہا تھا یہ نام جیا کا اصل نام تھا پر اولڈ ہونے کی وجہ سے اس نے اپنا نام جیا کر لیا تھا پر شہیر اسے یہی کہہ کر پکراتا تھا جس پہ وہ جل جاتی تھی۔ جیا نے اس سے اپنا بازو چھڑایا۔

"تم۔۔۔ تمہاری۔۔۔۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ پہ ہاتھ اٹھانے کی۔؟" وہ چلائی تھی۔

"دوبارہ مار کر دکھاؤں۔؟" وہ شانت لہجے سے سینے پہ ہاتھ باندھ کر بولا جیا نے بے بسی سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"تم میرے ہو شہیر" شہیر نے اس کی بات پہ نہ میں سر ہلایا

"شہیر تمہارا نہیں ہے۔ شہیر بس تمہاری بر بادی ہے" جیا کی آنکھوں سے نمی اس کے گالوں پہ آ گئی تھی۔

"میں تمہارے قریب کسی دوسری لڑکی کو کبھی نہیں آنے دوں گی میں سب کو مار دوں گی شہیر" وہ پاگلوں کی طرح اونچا اونچا بول رہی تھی۔ شہیر نے بیزاری سے اسے دیکھا

"دفع ہو جاؤ یہاں سے مجھے کام کرنا ہے" وہ گندا سا منہ بنا کر کرسی پہ بیٹھ گیا۔ جیا متورم آنکھوں سے اسے کچھ دیر دیکھتی رہی پھر اس نے اپنا پرس اٹھایا۔ شہیر کو دیکھا

"تم مجھے ابھی نہیں جانتے شہیر میں۔۔۔۔" شہیر نے ایک فائل اٹھاتے ہوئے اس کی بات کاٹی اور بولا۔

"میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں تم بہت گھٹیا ہو اب نکلو میرے کیبن سے" وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ جیا نے بے بسی بھرے غصے سے اسے دیکھا پھر پیر پٹخ کر وہ وہاں سے چلی گئی دھوپ کیبن میں مکمل داخل ہو گئی تھی۔

exponovels

شہیر اپنے کام میں مصروف رہا اسے دھوپ کی پروانہ تھی جیسے اسے جیا کی نہ تھی اسے بس ایک شخص سے اب مطلب اور محبت تھی اور وہ۔۔۔۔۔۔۔ کیا مجھے بتانے کی ضرورت ہے۔؟

&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&

انابیہ اور عائشہ یونی سے نکلیں تو عائشہ سامنے دیکھ کر بے ساختہ انابیہ کی جانب مڑی

"اوہو تو میڈم اب ہم سے یہ بھی چھپانے لگیں واہ بھئی "اس نے تالیاں بجائیں "کیا بات ہے یعنی اب بس یہی دن دیکھنا رہ گیا تھا"انابیہ نے اس کے بازو پہ ہلکا سا تھپڑ مارا۔

"قسم لے لو مجھے نہیں پتہ تھا کہ آج یہ یہاں آئیں گے"وہ سامنے گاڑی میں بیٹھے اسمارٹ سے لڑکے کو دیکھتی بولی تھی جو مسکراتا ہوا انہیں دیکھ رہا تھا۔عائشہ نے بھنوا چکا کر انابیہ کو دیکھا۔

"اوہ اتنی تم منی کا کی ساری خبر ہوتی ہے تمہیں"انابیہ نے اب کی بار اسے ناراضی سے دیکھا۔

"تمہیں مجھ پہ یقین کیوں نہیں آتا۔؟ "

"کیونکہ تم ہو ہی جھوٹی"عائشہ نے اسے کہا اور سامنے گاڑی کی طرف دیکھ کر زور سے ہاتھ ہلایا۔جوابی اس لڑکے نے بھی ہاتھ ہلایا تو وہ انابیہ کے ساتھ اس کے پاس چلی گئی۔لڑکا گاڑی سے نکل آیا تھا۔

"اسلام علیکم۔"!

"وعلیکم اسلام کیسی ہیں آپ۔؟"عائشہ کے سلام کے جواب پہ ہلکی شیو اور گندمی پر کشش چہرے والے پینٹ شرٹ میں ملبوس لڑکے نے مسکرا کر پوچھا

"میں ٹھیک ہوں پر یہ بہت خراب ہے"اس نے انابیہ کی طرف اشارہ کیا جو شرمائی ہوئی تھی۔

"کیوں انہیں کیا ہوا ہے۔؟"وہ فکر مندی سے بولا

"اس نے مجھے بتایا ہی نہیں کہ آج آپ آرہے ہیں اس سے ملنے یہ اب مجھ سے باتیں چھپانے لگی ہے"عائشہ نے منہ بنا کر کہا انابیہ نے اسے گھورا۔

"یہ بس تمہاری غلط فہمی ہے مجھے سچ میں نہیں پتہ تھا کہ حسن آج آئیں گے"اس کا انداز یقین دلانے والا تھا۔

"بس بس رہنے دو"پر عائشہ کہاں ماننے والی تھی انابیہ نے حسن کو دیکھا۔

"آپ ہی اسے سمجھائیں"اس نے اپنے منگیتر کو تھک کر مدد کے لیے کہا تو وہ فوراً بولا۔

"انابیہ سچ کہہ رہی ہیں انہیں نہیں معلوم تھا کہ میں آج آرہا ہوں ان سے ملنے"عائشہ نے ایک نظر انابیہ کو دیکھا پھر حسن کو

"اچھا آپ کہہ رہے ہیں تو مان لیتی ہوں ورنہ میں اس سے بہت ناراض ہو جاتی آج"حسن ہنسا انابیہ نے عائشہ کے گرد بازو پھیلایا۔

exponovels

"نہیں پلیز آپ ناراض مت ہویئے گا ہمیں ابھی آپ کی بہت ضرورت ہے" انابیہ اور حسن کی سیٹنگ کروانے اور انابیہ کے گھر والوں کو راضی کرنے میں عائشہ کا بڑا ہاتھ تھا اس لیے ان دونوں کو عائشہ کی بہت قدر تھی۔ عائشہ نے مسکرا کر سر ہلایا پھر آنکھوں میں شرارت لے کر بولی۔

"میں کبھی کبھی سوچتی ہوں میں نے آپ کی انابیہ سے سیٹنگ کروا کر غلطی کر دی میں کر لیتی آپ سے سیٹنگ آپ کتنے اچھے ہیں بالکل آئیڈیل اور ایک انابیہ ہے" اس نے بات کے آخر میں انابیہ کو ناامیدی سے دیکھا اپنی ہنسی قابو میں کیے ہوئے تھی جبکہ حسن اس کی بات پہ دل کھول کر ہنسا تھا۔

"تم اب کر لو ان سے سیٹنگ ابھی تو بس منگنی ہی ہوئی ہے" انابیہ نے اس کی بات پہ کہا۔ عائشہ نے سر نہ میں ہلایا۔

"نہ بھئی مجھے نہیں ضرورت ڈھیر ساری بدعاؤں کی تم ان کے ساتھ خوش رہو میں تو بس مذاق کرتی ہوں" عائشہ نے مسکرا کر کہا وہ اکثر انابیہ کو چڑانے لیے ایسے کہہ دیا کرتی انابیہ جانتی تھی کہ عائشہ مذاق کرتی ہے اس لیے وہ کبھی برا نہیں مناتی تھی۔ وہ کچھ دیر ان سے باتیں کرتی رہی پھر جب اس کے ابو آ گئے تو وہ انابیہ اور حسن کو خدا حافظ کہتی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ گاڑی ابھی چلی ہی تھی کہ اس کے موبائل پہ میسج بیپ ہوئی۔ اس نے موبائل سامنے کیا تو اسی نمبر سے میسج آیا ہوا تھا

"وہ کون تھا۔؟" عائشہ سناٹے میں چلی گئی۔ وہ جان گئی تھی میسج کرنے والا کس کے بارے میں اتنی ناراضی سے پوچھ رہا ہے۔ عائشہ نے کوئی جواب نہ لکھا بس گود میں موبائل اوندھا کر کے

رکھ لیا۔ کچھ دیر بعد دوبارہ میسج آیا

exponovels

"تم سے پوچھ رہا ہوں" عائشہ کا دل سا ڈوبنے لگا اسے اب اس شخص سے خوف آنے لگا تھا

"میری دوست کا منگیتر تھا" اس نے ہمت کر کے جواب لکھ بھیجا

"مجھے اچھا نہیں لگا تمہارا اس کے ساتھ بات کرنا اور یہ کہنا کہ تم اسے پسند کرتی ہو" اس کے میسج سے ہی محسوس ہوتا تھا جیسے وہ جیلس ہو رہا ہے۔ پتہ نہیں کیوں عائشہ کے چہرے پہ ہلکی مسکان آ گئی۔ اتنا اکڑ اکڑ کے بولنے والا جیلس بھی ہوتا ہے "واہ کیا بات ہے" اسے بڑا مزہ آیا شہیر کا میسج پڑھ کر وہ اسے مزید پیغام لکھنے لگی۔۔۔۔

وہ ہلکی مسکان اور ڈوبتے دل سے میسج لکھ رہی تھی۔ عائشہ نے ایڈونچر بھی کرنا تھا اور ڈر بھی لگ رہا تھا

"یہ میرا مسئلہ تو نہیں ہے کہ آپ کو میرا ان سے بات کرنا پسند آیا یا نہیں یہ تو میرے خیال سے آپ کا اپنا مسئلہ ہے مجھے اس سب سے کیا مطلب۔؟" اس نے کچھ کچھ ڈرتے ہوئے لکھ بھیجا۔ میسج تیز ہوا کے سفید گھوڑے پہ سوار ہو کر سیدھا اس اونچی دھوپ سے نہاتی عمارت کے کیبن میں آیا جہاں وہ بے نیازی سے پاور چیئر پہ بیٹھا تھا۔ کوٹ اس نے اتار کر کرسی کی پشت پہ لٹکایا ہوا تھا۔ کف موڑ کر کہنیوں تک کر رکھے تھے شرٹ کے پہلے دو بٹن کھلے تھے۔ کیبن میں ایئر کنڈیشن چل رہا تھا۔ قدِ آدم کانچ کی کھڑکی سے دھوپ کی کرنیں ویسے ہی کیبن میں پھیلی تھیں۔

شہیر کی نگاہیں موبائل اسکرین پہ تھیں جن میں ناگواری در آئی تھی۔ اس نے لب بھینچ کر جواب لکھا۔

"تمہیں مطلب ہونا چاہیے کیونکہ تم میری ہو" یہاں سے گیا میسج عائشہ کے موبائل پہ جگمگایا وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی موبائل پہ میسج آتے ہی اس نے وہاں سے نظریں ہٹا کر میسج پڑھا۔ اس کی مسکان طنزیہ سی ہو گئی۔

exponovels

"یہ بس آپ کی خوش فہمی ہے کہ آپ یوں مجھے تنگ کر کے اپنی محبت کا اسیر کر لیں گے"شہیر نے اس کا آیا میسج پڑھا تو اٹھ کر وہ کھڑکی کی جانب آ گیا۔دھوپ کا آنچل اس کے وجود پہ آ گیا تھا۔وہ میسج لکھنے لگا۔

"میں تمہیں تنگ نہیں کرتا بہت بار کہہ چکا ہوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں"عائشہ نے میسج دیکھ کر سر جھٹکا

"یہ محبت نہیں ہوتی "

"پھر محبت کیا ہوتی ہے۔؟"اس کے فوراً سے سوال پہ عائشہ کی انگلیاں ایک لمحے کو رک گئیں پھر اس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔

"مجھے نہیں پتہ کیونکہ مجھے ابھی محبت نہیں ہوئی"شہیر اس کا مسیج دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا۔بہت ہلکا۔

"میں ہوں نا میں سب سکھا دوں گا "

"مجھے آپ سے کچھ نہیں سیکھنا آپ بس میرا پیچھا چھوڑ دیں"عائشہ نے میسج لکھ کر موبائل گود میں رکھا۔گھر آنے والا تھا۔کچھ دیر بعد جب اسے ابو نے گھر کے گیٹ پہ اتار دیا تو وہ اندر داخل ہو گئی۔ابو پیچھے دوبارہ دکان پہ چلے گئے تھے۔وہ اندر داخل ہو رہی تھی جب موبائل پہ بیپ ہوئی اس نے اسے دیکھا نہیں۔امی لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔وہ انہیں سلام کرتی سیدھی اپنے کمرے میں آ گئی۔

"تم مجھ سے بہت تنگ ہو۔؟"عائشہ کو اس طرح کے سوال کی امید نہیں تھی۔اسے حیرت سی ہوئی۔وہ بیڈ کے کنارے پہ بیٹھ گئی۔

"ہاں جی"عائشہ کو لگا یہی موقع ہے کہ شاید وہ بات سمجھ جائے۔

exponovels

"تو یہ میرا مسئلہ نہیں ہے میں محبت کرتا ہوں اور مجھے ایسی ہی محبت کرنی آتی ہے تم تنگ ہو تو یہ تمہارا اپنا مسئلہ ہے مجھے اس سے کیا۔؟" عائشہ کا اپنا ہی میسج تقریباً کاپی پیسٹ دیکھ کر خون جل کر رہ گیا۔ یہ شخص پیار کی زبان سمجھنے والوں میں سے ہے ہی نہیں۔ عائشہ نے دل میں سوچا تھا۔

"میں آپ سے محبت نہیں کرتی اور نہ ہی کبھی کروں گی میں آپ کا اب سے ہر نمبر بلاک کر دیا کروں گی دیکھوں گی آپ کے پاس کتنی سمیں ہیں اور آپ کتنا مجھے مزید تنگ کر سکتے ہیں" شہیر جو دھوپ میں نہایا کھڑا تھا۔ عائشہ کا میسج دیکھ کر برہم سا ہو گیا۔ اس نے گہرا سانس لیا پھر اس نے عائشہ کے نمبر پہ کال کی اور اپنے کمرے میں بیڈ کے کنارے پہ بیٹھی لڑکی موبائل پہ کال آتی دیکھ اچھل گئی۔ ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی کال اٹھانے کی موبائل بار بار بج رہا تھا۔ عائشہ نے بہت ہمت کر کے کال اٹھائی۔

"عائش۔۔۔۔!" وہی ہمیشہ جیسا سپاٹ اور پر اسرار سی سرگوشی نما پکار جسے سن کر جسم میں سنسنی دوڑنے لگتی تھی۔ عائشہ کو کبھی کبھی لگتا تھا جیسے وہ یہ بالکل اس کے کان کے قریب آ کر کہہ رہا ہے۔ اس کی گرم سانسیں اسے اپنے کان کی لو سے ٹکراتی محسوس ہوتی تھیں۔ اس سے جواب نہ دیا گیا۔ وہ شاید کچھ سننا بھی نہیں چاہتا تھا۔ شہیر نے اپنی بات کہنا شروع کی۔

"میں تمہیں بس آج آخری بار کہہ رہا ہوں کہ تم دوبارہ مجھ سے اس طرح بات نہیں کرو گی۔ میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا میں بس چاہتا ہوں کہ تم میری ہو جاؤ اور اب اگر تم نے میرا نمبر بلاک کیا تو میں تمہارے گھر آ جاؤں گا اور

exponovels

پھر تمہیں اپنے ساتھ ہی لے کر وہاں سے جاؤں گا اپنا دھیان رکھا کرو اور دوبارہ کسی لڑکے کو یہ بات مذاق میں بھی مت کہنا کہ تم اسے پسند کرتی ہو" شہیر نے اپنی بات مکمل کی اور ٹھک سے کال کاٹ دی۔ وہ ساکت رہ گئی۔

"نمبر بلاک کیا تو تمہارے گھر آ جاؤں گا پھر تمہیں اپنے ساتھ لے کر وہاں سے جاؤں گا" اس نے شہیر کی بات دہرائی۔

"یہ شخص" وہ جھنجھلا کر کھڑی ہو گئی۔ "سمجھتا کیا ہے خود کو میں ابھی اس کا نمبر بلاک کروں گی آیا بڑا اسے بس پولس کے ڈنڈوں کی کمی ہے" وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی اس نے بغیر وقت ضائع کرتے ہوئے اس کا نمبر بلاک لسٹ میں کیا اور بیڈ پہ موبائل اچھال کر واش روم میں گھس گئی۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

&

بنگلے میں نیم تاریکی تھی۔ زرد فانوس اونچی چھتوں پہ جلتے دکھائی دے رہے تھے پر ان کی روشنی نہ گھر کی تاریکی مٹا رہی تھی اور نہ ہی دلوں کی، ہر سو سوگواریت کا راج تھا۔ خاموشی کو توڑتی ماں کی آواز سنائی دے رہی تھی وہ جیا کے کمرے کے باہر کھڑی تھیں۔ چہرے پہ واضح پریشانی تھی میک اپ سے اٹے چہرے کی جھریاں چھپ گئی تھیں۔ چست اونچی نیلی قمیض کے ساتھ سفید ٹراؤزر جو ٹخنوں سے اونچا تھا پہن کر وہ دروازے کو پیٹ رہی تھیں۔ وہ ایک سوشلائٹ تھیں۔ دن بھر کٹی پارٹیز میں رہنا ان کی عادت تھی نئے برانڈ اور ہیرے موتیوں کی قیمتوں کا ذکر کرتی

exponovels

ان کی زبان کبھی نہ تھکتی تھی۔وہ ابھی بھی کسی ایسی ہی پارٹی میں بیٹھی تھیں جب انہیں ملازم کی کال آئی کہ جیا اپنے کمرے میں گھس کر توڑ پھوڑ کر رہی ہے۔

انہیں اپنی بیٹی سے بہت محبت تھی وہ اسے دکھ میں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔وہ ملازم کی بات سن کر فوراً گھر آئی تھیں اور اب وہ دروازے کو بجاتیں منتیں کر رہی تھیں۔

"جان دروازہ کھول دو" وہ جانتی تھیں۔بات دل کی ہے چوٹ دل کی ہے ان کی بیٹی محبوب سے محبت کا انکار سن کر آرہی ہے اس لیے وہ اسے محبت سے ہی سمجھا رہی تھیں۔

"جیا تم میری ایک بار بات تو سن لو" وہ التجائیہ لہجے سے بولی تھیں۔دروازہ بجاتے ان کا ہاتھ اب دکھنے لگا تھا۔اندر سے ویسی ہی جنونی چیخیں اور توڑ پھوڑ کی آواز آرہی تھی۔انہوں نے اپنا سر دروازے سے لگا یا کاندھوں تک آتے بالوں سے ان کا چہرہ چھپ گیا تھا۔

"تم اس کی سزا خود کو کیوں دے رہی ہو۔؟ تمہیں چوٹ لگ جائے گی مت کرو یہ سب کھول دو دروازہ" ان کے لہجے میں تھکان تھی پر اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔وہ کچھ دیر وہاں کھڑی رہیں پھر انہوں نے اپنا موبائل سامنے کیا۔

"ارمان۔!" انہوں نے ارمان کو کال کی تھی

"جی ماں۔؟" وہ چھوٹتے ہی بولا۔

"جیا اپنے کمرے میں بند ہو گئی ہے میری ایک بات بھی نہیں سن رہی چیزوں کو توڑ رہی ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ خود کو چوٹ نہ پہنچا لے تم۔۔۔" اس نے ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی کہا۔

exponovels

"میں ابھی آرہاہوں ماں آپ فکر نہ کریں" ارمان نے کہہ کر کال کاٹ دی توماں کے چہرے پہ کچھ سکون پھیلا تھا۔وہ جانتیں اب ارمان سب ٹھیک کر دے گا۔

اگلے بیس منٹ بعد وہ گھر آ گیا تھا زینے عبور کرتا وہ جب جیا کے کمرے کی جانب بڑھا تو سامنے ہی ماں اضطراب میں کھڑی دکھائی دیں۔

"ماں آپ پریشان نہ ہوں میں آ گیا ہوں نا" اس نے انہیں سینے سے لگا کر کہا تھا۔ماں کی آنکھوں کے گوشے نم سے تھے۔اس نے انہیں صاف کیا اور دروازے کی طرف پلٹا۔

"جیا۔؟" اس کے لہجے میں فکر، محبت، اپنائیت کیا نہ تھا اس وقت۔جیا نے اندر سے کوئی جواب نہ دیا۔وہ ویسے ہی اندر چیزیں توڑ رہی تھی۔

"میرا بیٹا میری بات بھی نہیں سنے گا۔؟ بھائی کی بات تو سن لو جان میں سب ٹھیک کر دوں بھائی پہ یقین کرو اور دروازہ کھول دو تمہیں چوٹ لگ جائے گی میرے بیٹے" اس نے دستک دیتے ہوئے کہا تھا۔اندر ایک پل کو خاموشی ہوئی پھر جیا کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"بھ۔۔۔۔بھائی۔۔۔۔اس نے مجھ پہ ہاتھ اٹھایا اس نے مجھے آج پھر دھتکار دیا بھا۔۔۔۔بھائی میں اس کے بغیر مر جاؤں گی" وہ تڑپ گیا ماں نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔یہ محبت کا دکھ کتنا رلاتا ہے۔۔۔۔انہوں نے دل میں سوچا تھا۔

exponovels

"نہیں تم ایسا کوئی الٹا کام نہیں کرو گی تم تو بھائی کی بات مانتی ہو نا؟ شاباش دروازہ کھولو میں بات کروں گا شہیر سے وہ دیکھنا مان جائے گا" اس نے اسے جھوٹی تسلی دی۔ ماں کے دل پہ کسی نے چھری چلائی تھی جب بھی وہ اپنی اولاد کو شہیر کی وجہ سے اتنی تکلیف میں دیکھا کرتی تھیں تو انہیں لگتا تھا جو شہیر کے ساتھ ہوا ہے وہ سب بہت کم ہے وہ مزید اذیتوں کا مستحق تھا۔ انہیں اس لڑکے سے نفرت تھی صرف نفرت۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں آپ کریں گے شہیر سے بات۔؟" وہ اب دروازے کے قریب آکر پوچھ رہی تھی۔ ارمان نے بغیر تامل کہا۔

"ہاں میرے بیٹے میں سچ کہہ رہا ہوں تم تو میری جان ہو میں تم سے جھوٹ نہیں بولتا نا تم جانتی ہو اب دروازہ کھولو" وہ بے چینی سے کہہ رہا تھا۔ اس نے ایک نظر اپنی ماں کے پریشان چہرے پہ ڈالی۔ وہ لمحہ بھر انہیں دیکھتا رہا پھر اس نے دوبارہ اپنی نظریں دروازے پہ جمالیں۔ جواب جیا کھول رہی تھی۔

دروازہ کا لاک ٹھک سے کھلا تو وہ مضطرب سا دروازے کو دھکیلتا اندر داخل ہوا۔

"میری جان" اس نے جیا کے بکھرے وجود کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا تھا۔ کمرے کی حالت بہت بری ہو گئی تھی۔ ہر طرف چیزیں بکھری تھیں۔ ڈریسنگ کا کانچ فرش پہ ٹوٹا ہوا پڑا دل کی مانند لگتا تھا جس کے کئی ٹکڑے ایک ہی وار میں ہوئے ہوں۔ بیڈ شیٹ بھی بیڈ سے اتری دور دیوار کے ساتھ پڑی تھی۔ جیا کے خود کے بال الجھے بکھرے تھے۔ سپید چہرے پہ آنسوؤں تھے گہری موٹی آنکھیں بھیگ کر سرخ ہو رہی تھیں۔ ارمان نے اسے اپنے سینے سے مضبوطی سے لگا رکھا تھا۔ ماں بھی اندر آگئی تھیں وہ جیا کی پشت سہلا رہی تھیں۔

exponovels

"میری بچی تم اس کے پاس کیوں گئی تھیں اسے تمہاری قدر نہیں ہے تم کیوں خود کو برباد کر رہی ہو اس بے حس کے پیچھے "انہوں نے دانت پیس کر تنفر سے کہا تو جیا ارمان کے سینے سے الگ ہو کر یکدم چیخی۔

"میں اس سے محبت کرتی ہوں ماں میں برباد ہو چکی ہوں اب بس ختم ہوں گی اگر اس نے مجھے قبول نہ کیا تو میں خود کو ختم کر لوں گی "ارمان نے اسے بازوں سے تھاما

"بری بات تم ایسا کرنے کا سوچو گی بھی نہیں "جیا کی آنکھیں پھر سے آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"بھائی میں اس کے بغیر نہیں رہ پا رہی بھائی میں کیا کروں "ارمان نے اس کی بھیگی آنکھیں صاف کیں۔

"تم بھائی پہ بس بھروسہ کرو میں نے کہا نا بھائی سب سنبھال لیں گے میں بات کروں گا شہیر سے "

"کب۔؟"وہ بے تابی سے بولی ارمان نے اس کا ماتھا چوما

"ابھی تم آرام کرو میں صحیح وقت آنے پہ بات کروں گا"اس نے جیا کے ہاتھ آگے کیے۔

"تمہیں چوٹ تو نہیں آئی نا۔؟"جیا نے ارمان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا

"مجھے یہاں چوٹ آئی ہے بھائی مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے "اس نے اپنے دل پہ انگلی رکھی تھی۔ گلے میں آنسوؤں کا غول اٹک گیا تھا۔اسے دقت ہوئی اپنی بات کہنے میں کمرے کی بکھری چیزیں انہیں دیکھ رہی تھیں۔ کھڑکیوں سے ہٹے پردوں سے آسمان دکھائی دے رہا تھا جہاں پرندے اڑ رہے تھے عصر شہر پہ اتر رہی تھی فضا میں یاسیت قطرہ قطرہ اتر رہی تھی۔ارمان کو لگا جیسے اس کا دل بند ہو جائے گا اس نے باپ کے بعد جیا کو باپ بن کر پالا تھا۔وہ باپ کے گزر جانے پہ اتنی چھوٹی نہیں تھی پر وہ ہمیشہ سے جیا کو اپنی اولاد کی طرح چاہتا تھا اس کی محبت شہیر اور جیا کے لیے ایک

exponovels

جیسی تھی۔وہ سب سے ایسی ہی والہانہ محبت کرتا تھا۔ماں کی آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے۔ارمان نے جیا کو اپنے حصار میں لیا۔

"تم آؤ میرے ساتھ میرے کمرے میں آرام کرو تمہیں آرام کی ضرورت ہے" وہ اسے مضبوطی سے تھام کر اپنے ساتھ لے جانے لگا تھا کمرے سے نکل کر اس نے ملازم کو صفائی کا اشارہ کیا اور جیا کو لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ماں پیچھے کمرے میں کھڑی تھیں۔آنکھوں میں نفرت کی سرخی اور اولاد کے دکھ کے آنسو تھے۔

"میں تمہیں بھی اتنا ہی رلاؤں گی شہیر" انہوں نے مٹھیاں بھینچ کر سوچا اور کمرے سے نکل گئیں۔

ارمان اسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔اس نے جیا کو بیڈ پہ لٹایا

"تم نے کچھ کھایا ہے۔؟" وہ اس کے سرہانے بیٹھ گیا تھا جیا کے ماتھے پہ اس کا ہاتھ تھا۔وہ آہستہ آہستہ اس کا سر دبا رہا تھا۔

"میرا دل نہیں کر رہا ہے میں کچھ بھی نہیں کھاؤں گی" اس نے رخ موڑ لیا تھا۔ارمان نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں کچھ دیر بعد آفس سے آجاؤں گا پھر میں اور میرا بیٹا آؤٹنگ پہ چلیں گے تب تک تم آرام کرو اور اگر شام میں تم نے مجھے انکار کیا تو میں تم سے بہت ناراض ہو جاؤں گا" جیا نے اسے دیکھا۔جیا کی آنکھیں رونا چاہتی تھیں۔ارمان نے آہستہ سے سر نہ میں ہلایا

"میرا بیٹا اب سوئے گا اب اور نہیں" اس نے اس کے گال کو تھپک کر کہا۔جیا نے آنکھیں موند لیں۔ماں دروازے کی چوکھٹ میں کھڑی سب دیکھ رہی تھی۔

exponovels

جب جیا سو گئی تو وہ بہت آہستگی سے اس کے پاس سے اٹھا اور خاموش قدم اٹھاتا کمرے سے نکل گیا۔دروازے کو بند کرتا وہ ماں کی طرف پلٹا۔

"سب ٹھیک ہے ماں آپ پریشان نہ ہوں" وہ اب مسکرایا تھا۔ماں نے کالے آفس سوٹ میں ملبوس اپنے قد آور بیٹے کو دیکھا جس کا چہرہ پر کشش تھا۔ہلکی شیو اور مونچھوں والے ارمان کی رنگت صاف اور کالی چمکتی آنکھیں تھیں۔

وہ اپنی ماں کو شانوں سے تھام چکا تھا۔ماں نے اس کے ہاتھ شانوں سے ہٹا کر تھامے

"تم اسے جھوٹی تسلیاں مت دیا کرو تم اس کے دل سے شہیر کی محبت نکالنے کی کوشش کرو ارمان یہ ناسور بن کر اسے ختم کر رہی ہے شہیر کبھی اس کا نہیں ہو گا تم جانتے ہو" ارمان کچھ دیر اپنی ماں کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر وہ بولا۔

"محبت اور نفرت دل سے نہیں نکلا کرتیں ماں یہ دلوں میں ہی رہتی ہیں ان کا ٹھکان دل ہی ہے آپ یا میں ان کی جگہ نہیں بدل سکتے اور جہاں تک بات تسلی کی ہے میں اسے تسلی نہیں امید دیتا ہوں اور آپ کو پتہ ہے انسان ایک امید پہ ہی زندہ ہے جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا وہ تب بھی نہیں مرتا کیونکہ اسے اس وقت اللہ سے امید ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ اسے سب کچھ دیں گے اور ہمیں بھی اسی سے امید رکھنی چاہیے کہ وہ ایک دن سب ٹھیک کر دے گا" ماں کے ہاتھوں کی گرفت اس کے ہاتھوں پہ ڈھیلی ہوئی تو اس نے انہیں مضبوطی سے تھام لیا۔

"آپ جیا کا خیال رکھیے گا میں جلدی ہی آجاؤں گا آفس سے اور اب آپ بھی پریشان نہیں ہوں گی" اس نے کہہ کر ماں کے ہاتھ چھوڑے اور آفس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

exponovels

ماں اوپر ریلنگ کے پاس کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں وہ لاؤنج میں جا کر رک کر پلٹا اور اشارے سے کہا

"ریلیکس" ماں زبردستی سا مسکرادیں ارمان بھی مسکرا کر دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔گھر میں پھر سے نیم اندھیرا اور خاموشی رہ گئی تھی۔ماں نے ریلنگ تھام رکھی تھی وہ کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھنے لگی تھیں۔

&&&&&&&&&&&&&_____________________________________

&&&&____________________________

شہر پہ عصر گہری ہو رہی تھی۔وہ امی کے ساتھ رات کا کھانا بنوا رہی تھی۔کچن میں سالن کی خوشبو پھیلی تھی۔حبس سے عائشہ کے ماتھے پہ پسینے کے قطرے نمایاں تھے۔اس نے دوپٹے کو کاندھے سے لا کر ایک طرف باندھ رکھا تھا۔کالے بال چٹیا کی صورت گندھے تھے۔کچھ لٹیں کان کے پیچھے اڑس رکھی تھیں۔ہلکے گلابی قمیض اور سفید شلوار کے ساتھ سفید دوپٹہ اس پہ جچ رہا تھا۔مومی چہرے پہ آہو چشم مصروف سی تھیں۔

"امی آپی کب آئیں گی اب تو ان کے بچوں کے پیپرز بھی ہو گئے" وہ سالن میں چمچہ چلاتی پوچھنے لگی۔

امی جو آٹا گوندھ رہی تھیں۔اس کی بات پہ سر جھٹک کر بولیں

"کہہ رہی تھی امی میں ابھی نہیں آ رہی گرمی بہت ہے جیسے خود تو مری میں رہتی ہے" امی تپی ہوئی لگتی تھیں۔وہ جب عائشہ کی بڑی بہن میمونہ کو آنے کا کہتیں اور وہ کسی وجہ سے انکار کر دیتی تو ان کا موڈ ایسے ہی خراب ہوتا تھا۔

عائشہ امی کی بات پہ مسکرائی

exponovels

"امی میمونہ آپی مری میں نہ رہتی ہوں پر بھائی تنویر نے اپنے گھر کو مری ہی بنا رکھا ہو گا ہر وقت تو اے سی چلتا رہتا ہے ان کے گھر تو بچے بیچارے کیسے رہیں گے یہاں آکر "

"ہاں بالکل ہم تو جانور ہیں جو پنکھوں میں سوتے ہیں تمہارے ابو کہہ رہے تھے کہ اگر اے سی کا مسئلہ ہے تو وہ لگوا لیتے ہیں پر میں نے منع کر دیا ارے کیوں بھئی جب ہوا پنکھے سے آ رہی ہے تو پھر اے سی کی ضرورت ہی کیا ہے بس بجلی کو آگ لگانی ہوتی ہے "عائشہ بس گہرا سانس لے کر رہ گئی۔ابو کی شروع سے خواہش تھی کہ وہ اپنے بچوں کے کمرے میں اے سی لگوا دیں پر امی ہر بار صاف انکار کر دیا کرتی تھیں۔

"جو پیسے اے سی چلا کر بل میں ضائع کرنے ہیں وہ مجھے دے دیا کریں میں عائشہ کا جہیز بنا لوں گی "ابو کو ان کی یہی بات بری لگتی تھی۔

"کیوں تم اپنے حالات کو اتنا گیا گزرا سمجھتی ہو کہ ہر وقت پیسے جمع کرنے کا سوچتی رہتی ہو "۔امی ان کی بات پہ صاف کہتیں

"میں بچت کرتی ہوں حالات کا کسی کو کیا پتہ کب کیا سے کیا ہو جائیں اور ابھی تو سفیان کی اور عائشہ کی تعلیم بھی مکمل نہیں ہوئی پھر ان کی شادیاں، مہنگائی سر چڑھ کر بول رہی ہے آگے حالت پتہ کیسے ہوں۔۔۔"امی اس کے ساتھ اور نجانے کیا کیا بولتیں ابو اور ان میں خوب بحث ہوتی اور ہمیشہ کی طرح امی جیتی جاتیں۔

عائشہ نے جب سالن بنا لیا تو وہ کچن سے نکل گئی کیونکہ روٹی کھانے سے دس منٹ پہلے ہی بنتی تھی۔وہ اپنے کمرے میں آکر فریش ہونے چلی گئی۔پسینے سے بھیگے کپڑے بدل کر وہ اب ہلکے جامنی رنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس تھی

exponovels

ہم رنگ دوپٹے کو سینے پہ پھیلا کر اس نے اپنے بال سکھائے اور انہیں کیچر میں جکڑ کر وہ کتاب لے کر بیٹھ گئی بال۔ سمیٹ کر سر پہ جکڑ لینے سے اس کی راج ہنس نما گردن واضح ہو گئی تھی جس پہ ایک تل دکھائی دیتا تھا۔ عائشہ نے کتاب اٹھانے سے پہلے موبائل اٹھا کر دیکھا تھا۔

"اب سکون ہے نا بلاک ہو کر گھر آ جاؤں گا" اس نے گندا سا منہ بنا کر شہیر کی بات دہرائی پھر سر جھٹک کر بولی "منہ بھی توڑ دوں گی اگر میرے گھر آنے کی اس نے ہمت بھی کی تو" اس نے موبائل ایک طرف رکھا اور ابھی کتاب سامنے کی ہی تھی کہ موبائل چیخ اٹھا اور عائشہ کی جان نکل گئی۔ وہ پوری کی پوری کانپ گئی۔ اس نے موبائل دیکھا پھر سینے پہ ہاتھ رکھا۔

"یا اللہ میں تو لگتا ہے مر ہی جاؤں گی خوف سے" کال انابیہ کی تھی۔ اسے لگا تھا شہیر کی ہو گی تبھی وہ اتنا ڈر گئی تھی۔ دل سینے سے باہر آنے کو ہو رہا تھا۔ اس نے سینے سے ہاتھ ہٹایا اور موبائل اٹھا کر کال پک کر لی۔ وہ انابیہ سے بات کرنے لگی تھی۔ شہر پہ عصر پل پل اندھیروں میں گم ہو رہی تھی۔ سورج آسمان پہ اپنی کرنیں سمیٹتا دور پہاڑوں میں کھو رہا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&

وہ اپنے لاؤنج میں کانچ کی ٹیبل پہ پاؤں پھیلا کر بیٹھا تھا۔ سامنے ایک لڑکا کھڑا تھا۔ جس نے سلیولیس شرٹ پہنی ہوئی تھی بازوؤں پہ بے شمار ٹیٹو بنے تھے اس کے بال لمبے شانوں تک آتے تھے گلے میں چین تھا اور ہاتھ میں ایک باکس۔

exponovels

وہ شہیر کو دیکھ رہا تھا جو اس وقت صرف جینز کی پینٹ پہنے ہوئے تھا۔ جسم پہ شرٹ نہ تھی۔اس کا کسرتی وجود خوبصورت لگتا تھا۔اس نے اس لڑکے کو کہا

"مجھے نام لکھوانا ہے" لڑکا مسکرا کر بولا۔

"کہاں پہ۔؟" وہ آگے بڑھ آیا تھا۔گارڈ سپاٹ چہروں سے ارد گرد کھڑے تھے۔شہیر کا بڑا خوفناک میکسی نامی کتا بھی زبان نکالے اس لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔ میکسی شہیر کے پاس ہی بیٹھا تھا۔شہیر نے دل پہ ہاتھ رکھا۔

"یہاں" وہ لڑکا اس کے قریب آکر بیٹھ گیا تھا۔اس کی بھنویں تعجب سے اوپر ہوئیں پھر کچھ اندازوں کے بعد اس کے چہرے پہ معنی خیز مسکراہٹ آ گئی تھی۔

")تم جانتے ہو محفل میں سب سے اداس کون ہوتا ہے۔؟ ("

"نام بتائیں" وہ اپنا باکس کھولنے لگا تھا۔شہیر نے ایک پل کو اپنی آنکھیں موندیں آنکھوں کے سامنے وہ مسکراتی ہوئی آ گئی۔

")نہیں میں نہیں جانتا ("

شہیر کا ہاتھ ابھی بھی سینے پہ عین دل کے اوپر تھا۔

"عائش۔۔۔۔!" اس نے آہستگی سے آنکھیں وا کرتے ہوئے کہا۔

")جس کا دل ٹوٹا ہوا ہو اور محفل میں سب سے تنہا بھی ٹوٹا ہوئے دل والا ہی ہوتا ہے ("

exponovels

اس لڑکے نے نام گندھنے کے لیے سامان نکالا لیا تھا۔ وہ شہیر کے دل پہ عائشہ کا نام گندھنے لگا تھا۔ شہیر کی آنکھیں بند تھیں اور بند آنکھوں کے سامنے عائشہ تھی۔ وہ اسے سوچ رہا تھا۔ عائشہ کا نام جب اس کے دل پہ لکھ دیا گیا تو اس نے کھڑے ہو کر لاؤنج کی راہداری میں لگے شیشے کے سامنے جا کر دیکھا۔

"عائش۔۔۔۔!" اس نے انگلیاں اس نام پہ پھیری تھیں۔ اس نے دستگیر کو پلٹ کر اشارہ کیا اور خود اپنے موبائل کی جانب بڑھ گیا۔ دستگیر گارڈز کو سپر واز کرتا تھا وہ شہیر کا سب سے پرانا اور قابل اعتماد آدمی تھا وہ کچھ دونوں کے لیے چھٹی پہ گیا ہوا تھا پر اب وہ واپس آگیا تھا اور اس نے آتے ہی سب کچھ پھر سے سنبھال لیا تھا دستگیر اس لڑکے کو پیسے دے رہا تھا اور شہیر اپنا موبائل اٹھا کر کال ملا رہا تھا۔

"آپ کا ملایا ہوا نمبر اس وقت بند ہے" شہیر کا چہرہ یہ الفاظ سن کر پتھر کا ہو گیا۔ لب بھینچ گئے۔ ضبط سے اس نے مٹھی بند کی پھر اس نے موبائل ایک طرف رکھا۔

دستگیر کو دیکھا جو لڑکے کو پیسے دے کر اب دوبارہ چوکنا سا ہاتھ باندھ کر کھڑا تھا۔ لڑکا جا چکا تھا

"میرا شام کو نکاح ہے تم مولوی کا انتظام کرو ہم نے شام کو عائشہ کے گھر جانا ہے" اس کی بات پہ دستگیر چونکا تھا باقی گارڈز بھی حیران ہوئے پر پھر وہ سب اپنے تاثر درست کر چکے تھے میکسی زمین پہ پھیل کر لیٹ گیا تھا جیسے اسے کوئی دلچسپی نہ ہو نکاح میں۔ دستگیر نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

شہیر پھر وہاں رکا نہیں وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا۔

exponovels

"میں نے تمہیں کہا تھا میرا نمبر اب بلاک مت کرنا پر" وہ سڑھیاں چڑھتا اوپر آ گیا تھا۔اپنے کمرے میں جانے کے بجائے وہ دوسرے کمرے کے سامنے رک گیا تھا۔اس نے دروازہ کھولا تو ہلکی نیلی اور سرخ روشنیوں سے دمکتے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں ہر طرف عائشہ کی تصویریں لگی تھیں۔وہ عائشہ کی تصویر کے پاس آ کر رک گیا۔

"پر تم نے میری بات نہیں مانی۔تم شہیر ملک کو سیریئس نہیں لے رہیں تم اس کی محبت کو نظر انداز کر کے اس محبت کو اس کی ضد بنا رہی ہو" اس نے عائشہ کی تصویر پہ ہاتھ رکھا سر ہلایا

"ٹھیک ہے تم اپنی من مانی کرو میں اب اپنی ضد مکمل کروں گا اور شہیر ملک سے ضد میں آج تک کوئی نہیں جیت سکا۔میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا پر تم میری محبت چھوڑ کر دکھ چن رہی ہو اور تم اپنے ساتھ یہ بہت غلط کر رہی ہو عائش" اس نے تصویر سے ہاتھ ہٹایا اور سرد مہری سے بات مکمل کر کے کمرے سے نکل گیا۔شہر پہ قطرہ قطرہ تیرگی شام بن کر برس رہی تھی۔تارے اور چاند منتظر سے آسمان پہ چمکنے لگے تھے۔وہ سب انتظار میں تھے کہ اب آگے کیا ہو گا۔۔۔؟

رات کے کھانے کی خوشبو لاؤنج سے آگے بنے چھوٹے سے ڈائننگ ہال میں بکھری تھی۔خوشگپیوں میں مشغول وہ سب کھانا کھاتے قہقہے لگا رہے تھے۔عائشہ ایک پل کو شہیر ملک کو بھول چکی تھی۔ڈائننگ ہال سفید جلتے فانوس سے روشن تھا۔چھوٹی سی کھڑکی تھی جو باہر کی طرف کھلتی تھی تا کہ حبس نہ ہو۔وہاں سے گہری تیرگی آسمان سے سیاہی بن کر گرتی جا رہی تھی۔آسمان پہ جگر جگر کرتے تارے تھے چاند کی روشن دور آسمانوں پہ ہی تھی۔وہ خاموشی سے عائشہ پہ نظریں جائے ہوئے تھے۔وہ سب جیسے انتظار میں تھے کہ اب آگے کیا ہو گا۔شہر آ کر اب کیا کرے گا۔؟

ان سب نے جب کھانا کھالیا تو لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئے۔سفیان کچھ دیر بعد پڑھنے کے لیے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا جبکہ عائشہ امی اور ابو کے ساتھ بیٹھی کوئی ٹاک شو دیکھ رہی تھی۔ تبھی ان کا لاؤنج میں رکھا ریسیور تھرتھرایا ابو فون اٹھانے کے لیے جانے لگے پر عائشہ نے اشارے سے انہیں منع کر کے کچھ فاصلے پہ رکھے ریسیور کو اٹھا کر کان سے لگایا۔اس کا دھیان ٹی وی کی طرف تھا۔جہاں ہوسٹ تیزی سوال کر رہا تھا۔

"عائش۔۔۔۔!"کانوں میں ہونے والی سرگوشی نے عائشہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔اسے جیسے کرنٹ لگا اس نے ریسیور کان سے ہٹا کر سامنے کیا پھر دوبارہ کان سے لگایا۔

"ک۔۔۔کون۔۔۔؟"گلا منٹوں میں سوکھ گیا تھا۔

"تمہیں کہا تھا نا میرا نمبر بلاک مت کرنا"وہ سپاٹ لہجے سے بولا تھا۔اس کا انداز کہیں سے بھی سوال کرنے والا نہیں لگتا تھا عائشہ سکتے کے عالم میں بس ریسیور کو کان سے لگا کھڑی تھی۔جہاں سے اس کی آواز آرہی تھی۔

"پر تم نے میری بات نہیں مانی"وہ ایک لمحے کو رکا"اچھا کیا تمہاری اس غلطی نے ہمارے درمیان کے فاصلوں کو جلد ختم کر دیا ہے۔میں تمہیں لینے آرہا ہوں آج ہمارا نکاح ہے تم تیار رہنا میں تمہاری بارات لا رہا ہوں کچھ دیر میں"

عائشہ کو لگا جیسے اس کے پیروں سے زمین کھسک گئی ہے۔اس کا سر گول گول گھومنے لگا

"کچھ کہو گی نہیں۔؟"وہ اب اس کے جواب کا منتظر تھا۔عائشہ اس حالت میں بھی نہیں تھی کہ کچھ کہہ ہی دے۔ جب عائشہ کچھ لمحے نہ بولی تو اس نے کہا۔

exponovels

"بتاؤ تمہارے لیے کچھ لاؤں یا صرف میں ہی آ جاؤں۔؟" اس کے لہجے میں شرارت تھی۔ عائشہ جو برف کا پتلا بنی کھڑی تھی۔ اس کی بات پہ چٹخنے لگی۔ اعصاب پہ اس کی باتیں ہتوڑے کی مانند پڑیں تو زبان میں جان لوٹ آئی۔

"آپ۔۔۔" وہ چیخ کر بولنا چاہ رہی تھی پر پھر ابو اور امی پہ ایک نظر ڈال کر اس نے اپنی آواز دھیمی مگر سخت رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا

"آپ کا دماغ خراب ہے اگر آپ نے مجھے اب مزید تنگ کیا تو آپ کے ساتھ اچھا نہیں ہوگا"

"تم کیا کرلو گی پولیس والی دھمکی پرانی ہوگئی ہے اب کچھ نیا کہنا" اس نے بیزاری سے کہا تھا۔ عائشہ کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس شہیر کا گلا ہی دبا دے۔

"میں۔۔۔۔" وہ سوچنے لگی کہ وہ شہیر کا کر ہی کیا سکتی ہے

"ہاں تم۔!" اس نے شانت لہجے سے کہا

"میں آپ کو جان سے ماردوں گی" وہ سخت نفرت کو لہجے میں سموتے ہوئے بولی۔ دوسری جانب موجود شخص کی بھنویں آسمان کو چھونے لگیں۔

"اتنی ہمت ہے۔؟" اس کا لہجہ ویسا ہی ٹھہرا ہوا تھا۔

"ہاں مجھ میں اتنی ہمت ہے" وہ بھی اعتماد سے بولی۔ شہیر اس کے جواب پہ مسکرا دیا

exponovels

"ٹھیک ہے آج تم اپنا شوق پورا کرلو اور میں اپنا کرلوں گا تم مجھے مار کر آج اپنے دل میں دفنا دینا" عائشہ اس کے جواب پہ زچ ہو کر رہ گئی اس کو اب سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اس بندے سے لڑے جھگڑے یا منتیں کرے۔اس نے تیزی سے دماغ چلایا۔سارے حساب کتاب کیے اور جواب آیا منتیں کرو عائشہ۔اور عائشہ کرنے لگی۔

"دیکھیں آپ مجھے ایک اچھے انسان لگتے ہیں" دوسری جانب اپنے لاؤنج میں بیٹھا شہیر چونکا۔اس نے موبائل سامنے کیا غور سے موبائل کو دیکھا کیا بولنے والی عائشہ ہی ہے۔؟اسے جیسے یقین نہ آیا اتنی عزت اور احترام اف۔۔۔اس کے چہرے پہ بے ساختہ گہری مسکراہٹ آگئی۔عائشہ اپنی رو میں بول رہی تھی۔

"آپ مجھے پلیز تنگ مت کریں میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے" اس کا انداز سوالیہ تھا۔شہیر محظوظ ہوتا بولا

"تم نے مجھے بگاڑا ہے میرے دل کو بگاڑا ہے اسے باغی کردیا ہے اور اب تم پہلو بچا رہی ہو" اس کے لہجے میں پہلی بار شکوہ نمایا ہوا تھا اور عائشہ کو اس شکوے اور شہیر سے کوئی سروکار نہیں تھا وہ تو بس اپنی جان چھڑانا چاہ رہی تھی۔

"دیکھیں۔۔۔۔" عائشہ مزید مکھن اور شہد سے لبالب زبان سے کچھ کہتی کہ وہ درمیان میں بولنے لگا۔

"میں تمہیں اب آمنے سامنے آکر دیکھوں گا میرا بہت دل ہے کہ تمہیں اپنے روبرو کھڑا دیکھوں میں آرہا ہوں بس تم تیار رہنا" عائشہ کے لب وا ہوئے پر وہ کال کاٹ چکا تھا وہ ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی۔عائشہ کو غش آنے لگے تھے۔اس نے ماؤف ہوتے دماغ سے کچھ فاصلے پہ بیٹھے امی ابو کو دیکھا اسے یوں لگا جیسے وہ انہیں آج آخری بار دیکھ رہی ہے پھر ذہن میں ایک فلم سی چلنے لگی۔جس میں شہیر دندناتا ہوا ان کے گھر گھس گیا ہے اور اس کے ابو سفیان کے ساتھ مل کر اس سے لڑ رہے ہیں وہ چیخ رہے ہیں چلا رہے ہیں تبھی انہیں شہیر کے گارڈز نے پکڑ لیا اور عائشہ کو شہیر نے کلائی

سے تھام رکھا ہے وہ اس سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہتی ہے پر اس کی گرفت مضبوط تھی امی بین کرتی ہتھڑے سینے پہ مار رہی ہیں پر شہیر کسی کی بھی پرواکیے بغیر اسے کھینچتا ہوا اپنے ساتھ لے جارہا ہے۔۔۔۔۔

"عائشہ کس کا فون تھا۔؟"شہیر اسے کھینچ کرزبردستی لے کر جارہا ہے اور امی ہتھڑے مارنے بند کر کے اس سے پوچھ رہی ہیں کہ فون کس کا تھا عائشہ کو تعجب ہوا۔ تبھی اس کے شانے کو پکڑا کر امی نے اسے ہلایا

"او بی بی کیوں برف کا مجسمہ بنی کھڑی ہو کس کا فون تھا۔؟"عائشہ ہوش کی وادی میں آئی تو اسے اندازہ ہوا کہ امی اس کے مقابل کھڑی ہیں اور وہ اپنے خیالوں میں شہیر کے ساتھ جارہی تھی وہ ابھی ان کے گھر نہیں آیا۔عائشہ کے کاندھے جھک گئے تھے جیسے بہت سا وزن ان پہ آگیا ہو۔

"ک۔۔۔کس۔۔۔کسی کا بھی نہیں"اس نے ریسیور رکھا اور منتشر ذہن سے بولی۔امی نے اس کا چہرہ بغور دیکھا

"تم ٹھیک ہو نا۔؟"امی کی نظریں جانچتی سی تھیں۔اس نے خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بس"ہاں جی"کہہ دیا تھا۔امی نے سر ہلا دیا

"تمہارے ابو اور میں سونے جارہے ہیں ٹی وی پہ تو بس بکواس ہی آرہی ہے تم بھی سونے چلی جاؤ"کوئی اس سے پوچھے کہ کیا اسے آج نیند آئے گی۔؟اس کا دل کیا وہ امی کے گلے لگ کر رولے پھر پتہ نہیں یہ موقع ملے یا نہ ملے وہ ملنے بھی لگی پر امی جا چکی تھیں۔وہ بھیگی آنکھوں سے وہیں کھڑی رہ گئی اس نے بہت مہارت سے ان آنسوؤں کو صاف کیا ایک پل کو دل کیا وہ ابو کو سب بتا دے پھر ضمیر سامنے آگیا

exponovels

"کیا بتاؤ گی۔؟ کہ ایک لڑکے پہ شرط کے چکروں میں کافی گرا دی تھی اور اب وہ دیوانا بنا اس کے پیچھے لگا ہوا ہے"

عائشہ کی آنکھیں پھر سے بھر گئیں۔ وہ تو کسی سے مدد لینے کے لائق بھی نہیں رہی سارا قصور اسی کا تھا۔ وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر کچن میں چلی گئی۔ امی ابو بھی سونے جا چکے تھے۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

ارمان ملک کے بنگلے پہ رات بیٹھی آہیں بھر رہی تھی۔ وہ آفس سے کب کا آ چکا تھا۔ اب وہ جیا کو لے کر باہر جا رہا تھا۔ جیا کالے ٹاپ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھی۔ کالے بال کمر پہ بکھرے تھے سلیولیس ٹاپ سے اس کے گورے بازو دکھائی دیتے تھے۔ کلائی میں ایک براسلیٹ تھا اور سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی میں کالے نگل والی ہی انگوٹھی تھی جو اس کے ہاتھ میں بہت جچ رہی تھی۔ آنکھیں اداس تھیں وہ چلتی گاڑی کے پاس سے گزرتی چیزوں کو دیکھ رہی تھی۔

"جیا اداس نہیں ہوتے" ارمان نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ تھاما اور دوسرا اس کے گال پہ محبت سے لگا کر کہا۔ جیا نے بغیر چونکے جواب دیا۔

"ہم نے شہیر کے ساتھ ایسا کیا کیا ہے جو وہ ہم سے اتنی نفرت کرتا ہے۔؟" اس کے سوال پہ ارمان کی آنکھوں میں زخم ابھرے تھے پر پھر اس نے خود کو نارمل کیا

exponovels

"ہم نے اس کے ساتھ ایسا کچھ بھی نہیں کیا وہ بس نادان ہے تم جانتی تو ہو وہ بچپن سے ہی بہت ضدی ہے تمہارے ساتھ تو اس کی پھر بن جاتی تھی مجھ سے تو وہ جیسے جیسے بڑا ہوتا گیا نفرت ہی کرتا چلا گیا جبکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں وہ میرا چھوٹا بھائی ہے میں نے اسے بچپن سے چاہا ہے وہ میری روح کا حصہ رہا ہے "

)یہ اسکول کا گراؤنڈ ہے جہاں ایک بچہ آنکھوں پہ ہاتھ رکھے زور زور سے رو رہا ہے تبھی دور سے ایک کمزور پر لمبا سا لڑکا بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا اس نے ہانپتے ہوئے اس رونے والے بچے کے شانے پہ ہاتھ رکھا(

"بھائی شہیر یہ کیوں کہتا ہے کہ آپ نے چاچو اور چاچی کو مارا ہے۔؟"ارمان کو اس سوال کی توقع نہیں تھی۔وہ اس سوال پہ جیا کا چہرہ دیکھنے لگا جس کی نظریں اب ارمان پہ جمی تھیں

"میں نہیں جانتا جیا"اس کا لہجہ تھکا ہوا تھا وہ اس بات کی صفائی دیتا ہوا تھک گیا تھا

")کس نے مارا ہے میرے بھائی کو۔؟"بے ترتیب سانسوں کے درمیان اس لمبے قد لڑکے نے پوچھا تھا چھوٹے گول مٹول بچے نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا اور دور ایک لڑکے کی طرف اشارہ کر دیا"ارمان بھائی اس نے"شہیر نے ارمان کو بتایا تو اس نے شہیر کا ہاتھ پکڑا(

"بھائی آپ اسے کیوں نہیں کہتے کہ آپ اور ہم بے قصور ہیں ہم اس کے دشمن نہیں ہیں"ارمان نے سڑک کے کنارے پہ گاڑی روک دی تھی اس نے جیا کی طرف رخ کیا ہوا تھا

exponovels

"میں اسے یہ بات بہت بار کہہ چکا ہوں پر وہ میری بات پہ یقین نہیں کرتا اسے لگتا ہے جیسے وہی دنیا میں اکیلا ہوا ہے ہم نے بھی تو اپنے ڈیڈ کو کھویا ہے پر۔۔۔۔پر وہ نہیں سمجھتا" ارمان کے لہجے میں آزردگی سمٹ آئی تھی۔جیا کو لگا جیسے اس نے یہ سوال کر کے غلط کیا۔

)وہ شہیر کا ہاتھ تھام کر اس لڑکے کے پاس آگیا تھا ارمان اس لڑکے کو گریبان سے پکڑ کر اب بغیر تامل پیٹ رہا تھا۔ جب اس نے اس لڑکے کو دل کھول کر مار لیا تو اس نے اسے کہا "آئندہ میرے بھائی کو ہاتھ بھی مت لگانا" ارمان نے کہہ کر اس لڑکے کو ایک جھٹکے سے چھوڑا اور شہیر کا دوبارہ ہاتھ تھام کر وہاں سے چلا گیا وہ شہیر کے لیے سب سے لڑ جایا کرتا تھا (

"اچھا بھائی آپ اس بات کو چھوڑ دیں ہم باہر موڈ فریش کرنے آئے ہیں دکھی ہونے نہیں" جیا نے ارمان کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر کہا تو ارمان اداسی سے مسکرا دیا

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو ایک دن دیکھنا جیا ہم سب پھر سے اکھٹے ایک فیملی کی طرح رہیں گے" جیا نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ارمان نے پھر سے گاڑی چلا لی تھی۔سڑک ان کی گاڑی کے گزر جانے کے بعد پھر سے تنہا اور ویران ہو گئی تھی۔

________________________________&&&&&&&&&&&&&&

&&__________

وہ گھر کے داخلی دروازے کے پاس کھڑی جلے پیر کی بلی کی طرح چکر کاٹ رہی تھی۔اس کی پشت پہ موجودان کا گھر خاموش پڑا تھا۔امی ابواور شاید سفیان بھی سو گئے تھے۔بس ایک عائشہ تھی جو اضطراب میں مبتلا تھی۔اس کے ہاتھ میں کچھ تھا جو سینے پہ بازو لپیٹنے کی وجہ سے نظر نہیں آرہا تھا لیکن اس کے ارادے کچھ ٹھیک نہیں لگتے تھے۔چہرہ سپاٹ تھا۔اندر ہی اندر جیسے کوئی روح قبض کر رہا تھا پر باہر سے وہ پتھر کی بنی لگتی تھی۔آسمان کے تارے،چانداور چھوٹے سے لان میں لگے پھول سمیت سبز گھاس اسے دیکھ رہے تھے۔پروائی کے جھونکوں سے اس کی آزاد لٹیں چہرے پہ آرہی تھیں۔بال کیچر میں جکڑے تھے سینے پہ دوپٹہ پھیلا کر وہ شہیر کے انتظار میں تھی۔تبھی اسے محسوس ہوا کہ ان کے گھر کے سامنے کچھ آکر رکا ہے۔وہ تیزی سے آگے بڑھی اوراحتیاط سے دروازہ کھولا۔

دستگیر سامنے کھڑا تھا وہ غالباًدستک دینے کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھا پر دروازہ کھلنے پہ وہ ٹھٹک گیا۔عائشہ کے لیے یہ چہرہ نیا تھا۔گندمی رنگ اور گہری مونچھوں والا دستگیر خوش شکل تھا اس کے نقوش پیارے تھے چہرہ سپاٹ ہونے کے باوجود بھی پر کشش لگتا تھا۔چوڑی جسامت والا اس کے سامنے پہاڑ کی طرح کھڑا تھا۔

"کہاں ہیں آپ کے باس۔؟"اس کے کالے کوٹ پینٹ سے اور کان میں لگے ائیر فون سے عائشہ سمجھ گئی تھی کہ وہ شہیر کا کوئی نیا گارڈ ہے اس لیے اس نے سرد مہری سے پوچھا۔دستگیر کواس کے سوال اور ہمت پہ تعجب ہوا

"تم سے پوچھا ہے"وہ غرائی دستگیر کا دل کیا وہ اس لڑکی کو داد دے بڑے بڑوں کی اس کے سامنے ٹانگیں کانپتی تھیں اور وہ کیسے دلیری سے بول رہی تھی۔

"باس کی پسند بھی باس کی ٹکر کی ہے" اس نے دل میں مسکرا کر سوچا اور سامنے سے ہٹ کر اس نے اپنے پیچھے موجود لینڈ کروزر کی جانب اشارہ کر دیا جو کچھ فاصلے پہ کھڑی تھی۔ اس کی فرنٹ سیٹ کا شیشہ نیچے تھا جہاں سے اس میں بیٹھے شخص کا ایک رخ دکھائی دیتا تھا۔ عائشہ نے اس کی طرف قدم بڑھائے تھے۔

وہ ہر قدم کے ساتھ شہیر کی گاڑی کے قریب ہو رہی تھی شہیر بے نیازی سے گاڑی میں بیٹھا تھا۔ عائشہ کے ہاتھ ابھی بھی سینے پہ بندھے تھے۔ وجود میں لرزش تھی۔ وہ جب گاڑی سے چار قدم کے فاصلے پہ تھی تب اس نیلی آنکھوں والے نے گردن گھما کر اس کی جانب دیکھا۔ عائشہ کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ وہ وہی رک گئی تھی۔ شہیر گاڑی میں بیٹھا اسے کچھ لمحے دیکھتا رہا گورے گلابی چہرے والے لڑکی ظاہری طور پر سپاٹ تاثر لیے ہوئے تھی لیکن اندر ہی اندر اس کی جان نکل رہی تھی۔ شہیر ہلکا سا مسکایا۔ اتنا ہلکا کہ عائشہ کو محسوس ہی نہ ہوا۔ وہ وہیں کھڑی تھی جب شہیر نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور قدم باہر سڑک پہ رکھا۔ ایک تیز جھونکا ہوا کا تبھی چلا اور عائشہ کی آزاد لٹیں اس کے چہرے پہ لے آیا۔ وہ پتھر کی بنی بس یک ٹک ان آنکھوں کو دیکھ رہی تھی جو اسے اپنے حصار میں لیے ہوئے تھیں۔ وہ چاہ کر بھی ان سے نظریں نہ ہٹا پا رہی تھی۔

ہلکے بادامی رنگ کی سلیولیس بنیان نما شرٹ اور رف جینز میں ملبوس ماتھے پہ بکھرے بالوں والا لڑکا چلتا اس کے مقابل آ گیا تھا۔ گلے میں موٹا چین تھا اس کے مضبوط بازو اس کی طاقت کے گواہ تھے۔ اس نے عائشہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے چہرے پہ آئی لٹوں کو سمیٹنے لگا۔ چاند کی روشنی اچانک ہی اتنی تیز ہوئی کہ عائشہ کے لیے دنیا کی ہر چیز اس کے پسِ پشت چلی گئی اور سامنے بچا صرف شہیر۔۔۔ اسے لگا جیسے سفید بادل ان کے گرد چپکے سے آ گئے

For more visit (exponovels.com)

ہیں۔وہ آسمان میں سفر کر رہی ہے۔تارے اسے اپنے بہت قریب لگے۔عائشہ نے دھیرے سے شہیر کے ہاتھ کا لمس محسوس کرتے آنکھیں موندلیں اور جب شہیر کے ہاتھ نے اس کا گال اور پھر کان کو چھوا تو وہ جیسے ہوش میں آئی۔فسوں اس کے چونکتے ہی ٹوٹ گیا۔سفید بادل،چاند کی روشنی،قریب موجود تارے اور پروائی کا جھونکا سب کچھ ہوا میں تحلیل ہو گیا۔عائشہ بے ساختہ اس سے دو قدم پیچھے ہوئی۔ایسے کہ اس کے سینے پہ لپٹے ہاتھ جدا ہو گئے اور ان ہاتھ میں موجود چھری جو وہ کچن سے یقیناً شہیر کو مارنے کے لیے لائی تھی سڑک پہ جا گری۔شہیر نے نیچے دیکھا تو اس کی بھنویں ماتھے کو چھونے لگیں پھر اس نے نظریں اٹھا کر لٹھے کی مانند سفید پڑتے چہرے والی عائشہ کو دیکھا۔جس کی جان حلق میں اٹک گئی تھی۔اس نے پتہ نہیں کیا سوچ کر چھری اٹھالی تھی۔وہ تو اب ان نیلی آنکھوں کی تاب بھی نہ لا پارہی تھی تبھی اس نے شہیر کی آواز سنی۔

"عائش۔۔۔۔۔۔!" وہ اس کے قریب ہو کر سرگوشی میں بولا تھا۔عائشہ کے کان کی لو سے آج پہلی بار اس کی گرم سانسیں ٹکرائی تھیں۔یہ وہی سانسیں تھیں جنھیں وہ کئی دنوں سے اپنے تخیل میں محسوس کرتی تھی۔

"تم مجھے اس سے مارنے والی تھیں۔؟" وہ اس کے اتنے قریب کھڑا تھا کہ عائشہ شہیر کے پیچھے موجود گاڑی کو بھی نہیں دیکھ پارہی تھی۔اس نے اپنے چہرے کا رخ دوسری طرف کیا وہ ان آنکھوں میں مزید نہیں دیکھ سکتی تھی۔اسے ڈر لگنے لگا تھا۔شہیر کی نظر تبھی اس کی صراحی دار راج ہنسی نما گردن پہ پڑی جہاں کالا تل تھا وہ اسے دیکھ کر بے خود سا ہوا تھا۔اس کا دل مچل کر اس سے فریاد کرنے لگا کہ وہ اس تل کو اپنی انگلیوں کے پور سے چھوئے۔اس نے دل کی مان کر ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ عائشہ نے اس کے ارادے کو بھانپ کر نفرت سے اس کے بڑھتے ہاتھ کو دیکھا اور پھر

exponovels

اس نے پوری قوت سے شہیر کے سینے پہ اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور اسے خود سے دور دھکیل دیا۔ شہیر ایک پل کو ڈگمگایا اور پھر سنبھل گیا۔ دستگیر فوراً اُن کی طرف بڑھا تھا وہ جانتا تھا اب شہیر کچھ غلط کر دے گا۔ وہ اتنی ہمت کسی کی بھی برداشت نہیں کرتا تھا۔ شہیر نے کھا جانے والی نظروں سے عائشہ کو دیکھا جو نفرت سے اسے دیکھ رہی تھی

"مجھ سے دور۔۔۔۔۔۔۔"

"ششششششششش۔۔۔۔!" شہیر نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اپنے لبوں پہ انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا کہا عائشہ کی چلتی زبان وہیں رک گئی۔

"تم اس سے مجھے مارنا چاہتی ہو۔؟" وہ دوبارہ زمین پہ گری چھری پہ آ گیا تھا۔ قتل کا خیال اس نے دل سے نکال دیا تھا وہ اب بس مرنا چاہتا تھا۔

"اس سے میں نہیں مروں گا ایک کام کرو" وہ اس کی طرف بڑھا عائشہ مزید خود میں سمٹ گئی عائشہ کو لگ رہا تھا جیسے وہ اس کے چوڑے سینے سے ٹکرا جائے گی۔ وہ اس کے دوبارہ سے اتنا ہی قریب ہو گیا تھا پر اب عائشہ میں ہمت نہیں تھی کہ وہ اسے پھر سے دھکیل دے۔ شہیر نے دستگیر کی جانب ہاتھ پھیلایا۔ دستگیر نے اسے شش و پنج سے دیکھا۔

"نہیں باس۔۔۔۔" وہ اتنا ہی بولا تھا کے شہیر نے خونخوار نگاہیں اس پہ ڈالیں۔ دستگری کی نظریں جھک گئیں۔ اس نے آہستگی سے اپنے کوٹ کو پیچھے کیا اور وہاں سے گن نکال کر اس کے ہاتھ پہ رکھ دی۔

"تم مجھے اس سے مارو" اس نے عائشہ کے ہاتھ کو زبردستی آگے کر کے اس میں گن پکڑائی اور اپنے سینے پہ رکھ لی

exponovels

"چلاؤ گولی" عائشہ کی آنکھوں کے سامنے سب کچھ گھومنے لگا وہ بری طرح سے ڈر گئی تھی۔وہ یہاں سے اب بھاگ جانا چاہتی تھی پر اس کے دوسرے بازو کو شہیر نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا وہ اس کے فرار ہونے کے سارے رستے بند کر چکا تھا

عائشہ کی آنکھیں پانی سے بھر گئی تھیں۔خوف،ڈر،اور ان نیلی آنکھوں کا سحر اور سحر سے زیادہ وہ غصہ جو عائشہ کے جسم کو کانپنے پہ مجبور کر رہا تھا۔وہ اس سے اپنا بازو چھڑوانا چاہتی تھی پر شہیر کی گرفت مضبوط تھی۔اپنے سینے پہ پسٹل رکھ کر وہ بے دردی سے عائشہ کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ۔۔۔آپ۔۔مجھے ہرٹ کر رہے ہیں" وہ بے ربط جملے منہ سے نکالتی بس اتنا ہی بول سکی اس کی آنکھوں کا پانی اب اس کے گالوں پہ لڑھکنے لگا تھا۔اس نے ترحم سے شہیر کو دیکھا اور اسی پل شہیر نے اس کا بازو چھوڑ دیا۔عائشہ نے کھینچ کر اپنا وہ ہاتھ بھی اس سے چھڑایا جس میں اس نے پسٹل پکڑا کر اپنے سینے پہ رکھا ہوا تھا۔عائشہ نے پسٹل کو دور اچھالا دیا۔وہ شہیر سے دو قدم پیچھے ہو کر اپنا بازو سہلانے لگی۔شہیر تبھی اس کی طرف بڑھا وہ اسے تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا پر وہ اسے تکلیف دے چکا تھا۔

عائشہ نے جب اسے اپنے قریب آتے دیکھا تو بغیر تامل وہاں سے پلٹی اور اپنے گھر گھس گئی۔اس نے دروازہ بند کر لیا تھا۔اب وہ پوری کی پوری کانپ رہی تھی۔شہیر کے قدم وہیں رک گئے۔اس نے بند دروازے کو دیکھا۔اسے لگ جیسے عائشہ نے اپنے دل کے دروازے اس پہ بند کر دیے ہوں۔

exponovels

وہ پھر وہاں رکا نہیں شہیر تیزی سے مڑا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔دستگیر نے ایک نظر شہیر پہ ڈالی اور پھر اس نے عائشہ کے گھر کے بند دروازے کو دیکھا۔ڈھیر ساری محبت بھی وہیں ہوتی ہے جہاں ملن کی امید بہت کم ہوتی ہے۔! اس کی آنکھوں میں یاس در آئی تھی اس نے سڑک سے پسٹل اٹھایا اور شہیر کے پیچھے گاڑی میں جا کر بیٹھ کر گاڑی چلا لی۔

&&&&&&&&&&&&&____________________________________

____________________________________&&&&&&&&&&&&&

گاڑی خاموشی کو چیرتی جب پورچ میں رکی تو وہ دروازے کو کھول کر بڑے بڑے ڈگ بھرتا سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور قدم قدم چلتا ڈریسنگ کے سامنے آ کر رک گیا۔شہیر اپنا عکس سامنے شیشے میں دیکھا۔اسے اپنے عکس کی آنکھوں میں عائشہ دکھائی دے رہی جو اسے نفرت سے تک رہی تھی۔جو اس کا ہاتھ لگوانا بھی گنوارا نہیں کر رہی تھی۔شہیر نے آنکھیں میچ کر وہ سب بھلانا چاہا پر سب کچھ بھلانا اس کے لیے اتنا آسان نہیں تھا۔اس نے جب آنکھیں کھولیں تو ان میں شعلے بھڑک رہے تھے۔اس نے کھینچ کر ڈریسنگ کے شیشے پہ مکا مارا۔

"تم صرف میری ہو۔تمہیں مجھے قبول کرنا پڑے گا عائش۔۔۔۔" بہت سا کانچ ٹوٹ کر فرش پہ بکھرتا چلا گیا۔اس کانچ پہ قطرہ قطرہ شہیر کا خون گر رہا تھا۔اس نے اپنا ہاتھ زخمی کر لیا تھا جس سے وہ عائشہ کو تکلیف پہنچا کر آیا تھا۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

&______________________________

وہ اپنے کانپتے وجود کو بڑی مشکل سے گھسیٹ کر اندر لائی تھی۔اس نے کمرے میں آکر دروازے کو بند کیا اور بیڈ پہ لیٹتی چلی گئی۔عائشہ بالکل سیدھی لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔آنکھوں میں ابھی بھی آنسو تھے۔ماحول ابھی بھی دھندلایا ہوا تھا۔اس نے اپنے دھکتے بازو پہ ہاتھ رکھا۔

"یہ اس کی محبت ہے" کہیں قریب سے اسے آواز آئی عائشہ نے گردن ترچھی کر کے دیکھا تو وہاں بالکل کوئی عائشہ جیسا ہی کھڑا طنزیہ کہہ رہا تھا۔

"یہ ہے اس کی محبت جس میں صرف تکلیف ہے تمہارے لیے" عائشہ خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔کمرے کی کھلی کھڑکی سے چاند اور تارے اندر جھانک رہے تھے وہ سب اداس لگتے تھے۔تیرگی باہر پھیلی دکھ منا رہی تھی۔جو ہوا وہ سب نہیں ہونا چاہیے تھا

"وہ تمہیں برباد کر دے گا" عائشہ نے آنکھیں موند لیں۔

"میں برباد ہو چکی ہوں میں اپنی بربادی کی وجہ بھی خود ہوں میں نے خود اسے اپنے پیچھے لگایا تھا اور اب میں کس سے مدد مانگوں" عائشہ کی آنکھوں کا پانی نکل کر بستر پہ گرنے لگا۔اس نے آہستگی سے تکیے کو قریب کیا اور اسے سینے سے لگا کر لیٹ گئی۔اس کے الوژن میں موجود عائشہ خاموشی سے کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر وہ ہوا میں تحلیل ہو گئی۔۔۔۔

exponovels

&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________&&

شہر کی گلیوں میں بنے یہ مکان اس وقت اندھیروں میں ڈوبے تھے۔ کسی کسی گھر سے ہلکی سی روشنی دکھائی دیتی تھی پر گہری خاموشی ہر طرف پھیلی تھی۔ انہیں گلیوں میں سے ایک گلی میں قدم قدم چل کر اس چھوٹے دو منزلہ مکان کے دروازے سے اندر جھانکوں تو کیاریوں میں لگے پھول مدہوش رات کی بانہوں میں جھول رہے تھے۔ ان کی خوشبو مدہم مدہم سانسوں میں ٹھنڈی پروائی کے ساتھ جا رہی تھی۔ چاروں طرف لگی کیاری کے درمیان پلاسٹک کی کرسیاں اور ٹیبل رکھی تھیں۔ جن میں سے ایک کرسی پہ دستگیر ہاتھ میں موبائل پکڑے بیٹھا تھا۔ ٹیبل پہ ریڈیو رکھا بج رہا تھا۔ ہلکی ہوا، پھولوں کی مدہم خوشبو، رات کا خاموش دوسرا اداس پہر اور یکطرفہ محبت میں گرفتار دل، دستگیر کا دل ریڈیو پہ بجنی والی غزل کو بہت دھیان سے سن رہے تھے۔

اس موڑ سے جاتے ہیں۔۔۔۔۔

کچھ سست قدم رستے۔۔۔۔۔

کچھ تیز قدم راہیں۔۔۔۔۔

پتھر کی حویلی کو۔۔۔۔

شیشوں کے گھروندوں میں۔۔۔۔

تنکوں کے نشیمن تک۔۔۔۔

exponovels

اس موڑ سے جاتے ہیں۔۔۔۔

دستگیر کے دل نے تبھی اس سے سوال کیا

"کس موڑ سے۔؟" دستگیر نے چونک کر سینے میں دھڑکتے دل کو دیکھا کچھ پل اسے دیکھتا رہا پھر اس نے دل ہی پہ ہاتھ رکھا۔

"اس موڑ سے" دل اس کے ہاتھ کے بھار تلے دب کر سکون میں آگیا تھا۔ وہ دل اس کا تھا پر دھڑکتا کسی اور کے لیے تھا۔

دستگیر نے موبائل کو سامنے کیا۔ اس پہ کچھ انگلیاں چلا کر وہ رک گیا اور اسکرین کو دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں اس وقت تشنہ تھیں۔ سامنے موجود تصویر اس کی آنکھوں کو سکون دیا کرتی تھی۔

"جیا" دستگیر نے انگوٹھے کو اسکرین پہ یوں پھیرا جیسے وہ جیا کے لمس کو محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ دل یہاں آکر بے بس ہو جاتا تھا۔ وہ جانتا تھا اس کا دل وہاں لگا ہے جہاں سے محبت مر کر بھی نہیں ملے گی۔ وہ جیا کو غور سے دیکھنے کی بھی اوقات نہیں رکھتا تو اسے حاصل کیسے کرے گا۔ دستگیر نے اسکرین بجھائی اور کرسی کی پشت سے سر ٹکا لیا۔ وہ کبھی کبھی ہر چیز سے تھک جاتا تھا۔ اس کا دل کرتا تھا وہ جیا کے سامنے جا کر اپنی محبت کا اظہار کر دے کہہ دے کہ وہ اسے ٹوٹ کر چاہتا ہے پر پھر وہ انکار اور اس بے عزتی سے ڈر کر رک جاتا تھا تو جیا سے محبت کے اظہار کے بعد اس کی ہونی تھی۔ اسے اپنے انجام سے ڈر نہیں لگتا تھا اسے بس تذلیل میں ڈوبے انکار سے سے ڈر لگتا تھا اور بہت لگتا تھا۔۔۔۔

exponovels

دستگیر نے آنکھیں موندلی تھیں۔ریڈیوں پہ غزل ویسے ہی بج رہی تھی۔اندھیرا،رات،پھول اور خوشبو سب خاموشی سے اسے سن رہے تھے۔۔۔۔۔

_&&&&&&&&&&&&&&_______________________________

____

وہ اس کے مقابل آتے ہوئے اسے دیکھ رہا ہے اس کی نیلی آنکھوں نے عائشہ کو اپنے حصار میں جکڑ رکھا تھا۔وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اپنے قریب تر قریب ہوتا دیکھ رہی تھی۔وہ قدم قدم چلتا اس کے سامنے رک گیا۔ان کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ تھا اتنا فاصلہ کہ شہیر چاہے تو وہ اس کی گردن کا تل چھو سکتا تھا

)وہ بیڈ پہ لیٹی آنکھوں کو موندے ہوئے تھی چہرے پہ پسینے کے قطرے ابھرتے جا رہے تھے (

شہیر کے چہرے پہ تبھی ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔اس کے بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔وہ اب بھی اس کے پیچھے موجود کسی چیز کو نہیں دیکھ پا رہی تھی اونچے لمبے مضبوط بازوں اور جسم والا شہیر اس کے فرار کے سارے راستے بند کر کے کھڑا تھا۔تبھی اس نے ہاتھ اٹھایا اور عائشہ کی کمر کے گرد حائل کر لیا۔وہ کسی مجسمے کی طرح بے حس و حرکت کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔اب ان کے درمیان قدم کا فاصلہ بھی نہیں تھا۔

)اس نے بیڈ کی چادر کو مٹھیوں میں دبایا۔چہرے پہ پسینے کے قطرے اب حد سے زیادہ نمایا ہو گئے تھے۔اسے اپنا جسم کسی آگ میں جلتا محسوس ہو رہا تھا۔وہ بے چین سی ہو رہی تھی۔اسے لگا رہا تھا جیسے کوئی اس کی طرف جھک رہا ہے۔ بالکل اس کی گردن پہ موجود تل کی جانب اس نے چہرے کو اپنے خیالوں میں موڑ کر دور کرنا چاہا(

exponovels

شہیر کا جھکاؤ اس کے چہرے پہ تھا۔ وہ ساکت ان نیلی آنکھوں اور ہلکی مسکان والے شخص کو اپنے چہرے کے قریب ہوتے دیکھ رہی تھی۔ شہیر نے اپنے لب اس کے کان کی لو سے مس کیے اور بولا "عائش۔۔۔۔!" اس کی سانسیں اس کے کان کو لبوں کے ساتھ چھو رہی تھیں۔ وہ اس سے دور ہونا چاہتی تھی پر جیسے جسم میں جان ہی نہیں باقی تھی یا پھر دل کا کنٹرول پورے جسم پہ آ گیا تھا۔ شہیر کی گرفت اس کی کمر کے گرد سخت ہو گئی تھی وہ اسے اپنے سینے سے لگا کر اس کی گردن پہ موجود تل پہ اپنے لب رکھنے لگا تھا کہ خاموش پڑے آسمان پہ ضرور سے جلی چمکی اس کی جنگھاڑ اتنی تیزی تھی کہ عائشہ کانپ گئی۔ اس نے شہیر کو اجنبی نظروں سے دیکھا اور خود سے دور دھکیل کر وہ پلٹی اور جانے لگی کہ شہیر نے اس کی کلائی دبوچ لی۔

"تم صرف میری ہو" وہ اس کے ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑا رہی تھی پر شہیر اس کی بے بسی پہ ہنسنے لگا تھا۔ عائشہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ بجلی ویسے ہی زور شور سے چمک رہی تھی۔ ہوا کے جھونکے تیزی سے ہر طرف چلنے لگے تھے۔ اسے سردی محسوس ہو رہی تھی۔

(عائشہ کی گرفت بیڈ کی چادر پہ سخت ہو گئی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی کی بانہوں کے حصار میں ہے جیسے کسی نے اسے پیچھے سے آ کر اپنی بانہوں میں جکڑ لیا ہے۔ اور اس کے کاندھے پہ اس شخص کا چہرہ ہے اور وہ ہنس رہا ہے)

شہیر نے ایک جھٹکے سے اسے اپنے قریب کیا اور پیچھے سے اپنی بانہیں حائل کر کے عائشہ کے کاندھے پہ چہرہ رکھ لیا۔ وہ ایک بار پھر اس کے کان پہ اپنے لب مس کرتا ہوا کہہ رہا تھا

exponovels

"تم صرف میری ہوں عائش۔۔۔!" عائشہ کا جسم اس کی قربت سے جلنے لگا تھا۔ وہ بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

بجلی دوبارہ سے چمکی اب کی بار اس کی آواز بہت بلند تھی کہ عائشہ کو لگا جیسے اس کا دل بند ہو جائے گا۔ اس نے ڈر کر آنکھیں کھولیں تو کچھ پل ساکت رہ گئی پھر اس نے تیزی سے اپنے ارد گرد دیکھا اپنے چہرے کو چھوا جو پورا پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ لگایا تو اسے پتہ چلا کہ اسے بہت تیز بخار ہو رہا ہے۔ وہ یکدم ہی نڈھال سی ہو کر بیڈ کراؤن سے کمر ٹکا کر بیٹھ گئی۔ وہ اپنے کمرے میں موجود تھی۔ جس کی کھلی کھڑکی سے بارش کی پھواریں اور بجلی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ کھڑکی کے پردے اڑ رہے تھے۔ باہر کا موسم کالے بادلوں سے ڈھکے سرمئی آسمان کو دل فریب کر چکا تھا۔ بارش تڑاتڑ گر رہی تھی۔ اگر اس کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو وہ اس وقت اچھل کر بیڈ سے اترتی اور بارش میں نہانے چلی جاتی لیکن اب اسے رات والی ساری کہانی ایک بار پھر سے یاد آ گئی تھی۔ عائشہ کو سردی محسوس ہو رہی تھی اس نے بیڈ پہ پڑی چادر کو اپنے گرد پھیلایا اور گھٹنوں کو موڑ کر ان کے گرد بانہیں پھیلا کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں نمی در آئی تھی۔ اسے شہیر سے ڈر لگ رہا تھا۔ برستی بارش اسے آزردگی سے دیکھنے لگی تھی۔

&&&&&&&&&&&&&&&______________________________

______________________________&&&&

عائشہ کے ابو آج کام پہ نہیں گئے تھے وہ لاؤنج میں ان کے بازو کو کسی چھوٹے بچے کی طرح پکڑ کر اس پہ سر رکھ کر بیٹھی تھی۔ ابو کے چہرے پہ پریشانی تھی اور امی بھی بول رہی تھیں

exponovels

"تمہیں بخار کیسے ہو گیا رات تک تو ٹھیک تھیں" امی بار بار اس کے چہرے پہ ہاتھ لگ کر کہہ رہی تھیں عائشہ بس خاموشی سے بیٹھی تھی۔اس کا دل کر رہا تھا زور زور سے روئے پر وہ خود پہ قابو کیے ہوئے تھی۔ تبھی سیڑھیوں سے اترتا سفیان بولا۔

"باجی نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو گا خواب میں" اس کا انداز چھیڑنے والا تھا امی اور ابو اس کی بات پہ ہنسے پر عائشہ نے آنکھیں موندلیں اور بھوت ایک بار پھر اس کی آنکھوں کے سامنے آگیا۔نیلی آنکھوں اور سپاٹ چہرے والا غصیل سا بھوت۔عائشہ نے فوراً آنکھیں کھول لیں اور اپنے ابو کے بازو کو اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"عائشہ کچھ کھالو پھر ہم دوائی لینے چلیں گے" انھوں نے محبت سے اس کے گال کو چھو کر کہا۔سفیان آکر صوفے پہ بیٹھ گیا تھا

"ہاں تو اور کیا جا کر دوائی لیں آج تو بہانہ کر کے یونی سے چھٹی کر لی کل سے یہ ڈرامے نہیں چلیں گے" اب کی بار امی نے اسے گھورا تھا پر واکسے تھی۔عائشہ نے سفیان کو دیکھا

"موٹے تم بکواس بند کر لو تم کیوں نہیں کالج۔؟" اس نے اپنا انداز نارمل رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے سوال کیا۔ وہ گھر والوں کو مزید پریشان نہیں کرنی چاہتی تھی۔

"بس بارش آرہی تھی اس لیے" سفیان نے کاندھے اچکا کر جواب دیا اور اپنا موبائل نکال لیا۔عائشہ اس پہ سے نظریں ہٹانے لگی پھر اس کی نظر ایک لمحے کو رک گئی۔سفیان کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔پتہ نہیں عائشہ کو یہ مسکان کچھ ٹھیک نہیں لگی آج کل سفیان موبائل میں زیادہ ہی لگا رہتا تھا۔

exponovels

&&&&&&&&&&&&&____

__________________________&&&&&&&&&&

وہ ابو کے ساتھ جا کر دوا لے آئی تھی۔ دوا کھا کر وہ دوبارہ کمرے میں آ کر لیٹ گئی۔ اس نے اپنا موبائل بند کر کے دراز میں رکھا ہوا تھا۔ انابیہ سے اس کی بات ہو گئی تھی۔ وہ پریشانی سے کچھ بتانے لگی تھی پھر عائشہ کی طبیعت کا سن کر اس نے بات کل پہ ڈال دی اور فون رکھ دیا۔ عائشہ بھی ابھی اس طرح کی ذہنی حالت میں نہیں تھی کہ وہ انابیہ کے کسی بھی مسئلے کو سنے اور اسے حل کرے۔ اس کے ذہن نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ بس بار بار ذہن میں اگر کچھ آتا تو وہ شہیر ملک تھا۔ کمرے میں آ کر بھی اس کے کان لاؤنج میں رکھے ریسیو کے قریب تھے اور یہ ڈر دل میں تھا کہ کہیں وہ اب اس پہ کال نہ کرنے لگ جائے۔

وہ کچھ دیر شہیر کو سوچتی رہی پھر اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ وہ کب نیند کی وادی میں گم ہو گئی اسے پتہ ہی نہ چلا۔

&&&&&&&&&&&&&&____

__________________________&&&&

شہیر کے بنگلے پہ بھی گھنگھور بادل چھائے تھے۔ بنگلے پہ بارش برس رہی تھی۔ لان کا سبز گھاس دھل کر نکھر گیا تھا۔ اندر وہ بے نیازی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے آ کر ڈائننگ ہال میں چلا گیا۔ جہاں پہ ملازم ناشتہ لگا چکا تھا۔ وہ جا کر سربراہی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ کرسی کے قریب ہی دستگیر چوکنا سا کھڑا تھا۔ ساتھ ہی باقی گارڈرز بھی موجود تھے۔ شہیر

exponovels

نے آملیٹ کو کانٹے کی مدد سے توڑااور اور منہ میں رکھ لیا۔ جینز کی پینٹ کے علاوہ اس کے جسم پہ اس وقت کچھ نہ تھا۔ اس کے کسرتی وجود پہ پانی کے قطرے دکھائی دیتے تھے۔ماتھے پہ بکھرے بال بھی گیلے تھے وہ شاید نہا کر آیا تھا۔ ہاتھ پہ لگا زخم گہرا تھا جس پہ اب اس نے پٹی کرر کھی تھی۔ آملیٹ کو چباتے ہوئے اس نے دستگیر کو دیکھا۔

"ان کی طبیعت خراب ہے" شہیر اس کی بات پہ چونکا کانٹا پلیٹ میں ہی چھوڑ دیا۔ دستگیر مزید بتانے لگا

"بخار ہو گیا ہے انہیں، ڈاکٹر نے کہا ہے آرام کی ضرورت ہے بخار تیز تھا وہ اپنے ابو کے ساتھ جا کر دوالے کر آچکی ہیں" دستگیر بات مکمل کر کے خاموش ہو گیا تھا۔ شہیر نے اس پہ سے نظریں ہٹائیں اور جیب سے موبائل نکال کر اس پہ عائشہ کا نمبر ڈائل کیا پر جواب کل والا ہی تھا۔

"آپ کا ملایا ہوا نمبر اس وقت بند ہے" شہیر کے لب بھینچ گئے۔یعنی عائشہ نے ابھی بھی اس کا نمبر بلاک ہی کیا ہوا ہے وہ کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"تم نے اس کا دھیان رکھنا ہے" وہ کہہ کر ڈائننگ ہال سے نکل گیا تھا۔ اس کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ناشتہ کرنے کا اب دل نہیں تھا۔ وہ چلتا ہوا دوبارہ اپنے کمرے آگیا۔ کمرے کی حالت رات سے کافی بہتر تھی۔ وہ آکر بیڈ پے بیٹھا

"میں نے رات کو یوں تمہارے پاس آکر تمہیں ڈرا دیا نا اس لیے تم بیمار ہو گئیں" وہ عائشہ کو تصور میں لا کر سوچ رہا تھا۔

"میں تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا پر تم مجھ سے جب بھی نظریں پھیرتی ہو تو میں اپنے بس میں نہیں رہتا میں پاگل ہونے لگتا ہوں اور پھر وہ سب کر جاتا ہوں جو مجھے کرنا نہیں چاہیے" وہ بیڈ سے کھڑا ہو کر بالکونی میں آگیا۔ باہر آتے

exponovels

ہی کھلی فضا کی تازہ ہوا اس کے وجود سے ٹکرائی تھی۔اس نے ریلنگ پہ ہاتھ رکھے۔جوگیلی تھی شہیر آسمان کو دیکھنے لگا جس پہ اب بارش تھم گئی تھی کالے بادل چھٹنے لگے تھے۔

"تم ضرور اب مجھ سے ناراض ہو گئی ہو گی پر میں تمہیں منالوں گا شہیر ملک تمہاری ناراضی بھی برداشت نہیں کر سکتا"اس نے آسمان سے نظریں ہٹائیں اور پلٹ کر اندر آ گیا۔موبائل پہ دستگیر کے نمبر کو ملا کر اس نے موبائل کان سے لگایا

"بہت ساری چاکلیٹ، سرخ گلاب اور ٹیڈی بئیر"اس نے بس اتنا کہہ کر فون بند کر دیا۔سمجھنے والا سمجھ گیا تھا اب پتہ نہیں جس کے لیے یہ سب جا رہا ہے وہ سمجھے گی یا نہیں۔یہ کسی کو نہیں پتہ تھا۔شہیر نے موبائل بیڈ پہ اچھالا اور آفس جانے کے لیے تیار ہونے لگا۔

&&&&&&&&&&&&&&&&

شہر پہ رات نے پنکھ پھیلائے تو سیلی سیلی ہوا سنگ رات کا اندھیرا ہر جانب پھیل گیا۔عمارتوں کی رنگ برنگی روشنیاں جلنے لگیں۔آسمان پہ صبح ہونے والی بارش کے بعد ابھی بھی کچھ کچھ بادل دکھائی دیتے تھے۔جن کے پیچھے تارے چھپے تھے۔چاند بھی ان بادلوں سنگ لکا چھپی کھیل رہا تھا۔عائشہ کے گھر کے چھوٹے سے لان میں لگے پھولوں کی مہک اس وقت بکھر رہی تھی۔وہ اندر لاؤنج میں صوفے پہ پیر اوپر کیے بیٹھی تھی۔امی قریب ہی چادر اوڑھے بیٹھی تھیں۔وہ کہیں جانے کے لیے تیار لگتی تھیں۔انہوں نے عائشہ کے ماتھے کو ہاتھ لگایا۔

exponovels

"ویسے اس ڈاکٹر کی دوائی سے جلدی فرق پڑ گیا۔ بخار اتر گیا ہے ورنہ مجھے تو فکر ہی لگی رہتی تم گھر میں اکیلی ہو اور میں جا رہی ہوں بس مجبوری ہے تمہارے ابو کے دوست کا ایکسڈینٹ ہو گیا ہے ان کا پتہ کرنے ہسپتال جانا پڑ رہا ہے ورنہ میں تو کبھی نہ جاتی" امی کا بالکل ارادہ نہیں تھا کہ وہ جائیں انہیں کوفت ہوتی تھی ہسپتالوں میں جانے سے ان کا دل گھبراتا تھا۔ عائشہ ان کی بات پہ مسکرائی ان کا ہاتھ پکڑا

"آپ پریشان نہ ہوں امی آپ بے فکر ہو کر جائیں میں اب بالکل ٹھیک ہوں" امی نے لب بھینچ کر اسے محبت سے دیکھا

"ماں اولاد کو لے کر کبھی بھی بے فکر نہیں ہو سکتی اولاد بوڑھی بھی ہو جائے تو بھی ماں کے لیے چھوٹی ہی رہتی ہے اولاد ماں کے وجود کا حصہ ہوتی ہے وہ ان کی تکلیف محسوس کرتی ہے" عائشہ ان کی بات پہ ان کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔ وہ امی کو کبھی سمجھ نہیں پاتی تھی۔ امی کی تعلیم زیادہ نہیں تھی پر ان کی باتوں میں اتنی گہرائی ہوتی تھی کہ عائشہ لاجواب ہو جاتی تھی۔ وہ اپنے ابو سے بہت محبت کرتی تھی پر جب وہ اپنی ماں کو ابو کے سامنے رکھتی تو اسے لگتا ماں سے اسے عشق ہے اور اسے یہ دوہری محبت کبھی سمجھ نہیں آئی جبکہ ابو بھی اس پہ جان چھڑکتے تھے پر امی کے نام پہ اس کی جان جاتی تھی۔ وہ اپنی امی کے گلے لگ گئی۔

"پتہ نہیں کیسے لڑکیاں کہہ دیتی ہیں کہ ہم تو اپنے ابو سے زیادہ اٹیچ ہیں ماں کڑوا بولتی ہیں آنکھیں دکھاتی ہیں پر پوری زندگی خیال بھی تو رکھتی ہیں ہمیں جینے کا سلیقہ، بولنے کی تمیز اپنی عزت کو سنبھالنے کی سمجھداری سب کچھ ماں سے ہی تو ملتا ہے ہم ماں سے دور خود ہوتے ہیں ہمیں معاشرہ ان سے دور کرتا ہے ہم لوگوں کی اس بات کو بہت اہمیت دے

دیتے ہیں کہ ماں بیٹوں سے زیادہ محبت کرتی ہے اور باپ بیٹیوں سے جبکہ ایسا کچھ نہیں ہوتا ماں بیٹیوں کو سنبھلنا سکھاتی ہے اور باپ بیٹوں کو، ان کی سختیاں ہمیں زندگی جینے کا ہنر دیتی ہیں یہ ہمارے دشمن کبھی بھی نہیں ہو سکتے" یہ سب سوچتے جہاں اس کی گرفت امی کے گرد مضبوط ہوئی وہیں اس کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں اسے نجانے کیوں لگتا تھا کہ وہ امی ابو کے بغیر مر جائے گی وہ ان سے نہ ناراض ہو سکتی تھی اور نہ انہیں کبھی ناراض کرنا چاہتی تھی۔

امی کے ہاتھ پہ جب اس کا آنسو گرا تو امی چونکیں

"کیا ہوا عائشہ رو کیوں رہی ہو" امی نے فکر سے اسے سامنے کر کے پوچھا۔ عائشہ نے تیزی سے اپنے آنسو صاف کیے

"بس ویسے ہی" اس نے شانے اچکائے

"کوئی بات ہے تو بتا دو یا طبیعت خراب ہو رہی ہے" امی اٹھنے لگیں "سر میں درد ہو رہا ہو گا میں چائے بنا دوں" عائشہ نے ان کا ہاتھ پکڑا

"امی نہیں میں ٹھیک ہوں آپ نہ پریشان ہوں" امی دوبارہ بیٹھ گئیں۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے وہ میں کیا کہہ رہی تھی عائشہ" امی نے بات ادھوری چھوڑ دی وہ ہچکچا رہی تھیں۔ عائشہ نے انہیں غور سے دیکھا تو امی بات مکمل کرنے لگیں

"میری بیٹی کچن میں برتن رکھیں تم دھو لو گی۔؟ اب تو تمہاری طبیعت بھی ٹھیک ہو گئی ہے دیکھو میں دھو لیتی بس اب جانا پڑ رہا ہے اس لیے۔۔۔" امی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کہہ کر عائشہ کو راضی کریں کیونکہ ایک یہ کام تھا

exponovels

جسے کرتے ہوئے عائشہ کو موت آتی تھی وہ نہ برتن دھونے پہ راضی ہوتی تھی نہ آٹا گوندھنے پہ اسے ان دو کاموں سے سخت چڑ تھی۔

عائشہ کی آنکھوں کی نمی سکھو گئی۔کچھ دیر پہلے والی محبت بھی غائب ہو گئی۔اسے برتنوں کے نام پہ رونا پڑ گیا تھا۔

"ہاں میں تو ہو گئی تندرست بنا دو مجھے ماسی" وہ ناراضی سے بولی تو امی نے اسے لب بھینچ کر غصے سے دیکھا

"ہاں ماں ہی لگی رہے پاگلوں کی طرح تب خوش ہو تم رہنے دو کوئی ضرورت نہیں ہے برتنوں کو ہاتھ لگانے کی مر کھپ کے خود کر لوں گی تم کچھ نہ کرنا ایک وہ سفیان ہے جو باہر نکل گیا اور ایک یہ میڈم ہیں جو پانی سے گلتی ہیں صرف ماں کو کچھ نہیں ہوتا" امی کھڑی ہو گئیں باہر پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی تھی ضرور ابو آ گئے تھے عائشہ بھی کھڑی ہو گئی۔

"نہیں جی اب میں دھو لوں گی ورنہ یہ پوری عمر کا طعنہ بن جائے گا میرے لیے" وہ جانے لگی امی چیخیں

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔" اتنے میں ابو بھی اندر آ گئے وہ عجلت میں لگتے تھے انھوں نے رک کر دونوں کو دیکھا

"کیا ہوا۔؟" دونوں ایک ساتھ بولیں

"کچھ نہیں ہوا بس اپنی قسمت کو رو رہے ہیں" عائشہ کہہ کر کچن میں پیر پٹختی ہوئی چلی گئی اور امی منہ ہی منہ بڑبڑانے لگیں ابو کو کچھ سمجھ نہ آیا۔

"کیا فضول بات کی ہے" انہیں دونوں ہی کی بات پسند نہیں آئی تھی۔

exponovels

"ہاں میں ہی فضول بولتی ہوں اسے برتن دھونے کا کہا تو موت پڑ گئی میں جو پورا دن لگی رہتی ہوں اس بات کا کسی کو احساس نہیں ہے"

"ہاں اور میں تو جیسے پورا دن سوتی ہوں یونی جاتی ہوں" عائشہ کچن سے ہی اونچی آواز میں بولی

"تو بی بی ہم پہ احسان نہیں کرتیں آپ" امی نے بھی ترکی بہ ترکی جوب دیا۔ابو نے سر پیٹ لیا پھر برتنوں پہ لڑائی۔

"اچھا بس کرو تم دونوں تم چلو میرے ساتھ اور عائشہ مت دھوؤ برتن میں صبح ماسی لگوالوں گا وہ آکر کرلے گی" امی ان کی بات پہ جھلا گئیں۔

"کیوں ماسی کی کیا ضرورت ہے یہ ملازمہ ہے تو سہی" ابو نے اپنا ماتھا چھوا۔

"اب بس بھی کرو بچی ہے "

"ہاں میں ہی بری ہوں"

"نہیں آپ تو ہماری جان ہیں" ابو نے آنکھ دبا کر کہا اور امی غصہ کرنا بھول کر سٹپٹا کر شرمانے لگیں اور کچن سے ہی عائشہ نے سیٹھی بجائی تو وہ ابو کو گھورتی ہوئیں باہر چلی گئیں اور ابو ہنستے ہوئے ان کے پیچھے ہو گئے۔۔۔وہ جب گھر سے چلے گئے تو عائشہ برتن چھوڑ کر دروازہ بند کرنے آگئی۔اس نے ابھی دروازے کو لاک لگایا ہی تھا کہ دروازے پہ دستک ہوئی اس نے پلٹ کر دروازہ کھولا تو شل رہ گئی۔

سامنے دستگیر کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں دو بڑے بڑے ڈبے اور پھولوں کو گلدستہ تھا۔

exponovels

"یہ باس کی محبت ہے جو انہوں نے آپ کے لیے بھیجی ہے اسے رکھ لیں گی تو انہیں اچھا لگے گا" عائشہ کو کچھ سمجھ نہ آیا وہ کیا جواب دے یہ لوگ پھر سے اسے تنگ کرنے آگئے۔۔۔دستگیر نے اس کے یکٹک دیکھنے پہ گلا صاف کرنے کی اداکاری کی تو عائشہ ہوش میں آئی۔

"مجھے نہیں چاہیے آپ اسے اپنے باس کے منہ پہ مار دیں جا کر" دستگیر کی آنکھیں ابل کر باہر گرنے کو ہو گئیں شکر اس وقت شہیر سامنے نہیں تھا ورنہ وہ یہ سن کر کیا کرتا اس کا اندازہ دستگیر کر سکتا تھا۔دستگیر کچھ بولنے لگا کہ عائشہ نے دروازہ بند کر لیا اور اندر آگئی۔اندر آتے ہی لاؤنج میں رکھا فون چیخ اٹھا

عائشہ کے قدم رک گئے۔وہ جانتی تھی کال کسی ہو گی۔اس کا دماغ مزید خراب ہو گیا۔وہ دانت پیستی ہوئی آگے بڑھی

"کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ۔؟"

"عائش۔۔۔!" عائشہ نے فوراً کان سے ریسیور دور کیا وہ اس کی قربتیں محسوس نہیں کرنا چاہتی تھی پھر اس نے دوبارہ کان سے فون لگایا۔

"میں نے پوچھا ہے آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔؟ "

"محبت کا "

"دیکھیں بکواس۔۔۔ "

"بس۔!" وہ دوسری جانب سے برہمی سے بولا تھا عائشہ چپ ہو گئی۔

exponovels

"میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ تم مجھ سے دوبارہ اسطرح بات نہیں کرو گی ورنہ اچھا نہیں ہو گا اور جا کر وہ سب سامان لو"

"میں نہیں لوں گی" عائشہ نے حتمی لہجے سے جواب دیا

"یعنی میں آؤں گا تو میرے ہاتھ سے لو گی۔؟" وہ دھمکی دے رہا تھا عائشہ کو برا لگا۔

"میں آپ سے ڈرتی نہیں ہوں"

"ہاں تبھی کل میرے آنے کے بعد تمہیں رات رات میں ہی بخار ہو گیا تھا" اس بات پہ عائشہ شاکڈ رہ گئی۔ایک پتہ نہیں اسے کیسے سب پتہ چل جاتا تھا۔

"اب بتاؤ میں آ جاؤ یا جا کر لے رہی ہو سامان۔؟" جب عائشہ کا کچھ دیر جواب نہ آیا تو اس نے کہا عائشہ مٹھی کا مکا بنا چکی تھی بس شہیر سامنے ہوتا پر شہیر سامنے نہیں تھا۔

"میں۔۔۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پر سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہئے۔

"ہر بات پہ ضد نہیں کرتے جاؤ شاباش لو سب کچھ مجھے ضدی بچے پسند نہیں ہیں" وہ کسی بہت بڑے شخص کی طرح لہجے کو نرم رکھتے ہوئے بول رہا تھا اس کا لہجہ ٹھہرا ہوا ضرور تھا پر اس میں نرمی ظاہر ہوتی تھی جیسے وہ اس وقت کسی بچے سے بات کر رہا ہو۔عائشہ کے چہرے پہ ناگواری پھیل گئی۔

"اول تو میں بچی نہیں ہوں اور دوسری بات جب آپ کو ایسے لوگ نہیں پسند تو انہیں چھوڑ کیوں نہیں دیتے آپ۔؟" عائشہ کے سوال پہ لمحوں کی خاموشی رہی پھر وہ گھمبیر آواز سے بولا

exponovels

"تم میرے لیے وہ بچہ ہو جسے میں نے سدھارنا ہے ابھی پیار سے کہہ کر رہا ہوں پھر مجھے غصہ کرنا بھی آتا ہے اس لیے مان جاؤ میں غصہ کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں فلحال" وہ یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے گزشتہ رویے پہ شرمندہ ہے۔عائشہ کو اس کی بات پہ حیرت ہوئی اگر یہ اس کی محبت ہے تو غصہ کیسا ہوگا۔؟ وہ سوچنے پہ مجبور ہو گئی۔

"اب جاؤ جلدی وہ سب لو اور اپنے موبائل کو آن کرو میں نے تمہیں دیکھنا ہے ورنہ میں آجاؤں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا" عاشہ کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے اس نے ٹھک سے ریسیور رکھا اور پیر پٹختی ہوئی باہر چلی گئی۔

دروازہ کھولا تو سامنے دستگیر کھڑا تھا جس کے چہرے پہ ہلکی سی مسکان تھی اسے ہنسی آرہی تھی پر ضبط کیے ہوئے تھا۔

"فتنا، گھنا، میسنا" عائشہ نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے سامان لیا۔

"بھاری ہے میں اندر رکھ دیتا ہوں" اس نے دستگیر کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"اچھا ٹھیک ہے آپ کی مرضی" دستگیر نے شانے اچکا کر کہا تو عائشہ نے پیر سے دروازہ بند کیا جو دوسرے دروازے سے جڑتے ہی لاک ہو گیا۔وہ ڈبے اور گلدستہ ابھی اندر ہی لائی تھی کہ فون بجنے لگا۔عائشہ کا ماتھا گھوم گیا۔اس نے صوفے پہ سب کچھ رکھا اور ریسیور اٹھایا۔

"میں پہلے اس عذاب کو ٹھکانے لگ لوں پھر آن کر لوں گی موبائل نہیں مرتی میں اتنی سی دیر میں" وہ زچ ہو گئی تھی۔شہیر کے دوسری جانب لب بھینچ گئے۔

"ابھی تمہیں کہا ہے تم مجھ سے ایسے بات نہیں کرو گی"

For more visit (exponovels.com)

"تو آپ مجھے سانس لینے کی مہلت بھی نہیں دیں گے تو میں ایسے ہی بولوں گی میں سوپر مین نہیں ہوں جو منٹوں میں سب کرلوں گی" وہ ایک ہی سانس میں سب بول گئی۔ شہیر کے چہرے پہ بے ساختہ مسکان آگئی۔

"اچھا ٹھیک ہے آرام سے سانس لو پانی پیو تمہارے پاس دس منٹ ہیں کرلو جو کرنا ہے گیارویں منٹ میں تمہارا موبائل آن ہو" وہ حکم دے کر کال کاٹ چکا تھا۔ عائشہ نے گندا سا منہ بنایا۔ وہ اس شخص کا کیا کرے۔! وہ سوچنے لگی پھر اسے سامان یاد آیا تو تیزی سے اٹھا کر کمرے کی طرف بڑھ گئی اس کے لیے ایک ایک منٹ ضروری تھا۔

&&&&&&&&&&&&&

&&&&&&&

قبرستان میں دل دہلا دینے والی خاموشی تھی۔ تیرگی ہر طرف گہری سیاہی کی طرح پھیلی تھی۔ اس وقت قبرستان میں دور دور تک کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ سوائے اس کالے ہڈ والے لمبی برساتی نما کوٹ والے کے جس کا چہرہ ہڈ سے چھپا تھا۔ اس کے بس لب ہلتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ وہ ایک قبر کے سامنے کھڑا تھا جس پہ ہولی کراس لگا تھا اور ہولی کراس کے نیچے تختے پہ مرنے والے کا نام درج تھا۔

"مارگریٹ ہیلن" وہ شخص کھڑا اس تختے کو دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"میں آپ کے ساتھ ہونے والی ہر ناانصافی کا بدلہ لوں گا ان لوگوں سے انہوں نے آپ کے ساتھ جتنے ظلم کیے میں ایک ایک کا بدلہ لوں گا آپ کا شیری آپ کے مجرموں کو کبھی معاف نہیں کرے گا ماما" اس کی آواز بھرا سی گئی تھی۔ خاموش قبر اس شخص کے سرد لہجہ کو توجہ سے سن رہی تھی۔ آسمان پہ اب پھر سے کالے بادل چھانے لگے تھے

exponovels

چانداں میں کھو گیا تھا۔اندھیر رات مزید سیاہ ہو گئی تھی۔اس شخص کے دل کی طرح جو ابھی بھی قبر کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔۔

وہ سارے سامان کے ساتھ بڑی مشکل سے اپنے کمرے تک پہنچی تھی۔اس نے سب کچھ بیڈ پہ رکھا اور ماتھے پہ آئے نادیدہ پسینے کو پونچھا۔تھکا ہوا سانس لیا۔دوپٹہ جو گلے میں جھول رہا تھا اس کے پلو سے ماتھا صاف کیا اور بیڈ پہ بیٹھ گئی۔دراز کھولی وہاں سے موبائل نکالا تبھی دل نے کہا

"تم اس کی بات کیوں مان رہی ہو۔؟" وہ ایک پل کو رک کر سوچنے لگی۔

"تاکہ وہ پاگل دندناتا ہوا گھر نہ آجائے" اس نے سوچ کر جھر جھری لی اور موبائل آن کر کے اس نے اپنے سامنے ہی کیا تھا کہ اس پہ کال آنے لگی۔وائس کال تھی۔اس نے اوکے کی

"ڈیٹا آن کر لو کنجوس" وہ محظوظ لہجے سے بولا تھا۔عائشہ کے سر پہ لگی اور تلووں پہ بجھی۔وہ کچھ کہتی کہ شہیر کال کاٹ چکا تھا۔اس نے ڈیٹا آن کیا اور شہیر کی کل کا انتظار کرنے لگی۔کچھ دیر بعد ہی اس کی کال آگئی تھی۔اس نے کال اوکے کر کے موبائل کے کیمرے پہ انگوٹھا رکھ لیا اور شہیر کے لب بھینچ گئے۔ناک کے نتھنے پھول گئے۔

"میں گھر آجاتا ہوں پھر تم سدھر و گی" عائشہ نے فوراً انگوٹھا ہٹایا

"مجھے بات بات پہ دھمکیاں مت دیا کریں" وہ خفگی سے بولی شہیر نے دونوں بھنویں اوپر کیں

"دوں گا جتنا دل کرے گا اتنی دھمکیاں دوں گا بتاؤ کیا کر لو گی۔؟" وہ چیلنج دینے والے انداز سے بولا تھا۔عائشہ کو بھی غصہ آگیا۔

exponovels

"میں آپ کو جان سے مار دوں گی" وہ دانت پیس کر بولی تھی

"موقع دیا تھا تو کیوں نہیں مارا۔؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ عائشہ کچھ لمحے اسے دیکھتی رہی اس کی نگاہیں شہیر کی نیلی جادو کرتی آنکھوں پہ تھیں۔ وہ ان میں دیکھتی تو اس کے اعصاب شل سے ہونے لگتے تھے دماغ جیسے دھوئیں کی زد میں آجاتا تھا۔ وہ اپنے ارد گرد کی ہر چیز کو بھولنے لگتی تھی۔

"تم سے پوچھ رہا ہوں" وہ دوسری جانب سے دوبارہ بولا تو عائشہ نے ان نیلی آنکھوں سے اپنی آنکھیں ہٹائیں۔

"آپ نے مجھے دیکھ لیا تو اب میں فون بند کر دوں۔؟" شہیر نے نہ میں سر ہلایا۔ وہ اس وقت اپنے گھر کے لاؤنج میں صوفے پہ دراز تھا۔ اس نے جب موبائل کچھ دور کر کے صوفے کی پشت پہ موبائل والا ہاتھ رکھا تو عائشہ کی نظر اس کے بغیر شرٹ والے وجود پہ پڑی اور اس نے پورے کا پورا رخ گھما لیا۔

"آپ کو شرم نہیں آتی۔؟" عائشہ کو اس کی یہ حرکت بری لگی تھی جبکہ شہیر کچھ حیران ہوا اسے وقت لگا سمجھنے میں پر جب وہ سمجھ گیا تو بے ساختہ مسکرا دیا۔

"تم مجھ سے شرما رہی ہو۔؟" عائشہ اس وقت اسے دیکھتی تو اسے معلوم ہوتا کہ ہر وقت غصہ کرنے والا انسان جب مسکراتا ہے تو اتنا خوبرو لگتا ہے پر عائشہ نے یہ موقع گنوا دیا تھا۔

"میں کال کاٹ دوں گی" عائشہ نے چہرہ دوسری جانب ہی رکھتے ہوئے کہا۔

exponovels

"اچھا ٹھیک ہے ایک منٹ رکو" وہ مسکراتا ہوا سر جھٹک کر کھڑا ہوا۔ موبائل کو کانچ کے میز پہ رکھ کر اس نے دوسرے سینگل صوفے سے اپنی بنیان نما شرٹ اٹھائی اور اسے بازوؤں میں پھنسا کر وہ اپنے کسرتی جسم کو چھپا چکا تھا۔ شہیر نے دوبارہ موبائل اٹھایا اور صوفے پہ لیٹ کر دوبارہ ہاتھ وہیں صوفے کی پشت پہ رکھا اور بولا

"اب دیکھو میری طرف" وہ اتنے پیار سے بولا تھا کہ عائشہ کے دل کی دھڑکنیں بے ساختہ تیز ہو گئیں۔ وہ اسی طرح بولتا رہا تو عائشہ کہاں تک بھاگے گی۔؟ چاہنے سے زیادہ چاہے جانے کا احساس اچھا ہوتا (ایسا کسی نے کہا تھا اور مجھے یہ بات سو فیصد سچ لگی) عائشہ نے بھی دھڑکتے دل کے ساتھ آہستہ آہستہ گردن گھما کر بند آنکھوں والا چہرہ موبائل کی اسکرین کی طرف کیا پھر دھیرے سے ایک آنکھ کھولی۔ شہیر اس کی ان حرکتوں سے محظوظ ہو رہا تھا پر اب وہ مسکرا نہیں رہا تھا وہ بس توجہ سے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو شہیر کی محبت کو اور ہوا دے رہی تھی۔

"آپ کو شرم آنی چاہیے" جب عائشہ کو تسلی ہو گئی کہ وہ اب شرٹ میں ہے تو برہمی سے بولی

"تمہیں آگئی نا کافی ہے اب بس کرو" وہ بھی عائشہ ہی کے انداز سے بولا۔ عائشہ نے سر جھٹک دیا

"دیکھ لیا مجھے اب کر دوں فون بند۔؟" اسے اپنا سوال پھر سے یاد آ گیا۔ شہیر نے سر نہ میں ہلایا

"وجہ۔؟" وہ تعجب سے بولی

"میرا دل نہیں بھرا" عائشہ کی بولتی سی بند ہو گئی۔ اس نے نظریں جھکا لیں پھر وہ محبت سے بول رہا تھا۔

"میں نے کام کرنا ہے" وہ اب فون بند کر دینا چاہتی تھی

"کیا کام۔؟" پر شہیر باتیں کرنا چاہتا تھا۔

exponovels

"برتن دھونے ہیں" اسے جو یاد تھا کہہ دیا۔ وہ اب پھر سے شہیر کو چور نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ جس کے چہرے پہ ناپسندیدگی تھی۔

"مت کیا کرو یہ" وہ ایسے بولا جیسے عائشہ کے بس میں ہو انکار وہ تو خود جان چھڑانا چاہتی تھی۔

"میری مجبوری ہے مجھے کرنا پڑتا ہے ورنہ مجھے میری امی گھر سے نکال دیں گی" ایک یہ برتنوں کا موضوع تھا جس پہ وہ اپنے رونے ہر کسی کے سامنے رونے بیٹھ جاتی تھی

"تو کیا ہوا میں تمہیں اپنے ساتھ لے آؤں گا یہیں تم صرف برتن توڑنا، گندے کرنا جو دل کرے وہ سب کرنا کوئی تمہیں نہیں روکے گا" وہ اسے بہت گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا عائشہ پھر سے خاموش ہو گئی۔ یہ شخص کتنی خوبصورت باتیں کرتا تھا اور عائشہ کو انہیں باتوں سے خوف آتا تھا۔ محبت کی باتوں سے دل باغی ہوتا ہے اور اسے اپنا دل باغی نہیں کرنا تھا۔

"میں کال بند کردوں۔؟" عائشہ کے لہجے میں اب منت تھی۔ شہیر کے چہرے پہ غصہ پھیلنے لگا۔

"نہیں کرنی ابھی کال بند مجھے بتاؤ وہ تحفے تمہیں پسند آئے۔؟" وہ اپنے بھیجے تحفوں کا پوچھنے لگا تھا۔

"نہیں ابھی کھول کر نہیں دیکھے" وہ بے نیازی سے بولی وہ جانتی اب شہیر اسے کھولنے کا کہے گا اور عائشہ نخرے کرے گی پھر وہ اس کی منتیں کرے گا ہائے کتنا مزہ آئے گا اور یہاں ہماری عائشہ بگڑنے لگی ہے۔

"کھولو نا نہیں ابھی" شہیر نے حکم دیا۔ عائشہ نے جماہی لی

"میں صبح دیکھوں گی"

exponovels

"میں آجاؤں کھولنے۔؟" عائشہ نے اسے ناراضی سے دیکھا پھر بھنواچکالی۔

"آپ اب۔۔۔۔۔" شہیر نے بات کاٹی

"کھولو شاباش" وہ توقیر سے بولا تھا۔ عائشہ نے موبائل پٹخنے والے انداز سے ایک طرف رکھااور ڈبے کھولنے لگی۔ پہلا ڈبا کھولااور بیڈ پہ الٹایا تواس میں سے بہت ساری چاکلیٹ بیڈ پہ گرتی چلی گئیں۔ عائشہ نے اتنی ساری چاکلیٹ بس ٹی وی میں دیکھی تھی۔ اس کا بچپن کا خواب تھا کہ وہ ایسی دنیا میں چلی جائے جہاں بس ہر طرف چاکلیٹ ہی ہو اور آج اسے یہی لگ رہا تھا کہ وہ اسی دنیا میں آگئی ہے جہاں ڈھیر ساری چاکلیٹ اس کے سامنے پڑی ہیں۔ اس کا دل کر رہا تھا وہ ان سے نظریں نہ ہٹائے پر ابھی دوسرا ڈبا بھی کھولنا تھا اب وہ متجسس تھی کہ دوسرے ڈبے میں کیا ہو گا۔؟ کیونکہ وہ پہلے ڈبے سے بڑا تھا۔ اسی پہ گلدستہ رکھا تھا عائشہ نے پھولوں کا گل دستہ اٹھا کر ایک طرف رکھااور ڈبا کھولنے لگی۔ ڈبا کھلا تو اس کی آنکھیں استعجاب سے پھیل گئیں۔ اس میں ایک بہت بڑا آٹھ سال کے بچے کے قد جتنا ٹیڈی بیئر تھا جس کا رنگ ہلکا گلابی اور سفید تھا۔ جو مسکرا کر عائشہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر اپنا سامنے رکھا۔ وہ اسے بس دیکھتے رہنا چاہتی تھی پر شہیر کا خیال آنے پہ اس نے موبائل اٹھایا۔

"بتاؤ کیسے لگے تمہیں تحفے۔؟" وہ اب تعریف سننا چاہتا تھا اور عائشہ اب سنبھل چکی تھی وہ کیوں کہے کہ اس نے یہ سب پہلے بس ٹی وی اور دکانوں میں ہی رکھے دیکھے ہیں اس نے اپنی انا کا پاس رکھتے ہوئے شانے اچکائے

"ٹھیک ہیں پر آپ کو یہ سب نہیں بھیجنا چاہیے تھے" وہ بڑی مہارت سے جھوٹ بول رہی تھی

"تمہیں پسند نہیں آئے۔؟" شہیر نے اس کے چہرے کو بغور دیکھ کر پوچھا۔

exponovels

"ہاں نہیں آئے پسند" وہ ڈھٹائی سے بولی

"میں ابھی آتا ہوں تمہیں لینے تم اپنی پسند سے جو لینا چاہو لے لینا" وہ کہہ کر صوفے سے کھڑا بھی ہونے لگا۔ عائشہ کا دل کیا وہ اپنا سر کسی دیوار میں دے مارے مطلب یہ شخص ہر وقت اس کے گھر آنے کے لیے تیار بیٹھا ہوتا ہے

"نہیں اچھے ہیں آنے کی ضرورت نہیں ہے" شہیر نے اسے بھنوا چکا کر اسے دیکھا

"سچ کہہ رہی ہو۔؟" عائشہ نے سر ضرور سے ہلا دیا۔ لاشعوری طور پہ عائشہ نے اس گلابی بھالو کے گلے میں بانہیں ڈالی ہوئی تھیں۔

"ایک دن میں تمہیں ایسے ہی ہگ کروں گا کیونکہ تم میرا ٹیڈی بیئر ہو" اس کی بات پہ عائشہ نے پہلے بانہوں میں موجود بھالو کو دیکھا جو اس کے سینے سے لگا تھا اور پھر اس کے بعد اس میں شہیر سے نظریں ملانے کی ہمت نہ رہی اس نے جھینپ کر کال کاٹ دی اور بھالو کو خود سے فوراً دور کیا۔ دل کی رفتار یکدم ہی بڑھ گئی تھی اسے اس شخص کی ان بے ساختہ کہی گئی باتوں اور گہری بولتی نظروں سے پتہ نہیں کیا ہوتا تھا پر جو بھی ہوتا تھا وہ سب ٹھیک نہیں ہے۔ اسے اس سب سے بچنا ہے۔ وہ شہیر ملک کو کبھی اپنے قریب آنے نہیں دے گی۔ اس نے یہ سوچا تو اسے اپنا ارادہ کمزور لگا پر عائشہ نے اس سے نظریں چرائیں اور بیڈ پہ پھیلی چیزوں کو سمیٹنے لگی۔ سب کچھ سمیٹ کر اس نے الماری میں رکھا بس گلابی بھالو کو بیڈ پہ پڑا رہنے دیا۔ عائشہ کا دل نہیں کر رہا تھا کہ وہ اسے اپنی نظروں سے دور کرے۔ وہ اسے بیڈ پہ ہی احتیاط سے رکھ نیچے برتن دھونے آگئی۔ وہ اب کچن میں اکیلی ہو کر بھی اکیلی نہیں تھی اس کے ساتھ شہیر کی باتیں تھیں۔ جنہیں سوچ سوچ کر وہ مسکرا رہی تھی۔ اسے چاہے جانے والی محبت پسند آنے لگی تھی۔ ہر کسی کو ایسا شخص

exponovels

چاہیے ہوتا ہے جو اسے ٹوٹ کر چاہیے اور عائشہ کو وہ مل گیا تھا پر عائشہ اس کی محبت اور دیوانگی ابھی جانتی نہیں تھی جب جاننے لگے گی تو اسے شہیر سے نفرت ہو جائے گی۔

&&&&&&&&&____

____&&&&&&&&&&&&&&&

اگلی صبح شہیر پہ اجلی اجلی تھی۔ عائشہ جب سو کے اٹھی تو وہ بہت خوش تھی۔ اس نے اٹھتے ہی اپنے ساتھ پڑے بھالو کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔ عائشہ بھی اسے دیکھ کر مسکرا دی۔ اسے لگا تھا جیسے وہ سب خواب تھا پر نہیں اسے غلط لگ رہا تھا پھر اس کے بعد وہ پورے دل سے یونی کے لیے تیار ہوئی۔ بخار اڑن چھو ہو گیا تھا کچھ دوائی کا کمال تھا اور کچھ محبت کا۔ شہیر کا ڈر بھی ایک پل کو دل سے نکل گیا تھا۔

عائشہ نے ایپل گرین ٹخنوں تک آتا فراک پہنا جس کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ تھا۔ گلے میں سفید موتیوں کی لڑی کو ڈال کر اس نے اپنے کالے لمبے بال کھول کر انہیں کمر پہ پھیلا لیا۔ بال اسٹیپس میں کٹے تھے اور نیچے سے گھنگریالے تھے۔ اس نے گلے میں سفید نیٹ کا دوپٹہ ڈالا گالوں پہ ہلکا سا بلیشر اور لبوں پہ گلابی لپ گلوز لگالی۔ غزال نما بڑی آنکھوں پہ لائنر کی دھار پھیر کر اس نے چلمن پلکوں پہ مسکارا لگایا اور آنکھوں پہ سموکی ٹچ دینے کے بعد اس نے اپنی کلائیوں میں چوڑیاں ڈال کر خود کو شیشے میں دیکھا اور وہ خود کو دیکھتی رہ گئی کس کے لیے وہ اتنا تیار ہوئی تھی یہ بات وہ نہیں جانتی تھی اور دل میں جس کا نام آیا اسے سن کر بھی اَن سنا کرتی وہ پیروں میں ہلیز پہن کر اپنا پرس اور کتابیں اٹھا کر وہ کمرے سے نکل گئی۔ امی نے اس کی تیاری دیکھ کر پوچھ لیا

exponovels

"یونی میں کوئی فنکشن ہے۔؟"عائشہ سٹپٹا سی گئ

"ن۔۔۔ نہی۔۔۔۔ نہیں تو کیوں آپ کیوں پوچھ رہی ہی۔؟ "

"تم اتنا تیار ہوئی ہونا اس لیے "امی ناشتہ ٹیبل پہ رکھ رہی تھیں وہ اپنے کام میں مصروف تھیں پر عائشہ کو لگا اس کی چوری پکڑی گئی اور کونسی چوری جو وہ ابھی ماننے کو خود بھی تیار نہیں تھی۔اس نے جلدی سے بہانہ گھڑا

"وہ میری دوست کی سال گرہ ہے اس لیے تیار ہو کر جا رہی ہوں "اس نے کہہ کر نظریں چرائی تھیں۔امی نے سر ہلا دیا۔اس کے بعد اس نے برائے نام ناشتہ کیا اور ابو کے ساتھ یونی چلی گئ

_______________________________&&&&&&&&&&&&&

&&&&&_______________________________

سبز گھاس پہ دھوپ کی کرنیں بکھری دکھائی دیتی تھیں۔ان پہ بیٹھے شبنم کے دم توڑتے قطرے محبت سے عائشہ کو دیکھ رہے تھے۔جو ایک کاندھے پہ دوپٹہ ڈالے مسکراتی ہوئی چل رہی تھی۔اونچی ہیل سے اس کا دراز قد مزید دراز لگتا تھا۔بہت سے لوگوں نے اسے پلٹ کر دیکھا بہت سو نے اس کی رک کر تعریف کی اور وہ بس شرمائی شرمائی مسکراہٹ سے سب کو شکریہ کہتی اپنے ڈیپارٹمنٹ میں آ گئی۔اسے حیرت ہوئی وہاں انابیہ ابھی نہیں آئی تھی اس نے کرسی پہ بیٹھ کر کتابیں سامنے رکھیں اور اپنا موبائل نکال کر انابیہ کو کل کی۔کال جا رہی تھی پر وہ اٹھا نہیں رہی تھی۔وہ مزید حیرانی میں مبتلہ ہو گئی۔ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ انابیہ نے اسے بغیر بتائے چھٹی کی ہو پھر آج۔؟

exponovels

عائشہ کو نجانے کیوں اپنے اندر کسی خطرے کی گھنٹی بجتی محسوس ہوئی۔اسے یوں لگ رہا تھا جیسے آج کچھ برا ہو گا۔اس نے ایک دو بار اورانابیہ کو کال کی پر جب اس نے نہ اٹھائی تو عائشہ نے موبائل دوبارہ اپنے پرس میں رکھ کر کتاب کھول لی تبھی اس نے نادانستہ سر اٹھایا تو دور کلاس کے دروازے کے پاس نایاب کھڑی تھی۔عائشہ اسے دیکھ کر مسکرائی پر نایاب اسے بغیر پلک جھپکے دیکھ رہی تھی۔اس نے کچھ توجہ سے نایاب کو دیکھا تو عائشہ کی مسکراہٹ ماند پڑ گئی نایاب کی آنکھوں میں اس کے لیے اس وقت صاف ناپسندیدگی دکھائی دیتی تھی۔وہ چبھتی ہوئی نظروں سے تقریباً عائشہ کو گھور رہی تھی۔

عائشہ نے اس سے نظریں ہٹالیں اسے نایاب سے کچھ اچھی ویز نہیں آتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"پتہ نہیں یہ انابیہ کہاں رہ گئی"اس نے نایاب کی نفرت بھری نگاہوں کو سر سے جھٹکنے کے لیے دوبارہ موبائل نکالا اور انابیہ کو کال کی اب کی بار انابیہ نے کال اٹھالی تھی۔

"کہاں ہو تم ابھی تک آئی کیوں نہیں۔؟"وہ چھوٹتے ہی بولی تھی انابیہ کی طرف کچھ دیر خاموشی رہی پھر وہ بولی تو اس کی آواز میں کچھ عجیب سا تھا۔

"میں ابھی دھوڑی دیر میں آرہی ہوں عائشہ میں بہت بری طرح پھنس گئی ہوں"یہ کہتے عائشہ کو محسوس ہوا جیسے انابیہ کی آواز نم ہو گئی ہے۔

"ہوا کیا ہے انابیہ گھر میں سب ٹھیک ہیں۔؟"عائشہ نے فکر سے پوچھا

"گھر میں سب کچھ ٹھیک ہے پر میری زندگی میں کچھ ٹھیک نہیں ہے "

exponovels

"تم مجھے ٹھیک سے بتاؤ مسئلہ کیا ہے۔؟" عائشہ کی پریشانی پل پل بڑھ رہی تھی۔

"میں آ کر بتاتی ہوں مجھے ایک باریونی آ جانے دو" انابیہ نے کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔ عائشہ نے موبائل اپنی گود میں ہی رکھ لیا اس کا دماغ بری طرح سے منتشر ہو گیا تھا۔ پتہ نہیں انابیہ کو ایسا کیا مسئلہ تھا جو وہ ایسے بول رہی تھی۔ عائشہ نے اپنا سر دونوں ہاتھ سے دبایا اور دوبارہ سامنے دیکھا تو نایاب ویسے ہی اسے دیکھ رہی تھی۔ عائشہ کو اب اس کے یوں دیکھنے سے خوف آنے لگا تھا۔ اس نے اپنا رخ اس کی طرف سے موڑ لیا اور انابیہ کا انتظار کرنے لگی۔

جب انابیہ آئی تو عائشہ بے ساختہ اس کی طرف بڑھی تھی۔ وہ اس کے گلے لگی۔

"کیسی ہو تم، سب ٹھیک ہے نا۔؟" عائشہ نے اس سے جدا ہو کر پوچھا۔

"نہیں کچھ ٹھیک نہیں ہے" وہ عائشہ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگی تبھی نایاب ان کے قریب آئی انابیہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"مجھ سے تم سو میل کے فاصلے پہ رہو گھٹیا لڑکی" اس کے لہجے میں اتنی نفرت تھی کہ عائشہ انابیہ کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔ آج تک انابیہ کو اس نے اتنے غصے اور نفرت سے کسی سے بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ تو بہت نرم خوں لڑکی تھی ہر ایک سے محبت سے بات کرنے والی۔ نایاب کی آنکھیں بھیگ گئیں اس نے ملال بھری نظروں سے انابیہ کو دیکھا

"تم بہت غلط کر رہی ہو تم پچھتاؤ گی "

exponovels

"میں تم سے یا تمہارے بھائی سے ڈرتی نہیں تم دونوں بس ذہنی مریض ہو مجھے تمہاری شکل سے بھی نفرت ہو رہی ہے دفع ہو جاؤ یہاں سے "انابیہ نے کہہ کر عائشہ کا ہاتھ پکڑا اور خود ہی وہاں سے چلی گئی۔عائشہ نے پلٹ کر نایاب کو دیکھا وہ اپنی آنکھیں پونچھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں اب شعلے دکھائی دیتے تھے۔وہ پھر وہاں رکی نہیں۔عائشہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی اس نے انابیہ کو روکا وہ دونوں ڈیپارٹمنٹ سے باہر آ گئی تھیں۔

"کیا ہوا ہے انابیہ تم اس سے اسطرح کیوں بات کر رہی تھیں۔؟"عائشہ نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"تم میرے ساتھ کینٹین چلو میں وہاں بیٹھ کر تمہیں سب بتاتی ہوں" عائشہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں کینٹین میں آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔انابیہ کے چہرے پہ زبردست قسم کی پریشانی تھی۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ بات کہاں سے شروع کرے۔اس نے کچھ دیر پہلو بدلے گہرے گہرے سانس لیے اور پھر کہنا شروع کیا۔انابیہ جیسے جیسے اپنی بات میں آگے بڑھ رہی تھی عائشہ کی آنکھیں ابل کر باہر گرنے کو ہو رہی تھیں۔عائشہ کے لیے یہ سب نیا تھا انابیہ ایسے مسئلہ میں پھنسے گی اس نے سوچا نہیں تھا۔

&&&&&&&&&&&&&____________________________________

____________________________________&&&&&&&&&

شہر پہ بکھری کرنیں سنہری تھیں۔سڑک کے کنارے کھڑی کالی گاڑی دھوپ میں جل رہی تھی۔ڈرائیونگ سیٹ پہ دستگیر کالے پینٹ کوٹ میں کانوں میں ائیر فون لگائے بیٹھا سڑک کے پار بالکل سامنے بنے شاپنگ مال کو دیکھ رہا تھا۔تبھی اس کے پاس ایک دوسرا گارڈ آ کر بولا۔

exponovels

"سر میں نے ٹائر کی ہوا نکال دی ہے" دستگیر کے چہرے پہ ہلکی سی مسکان در آئی۔اس نے سر ہلا دیا تھا وہ ویسے ہی سامنے دیکھ رہا تھا۔گارڈ وہاں سے جا چکا تھا۔

کچھ دیر بعد شاپنگ مال سے جیا ہاتھوں میں بیگز اٹھائے باہر نکلی تو دستگیر نے گاڑی اسٹارٹ کر کے ریورس کر لی۔اس کی نظریں جیا پہ ہی تھیں وہ اپنی گاڑی کے پاس آ گئی تھی جہاں ڈرائیور پریشان سا کھڑا تھا۔وہ سر نہ میں ہلا ہلا کر کچھ کہہ رہا تھا اور جیا غصے سے لال ہوتے چہرے سے اسے جھڑک رہی تھی پھر اس نے بیگز ڈرائیور کو پکڑائے اور موبائل پہ کسی کا نمبر ملانے لگی اور یہی وقت تھا ہیرو کی انٹری کا۔دستگیر کی گاڑی زن کر کے جیا کے سامنے رکی۔شیشہ نیچے ہوا

"آپ یہاں سب ٹھیک ہے نا۔؟" وہ کہتا ہوا گاڑی کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔چہرے پہ فکر تھی پھر خود سے ہی اس نے گاڑی کے ٹائر کو دیکھا۔

"اوہ یہ کیسے ہوا۔؟" جیا جو کسی کا نمبر ملا رہی تھی دستگیر کے پاس آ کر گاڑی روکنے اور پھر ایک کے بعد ایک سوال پہ اسے دیکھنے لگی تھی۔وہ پہچان گئی تھی کہ یہ شہیر کا سب سے خاص گارڈ ہے شہیر کا رائٹ ہینڈ۔۔۔۔۔۔۔

"پتہ نہیں میں تو اندر تھی یہ بے وقوف یہاں کھڑا تھا اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ کب گاڑی کا ٹائر پینچر ہو گیا" جیا غصے سے ہوتے لال ناک سے کہہ رہی تھی۔دستگیر نے ایک نظر اس کو توجہ سے دیکھا۔وہ ہمیشہ جیسی خوبصورت دکھائی دے رہی یا شاید آج وہ بہت زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔وجود پہ سرخ ٹاپ اور ٹخنوں سے اونچی چست جینز۔۔۔بال اس کے کھلے کمر پہ بکھرے تھے۔چہرے پہ برہمی کے ساتھ ہلکا میک اپ تھا۔دستگیر کا دل نہیں تھا اس پہ سے نظر ہٹانے کا پر اس نے دل کو سمجھایا اور اس پہ سے نظر ہٹا لی۔

exponovels

"میں چھوڑ دوں آپ کو۔۔؟" جیا اس کی آفر پہ چونکی

"تمہارے باس تمہیں جاب سے نکل دیں گے" وہ تلخی سے بولی۔ دستگیر ہنس دیا

"نہیں باس میرے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے" جیا کی بھنویں آپس میں مل گئیں

"پر میں تو آپ کا ذاتی معاملہ نہیں ہوں" اس نے بات پہ زور دے کر کہا۔ دستگیر نارمل انداز سے اسے دیکھتا رہا ہلکی سی مسکان اس کے چہرے پہ تھی۔

"آپ میرا وہ ذاتی معاملہ ہیں جو میرے دل سے الجھا ہے یہ نہ سلجھا تو دل بند ہو جائے گا" وہ یہ کہنا چاہتا تھا پر پھر سر جھٹک کر بولا تو بس اتنا

"میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں اس سب میں بہت وقت لگ جائے گا" اس نے ٹائر کو دیکھتے ہوئے کہا تو جیا سوچنے پہ مجبور ہو گئی کہہ تو وہ ٹھیک رہا تھا گھر سے دوسری گاڑی آنے میں بھی وقت لگ جانا تھا اس لیے وہ دستگیر کی بات مان گئی۔ دستگیر نے آگے بڑھ کر فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا جب جیا وہاں بیٹھ گئی تو اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی چلا لی۔ دستگیر کی نظر سامنے سڑک پہ نہ تھی وہ چور نظروں سے اس مومی گڑیا کو دیکھ رہا تھا جسے وہ بس دیکھ سکتا تھا پر کبھی اپنا نہیں بنا سکتا تھا۔

یونی کی کینٹین میں عائشہ کو لگا جیسے ہر طرف خاموشی چھا گئی ہے۔ باہر آسمان پہ جلتا سورج بجھ گیا ہے۔ اسے اپنے کانوں میں سائیں سائیں ہوتی سنائی دے رہی تھی۔ وہ اس سب کو زیادہ نہیں جانتی تھی بس ٹی وی اور نیٹ پہ خبریں سنی

تھیں اس متعلق پر کبھی سوچا نہیں تھا کہ حقیقی زندگی میں بھی اس کے سامنے کبھی ایسا کوئی مسئلہ منہ کھولے کھڑا ہو گا۔ یہ کتنی بے عزتی والی بات ہے انابیہ کا پریشان ہونا بجا تھا۔ اگر نایاب نے اس کے گھر آ کر یہ سب کہہ دیا تو۔۔؟ عائشہ کو سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ اپنے سامنے روتی ہوئی انابیہ کو کیا کہہ کر تسلی دے پر تسلی تو دینی ہی تھی اور اس مسئلے کا حل بھی نکالنا تھا۔

"دیکھو تم رو ؤمت سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا تم اب اس سے دور رہنا" انابیہ نے آنکھیں پونچھتے ہوئے عائشہ کو دیکھا

"مجھے پتہ ہوتا کہ وہ ایسی لڑکی ہے تو میں اس سے کبھی بات ہی نہ کرتی وہ مجھے کہتی ہے کہ میں اس کے بھائی سے شادی کر لوں اگر میں نے ایسا نہ کیا تو اس کا بھائی مجھے اٹھوا لے گا" عائشہ کو اس بات پہ غصہ آیا

"ایسے کیسے اٹھوا لے گا منہ نہ توڑ دیں گے ہم اس کے بھائی اور تم اب یہ رونا بند کرو کچھ بھی نہیں ہو گا زیادہ تنگ کرے یہ نایاب تو تم نے مجھے بتانا ہے ہم اس کی پولیس میں کمپلین کریں گے" انابیہ کے دکھ میں کمی نہ آئی

"مسئلہ تو سارا یہ ہے نا کہ میں کسی کو بتاؤں بھی تو کیا بتاؤں" اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ عائشہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اس کے گرد باہیں پھیلائیں

"اچھا بس کرو کچھ بھی نہیں ہوتا تم نے نایاب کو اب مکمل نظر انداز کرنا اگر وہ یونی میں بھی تمہارے قریب آئے تو تم نے سیدھی اس کی کمپلین کرنی ہے اور اب چپ ہو جاؤ" عائشہ نے اس کے آنسو صاف کیے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا

"چلو بس گھر چلتے ہیں کھڑی ہو جاؤ" انابیہ ڈھلے اعصاب سے کھڑی ہو گئی۔

"تمہیں کوئی لینے آئے گا۔؟" عائشہ نے پوچھا انابیہ نے گیلی سانس اندر کھینچی چہرہ رومال سے صاف کیا

exponovels

"نہیں میں ٹیکسی سے چلی جاؤں گی" وہ دونوں اب کینٹین سے نکل رہی تھیں۔روش پہ چلتی ہوئیں وہ دونوں داخلی دروازہ عبور کر چکی تو عائشہ نے ابو کو کال کر کے بلالیا تھا اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا لیکچر لینے کا اب ان دونوں کا دل نہیں تھا۔انابیہ کا جواب سن کر عائشہ نے کہا

"میں چھوڑ دوں گی تمہیں ابو آنے والے ہیں" انابیہ نے سر نہ میں ہلایا

"نہیں میں ٹھیک ہوں عائشہ تم پریشان مت ہو دیکھو سامنے ہی ٹیکسی کھڑی ہے میں چلی جاؤں گی" عائشہ نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے

"پکی بات ہے نا تم ٹھیک ہو نا اب۔؟" انابیہ نے زبردستی سا مسکرا کر سر ہاں میں ہلا دیا پھر وہ ٹیکسی کی جانب بڑھ گئی۔ عائشہ کو بھی اس کے ابو لینے آ گئے تھے۔وہ دونوں جب وہاں سے چلی گئیں تو یونی کے گیٹ سے نایاب نکلی اس کے تاثر پتھریلے تھے اس نے عائشہ کی گاڑی کو نفرت سے دیکھا اور اپنا موبائل نکالا

"انابیہ نے سب کچھ اپنی دوست کو بتا دیا ہے بھائی یہ دونوں مجھے اب پوری یونی میں ذلیل کر دیں گی میں نہیں رہ سکتی اس کے بغیر" وہ پھر سے رونے لگی تھی دوسری جانب موجود شخص کچھ کہہ رہا تھا پر نایاب نہ میں سر ہلائے جا رہی تھی۔خ یونی اسے خوف سے دیکھ رہی تھی۔

&&&&&&&&&&____________________________________

____________________&&&&&&&&&&&&&&

عائشہ کا دماغ بالکل خالی ہو گیا تھا وہ گاڑی میں بیٹھی ہوئی بھی وہی سب سوچ رہی تھی جو انابیہ نے اسے کینٹین میں بتایا تھا۔اس کی نظریں باہر بھاگتے درختوں پہ تھیں پر دماغ میں انابیہ کی آواز بازگشت کر رہی تھی۔

)نایاب اور تنظیم دو بہن بھائی ہیں ان کے والدین کا بہت پہلے انتقال ہو گیا تھا۔یہ دونوں اپنے ماموں کے گھر رہتے تھے۔وہاں ممانیوں کا رویہ ان سے بہت برا تھا۔یہ دونوں بہت مشکل وقت کاٹ کر بڑے ہوئے ہیں۔ تنظیم نے چھوٹی عمر سے ہی کام کرنا شروع کر دیا تھا پر ہر مسئلہ محنت کی کمائی سے حل نہیں ہوتا اس لیے اس نے کام کے ساتھ ساتھ اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ مل کر چوریاں کرنا شروع کر دیں اس کی پہلی چوری اس کے اپنے ماموں کے گھر ہی تھی(

عائشہ کو ابو نے گھر کے دروازے پہ اتارا اور اس کا چہرہ دیکھ کر پوچھا "سب ٹھیک ہے۔؟" وہ غائب دماغ سے بس سر ہلا کر پلٹ گئی۔ابو نے اسے تعجب سے دیکھا پر انہیں دکان سے دیر ہو رہی تھی اس لیے وہ وہاں سے چلے گئے۔وہ بھی اندر داخل ہو گئی تھی

)اور اس چوری کا ماموں کو بہت جلد پتہ لگ گیا تھا انہوں نے تنظیم کو بہت مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا نایاب اس وقت پندرہ کی تھی۔وہ بہت روئی تھی۔ان دنوں اس کی ممانی کی ایک بہن ان کے گھر رہنے آئی ہوئی تھی۔وہ نایاب کے بہت قریب رہنے کی کوشش کرتی تھی۔نایاب کو کبھی کبھی اس سے الجھن ہوتی پر پھر آہستہ آہستہ اسے وہ اپنی ہمدرد لگنے لگی کیونکہ وہ واحد شخص تھا اس گھر میں جو اس سے محبت سے بات کرتا تھا۔نایاب تنظیم کے گھر سے نکال دیے جانے کے بعد بہت اکیلی ہو گئی تھی۔وہ اکیلی اسٹور میں سویا کرتی تھی پہلے وہاں اس کا بھائی تنظیم بھی ہوتا تھا پر

exponovels

اب وہ اندھیرے سے ڈرتی پوری رات جاگ کر گزارتی تھی۔ایک دن وہ رات میں اسٹور میں بیٹھی رو رہی تھی جب اسٹور کا دروازہ بجا وہ ڈر گئی پر پھر آواز پہچاننے پہ وہ کھڑی ہوئی اور دروازہ کھول دیا سامنے اس کی ممانی کی بہن کھڑی تھی جو اس سے عمر میں بڑی تھی۔اس کی محبت اور شفقت نایاب کا ہر دکھ دور کر دیا کرتی تھی۔نایاب اس کے گلے لگ گئی۔اس عورت نے بھی اپنی بانہیں اس کے گرد حائل کر لی تھیں پھر اس نے نایاب کا ماتھا چوما اور پلٹ کر اسٹور کا دروازہ بند کیا۔اسٹور میں نیم تاریکی سر اٹھا چکی تھی(

عائشہ ہواؤں میں چلتی اپنے کمرے میں آ گئی تھی اس نے آ کر دروازہ بند کیا اور گلے کا دوپٹہ نکال کر بیڈ پہ کتابوں اور پرس سمیت رکھ دیا اور خود بیڈ پہ بیٹھ گئی۔اس کے دماغ میں ابھی بھی نایاب کی کہانی جو انابیہ نے سنائی تھی گونج رہی تھی۔کمرے کی خاموشی،سفید جلتا بلب،اور کھڑکی سے جھانکتی دھوپ کی کرنیں توجہ سے سن رہی تھیں

)وہ عورت نایاب کے گال کو چوم کر کہہ رہی تھی "یہ لوگ بہت برے ہیں خاص کر تمہارے ماموں وہ تمہیں مارتے پیٹتے ہیں تم پہ ظلم کرتے ہیں وہ اپنے مرد ہونے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں مجھے وہ بالکل پسند نہیں ہیں بلکہ مجھے دنیا کا کوئی مرد پسند نہیں ہے مجھے ان سے ڈر محسوس ہوتا ہے" وہ عورت رکی نایاب کو دیکھا "کیا تمہیں بھی مردوں سے ڈر لگتا ہے۔؟" اس کے سوال پہ نایاب نے بغیر تامل سر اثبات میں ہلا دیا وہ عورت مسکرا دی اس نے نایاب کو اپنے سینے سے لگا لیا

"ہاں یہ مرد بہت برے ہوتے ہیں یہ ہماری حفاظت نہیں کر سکتے یہ ہمیں کبھی محبت اور تحافظ نہیں دیتے یہ بس ہمیں مارتے پیٹتے ہیں" اس نے نایاب کو خود سے جدا کر کے اپنے سامنے کیا

"جو محبت ایک عورت کو عورت سے مل سکتی ہے وہ یہ مرد کبھی نہیں دے سکتے" نایاب اس کی بات بہت توجہ سے سن رہی تھی "اور میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں میں تمہیں اپنے ساتھ ہمیشہ رکھوں گی تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو نا۔؟" نایاب کو وقت لگا جواب دینے میں۔ نیم تاریکی اس عورت کے چہرے پہ رقصاں تھی وہ مسکرا کر پوچھ رہی تھی نایاب نے ایک لمحے کو اپنی آنکھیں بند کیں اور وہ سب کچھ سوچا جو آج تک اس کے ساتھ ہوا تھا جو کچھ اس کے ماموں نے اس کے ساتھ کیا تھا وہ تکلیف اس کی آنکھوں کے سامنے آ گئی اور اس کی روح لرز گئی اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں

"ہاں میں بھی آپ سے محبت کرتی ہوں مجھے بھی ہمیشہ آپ ہی کے ساتھ رہنا ہے" اس عورت کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔ وہ اب نایاب کی گردن پہ اپنے ہونٹ رکھ رہی تھی۔ نایاب اس کے لمس سے پہلی بار آشنا نہیں ہو رہی تھی یہ لمس اب اس کے لیے پرانا ہو چکا تھا اور وہ اس لمس کی عادی بھی ہو چکی تھی۔)

عائشہ کے چہرے پہ پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے تھے وہ سب تصور کرنا ہی اس کے حواس شل کر رہا تھا اسے سوچ کر گھن آ رہی تھی

)نایاب اور اس عورت کی محبت تب تک چلی جب تک نایاب اپنے ماموں کے ساتھ رہی پھر ایک دن اس کی ممانی کی بہن وہاں سے چلی گئی نایاب بہت روئی وہ عورت بھی بہت روئی پر ان کے پاس رونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ نایاب کے لیے اس کا چلے جانا کسی صدمے سے کم نہیں تھا نایاب کے لیے اس کے بغیر رہنا بہت مشکل ہو گیا تھا تنظیم ایک دن واپس آیا اور نایاب کو لڑ جھگڑ کر اپنے ساتھ لے آیا۔ وہ ایک چھوٹے خستہ حال مکان میں رہتا تھا نشے کی

exponovels

عادت اور چوری کی لت اس کی رگوں میں بس گئی تھی پر وقت کے ساتھ ساتھ ان کے گھر کے حالات بہتر ہو گئے اور نایاب بھی بڑی ہو گئی۔اس کا بھائی اس سے بہت محبت کرتا تھا۔وہ نایاب پہ بہت توجہ دیتا تھا اس کے لیے نایاب کی بات بہت معتبر ہوتی تھی۔نایاب اس گھر میں آنے اور وقت گزر جانے کے بعد بھی اپنے اندر کا خالی پن نہ مٹا سکی اسے مردوں سے ابھی بھی اتنا ہی خوف آتا تھا وہ اس وقت کالج جاتی تھی وہاں اس کی دوست ایک دوسری لڑکی سے ہوئی جس کے قریب آنے میں نایاب نے بہت جلدی کی اور اسے کھو دیا۔اس دن اس نے پہلی بار اپنی نس کاٹی تھی۔ وہ اس لڑکی کے بغیر مر جانا چاہتی تھی وہ بچ تو گئی تھی پر تنظیم کے لیے یہ سب بہت عجیب تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کی بہن نے ایک لڑکی کے چھوڑ جانے پہ اتنا بڑا قدم کیوں اٹھایا۔بہت سوچنے کے بعد اس نے نایاب سے بات کرنے کا فیصلہ کیا اور تب تک نایاب بھی اچھی طرح سمجھ چکی تھی کہ وہ کیا ہے اور اسے کہاں سے محبت چاہیے(

کمرے میں بیڈ پہ بیٹھی عائشہ کو لگا جیسے اس کا دم گھٹ رہا ہے وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ گئی تھی

)نایاب اپنے بھائی کہ سامنے بیٹھی اسے بتا رہی تھی کہ وہ عام لڑکیوں سے بہت مختلف ہے اسے اپنی جیسی ہی لڑکیوں سے محبت ہوتی ہے وہ لڑکوں کو پسند نہیں کرتی وہ ایک لیزبن ہے اس کا بھائی اتنا پڑھا لکھا تو نہ تھا پر جو نایاب نے کہا جس میں نایاب خوش ہے وہ اسی میں خوش رہے گا اس نے نایاب کو اپنے سینے سے لگایا اور کہا "میں تمہارے ساتھ ہوں" نایاب کی ہم جنس پرستی کو یہاں سے ہوا ملی تھی پھر کالج میں وہ لڑکیوں سے دوستی کرتی انہیں اپنے گھر بلاتی اور انہیں وہی سب کرنے پہ مجبور کرتی جو وہ کرنا چاہتی تھی۔ کبھی انہیں محبت کی قسم دیتی تو کبھی ان پہ کیے جانے والے احسان کو وہ جتاتی کچھ لڑکیاں اس کے ساتھ خوش بھی رہتی تھیں۔انہیں نایاب کے دیے جانے والے مہنگے

exponovels

تحفے اور قربت وقتی طور پہ اچھی لگتی تھی پر یہ تعلق ایک حد تک ساتھ رہتے تھے یہ لڑکیاں بھی ایسی ہی فیملز سے تعلق رکھتی تھیں جہاں پہ مردوں کا ہولڈ حد سے زیادہ ہوتا تھا جہاں انہیں آزادی کم ملتی تھی(

وہ کھلی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔اس کے سانس گہرے تھے عائشہ اپنے ذہن سے وہ سب نہیں نکال پا رہی تھی۔

)نایاب جب یونی آنے لگی تو اس کی ملاقات انابیہ سے ہوئی اور انابیہ اسے دیکھتے ہی پسند آ گئی تھی۔وہ خود سے ہی انابیہ کے قریب قریب رہنے لگی انابیہ ان لوگوں میں سے تھی جو کسی کی توجہ کو نظرانداز کر کے انہیں دکھ نہیں دیتے وہ محبت کا جواب محبت سے دینے ولی لڑکی تھی نایاب نے انابیہ کا نمبر لے لیا وہ دن رات اسے میسجز کرتی اس سے یونی میں ملتی کبھی ان کے گھر آ جاتی وہ انابیہ کو بھی اپنے گھر آنے کا کہتی تھی پر وہ سہولت سے انکار کر دیتی نایاب اسے دوسری لڑکیوں کے ساتھ دیکھتی تو اس سے ناراض ہو جاتی وقت کے ساتھ ساتھ اس کا سب سے بڑا دشمن عائشہ بن گئی تھی جو انابیہ کے نایاب سے زیادہ قریب تھی اور جب نایاب نے انابیہ کو عائشہ سے دور رہنے کا کہا تو انابیہ چڑ گئی۔اس نے نایاب سے ہی بات کرنا بند کر دی جو نایاب سے برداشت نہ ہوا وہ اسے منانے کی غرض سے اس کے گھر آئی انابیہ مان بھی گئی اور تبھی موقع دیکھ کر نایاب نے اسے اپنے گھر آنے کی دعوت دے دی۔انابیہ نے منع بھی کیا پر نایاب کے بہت اصرار پہ اسے نایاب کی بات ماننی پڑی اور جس دن وہ نایاب کے گھر گئی اس دن اسے نایاب کی اصلیت معلوم ہوئی تھی کہ وہ ایک لیزبن ہے انابیہ نے یہ جاننے اور اس کی حرکتوں کی وجہ سے اس سے بات کرنا بند کر دی تھی نایاب نے اسے منانا چاہا پر جب انابیہ نہ مانی تو وہ دھمکیوں پہ اتر آئی کہ وہ اپنے بھائی کو کہہ کر اسے اٹھوا لے

گی اس کا بھائی انابیہ کے گھر آ کر سب بتا دے گا کہ انابیہ بھی ایک لیزبن ہے یہ سب سن کر انابیہ کے پیروں تلے زمین کھسک گئی وہ نایاب سے دور رہنا چاہتی پر اس کی دھمکیوں سے ڈرتی وہ کچھ کر بھی نہیں پا رہی تھی اور نایاب کا اصرار تھا کہ اگر وہ پاکستان میں رہی رہنا چاہتی ہے تو انابیہ اس کے بھائی سے شادی کر لے تا کہ پھر وہ آزادی سے ساتھ رہ سکیں یا انابیہ اپنا گھر چھوڑ کر اس کے ساتھ کسی دوسرے ملک چلے جہاں وہ دونوں شادی کر کے ساتھ رہ سکیں انابیہ کو اس کی بات سے ہی گھن آئی تھی وہ کیسے یہ سب کر سکتی ہے انابیہ نے اسے صاف انکار کر دیا کہ وہ اب نایاب کی کوئی بکواس نہیں سنے گی اور اس لیے اس نے عائشہ کو سب کچھ بتانے اور اس مسئلہ کا حل نکالنے کے بارے میں فیصلہ کیا تھا اور آج جب عائشہ کو سب کچھ پتہ چلا تو اس کا خود دماغ ماؤف ہو گیا(

عائشہ کو جب کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو کر بھی سکون نہ آیا تو وہ دوبارہ بیڈ پہ آ کر دراز ہو گئی۔اس نے سب کچھ دماغ سے نکال کر سونے کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب بھی ہو گئی۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&&

اس کی آنکھ جب کھلی تو اس وقت عصر گہری ہو رہی تھی اس کے پہلو میں رکھا اس کا موبائل بار بار بج رہا تھا۔اس نے خمار آلود نگاہوں سے موبائل کی اسکرین کو دیکھا جس پہ ایک غیر شناسا نمبر جگمگا رہا تھا جسے اس نے بے دلی سے اوکے کیا وہ جانتی تھی یہ شہیر ملک ہی ہو گا پر دوسری جانب سے آنے والی آواز بھرائی ہوئی تھی گلا پھٹا پھٹا سا لگ رہ تھا جیسے بہت چیخ چیخ کر رونے کے بعد بولتا ہے بالکل ویسا ہی۔عائشہ تیزی سے سیدھی ہوئی۔

"عائشہ میں انابیہ ہوں میں ٹھیک نہیں میں۔۔۔۔می۔۔۔میں نایاب کے گھر پہ ہوں اس کا بھائی مجھے یہاں زبردستی لے آیا ہے میں جب یونی سے نکلی تو آدھے راستے میں ہی اس نے ٹیکسی رکوالی تھی اور بندوق دکھا کر مجھے یہاں لے آیا مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے یہ کہہ رہے ہیں اگر میں نے ان کی بات نہ مانی تو یہ ذیشان کو مار دیں گے یہ مجھے زبردستی کسی دوسرے ملک بھیج رہے ہیں مجھ۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔مجھے بچالو عائشہ "

"انابیہ کیا کہہ رہی ہو تم۔؟"اسے جیسے اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا

"عائشہ پلیز سوال مت کرو مجھے آکر بچالو ورنہ یہ لوگ میرے ساتھ بہت برا کریں گے مجھے بچالو میں بہت مشکل سے چھپ کر نایاب کے نمبر سے تمہیں کال کر رہی ہوں پلیز آجاؤ اور دیکھو کسی کو مت بتانا ورنہ میری بہت بدنامی ہو گی"عائشہ بیڈ سے کھڑی ہو گئی دوسری جانب انابیہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور ابھی عائشہ کچھ کہتی کہ کال کٹ گئی۔

"ان۔۔۔اناب۔۔۔انابیہ۔۔۔؟"عائشہ نے دوبارہ اسی نمبر پہ کال کی پر اب فون بند تھا اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے۔کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے پرس اور اپنا موبائل اٹھایا اور کمرے سے نکل گئی۔

جب وہ لاؤنج عبور کر رہی تھی تو اس نے اپنی امی کو بس اتنا کہا کہ وہ انابیہ کی طرف جا رہی ہے اس نے یہ نہ بتایا کہ وہ کس مقصد کے لیے جا رہی ہے۔امی پیچھے سے کچھ بولی تھیں پر اس نے ان سنی کی اور گھر سے نکل گئی۔

&&&&&&&&&&&&&&

&&

exponovels

وہ جب گھر سے نکل کر سڑک پہ آکر ٹیکسی میں بیٹھی تو سڑک کے پار کھڑا گارڈ جو ہر وقت عائشہ کی خبر دستگیر اور شہیر کو دیتا تھا اس نے فون نکال کر دستگیر کو کال کی

"سر وہ میڈم ابھی گھر سے نکل کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر گئی ہیں وہ چہرے سے بہت پریشان لگ رہی تھیں" دوسری جانب شہیر کے کیبن کے باہر کھڑے دستگیر کی بھنویں سکڑیں

"ان کے گھر میں تو سب ٹھیک ہے نا۔؟"

"جی سر گھر میں تو سب ٹھیک ہے پر وہ پریشان لگ رہی تھیں" دستگیر نے اسے فوراً کہا

"تم ان کے پیچھے جاؤ میں باس کو خبر دیتا ہوں پھر دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے" گارڈ نے سر ہلا کر فون بند کیا اور دوسری ٹیکسی میں بیٹھ کر اس نے عائشہ کا پیچھا شروع کر دیا تھا۔

شہیر اپنے کیبن میں بیٹھا کچھ فائلز کو میز پہ پھیلائے انہیں دیکھ رہا تھا۔ تبھی دستک پہ سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو دستگیر اندر داخل ہوا۔ شہیر کی نظریں سوالیہ تھیں

"معذرت باس آپ کو تنگ کیا پر وہ ریاض کی کال آئی تھی وہ کہہ رہا تھا میڈم صاحبہ پریشانی سے ٹیکسی میں بیٹھ کر کہیں جا رہی تھیں میں نے اسے ان کے پیچھے بھیجا ہے اگر آپ کہیں تو میں بھی جا کر دیکھوں کہ معاملہ کیا ہے۔؟"

شہیر کی آنکھوں کی پتلیاں سکڑ گئیں اس نے فائلز جمع کر کے ایک طرف رکھیں اور کہنیوں تک مڑی سفید شرٹ کی آستینوں کے کف کھول کر انہیں درست کرتا ہوا کھڑا ہو کر بولا۔

exponovels

"مجھے اس لڑکی سے کچھ اچھے کی امید نہیں بے وقوف سی ہے تم ریاض کو کہو اس پہ نظر رکھے اگر مسئلہ زیادہ ہوا تو میں خود اس مسئلے کو دیکھوں گا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں وہ کون سی پریشانی ہے جس نے میری عائش کو پریشان کیا ہے"

دستگیر نے سر ہلایا اور موبائل نکال کر کیبن سے نکل گیا۔ شہیر آستینیں سیدھی کر کے دوبارہ پاور چئیر پہ بیٹھ گیا تھا۔ اس کا دماغ عائشہ کے ساتھ جڑ گیا تھا اب اس سے کام نہیں ہونا تھا۔

وہ جب ٹیکسی سے اتری اس وقت رات قطرہ قطرہ شہر پہ گرنے لگی تھی۔ اس کے چہرے پہ اضطراب تھا، پریشانی تھی۔ اس نے موبائل نکال کر دوبارہ اسی نمبر پہ کال کی پر نمبر بند تھا۔ اسے نایاب کے گھر کا ایک بار انابیہ نے ہی باتوں باتوں میں بتایا تھا اور اسے راستہ یاد ہو گیا تھا وہ اندازے سے اب چلنے لگی تھی۔ یہ ایک سنسان علاقہ تھا۔ جہاں بڑے بڑے بنگلے نما مکان خاموش دکھائی دیتے تھے۔ ہر طرف مغرب کی تیرگی موجود تھی۔ وہ اطراف میں دیکھتی چل رہی تھی۔ کچھ قدم اٹھانے کے بعد وہ سفید بنگلے کے سامنے رک گئی۔ جس کا گیٹ کھلا تھا۔ اسے نجانے کیوں ڈر اسا لگا اندر جاتے ہوئے، اس نے سوچا کہ وہ پولیس کو کال کرے پر پھر انابیہ کی بات یاد آنے پہ اس نے یہ خیال دل سے نکالا اور اندر کی جانب قدم بڑھا دیا۔

وہ بنگلہ بھی باقی بنگلوں کی طرح خاموش اور ویران تھا۔ عائشہ کے وجود میں لرزش ہونے لگی تھی۔ اس نے اپنے کاندھے سے ڈھلتے دوپٹے کو ٹھیک کیا اور بنگلے کے داخلی دروازے کے سامنے رک گئی۔ وہ بھی کھلا ہوا تھا جیسے اسی کا منتظر ہو۔ عائشہ کا دل خوف میں مبتلا تھا پر دوستی ہم سے کیا نہیں کروالیتی یہ ہمیں ایک انجان شخص کے لیے جھکنا

For more visit (exponovels.com)

سکھاتی ہے یہ ہماری اس شخص کے سامنے انا تک ختم کر دیتی ہے محبت سے زیادہ انمول رشتہ دوستی ہوتا ہے اور دوستی بھی وہی کامیاب ہوتی ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کو سمجھیں اور معاف کرنے کا ظرف رکھتے ہوں۔

عائشہ کی دوستی بھی انابیہ کے لیے کچھ ایسی ہی تھی۔ تبھی وہ اپنی پرواکیے بغیر اس کی مدد کو آ گئی تھی۔

)وہ گارڈ انہیں بنگلوں کے درمیان آکر ٹیکسی سے اترا اس کے چہرے پہ یہاں اترتے ہی ناپسندیدگی پھیل گئی تھی وہ اس علاقے میں رہنے والے لوگوں کو اچھے سے جانتا تھا اس نے موبائل نکالا(

عائشہ نے گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کیا اور اندر داخل ہو گئی۔ ویران پڑے لاؤنج سے یوں لگتا تھا جیسے اس بنگلے میں کوئی بھی موجود نہیں۔۔۔۔اس نے ادھر سے ادھر دیکھا پر نگاہ خالی لوٹی۔اس نے ابھی آواز دینے کے لے لب کھولے ہی تھے کہ عقب سے چرچراہٹ کی آواز پہ وہ چونک کر پلٹی اور اس کے چہرے کے رنگ اڑ گئے۔

اس کے سامنے ایک لمبے قد والا شخص کھڑا تھا جس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی اس کی مسکان سے ہی کمینگی دکھائی دیتی تھی اس کی نظروں سے بے حیائی صفائی جھلکتی تھی۔نیلے رنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس شخص کے گھنگریالے بال کاندھوں سے بھی کچھ نیچے تھے۔ گریبان کے سارے بٹن کھلے تھے جہاں سے اس کی بہت ساری زنجیریں دکھائی دیتی تھیں۔اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں ملا کر انہیں چٹخایا۔

"ویلکم" وہ عائشہ کی جانب قدم اٹھنے لگا تھا۔عائشہ بے ساختہ پیچھے ہوئی۔

"وہیں رک جاؤ" عائشہ نے اپنی حالت پہ قابو پاتے ہوئے غصے سے انگلی اٹھا کر کہا۔ تنظیم وہیں رک گیا۔

"لیں میڈم اور کوئی حکم۔؟" اس نے سینے پہ ہاتھ باندھ کر دانت نکال کر پوچھا۔عائشہ نے اسے تنفر سے دیکھا

"انابیہ کہاں ہے۔؟"اس کے سوال پہ تنظیم حیران ہوا۔

"کیا وہ ادھر ہے۔؟"اس نے یہ سوال سر اٹھا کر نظریں اوپر لاؤنج کے چاروں طرف گولائی میں بنی بالکونی کو دیکھ کر کیا تھا۔عائشہ کی آنکھیں چھوٹی ہوئیں وہ الجھی تھی اس نے گردن ترچھی کر کے تنظیم کی نظروں کی سمت میں دیکھا تو اسے بالکونی میں فاتحانہ مسکراہٹ چہرے پہ لیے کھڑی نایاب نظر آئی جو اسے اپنی جانب دیکھتے ہی بولی۔

"ارے عائشہ تم یہاں۔؟"اس نے اچنبھے سے پوچھا"تمہیں کس نے کہا انابیہ یہاں ہے۔؟"اور اس سوال پہ عائشہ کو غش آیا۔

)گارڈ فون پہ دستگیر کو جگہ کا بتا رہا تھا دستگیر کو تعجب ہوا"وہ ادھر کیا کرنے گئی ہیں۔؟"اس نے ریاض سے حیرت سے پوچھا ریاض نے شانے اچکائے"پتہ نہیں سر پر وہ تنظیم کے گھر میں داخل ہوئی ہیں"اس بات پہ دستگیر کی آنکھیں پھیل گئیں"تنظیم کے۔؟"اس کے لہجے میں بے یقینی تھی(

عائشہ نے تھوک نگلا ضرور وہ دونوں بہن بھائی اسے بھٹکا رہے ہیں۔عائشہ نے دل میں سوچا تھا۔

"میرے ساتھ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے جلدی بتاؤ انابیہ کہاں ہے ورنہ اچھا نہیں ہوگا"وہ اشتعال سے بولی تھی اس کے عقب میں کھڑا تنظیم اس کی بات پہ کھلکھلا کے ہنسا عائشہ اس کی طرف مڑی نایاب بھی ایک ادا سے چلتی ہوئی اب زینے اترنے لگی تھی۔

"اور تم کیا کر لوگی اگر ہم نے انابیہ کا نا بتایا تو۔؟"وہ محظوظ نظروں سے دیکھتا ہوا پوچھ رہا تھا۔عائشہ کا پل پل دل ڈوبنے لگا تھا وہ بار بار بند دروازے کو بھی دیکھ رہی تھی۔اس نے اپنا موبائل مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔

exponovels

"میں۔۔۔"اس کی بات نایاب نے مکمل ہونے ہی نہ دی وہ فوراً اس کے سامنے آکر بولی۔

"ویسے تم ہماری چھوڑو یہ سوچو کہ تم جو اکیلی یہاں آگئی ہو کیا اب تمہارے ساتھ کچھ اچھا ہو گا۔؟"نایاب اس کے سامنے شانت چہرے سے سینے پہ بازو لپیٹے کھڑی تھی۔

"تم میرے منہ مت لگو مجھے انابیہ کا بتاؤ"عائشہ چلائی۔نایاب نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔

"چیخو تو مت بتا دیتی ہوں" تنظیم بھی اس کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا تھا۔

"وہ اپنے گھر ہے وہ یہاں نہیں ہے"عائشہ کی بھنویں خود ہی اوپر اٹھ گئیں چہرے پہ طنزیہ مسکان تھی

"اور تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میں تمہاری اس بکواس پہ یقین کر لوں گی۔؟"نایاب اور تنظیم ہنسے

"تم ٹھیک کہہ رہی تھیں اسے رام کرنا آسان نہیں ہے۔بہت تیز بنتی ہے یہ اپنے آپ میں" تنظیم نے نایاب کے کاندھے پہ دوستانہ ہاتھ رکھ کر کہا نایاب نے اسے دیکھ کر سر ہلایا پھر عائشہ کی طرف چہرہ کیا

"پر تمہیں یہ دیکھ کر ضرور یقین آجائے گا کہ میں سچ کہہ رہی ہوں"اس نے اپنے بھائی کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔تنظیم نے فوراً اس کے ہاتھ پہ موبائل رکھ دیا۔موبائل کی اسکرین پہ چند انگلیاں چلانے کے بعد نایاب نے موبائل عائشہ کے سامنے کیا۔

"یہ دیکھ کر تمہیں ضرور چکر آنے لگیں گے"اور وہ سچ کہہ رہی تھی جب عائشہ نے اسکرین کو دیکھا تو دہل گئی۔وہاں نایاب ہی موجود تھی جو آواز کو بدل کر بات کر رہی تھی۔اس کے چہرے پہ اداکاری تھی۔عائشہ کا سر گول گول گھومنے لگا

exponovels

"یہ میں نے تمہارے لیے بنالی تھی مجھے پتہ تھا تمہیں ہماری بات پہ یقین نہیں آئے گا"اس نے رک کر اپنی بات میں توقف دیا پھر چہرے پہ مصنوعی پریشانی لا کر بولی "چکر تو نہیں آ رہے عائشہ۔؟"نایاب نے موبائل سامنے سے ہٹایا اور ہنس دی۔

"بھائی اس کے تو رنگ ہی اڑ گئے "وہ مذاق اڑنے والے انداز میں گویا ہوئی تھی۔عائشہ کے گلے میں کانٹے اگ آئے تھے۔اس نے قریب پڑے صوفے کو سہارے کی غرض سے تھاما۔وہ دونوں بہن بھائی اس کی حالت پہ ہنس رہے تھے۔ان کے قہقہوں کے ساتھ ایک اور آواز بھی تھی جواب عائشہ کے ذہن میں گردش کر رہی تھی اور وہ آواز تھی وہ فون کال والی لڑکی کی آواز۔

"ہم نے تمہیں موت دکھا کر بخار پہ راضی کیا ہے تم اب پھنس گئی ہو تمہیں ہوش سے کام لینا چاہے تھا"نایاب کی بات وہ سن رہی تھی پر اس کی آنکھوں کے سامنے ہر چیز گھوم گئی تھی۔اس کی گرفت اپنے موبائل پہ اتنی ہی مضبوط تھی۔اس نے اپنے موبائل کو سامنے کیا۔

)دستگیر نے ریاض کو مزید کہا"تم وہیں رکو اور کوئی مسئلہ نہ ہونے پائے میں باس کو خبر دیتا ہوں" وہ عجلت میں کال کاٹ کر شہیر کے پاس پہنچا تھا جو اپنے پالتو کتے کے ساتھ لاؤنج میں موجود تھا۔" باس۔؟"اس نے شہیر کے سامنے آ کر اسے پکارا تو شہیر نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا" باس وہ میڈم اس وقت تنظیم کے بنگلے میں ہیں۔ تنظیم اچھا آدمی نہیں ہے ایک نمبر کا کمینہ انسان ہے"اس کی بات پہ شہیر کی بھنویں سکڑ گئیں دستگیر ابھی بھی بول رہا تھا۔" باس مجھے یقین ہے کہ مسئلہ زیادہ ہے آپ کہیں تو میں چلا جاؤں۔؟"شہیر اس وقت جینز اور سفید سلیولیس شرٹ میں ملبوس

exponovels

تھا شرٹ کا گلا گہرا تھا جس سے اس کے گلے کی زنجیر صاف دکھائی دیتی تھی۔ بال ماتھے پہ بکھرے تھے نیلی آنکھیں سپاٹ تھیں اور ہلکی داڑھی مونچھوں والے چہرے پہ ہلکی سی برہمی تھی "میں بھی چلتا ہوں تم گاڑی نکالو میں عائش اور اس تنظیم سے خود ملوں گا" دستگیر نے سر ہلایا اور باہر نکل گیا۔ شہیر نے اپنا موبائل اٹھایا اور داخلی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ میکسی پیچھے اکیلا بیٹھا رہ گیا تھا۔)

عائشہ نے موبائل کو سامنے کرتے ہی تیزی سے دماغ چلایا کہ وہ اب کسے کال کرے۔ وہ ابھی کچھ سوچتی یا کرتی نایاب نے آگے بڑھ کر اس کے موبائل کو چھیننا شروع کر دیا۔ عائشہ کی گرفت موبائل پہ مضبوط تھی اس لیے وہ چھین نہ سکی تو تنظیم نے آگے بڑھ کر عائشہ کا ہاتھ پکڑا اور بے دردی سے اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر زمین پہ دے مارا۔

"اب تمہیں اس کی ضرورت نہیں رہے گی" اس نے عائشہ کی کلائی پکڑ کر اسکی کمر کے پیچھے کی عائشہ کے لبوں سے بے ساختہ سسکاری نکلی تھی۔ نایاب اسے دیکھ کر بولی

"کیونکہ ہم تمہیں اس زندگی سے آزاد کر رہے ہیں" اس نے آگے بڑھ کر عائشہ کا منہ دبوچا "تم آؤ گی میرے اور انابیہ کے بیچ میں تم۔؟" وہ پاگلوں کی طرح اس کا منہ دبوچ کر بول رہی تھی عائشہ کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔

"تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ تم نایاب کو روک لو گی۔؟ تم میں اتنی ہمت ہے۔؟" اس نے عائشہ کا منہ ایک جھٹکے سے چھوڑا "بلکہ تمہاری اتنی اوقات ہے۔؟" عائشہ اپنا ہاتھ تنظیم سے چھڑوانا چاہتی تھی ہر اس کی ساری کوششیں ناکام ہو رہی تھیں۔

"میر۔۔۔۔ میرا ہاتھ چھوڑو" وہ چلائی تھی اس کا گلا رندھ گیا تھا

exponovels

" تنظیم نے تابعداری سے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"اب بتاؤ کیا کرو گی۔؟" وہ ہاتھ چھوڑ کر سامنے آگیا۔عائشہ کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے اور اس کے اوسان تب خطا ہوئے جب تنظیم نے پسٹل نکالا۔

"میری بہن نے آج تک جو بھی چاہا ہے اسے ملا ہے اور کوئی اس کی خوشی کے درمیان آئے مجھے پسند نہیں میں اس رکاٹ کو ختم کر دیتا ہوں" اس نے پسٹل نکال کر عائشہ پہ تانا "کلمہ پڑھ لو" ٹریگر پہ انگلی رکھ کر وہ بولا تھا۔عائشہ نے آنکھیں میچ لیں اس کی زبان تک ہلنا بند ہو گئی تھی۔وہ پوری کی پوری کانپ رہی تھی۔ٹانگوں میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ بھاگ ہی جائے۔نایاب اسے نفرت سے دیکھ رہی تھی۔ تنظیم ابھی ٹریگر دباتا ہی کہ دروازہ دھڑام سے کھلا وہ بوکھلا کر پلٹا۔دروازہ کھلتے ہی تیز سفید روشنی اندر داخل ہوئی تھی جو شاید گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی تھی۔ دروازے اتنے برے طریقے سے کھلا تھا کہ وہ دیواروں سے ٹکرائے اور گرد اڑنے لگی جو سفید روشنی میں دھوئیں کے مرغولوں جیسی لگتی تھی۔

عائشہ نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور سامنے دیکھا سامنے کھلے دروازے سے پہلے دو گارڈز اندر داخل ہوئے جن کے ہاتھوں میں بڑی بڑی بندقیں تھیں پھر دستگیر ہاتھ میں پسٹل تھامے اندر آیا تھا۔وہ آکر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ عائشہ کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا اور اسے جھٹکا تب لگا جب اس دھوئیں اور سفید روشنی میں ایک اور سایہ بنا پھر ایک شخص توقیر و بے نیازی سے چلتا اندر داخل ہوا۔اس کے ہاتھ جینز کی پینٹ کی جیبوں میں تھے وہ بڑے سکون سے چلتا اندر لاؤنج میں داخل ہو گیا تھا۔اس کے چہرے سے جس دھول۔کا بادل چھٹا تو شہیر نے ایک مسکراتی نظر عائشہ پہ

exponovels

ڈال کر پلک جھپکی جیسے کہتا ہو "پریشان مت ہو میں آگیا ہوں" پھر اس کی آنکھوں کے تاثر بدلنے لگے۔اس نے سخت برہم نظروں سے اڑے ہوئے رنگوں والے چہرے کے ساتھ ہاتھ میں پسٹل لیے کھڑے تنظیم اور قریب کھڑی نایاب کو دیکھا۔

"تمھیں پتہ ہے مجھے بھی نہیں پسند کہ کوئی میری عائش کو پریشان کرے میں بھی اسے ختم کر دیتا ہوں اب دم ہے تو اسے ہاتھ بھی لگا کر دکھاؤ پھر تم بھی دیکھنا تم کچھ دیکھنے لائق نہیں بچو گے "وہ قدم قدم چلتا بالکل تنظیم کے مقابل آگیا تھا۔ تنظیم نے ایک نظر اپنے چاروں طرف دیکھا نایاب اس کے قریب ہوئی "بھائی "وہ اب ڈر گئی تھی۔ تنظیم پھر بغیر تامل پلٹا اور کہنی سے پکڑ کر عائشہ کو اپنی طرف کھینچ کر اس کے ماتھے پہ پسٹل رکھا۔

"میں اسے جان سے مار دوں گا اگر تم نے مجھے یا میری بہن کو ہاتھ بھی لگایا تو" عائشہ کی جان نکل گئی۔اس نے پھٹی ہوئی آنکھوں سے ماتھے پہ رکھے پسٹل کو دیکھا پر شہیر کے لب بھینچ گئے تھے اس کے چہرے پہ ناپسندیدگی پھیل گئی۔

"پرانے ڈائیلاگز "اس نے سر نہ میں ہلایا" مجھے پسند نہیں ہیں یہ پرانی فلموں کے گھسے پیٹے جملے کچھ نیا یا بولو "وہ بے زار سا لگنے لگا تھا عائشہ نے اسے بے یقینی سے دیکھا مطلب اس کی جان پہ بنی ہوئی ہے اور شہیر ملک کو کچھ نیا سننا ہے۔۔۔۔"یااللہ یہ مجھے یہاں بچنے آیا ہے یا نئے طریقے سے مروانے "عائشہ نے غم و غصے سے سوچا۔ تنظیم کے ہاتھ شہیر کے شانت لہجے سے کانپنے لگے تھے رعب سا رعب تھا جو ہر طرف پھیلنے لگا تھا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں میں اسے مار دوں گا" شہیر نے گردن ترچھی کر کے دستگیر کو دیکھا۔

exponovels

"تم اس کی بہن کو مار دو" دستگیر بجلی کی طرح آگے بڑھا اور نایاب کے سر پہ پسٹل رکھ دیا۔ تنظیم کی جان نکل گی۔ اس نے بے ساختہ عائشہ کو چھوڑا۔

"نایاب" وہ چلایا تھا۔ نایاب رونے لگی تھی پر شہیر ملک کو دونوں سے ہی کوئی مطلب نہیں تھا اس کا مطلب اور نظریں عائشہ پہ تھیں۔ وہ قدم قدم چلتا اس کے سامنے آیا۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور عائشہ کا گال چھوا۔

"عائش۔۔۔۔۔!" اس کا یہ سرگوشی بھرا انداز اور اس کی ہتھلی کی تپش۔۔۔۔۔ عائشہ نے ایک لمحے کو آنکھیں موند لیں۔ وہ نرمی سے اس کے گال پہ موجود نمی کو صاف کر رہا تھا۔ جب اس نے نمی صاف کر کے اپنا ہاتھ ہٹایا تو عائشہ نے آنکھیں کھول کر ان نیلی آنکھوں والے بے نیاز شخص کو دیکھا۔ جواب ناراض نظروں سے عائشہ کو دیکھ رہا تھا۔

"تم نے کہا تھا تم سوپر مین نہیں ہو پھر یہاں اکیلی کیوں آ گئیں گندی تمہاری خبر میں بعد میں لوں گا پہلے میں اس کی طبیعت صاف کر لوں" وہ ایڑھی کے بل گھوما اور اشارے سے ایک گارڈ کو عائشہ کی طرف بھیجا۔

"میڈم کو گاڑی میں بٹھاؤ" وہ کہہ کر تنظیم کی طرف بڑھ گیا تھا اور عائشہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ وہ غائب دماغ سے گارڈ کے ساتھ چلنے لگی تھی۔ ایک مشکل وہ تھی جب تنظیم نے اس کے ماتھے پہ پسٹل رکھا ہوا تھا اور ایک تلوار اب شہیر نے اس کی گردن پہ رکھ دی تھی۔ وہ اس شخص کا غصے بھرا چہرہ اور نظریں بھولی نہیں تھی۔ جو اس نے عائشہ کے ہاتھ میں بندوق دے کر کیا تھا۔ عائشہ کے وجود کی لرزش ویسی ہی تھی۔ وہ سنبھل کر بھی نہ سنبھلی تھی۔

exponovels

پیچھے شہیر نے تنظیم کے ہاتھ سے پسٹل لیا اور کھینچ کر اس کے ماتھے پہ دے مارا تنظیم کی چیخ اور نایاب کے رونے کے ساتھ ایک اور آواز تھی جس نے عائشہ کے قدموں کو ایک پل کے لیے زنجیر کیا تھا اور وہ آواز تھی شہیر ملک کی جو اشتعال سے کہہ رہا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری عائش کو ہاتھ لگانے کی۔ تم نے سوچ بھی کیسے لیا اسے پریشان کرنے اور مار دینے کا۔ میں شہیر ملک جب تک اس کے ساتھ ہوں اسے کوئی ہاتھ بھی لگائے گا تو میں اس کی جان لے لوں گا وہ میری عائش ہے شہیر ملک کا جنون عائش" وہ شیر کی طرح بپھر کا بول رہا تھا اس نے اپنی بات مکمل کر کے ایک اور ضرب تنظیم کے ماتھے پہ پوری قوت سے لگائی تھی اور تبھی ایک ضرب عائشہ کے دل پہ بھی لگی تھی۔ محبت کی ضرب۔۔۔۔ اور یہ وہ ضرب تھی جو ان دونوں کو تقسیم نہیں ہونا مشکل کر دے گی۔ عائشہ کے مشکل دن اب شروع ہوں گے اسے اب شہیر ملک کی دیوانگی کا علم ہو گا وہ اب جانے گی کہ شہیر ملک کیا کیا کر سکتا ہے وہ ایک محبت پانے کے لیے کتنے چیزوں کو برباد کرے گا عائشہ اب جانے گی۔۔۔۔۔ اب یہاں سے کہانی کا رخ بدلے گیا ہے۔۔۔

وہ گارڈ کی ہمراہی میں چلتی باہر آئی۔ داخلی دروازے کے بالکل سامنے ہی گاڑی کھڑی تھی جس کی سیفد روشنی اندر جا رہی تھی۔ گارڈ نے بڑھ کر احترام سے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ عائشہ ہچکچاتی ہوئی پچھلی سیٹ پہ بیٹھ گئی۔ گود میں دونوں ہاتھ رکھ کر اس نے بے چین نظروں سے شیشوں کے باہر داخلی دروازے کو دیکھا گاڑی کے دروازے اور شیشے بند ہونے کی وجہ اب باہر کی کوئی آواز اس تک نہیں آ رہی تھی۔ جتنے غصے بھرے لہجے میں اس نے شہیر کو بولتے سنا تھا اسے نجانے کیوں لگ رہا تھا کہ آج شہیر تنظیم کو مار دے گا۔

کچھ دیر اضطرابی چشم باہر ٹکانے کے بعد اس نے شیشے پہ انگلیاں بجائیں۔ گارڈ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ عائشہ نے شیشہ نیچا کیا۔

"وہ ابھی تک آئے کیوں نہیں۔؟"اس کے لہجے میں وحشت تھی۔ گارڈ نے شانے اچکائے۔ جیسے اسے کچھ معلوم ہی نہ ہو۔ ہاں یہ الگ بات تھی کہ وہ عائشہ کو اندر کا منظر بتانا نہیں چاہتا تھا۔ عائشہ نے گارڈ سے نظریں ہٹا کر دوبارہ کھلے دروازے کو دیکھا پھر وہ گاڑی سے نکلنے لگی۔ گارڈ بوکھلا گیا۔

"میڈم آپ کہاں جارہی ہیں۔؟"عائشہ کو دروازہ کھول کر باہر اترتے دیکھ وہ پریشانی سے بولا۔

"میں اندر جارہی ہوں"گارڈ کو سمجھ نہ آیا کہ وہ اسے کیسے روکے۔ وہ ابھی باہر نکل کر آگے بڑھتی عائشہ کو کچھ کہتا تھا کہ آواز پہ وہ دونوں ہی کانپ گئے۔

"کہاں جارہی ہو۔؟"وہ سپاٹ لہجے سے بولا تھا بنگلے کے دروازے کے آگے دو زینوں کے بعد بنے چبوترے پہ وہ کہوِ گراں کی طرح کھڑا تھا۔ اس کی سفید شرٹ پہ خون کے قطرے تھے۔ عائشہ کی نظریں وہیں رک گئیں۔ ان میں وحشت در آئی۔ شہیر نے بے تاثر چہرے سے اسے کچھ دیر دیکھا پھر اس کی طرف بڑھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو۔؟" بالکل مقابل آکر پوچھا۔ عائشہ زبان ہلانا بھول گئی وہ بس شرٹ پہ لگے سرخ قطروں کو دیکھ رہی تھی۔ شہیر نے بھی اپنی شرٹ کو نظریں جھکا کر دیکھا پھر عائشہ کی طرف چہرہ کیا

"گاڑی میں جا کر بیٹھو"اس نے عائشہ کو حکم دیا۔ عائشہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔

exponovels

"تمہیں کہہ رہا ہوں" وہ برہمی سے بولا۔ ابھی جو اندر محبت جتا رہا تھا وہ ساری محبت اب غصہ بن کر اندھیری رات سنگ شہیر کے لہجے میں در آئی تھی۔ عائشہ نے دھیرے سے نظریں اٹھائیں

"آپ نے اسے مار دیا۔؟" وہ آنکھوں میں پانی اور بے یقینی لیے رندھی آواز سے بولی۔ شہیر نے بھنویں سکوڑ کر اسے دیکھا اس کے لب بھینچ گئے تھے۔ اس نے ناک سے مکھی کو اڑا کر کہا

"شہیر ملک کو کوئی شوق نہیں ہے گندے خون سے ہاتھ رنگنے کا" عائشہ کو اس کی بات پہ یقین نہ آیا۔ وہ اسے ویسے ہی وحشت بھری نم نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ شہیر کو اب اس کے یوں دیکھنے سے کوفت ہو رہی تھی۔ اس نے اسے بازو سے پکڑا۔

"چلو گاڑی میں بیٹھو بے وقوف لڑکی" وہ اسے زبردستی کھینچ کر گاڑی تک لایا تھا۔ عائشہ نے اسے ملال بھری نظروں سے دیکھا۔ شہیر نے آنکھوں سے اشارہ کیا کہ گاڑی میں بیٹھو تو وہ خاموشی سے آنسو پونچھتی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

شہر بھی دوسری جانب سے آکر فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گیا تھا گارڈ نے آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی چلالی۔ دستگیر اور ریاض ابھی اندر ہی تھے "وہ ان کی لاشوں کو ٹھکانے لگا رہے ہوں گے" عائشہ نے کرب سے آنکھیں میچ کر سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر اس کے کان کی لو سے لپٹ کر سیٹ پہ گرتے چلے گئے۔ یوں لگتا تھا جیسے مالا سے موتی ایک ایک کرتا گر رہا ہو۔ شہیر نے گردن ترچھی کر کے اسے دیکھا اور اسے روتا دیکھ کر اس کا ناک پھول گیا۔

exponovels

"تمہیں میری بات پہ یقین کیوں نہیں آتا۔؟" وہ بولا تو اس کے لہجے میں ناراضی تھی۔ عائشہ نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ وہ بس اسے دیکھتی رہی۔ ویسے ہی ملول سے۔ شہیر کا اب دماغ گھومنے لگا تھا۔ اس نے موبائل نکالا اور کان سے لگایا

"انہیں کہو فون پہ کہیں کہ ہم ٹھیک ہیں اور زندہ ہیں" اس نے اتنا کہہ کر فون کا اسپیکر آن کر کے عائشہ کی طرف کیا۔ نایاب اور تنظیم روتے ہوئے بول رہے تھے کہ "ہم ٹھیک ہیں اور زندہ ہیں" شہیر نے کال کاٹی اور عائشہ کو دیکھا۔

"یقین آگیا یا ویڈیو کال کرواؤں۔؟" وہ چڑ کر بولا تھا۔ عائشہ کو اس کا انداز برا لگا۔ اس نے لب بھینچ کر شہیر کو دیکھا اور گیلی سانس اندر کھینچ کر چہرہ دوسری جانب کر لیا۔ یعنی میں بات نہیں کرنا چاہتی۔ شہیر کے اندر غصے سے طوفان چلنے لگے۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنا سر کسی دیوار میں دے مارے۔ خود پہ لاکھ قابو کرنے بعد بھی اس نے ڈیش بورڈ پہ مکا رسید کیا تو عائشہ نے اسے دیکھا۔ تبھی اس کی نظر اس کی ہتھیلی پہ پڑے زخم پہ ٹھہر گئی جو اب ماند پڑا ہوا تھا لیکن عائشہ نے اس سے کوئی بات نہ کی۔۔۔۔

کچھ دیر گاڑی میں خاموشی رہی۔ گارڈ گاڑی چلاتے ہوئے ان دنوں کو دلچسپ نظروں سے دیکھ رہا تھا خاص کر وہ چور نظروں سے شہیر کو دیکھتا تو اس کے لبوں کی مسکان گہری ہونے لگتی جسے اس نے بڑی مشکل سے قابو میں کیا ہوا تھا۔ اس نے اپنے باس کو اتنا بے بس اور غصے کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے پہلی بار دیکھا۔ گارڈ کو یہ منظر بہت اچھا لگ رہا تھا تبھی پیچھے سے عائشہ بولی۔

For more visit (exponovels.com)

"میرا گھر یہاں نہیں ہے" وہ گاڑی کو دوسری سڑک پہ مڑتا دیکھ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ شہیر نے گردن ترچھی کر کے ایک اچٹتی نگاہ اس پہ ڈالی۔

"پر میرا گھر ادھر ہی ہے" وہ کہہ کر سامنے دیکھنے لگا۔ نم آنکھیں اب خشک ہو گئی تھیں۔ ان میں اب خشکی کے ساتھ حیرت بھی تھی۔

"پر میں نے اپنے گھر جانا ہے" اس نے کہا شہیر نے اب کی بار گردن نہ موڑی اور نہ ہی جواب دیا۔ یعنی اگنور عائشہ کو بے عزتی محسوس ہوئی۔

"میں نے کہا ہے مجھے میرے گھر چھوڑیں" وہ احتجاج کرتے لہجے سے بولی۔ شہیر کا ضبط اب جواب دینے لگا تھا۔ اس نے گارڈ کو رکنے کا اشارہ کیا۔ گاڑی رک گئی۔ عائشہ کو لگا اب وہ عائشہ کو دھکے دے کر گاڑی سے نکالے گا کیونکہ وہ سخت تاثر لیے خود گاڑی سے اترا اور پچھلی سیٹ والا دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ سہمی گئی۔

"میری بات کان کھول کر سن لو اب مجھے تمہاری آواز نہ آجائے اور اگر تم نے میری یہ بات نہ مانی تو میں پھر تم کبھی اپنے گھر نہیں جاؤ گی سمجھیں۔؟" نیلی آنکھوں میں بے پناہ سختی لیے وہ دھمکی دیتے ہوئے بولا تھا عائشہ کا گلا پل میں سوکھ گیا۔ اس نے تھوک نگلا۔

"سمجھ آئی۔؟" شہیر نے اس کی پھٹی ہوئی ڈری سہمی آنکھوں کو دوبارہ دیکھ کر اسی انداز میں پوچھا تو عائشہ نے تھوک نگل کر خشک ہونٹوں پہ زبان پھیر کر سر اثبات میں ہلایا۔

"منہ سے بولو" وہ ایسے بولا جیسے کوئی استاد اپنے شاگرد پہ غصہ کرتے ہوئے بولتا ہے۔

exponovels

"جی آگئی سمجھ" عائشہ نے بغیر تامل جواب دیا۔ شہیر نے سر ہلایا۔

"گڈ" وہ کہہ کر دوبارہ اپنی سیٹ پہ بیٹھ گیا۔ گاڑی پھر سے چلنے لگی بس اب جو بند ہو گئی تھی وہ عائشہ کی زبان تھی جو اب ڈر کے مارے چلنا بھول گئی تھی۔۔۔۔

_____________&&&&&&&&&&&&&&_____________

گاڑی اونچے مغرور کھڑے بنگلے کے پورچ میں رکی تھی۔ شہیر دروازہ کھول کر گاڑی سے نکلا گارڈ بھی اتر چکا تھا۔ گارڈ نے عائشہ کی طرف والا دروازہ کھولا۔ عائشہ گاڑی سے نہ اتری۔ شہیر نے آگے بڑھنے کے لیے قدم اٹھا لیے تھے پر جب کسی کے پیچھے چل کر آنے کی آواز نہ محسوس ہوئی تو وہ رکا۔ پلٹا۔

"اترو نیچے" عائشہ نے سر نفی میں ہلایا۔

"کیوں۔؟" وہ سینے پہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"میں نے گھر جانا ہے" اس کا لہجہ ضدی تھا۔

"یہ جنگل نہیں ہے گھر ہی ہے اترو نیچے" وہ تھوڑے رعب سے بولا تو عائشہ جھنجھلا گئی۔

"میں نہیں اتر رہی کہہ دیا نا میں نے گھر جانا ہے" اس کے انداز پہ شہیر کی دونوں بھنویں آسمان کو چھونے لگیں

"اور تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے تم مجھ سے ایسے بات کرو گی اور میں تمہاری بات مان جاؤں گا۔ مجھے لگتا ہے تم چاہتی ہو میں تمہیں ہمیشہ کے لیے ادھر ہی رکھ لو" وہ پھر سے دھمکیوں پہ اتر آیا تھا۔ عائشہ نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔ شہیر کے انداز میں

exponovels

کوئی فرق نہ آیا وہ ویسے ہی اسے دیکھتا رہا تو اسے بے بسی سے اترنا پڑا۔ شہیر نے اسے اترتے دیکھا تو آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا۔ عائشہ کو کرنٹ لگا پر شہیر بے نیازی سے چلنے لگا تھا اور عائشہ کو لگا جیسے وہ کوئی پتنگ بن گئی ہے جو شہیر نامی ہواؤں میں اڑتی جا رہی ہے۔ اپنی ڈور کب اس نے شہیر کو تھمائی اسے پتہ ہی نہ چلا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر روشنیوں سے جگمگاتے لاؤنج میں لے آیا تھا۔ صوفے کے پاس لا کر اس نے عائشہ کا ہاتھ چھوڑا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرے وہ خود اس کے سامنے والے صوفے پہ بیٹھ گیا۔ بیٹھنے سے پہلے اس نے اپنی شرٹ کو دیکھا تھا جس پہ خون کے قطرے تھے پھر شہیر نے شرٹ اتاری اور دور اچھال دی۔ عائشہ جو کھڑی اسے دیکھ رہی تھی فوراً گھبرا کر نظریں گھما لیں۔ شہیر صوفے پہ بیٹھ چکا تھا اور اب وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"بیٹھو" اس نے کہا۔ عائشہ نہ بیٹھی۔ دوسری طرف دیکھتی رہی۔

"تمہیں کہہ رہا ہوں" وہ دوبارہ بولا۔

"آپ شرٹ کیوں نہیں پہنتے" وہ بری طرح سے چڑ گئی تھی۔ شہیر کی بھنویں آپس میں ملیں اس نے عائشہ کو دیکھا۔ جس کا چہرہ جھنیپ کر سرخ ہو گیا تھا۔ شہیر مسکرا دیا۔ اس نے گہرا سانس لیا ملازم کو اشارہ کیا۔ ملازم بھاگ کر گیا اور دوسری شرٹ لے آیا۔ شہیر نے شرٹ پہن کر عائشہ کو کہا۔

"اب بیٹھ جاؤ پہن لی شرٹ" عائشہ بیٹھ گئی۔ شہیر بھی صوفے پہ بیٹھ گیا تھا۔ لاؤنج میں اس وقت ملازم ہی تھے میکسی کو ملازموں نے کھانا دے کر اس کے ٹھکانے پہ باندھ دیا تھا ورنہ عائشہ ابھی تک سکون سے نہ بیٹھی ہوتی۔ اسے کتے اور بلیاں پسند تھے پر چھوٹے چھوٹے اور شہیر کا پالتو کتا تو کسی شیر جیسی جسامت کا حامل تھا۔

exponovels

"تم جاؤجوس لے کر آؤ" اس نے قریب کھڑے ملازم کو کہہ کر عائشہ کو مخاطب کیا۔

"مجھے اب بتاؤ تم وہاں کرنے کیا گئی تھیں۔؟" عائشہ اس کے سوال پہ سوچ میں پڑ گئی۔ کہ بتائے یہ نا بتائے۔ اس نے جلد ہی فیصلہ کر لیا۔ اور اعتماد سے بولی۔

"آپ میں کو کیوں بتاؤں یہ تو پرسنل ہے" شہیر نے اسے گھورا۔ عائشہ کا اعتماد ہوا میں بکھر گیا۔

"میں نہیں بتا سکتی پلیز" اس نے التجا کی پر شہیر پہ اس التجا کا کوئی اثر نہ ہوا اور عائشہ کو مجبوراً سب بتانا پڑا۔ عائشہ نے جب پوری بات مکمل کر لی تو اس میں نجانے کیوں شہیر سے نظریں ملانے کی ہمت نہ رہی اسے شرم محسوس ہو رہی تھی اب شہیر سے نظریں ملاتے ہوئے۔ شہیر اس کے اور اس کی دوست کے بارے میں سوچ رہا ہوگا پر اس کی سوچیں اس وقت غلط ثابت ہوئیں جب شہیر نے کہا۔

"ایسے لوگوں سے ہمیں محبت سے بات کر کے انہیں سمجھانا چاہیے یہ سب غلط ضرور ہے اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ انہیں ذلیل کر کے تعلق ختم کر دیا جائے۔۔۔۔" عائشہ نے اسے چونک کر دیکھا پھر اس کی بات کاٹی

"وہ ایک نفسیاتی لڑکی ہے" اسے نایاب کے بارے میں سوچ کر ہی غصہ اور گھن آ رہی تھی۔ شہیر نے سر ہلایا۔

"ہاں وہ نفسیاتی ہی ہے وہ ایک ذہنی طور پہ بیمار لڑکی ہے اس کی بچپن سے ہی برین واشنگ کی گئی تو وہ ایسی ہو گئی۔ کچھ لوگوں میں شاید یہ نیچرل ہوتا ہے پر کچھ میں یہ سب احساسِ کمتری اور ڈر کی وجہ پیدا ہوتا ہے۔ ہم جنس پرستی کے بارے میں ابھی کوئی یہ نہیں بتا سکا کہ یہ ایک نیچرل بیمار ہے یا دماغی فتور ہے پر ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کی مدد

کریں ان کا علاج کروائیں انہیں پیار و محبت سے سمجھائیں" عائشہ اس کی بات سے متفق نہ تھی۔وہ کچھ بھی کہتی کہ شہیر نے اپنی بات جاری رکھی

"یہ سب حضرت لوط کی قوم سے شروع ہوا تھا۔تب شیطان بھیس بدل کر قومِ لوط کے پاس ایک مسافر بن کر آیا تھا اور انہیں اپنے ساتھ یہ سب کرنے کی دعوت دی اس کے بعد سے قومِ لوط ہر مسافر مرد کے ساتھ یہی سب کرنے لگے۔کیونکہ انہیں شیطان بڑھاوا دیتا تھا قومِ لوط کو حضرت لوط نے منع بھی فرمایا پر وہ نہ مانے تو اللہ نے ان پہ عذاب نازل فرما دیا۔

ہمارے رسول نے بھی اس طرح کے کام کرنے والوں کے لیے سزا دینے کا حکم دیا ہے پر پہلے روکنا چاہیے اگر وہ نہ مانیں تو پھر سزا دینی چاہیے ایسا مجھے لگتا ہے کہیں لکھا ہوا نہیں ہے اور مجھے ایسا اس لیے لگتا ہے کیونکہ پہلے اللہ نے قومِ لوط کو بھی چانس دیا تھا اور جب وہ نہ مانے تو انہیں سزا ملی" وہ سانس لینے کو رکا۔عائشہ دم سادھے اسے سن رہی تھی۔ اسے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آرہا تھا اسے تو یہ سب پتہ ہی نہ تھا۔جبکہ اسے لگتا تھا کہ وہ اسلام کو بہت زیادہ جانتی ہے اور اس مغربی رکھ رکھاؤ والے لڑکے سے تو زیادہ ہی جانتی ہوگی جو دیکھنے سے ہی بالکل بے نیاز لگتا ہے پر وہ غلط تھی۔ شہیر نے اپنی بات جاری رکھی۔

"ہمیں بھی نایاب کو چانس دینا چاہیے وہ شروع سے ایسی نہیں تھی اسے ایسا بنایا گیا۔اس کا علاج ممکن ہے سزا کی حق دار وہ عورت ہے جس نے اس کی برین واشنگ کی تھی" شہیر نے اپنی بات مکمل کرلی تھی۔عائشہ سے کچھ بھی نہ بولا گیا۔وہ بس یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ شہیر سمجھ گیا تھا کہ وہ اسے ایسے کیوں دیکھ رہی ہے اس نے صوفے کی پشت

سے کمر ٹکائی ملازم تبھی جوس کے دو گلاس لے آیا تھا اس نے ایک شہیر کے سامنے رکھا اور دوسرا عائشہ کے جب وہ درمیان سے ہٹ گیا تو شہیر نے بولنا شروع کیا۔

"میں امریکہ میں رہا ہوں پر وہاں جب میں یونیورسٹی جاتا تھا تو یونیورسٹی میں ہمارے ایک پروفیسر تھے جو ہر روز لیکچر سے کچھ وقت بچا کر مسلمان لڑکے لڑکیوں کو قرآن کی آیات کی تفسیر سناتے تھے وہ مختلف واقعات سناتے تھے جن میں سے ایک واقع یہ بھی تھا جو میں نے ابھی تمہیں سنایا ہے۔ یہ سب میں نے انہیں سے سیکھا ہے" وہ ایک لمحے کو رکا عائشہ نے ان نیلی آنکھوں میں ہلکی سی شرارت دیکھی۔

"مجھے تمہیں اور تمہارے سوالوں کو دیکھ کر وہ گائے والا واقعہ بھی یاد آتا ہے جب بنی اسرائیل میں ایک شخص کا قتل ہوا تھا اور انہیں گائے کے گوشت کا ٹکرا اس شخص کو لگانے کا کہا گیا تھا کہ وہ اٹھ کر اپنے قاتل کا نام بتادے گا اور اس وقت بنی اسرائیل کے لوگوں نے اللہ سے اتنے سوال کیے اور اپنا کام خود ہی سے مشکل بنالیا تم بھی بالکل ایسی ہی ہو اپنے کام خود مشکل بنالیتی ہو" یہ بات عائشہ کے سر پہ لگی اور تلوؤں پہ بجھی۔

"میں اب گھر جانا چاہتی ہوں" اس نے چبا چبا کر کہا۔ شہیر نے سر نہ میں ہلایا۔

"تم مجھے اب یہ بتاؤ گی کہ تم وہاں اکیلی کیوں گئی تھیں اور تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔؟" اس کے لہجے میں غصہ بھی تھا ناراضی بھی اور فکر بھی۔۔۔۔ عائشہ کی نظریں خود ہی جھک گئیں یہ اس نے سچ میں غلط کیا تھا اگر آج اسے کچھ ہو جاتا تو۔

"میں اس وقت ڈر گئی تھی مجھے لگا کہ میں اپنی دوست کو کھو دوں گی" وہ معصومیت سے نظریں جھکا کر بولی تھی۔

exponovels

"اور اگر آج میں وقت پہ نہ پہنچتا تو میں تمہیں کھو دیتا۔
تمہیں علم ہی نہیں ہے کہ تم آج اپنا نہیں میرا کتنا بڑا نقصان کرنے گئی تھیں" وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا عائشہ کا دل ان نیلی آنکھوں کے سمندر میں غوطے کھاتا ہوا ڈوبنے لگا۔
"آئندہ کبھی ایسی بے وقوفی مت کرنا مجھے بتایا کرو شہیر ملک تمہارا ہر مسئلہ حل کر دے گا" عائشہ مزید ان آنکھوں میں نہ دیکھ سکی اس نے نظریں جھکا لیں۔ وہ اس محبت بھرے لہجے کو بھی نہیں سننا چاہتی تھی وہ اپنے دل کو باغی نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ شہیر نے اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر اپنا موبائل نکالا اور دستگیر کو کہہ دیا کہ وہ نایاب کو محفوظ جگہ پہ پہنچا دے اور تنظیم کو پولیس کے حوالے کر دے۔ شہیر نے نایاب کا علاج کروانے کی ٹھان لی تھی۔
کچھ دیر میں دستگیر سارے کام نمٹا کر آیا تو اس کے ہاتھ میں عائشہ کا ٹوٹا ہوا موبائل تھا۔اس نے وہ شہیر کے سامنے رکھا۔
"یہ تو ٹوٹ گیا ہے" شہیر نے موبائل اٹھایا اور الٹ پلٹ کر دیکھ کر کہا۔عائشہ کا دل کسی نے مسل دیا اس کا موبائل بھی ٹوٹ گیا۔ جان جائے پر موبائل کو کچھ نہ ہوتا۔عائشہ کہتی تھی کہ اللہ موبائل کا دکھ تو کسی کو نہ دکھائے۔۔۔۔
اور آج یہ دکھ اسے خود ہی دیکھنا پڑ رہا تھا۔اسے سانس لینے میں مشکل سی ہونے لگی پر اپنے غم پہ قابو پا کر اس نے فراخ دلی سے کہا
"کوئی بات نہیں میں نیا لے لوں گی" شہیر نے اس کی بات نظر انداز کر دی جیسے سنی ہی نہ وہ اپنے کام میں مصروف تھا عائشہ

exponovels

کو شہیر کی یہ حرکت زہر لگنے لگی تھی جب وہ بات کو اہمیت نہیں دیتا تھا۔وہ کھا جانے والی نظروں سے شہیر کو دیکھ رہی تھی جو اپنے موبائل کے سم کارڈ نکال رہا تھا۔اس نے اپنا موبائل عائشہ کے سامنے کیا

"تم یہ رکھ لو" عائشہ نے لب بھینچ کر مصنوعی گندی سی مسکان کے ساتھ سر نہ میں ہلایا۔

"میں نیا لے لوں گی آپ کا بہت شکریہ میں اتنے مہنگی چیزیں کسی سے نہیں لیتی "

"مجھے اب گھر جانا ہے" اس نے دستگیر کو دیکھ کر کہا۔دستگیر نے شہیر کو دیکھا۔جس کے چہرہ انکار کے بعد سپاٹ ہو گیا تھا۔وہ بھی کھڑا ہو گیا۔

"تم انہیں لے جاؤ اور نیا موبائل لے دینا اگر یہ وہ بھی نہ لیں تو اسے واپس یہاں لے آنا یہ پھر ادھر ہی رہیں گی ویسے بھی یہ گھر اصل بات بتائے بغیر نکلی ہیں گم ہو بھی گئیں تو کسی کو فرق نہیں پڑے گا" عائشہ نے گردن گھما کر اسے غصے سے دیکھا۔

"آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے میں نے کہہ دیا نا کہ میں نہیں لوں گی آپ سے کچھ بھی تو پھر کیوں زبردستی کر رہے ہیں" شہیر نے اسے کچھ لمحے دیکھا پھر اس کی طرف بڑھا ہر قدم پہ عائشہ کے دل کی دھڑکنیں بڑھنے لگی تھیں۔وہ مقابل آ کر کھڑا ہوا تو عائشہ کی نظریں خود ہی جھک گئیں۔

"تم میرے ضبط کا امتحان لیتی ہو تم وہ واحد ہو جس سے میں اتنی محبت کرتا ہوں جس کے لیے میں کسی بھی حد تک جا سکتا ہوں اور تمہیں میری محبت زبردستی لگتی۔؟" اس کے لہجے میں ملال کی رمق تھی عائشہ نے چونک کر اسے دیکھا پر اس کی آنکھوں میں تب تک سرد مہری سر اٹھا چکی تھی۔

exponovels

"اگر تمھیں یہ سب زبردستی لگتی ہے تو ٹھیک ہے اسے زبردستی ہی سمجھو مجھے فرق نہیں پڑتا پر میں بار بار کا انکار برداشت نہیں کروں گا" اس نے کہہ کر اپنا چہرہ دستگیر کی طرف کیا۔

"انہیں خیال سے چھوڑ کر آنا" شہیر کہہ کر دوبارے صوفے بیٹھ گیا تھا۔ عائشہ کو لگا جیسے اس نے شہیر کو ناراض کر دیا پر وہ خاموشی سے قدم اٹھا کر اس بنگلے سے نکلنے لگی جہاں سے نکلتے ہوئے اب اسے اپنے اندر ایک خالی پن محسوس ہو رہا تھا۔ اس لگا جیسے وہ یہاں کچھ بھول کر جا رہی ہے۔ وہ پل کو رکی بھی سوچا بھی کہ کیا چیز ہے جو وہ یہاں بھول کر جا رہی ہے پر جب اسے کچھ یاد نہ آیا تو وہ بنگلے سے نکل گئی۔ پیچھے شہیر ملک عائشہ کے ٹوٹے موبائل کو اپنے سینے پہ رکھ کر آنکھیں موند چکا تھا پر کچھ دیر بعد لاؤنج میں رکھا ریسیو بجا تو اس نے آنکھیں کھول کر ملازم کو دیکھا جو ریسیو اٹھا کر اب کان سے لگا چکا تھا پھر اس نے سر ہلا کر شہیر کی طرف فون بڑھایا۔

"سر میڈم زویا ہیں" شہیر کی آنکھوں میں حیرت در آئی پھر اسے یاد آیا کہ اس نے اپنے موبائل کی سمیں نکالی ہوئی ہیں اس لیے زویا نے لینڈ لائن پہ کال کی ہے ضرور وہ پریشان ہو گئی ہو گی شہیر نے تیزی سے ریسیو لیا اور بولا۔

"میں ٹھیک ہوں" دوسری جانب گہرا سانس لیا گیا جیسے کاندھوں سے بہت سا وزن اتر گیا ہو

"اب میں بھی ٹھیک ہوں" شہیر اس کی بات پہ بے ساختہ مسکرا دیا۔ یہ تھی زویا شہیر کی خالہ زاد کزن جو شہیر کو کہا کرتی تھی کہ " محفل میں سب سے اداس ٹوٹا ہوا دل ہوتا"

&&&&&&&&&&&&&&

exponovels

عائشہ اپنے گھر سے کچھ فاصلے پہ ہی اتر گئی تھی اس کے ہاتھ میں موبائل تھا جس میں اس کی سمیں دستگیر نے ڈال دی تھیں۔عائشہ نے سوچ لیا تھا کہ وہ شہیر ملک کا یہ موبائل والا احسان تو ضرور اتارے گی اسے اچھا نہیں لگا تھا یوں اس سے موبائل لینا اگر وہ دھمکی نہ دیتا تو عائشہ کبھی نہ لیتی۔وہ گاڑی سے اتر کر اپنے گھر کی جانب بڑھ رہی تھی دستگیر وہاں تب تک رکا جب تک عائشہ دروازہ کھول کر اندر داخل نہ ہو گئی پھر وہ وہاں سے چلا

گیا اور عائشہ دروازہ بند کر کے کچھ دیر وہیں رکی اسے ابھی بھی لگ رہا تھا جیسے وہ خالی ہو گئی ہے اس نے کچھ بہت اہم چیز کو کھو دیا ہے لیکن جب کچھ سمجھ نہ آیا تو وہ اندر داخل ہو گئی۔رات شہر پہ گہری ہو گئی تھی۔آج کا دن مشکل تھا پر ڈھل گیا تھا۔

لاؤنج میں اضطراب ہی اضطراب بکھرا تھا۔سفید روشنیوں سے جگمگ کرتے لاؤنج میں ابو کچھ کچھ پریشان سے صوفے پہ بیٹھے تھے۔سفیان کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں گاڑی کی چابی تھی اور قدم باہر کی طرف بڑھنے کو تیار تھے۔امی اسے کہہ رہی تھیں۔

"بیٹا تم جاؤ پتہ نہیں کہاں رہ گئی۔اتنی رات ہو گئی ہے موبائل بھی بند جا رہا ہے"سفیان نے ماں کا چہرہ دیکھا جس پہ بے حد فکر تھی۔

"امی میں ابھی جاتا ہوں آپ پریشان نہ ہوں"وہ کہہ کر جانے ہی لگا تھا کہ داخلی دروازے سے عائشہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی اندر داخل ہوئی۔سفیان کے قدم وہیں رک گئے اس نے کہا

"امی باجی آ گئیں"امی اور ابو نے چونک کر دیکھا تو عائشہ سامنے کھڑی تھی۔وہ دونوں فوراً اس کی طرف بڑھے۔

exponovels

"کہاں رہ گئی تھیں تم۔؟ پتہ بھی ہے ہم کتنے پریشان ہو گئے تھے آج کل کا دور بھی ہے یوں راتوں میں باہر دیر تک رہنے کا اور وہ بھی لڑکیوں کا" امی کا بس نہیں چل رہا تھا عائشہ کے دو لگا دیں پر ابو کی وجہ سے لحاظ کر گئیں جواب کچھ شانت نظر آتے تھے۔ انہوں نے عائشہ کے کاندھے پہ نرمی سے ہاتھ رکھا اور اسی نرمی سے پوچھا۔

"بیٹا اتنی دیر کیسے ہو گئی۔؟" عائشہ اچانک سے ہی اتنے سوالوں اور اس صورتِ حال کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھی۔ وہ گنگ کھڑی ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ تبھی سفیان آگے آیا۔

"آپ کو نہیں پتہ امی کتنی پریشان ہو گئی تھیں۔ باجی انابیہ سے بات کرنے کے بعد بھی یہ مطمئن نہیں تھیں جبکہ انہوں نے کہہ دیا تھا کہ انہوں نے اپنے بھائی کے ساتھ آپ کو بھیج دیا ہے" عائشہ نے سفیان کا چونک کر چہرہ دیکھا۔ وہ کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ بات کو سمجھنے کی کوشش کی۔ دماغ کو چلایا تو وہ اس لائق ہو گئی کہ اب کچھ کہہ سکے۔ اس نے سوکھے ہونٹوں پہ زبان پھیری۔

"آپ کی انابیہ سے کب بات ہوئی تھی۔؟" اس نے سوال امی سے کیا تھا۔

"آدھے گھنٹے پہلے" عائشہ نے سر کو چھوا

"بس امی اس کے بھائی کی بائیک کا ٹائر پینچر ہو گیا تھا" اس نے اپنے تاثر نارمل رکھتے ہوئے جھوٹ کہہ دیا۔ امی نے بھنوا چکا کر اسے دیکھا۔

"یہ کونسا پینچر ہے جس میں اتنا وقت لگ گیا۔؟" اب کی بار عائشہ کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ کیا کہے پر اس کی مشکل سفیان نے انجانے میں آسان کر دی۔

exponovels

"امی اتنا وقت لگ جاتا ہے اگر کرنے والا سست ہو تو" عائشہ نے سکون کا سانس لیا اور فوراً بولی

"ہاں نا وہی تو اس کے پاس پہلے ایک بائیک بھی تھی اسے ٹھیک کرنے میں اس نے وقت لگا دیا پھر جا کر اس نے پینچر لگایا "

"اور تمہارا فون کیوں بند ہے۔؟" عائشہ کی چلتی زبان بند ہو گئی تبھی سفیان کی نظر اس کے ہاتھ پہ گئی۔

"باجی نیا فون۔" وہ چہکا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے عائشہ کے ہاتھ سے موبائل اچکا لیا۔اس کی نظروں میں استعجاب تھا

"اتنا مہنگا کس نے دیا۔؟" اس نے یہ سوال ویسے ہی کیا تھا۔وہ تو موبائل دیکھنے میں مگن تھا اسے پتہ ہی نہیں تھا کہ اس نے کیا سوال کیا ہے امی نے اس کے سوال پہ اس کی کمر میں ایک لگایا۔ابو نے بھی اسے ناپسندیدگی سے دیکھا

"تمہارے باپ نے دیا ہے جاؤ تم بھی لے لو جا کر" امی تپ چکی تھیں۔اب کی بار ابو کی نظریں امی پہ تھیں انہیں اس طرح کی زبان گھر میں امی کا بولنا پسند نہیں تھا۔انہوں نے خود پہ ضبط کرتے ہوئے شریفانہ انداز سے کہا

"ایسے بات نہیں کرتے" انہوں نے امی کو سہولت سے اپنی ناراضی کا احساس کروا دیا تھا امی چپ سی ہو گئیں۔

سفیان اپنی کمر مسل رہا تھا عائشہ نے اس کے ہاتھ سے موبائل چھینا۔

"مجھے انابیہ نے دیا ہے"

"اتنا مہنگا موبائل انہوں نے کیسے دے دیا جبکہ ان کے خود کے پاس سستا سا ہے جس کے کیمرے کا رزلٹ بھی اچھا نہیں ہے" سفیان بولے بغیر نہ رہ سکا۔عائشہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

exponovels

"موٹے آلو اپنی اس زبان کو بند کر لو ورنہ میں نے اسے کاٹ دینا ہے" ابو بیچارے اپنی اولاد کی زبان اور اندازِ بیاں سے عاجز تھے وہ جتنی تمیز سے بات کرتے تھے ان کی اولاد اتنی اس معاملے میں جاہل تھی۔

"عائشہ۔۔۔" انہوں نے عائشہ کو ٹوکنے کے لیے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ عائشہ ان سے لپٹ گئی۔

"ابو مجھے بیٹھنے کا بھی نہیں کہا کسی نے اور سب نے عدالت یہیں لگالی۔ یہ موبائل اس کے منگیتر نے بھیجا ہے اس کے لیے اس نے ویسے ہی کچھ دنوں کے لیے مجھے دے دیا میں اسے واپس کر دوں گی" ابو اس کے لپٹتے ہی سب کچھ بھول گئے۔

"ہٹو بھئی تم آؤ بیٹھو" وہ اسے ایسے ہی اپنے ساتھ لگا کر صوفوں تک لے آئے اپنے ساتھ بٹھا کر انہوں نے امی کو کہا "پانی لائیں" امی کے لب بھینچ گئے۔ غصے سے عائشہ کو دیکھا۔

"ہاں میں تو ملازمہ ہوں نا" ابو شرارت سے بولے

"نہیں آپ تو ہماری جان ہیں" سفیان نے پیچھے سے فوراً کہا

"ہائے اوئے تالیاں" عائشہ نے اپنے ابو کی ہیٹھ ٹھونکی

"واہ جی واہ" اور یہ وہ وقت تھا جب امی نے منظر سے دوپٹہ انگلیوں پہ گھبراہٹ اور شرماہٹ سے لپیٹ کر ہٹانا تھا پھر انہوں نے پانی بھی سفیان کو آواز دے کر کچن سے بھیج دیا اور کچھ دیر وہ خود کچن میں ہی رہیں۔ گھر کا ماحول بہتر ہو گیا تھا عائشہ نے شکر ادا کیا کہ سب کچھ ٹھیک ہو گیا اور انابیہ نے بھی بات سنبھال لی اگر وہ جھوٹ نہ بولتی تو آج وہ اتنے سکون سے نہ بیٹھی ہوتی۔ وہ کچھ دیر لاؤنج میں بیٹھی جان مار کر کھانا

exponovels

کھایا پھر تیزی سے کمرے میں آگئی۔ کمرے کا دروازہ بند کیا اور موبائل کو آن کر کے بیڈ پہ بیٹھ گئی۔۔۔۔اسے اب انابیہ سے بات کرنی تھی پھر ایک سوال کا جواب اس نے شہیر سے بھی لینا تھا جو اسے ابھی یاد آیا تھا۔

______________&&&&&&&&&&&&&&______________

ارمان ملک کے بنگلے کی روشنیاں جلی تھیں اندھیر اعمارت سے دور کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔لان میں لگے پھول خاموش تھے۔ گھاس اس وقت اس سنسانی کو محسوس کرتا آسمان پہ بکھرے ان جگر جگر کرتے تاروں کو دیکھ رہا تھا۔چاند بھی انہیں کے درمیان کھڑا چمک رہا تھا۔ تبھی ان سب کی توجہ بڑے لوہے کے گیٹ کی جانب مبذول ہوئی جس کے پار ہارن ہوا تھا۔چوکیدار نے سرعت سے دروازہ کھولا اور سامنے سے ہٹ گیا۔ارمان کی گاڑی روش پہ چلنے لگی۔جب وہ پورچ میں رکی تو ارمان گاڑی سے نکلا۔اس کے ہاتھ میں ایک سفید پلاسٹک کا گملا تھا جس میں سبز گہری چھوٹی پتیوں والا ننھا پودا لگا تھا۔ ملازم نے آگے بڑھ کر وہ لینا چاہا پر اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا اور آگے بڑھ گیا۔

اندر لاؤنج کا ماحول ہمیشہ جیسا پراسرا تھا۔زرد روشنیاں نیم تاریکی کیے ہوئے تھیں۔خاموشی کا راج ہر سو تھا۔وہ سیدھا چلتا ماں کے کمرے کے باہر رک گیا۔اس نے آہستہ سے دستک دی پھر دروازے کھولتے وہ اندر داخل ہو گیا۔

"آگئے تم۔؟" وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑیں اپنے بال سنوار رہی تھیں۔کاندھوں تک کے بال ڈائی تھے۔جن میں عمر گزر جانے کی سفیدنہ دکھائی دیتی تھی۔وہ اس وقت گاجری اونچی قمیض اور چست ٹراؤزر میں ملبوس تھیں۔گلے میں ہیروں کا نیکلس پہنے وہ مسکرا کر پلٹیں تو ارمان انہیں دیکھتا رہ گیا۔اس کی ماں اسے لگتا تھا جیسے کبھی بوڑھی نہیں ہوں گی۔وہ ہمیشہ سے انہیں اتنا ہی خوبصورت دیکھتا آرہا تھا۔ماں اپنی ڈائٹ اور فیگر کا بہت خیال رکھتی تھیں۔

نیلے کوٹ پینٹ اور سفید شرٹ میں ملبوس ہلکی داڑھی مونچھوں والا ارمان قدم قدم چلتا ان کے سامنے آ گیا۔ماں نے اس کا گال محبت سے چھوا۔

"میری جان" انہوں نے اس کے گال پہ ہاتھ کی پشت پھیری بڑھے ہوئے ناخنوں پہ لگی نیل پینٹ کمرے کی روشنی سے چمکی تھی۔ان کی انگلیوں میں بھی انگوٹھیاں تھیں۔جو اپنی قیمت خود بتا رہی تھیں۔ارمان نے گملا ایک ہاتھ میں پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے ماں کا ہاتھ تھام لیا

"آپ کہیں جا رہی ہیں۔؟" اس نے سوال کیا ماں نے کاندھے اچکائے

"ہاں مسز خان کے ہاں پارٹی ہے وہاں پورا گروپ جمع ہو گا تمہاری ماں کو وہاں آنے کی خاص دعوت دی گئی ہے لوگ۔۔۔۔" ارمان نے ان کی بات کاٹی۔

"آپ کا اپنی پارٹیز میں ہونا خوش نصیبی سمجھتے ہیں" اس نے ہلکی سی مسکان سے بات مکمل کی اور ماں کا ہاتھ آنکھوں پہ لگایا ماں کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

" بالکل " گردن خود ہی اکڑ گئی اکڑی گردن والی کی جب نظریں جھکیں تو انہوں نے پوچھا

" یہ کس کے لیے لائے ہو۔؟" انہوں نے گملے کو دیکھ کر پوچھا

"آپ کے لیے ماں یہ میں نے خاص آپ کے لیے پیرس سے منگوایا ہے آپ کو پودے پسند ہیں نا۔؟" ماں نے سر ہلا کر وہ گملا اپنے ہاتھ میں لیا۔اسے تنقیدی نظروں سے دیکھا۔

exponovels

"بہت خوب صورت ہے میں اسے" وہ اعتماد سے اونچی ہیلیل سے چلتی ہوئیں سائیڈ ٹیبل کے پاس آ گئیں۔ گملے کو وہاں جھک کرر کھا اور پلٹیں

"اپنے سرہانے رکھوں گی اور اس کا خوب سارا دھیان رکھوں گی" ارمان ان کی بات پہ خوش ہو گیا اور بے ساختہ ان کے گلے میں بانہیں ڈالی ہی تھیں کہ ماں نے اسے ٹوک دیا

"ارمان سوٹ خراب ہو جائے گا میرا" ارمان کھلکھلا کر ہنس دیا اور فوراً پیچھے ہوا

"ایم سوری ماں" ماں نے مصنوعی ناراضی سے اسے دیکھا پھر مسکرا دیں۔

"تم نے کھانا کھایا۔؟" ارمان نے ناں میں سر ہلایا

"نہیں بھوک پہلے تھی پر اب آپ تو جا رہی ہیں اس لیے میرا دل نہیں کر رہا" وہ اپنی ماں سے بہت محبت کرتا تھا اور یہ محبت وہ ہر روز نئے نئے انداز سے جتایا کرتا تھا

"کم آن ارمان تم بچے نہیں ہو تم اکیلے کھانا کھا سکتے ہو تم نے تو اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ بورڈنگ میں گزارا ہے" ارمان نے مسکرا کر لب بھینچ لیے۔

"جی ماں آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں" وہ اپنی ماں سے بحث نہیں کرتا تھا۔

"میں بس جا رہی ہوں جیا اپنے کمرے میں ہے وہ کہہ رہی تھی کہ اس نے تم سے کچھ بات کرنی ہے" ماں عجلت میں اسے بتاتی ہوئی اپنا پرس اور موبائل اٹھانے لگیں۔ ارمان کے چہرے پہ زمانوں کی تھکان آ گئی۔ وہ جانتا تھا جیا نے کیا بات کرنی ہے۔

exponovels

شاید ماں بھی جانتی تھیں پر وہ ظاہر نہیں کر رہی تھیں۔ماں ایسی ہی تھیں جب ان کی اولاد ان کے خلاف جاتی تو وہ خاموش ہو جاتی تھیں۔انہیں ان کے فیصلوں میں آزاد کر دیا کرتی تھیں۔کیونکہ ان کے پاس بہت سے مسئلے پہلے ہی تھے۔

ارمان نے سر ہلایا اور کمرے سے نکل گیا۔ماں بھی اس کے پیچھے ہی کمرے سے نکلیں اور داخلی دروازے کی جانب بڑھ گئیں۔ارمان جیا کے کمرے کا رخ کر چکا تھا۔

____________&&&&&&&&&&&____________

وہ انابیہ سے فون پہ بات کر رہی تھی کھلی کھڑکی سے جھانکتی رات خاموشی سے سب سن رہی تھی۔کمرے میں وہاں سے ہوا داخل ہو رہی تھی۔سفید روشنی سے کمرہ روشن تھا۔عائشہ بیڈ پہ پاؤں اوپر کیے بیٹھی تھی

"تمہیں نہیں پتہ میں آج کتنے بڑے مسئلے میں پھنس گئی تھی" اسے ابھی بھی اپنے ماتھے پہ پسٹل رکھا ہوا محسوس ہو رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ سب ابھی ختم نہیں ہوا۔دوسری جانب سے انابیہ بولی

"پر بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے میں تو خود بہت پریشان ہو گئی تھی جب آنٹی نے مجھے کل کی اور تمہارا پوچھا ایک پل کے لیے تو میں خود گنگ رہ گئی

کہ اب کیا جواب دوں پھر سوچ سمجھ کر کہہ دیا کہ تم میرے گھر سے نکل چکی ہو پر تم گئی کہاں تھیں۔؟" انابیہ خود متفکر تھی۔عائشہ نے جھرجھری لی

"موت کے منہ میں" انابیہ کی بے چینی مزید بڑھ گئی

exponovels

"تم ٹھیک سے بتاؤ گی کہ ہوا کیا ہے آج میں تو سمجھی تم۔۔۔۔"اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔عائشہ کی بھنویں سکڑیں

"تم کیا سمجھیں پہلے یہ بتاؤ"انابیہ کے لہجے میں شرارت نے سر اٹھایا۔

"مجھے لگا کہ تم کسی کے ساتھ ڈیٹ پہ چلی گئ ہو ایسا میں نہیں کہہ رہی تمہاری آج کی تیاری بتا رہی تھی تم آج یونی بہت تیار ہو کر آئی تھیں"عائشہ کے لب بھنچ گئے وہ اس کی وجہ سے اتنی بڑی مشکل میں پھنس گئ تھی اور یہ اسے ڈیٹ پہ بھیجے بیٹھی تھی۔

"لعنت ہو تم میں منحوس عورت تمہیں بکواس کے علاوہ کچھ بھی نہیں آتا تم کل آنا میری طرف میں تمہیں بتاؤں گی کہ جس ڈیٹ پہ میں گئ تھی وہاں کی بکینگ تمہاری تھی بس پھنس میں گئ تھی"عائشہ نے کہہ کر کال کاٹ دی۔

انابیہ دوسری جانب ہیلو ہیلو کرتی رہ گئ تھی پر اسے اب شہیر سے بات کرنی تھی۔

لیکن ہمت نہیں ہو رہی تھی اسے کال کرنے کی بہت دیر اسی ادھیڑ بن میں گزری پھر اس نے حوصلہ کر کے شہیر کا نمبر ملایا جو اسے ازبر ہو چکا تھا۔کیونکہ پچھلے کچھ دنوں سے کالز اسی نمبر سے آئی تھیں اور ناچاہتے ہوئے بھی عائشہ نے اس کا نمبر سیو کر لیا تھا

"ٹاسک"اس نے اس نام کے نمبر پہ ٹچ کیا تو کال جانے لگی۔دوسری بیل پہ ہی کال اٹھا لی گئ۔

"ٹھیک ہو تم۔؟"وہ چھوٹتے ہی بولا۔عائشہ کا دل ساڈوب کے ابھرا۔اتنی فکر،وہ کچھ دیر کچھ نہ بول سکی۔

exponovels

"عائش۔۔۔!"شہیر کا اس طرح سے بولنا عائشہ کو مزید بے بس کر دیتا تھا۔اسے یوں لگتا تھا جیسے وہ کہیں بہت قریب کھڑا ہو کر بولا ہے۔

"جی میں ٹھیک ہوں میں نے آپ سے بات کرنی تھی"عائشہ نے خود پہ قابو کرتے ہوئے جواب دیا تو دوسری جانب موجود شخص کے چہرے حیرانی در آئی

"تم نے مجھ سے بات کرنی ہے۔؟"اسے جیسے یقین نہ آیا۔

"ہاں جی"

"تو کرو نا میں تمہیں سننا چاہتا ہوں"وہ محبتوں سے اٹے لہجے سے گویا ہوا۔عائشہ کو نجانے کیوں اس کا اس طرح سے کہنا اچھا لگا۔

"وہ میں نے پوچھنا تھا کہ آپ کو کیسے پتہ لگا کہ میں نایاب کے گھر ہوں"اس کے لہجے میں تجسس تھا۔شہیر اس کے بھول پنے پہ مسکرا کر بولا۔

"میری آنکھیں ہمیشہ تم کو دیکھ رہی ہوتی ہیں"عائشہ کو حیرت ہوئی

"کیسے۔؟ "

"کیسے"اس نے اسی کا سوال دہرایا پھر بولا"وہ ایسے کہ میرا ایک گارڈ ہر وقت تمہارے ساتھ سائے کی طرح رہتا ہے"عائشہ کو اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا

"ہر وقت۔؟"اس نے اچنبھے سے پوچھا

exponovels

"جی ہر وقت"

"پر کیوں۔؟"

"تاکہ میرا بے وقوف ساٹیڈی بئیر کسی مشکل میں نہ پڑ جائے" وہ شریر لہجے سے بولا عائشہ کی ایک ہارٹ بیٹ مس ہوئی۔"ٹیڈی بئیر "اس نے زیرِ لب یہ الفاظ دہرائے۔ تبھی اسے شہیر کی بات یاد آئی "ایک دم میں تمہیں ایسے ہی ہگ کروں گا بالکل اس ٹیڈی بئیر کی طرح" عائشہ کا چہرہ پھر سے سرخ ہو گیا۔

"پر یہ تو غلط ہے آپ میرا پیچھا کیوں کرتے ہیں "اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو یہ ہی کہہ دیا۔

"کیونکہ تم میری دیوانگی بن گئی ہو اور میں تمہیں بس اب اپنے بہت قریب کرنا چاہتا ہوں بالکل اپنے دل کے پاس میں تمہیں اپنے سینے سے لگا کر رکھنا چاہتا ہوں بالکل وہاں جہاں تمہارا نام لکھا ہوا ہے" وہ اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہو گیا تھا عائشہ اس کی بات پہ ٹھہر سی گئی۔اندر ہی اندر جیسے کچھ تھا جو گدگدانے لگا تھا۔ شہیر کی باتیں، محبت، دیوانگی۔۔۔۔عائشہ کے دل نے فریاد کی کہ شہیر ہمیشہ ایسے ہی بولتا رہے اور وہ بس اسے سنتی رہی۔دل بے اختیار سا ہو گیا تھا۔اس نے اس باغی ہوتے دل پہ ہاتھ رکھا۔اسے سنبھالا اور بولی

" چلیں ٹھیک ہے میں بس یہ ہی پوچھنا چاہ رہی تھی اور میں آپ کا موبائل واپس کر دوں گی میرے گھر والوں نے مجھ سے بہت سوال کیے ہیں۔آپ میرا موبائل ہی مجھے واپس کر دیں میں اسے ٹھیک کروا لوں گی" شہیر نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے کہ وہ تیزی سے بولے گئی

exponovels

"اور پلیز منع مت کیجئے گا میں بہت مشکل میں پھنس جاؤں گی یہ موبائل رکھ کر" اس کے لہجے میں التجا تھی شہیر اسے انکار نہ کر سکا

"اچھا ٹھیک ہے میں تمہیں صبح ہی تمہارا موبائل ٹھیک کروا کر بھجوا دوں گا اور اب تم اس بات پہ ضد نہیں کرو گی سمجھیں۔؟" عائشہ کی آنکھوں کے سامنے وہی منظر آیا جب وہ سنجید گی سے اس کے سامنے گاڑی کے باہر کھڑا ہو کر ایسے ہی استادوں والے انداز میں بولا تھا

"جی سمجھ گئی" عائشہ نے اچھے شاگرد کی طرح بات فوراً مان لی پر دل میں اس نے ایک فیصلہ کیا تھا جو میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا(کیونکہ میرا ابھی موڈ نہیں۔میں اس بات کو سسپینس رکھنا چاہتا ہوں تا کہ آپ لوگ اگلی قسط پڑھنے کے لیے بے تاب رہیں) شہیر کو اچھا لگا کہ وہ شہیر کی بات فوراً مان گئی اور یوں اس کے لہجے کی محبت آسمانوں کو چھونے لگی۔

"اب تم سو جاؤ جان تھک گئی ہو گی تم اور کل یونیورسٹی مت جانا آرام کرنا۔کوئی بھی مسئلہ ہوا کرے مجھے بتایا کرو شہیر ملک تمہارے سارے مسئلے حل کر سکتا ہے" اس نے بات میں توقف دیا پھر کہا "اب سو جاؤ میرے ٹیڈی بیئر" عائشہ کسی خلاء میں رک گئی۔اسے لگا جیسے اس کے سر پہ آسمان تو ہے پر پیروں تلے زمین نہیں ہے وہ ہواؤں میں اڑنے لگی تھی اسے اپنے گرد تارے چمکتے نظر آنے لگے۔اسے محسوس ہوا تھا کہ شہیر نے بات مکمل کرنے کے بعد موبائل کو بھی چوما ہے۔عائشہ کو پھر کچھ پتہ نہ چلا کہ شہیر نے اور کیا کہا کب کال کاٹی وہ کب سونے کے لیے لیٹی اور کب وہ شہیر کے خواب دیکھنے لگی۔اسے پتہ ہی نہ چلا۔

exponovels

یہ محبت بھرے لہجے ہی ہوتے ہیں جو انسان پہ محبت کا سحر پھونک کر اسے بیکار کر دیتے ہیں۔ یہ جادو دماغ کو سن کر کے دل کو پورے جسم پہ کنٹرول دے دیتا ہے اور پھر انسان کٹھ پتلی بن کر رہ جاتا ہے۔ عائشہ شہیر کے خواب دیکھنے لگی تھی اور اب شہیر ہی اس کے خواب توڑتا چلا جائے گا۔۔۔۔۔۔

رات ارمان ملک کے بنگلے پہ ویسی ہی ٹھہری تھی۔ جیا کے کمرے کی کھڑکیوں سے زرد جلتے قندیل نما لمپس کی روشنی باہر آسمانوں سے جا مل رہی تھی۔ چاند اسی کھڑکی سے اندر جھانک کر ارمان اور جیا کی باتیں سن رہا تھا۔ "میرا بچہ اندھیرے کر کے کیوں بیٹھا ہے۔؟" وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیوار پہ لگے بورڈ پہ ہاتھ مارا اور کمرہ روشن ہوتا چلا گیا۔ نیم اندھیروں کی عادی آنکھوں والی لڑکی نے آنکھیں میچ لیں۔ وہ ہلکے پیلے رنگ کے سلیولیس ٹاپ اور کالی چست جینز میں ملبوس تھی لمبے بال اس کی کمر پہ بکھرے تھے چہرے پہ ہلکا سا میک اپ اور اداسی تھی۔ اس نے ایک لمحے کو آنکھیں میچے رکھیں۔ ارمان تب تک اس کے قریب آکر بیٹھ چکا تھا۔ جیا نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔

"آ گئے آپ۔؟" اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔ جس میں وہ بری طرح ناکام ہوئی تھی۔ محبت نہ ملنے کے دکھ سنگ ہنسنا بھی بڑا مشکل ہوتا ہے۔

"جی میری جان ابھی آیا تھا" اس نے ایک پاؤں بیڈ پہ رکھا اور اپنا چہرہ جیا کی جانب کر کے بولا تھا۔

"میں نے آپ سے بات کرنی تھی" وہ بولی تو لہجے میں ڈر سا تھا کہ نجانے اس کے بھائی نے شہیر سے بات کی بھی ہے یا نہیں اور اگر کی ہے تو اس نے آگے سے کیا جواب دیا ہے۔؟

exponovels

"میرے بیٹے نے کھانا کھایا۔؟" وہ اس موضوع پہ بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جیا نے ارمان کا چہرہ بغور دیکھا۔ وہ جیا سے نظریں نہیں ملا رہا تھا۔ جیا کے لب بھینچ گئے۔ اس کی آنکھوں میں نم نے سر اٹھایا۔

"آپ دیکھنا ایک دن میں اس کی فریاد لیے مر جاؤں گی اور آپ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے آپ سب جھوٹ بولتے ہیں" وہ رندھے گلے سے چیخ کر بولی تھی۔ ارمان نے اسے تحمل سے دیکھا۔ وہ کچھ بھی کہتا کہ جیا نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھے کانچ کے جگ کو اٹھایا اور دیوار میں دے مارا۔

"مجھے آپ سے بات نہیں کرنی" وہ اونچی آواز میں کہہ کر بیڈ سے اٹھنے لگی۔

"جیا" ارمان نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ جیا نے سرخ پڑتی بھیگی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی جسارت کر رہی تھی پر ارمان کی گرفت مضبوط تھی۔

"میری بات تو سنو میری جان" وہ اسے دوبارہ بٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

"مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی" وہ اس انداز میں بولی تھی۔ ارمان اس کی کلائی تھامے ہی کھڑا ہوا۔

"میں نے کہا ہے نا میں شہیر سے ضرور بات کروں گا "

"پر کب۔؟" وہ جھنجھلا کر بولی تھی آنکھوں سے آنسوں ٹوٹ کر گال پہ لڑھکنے لگے تھے۔ ارمان نے اس کی کلائی چھوڑی اور اس کے آنسو پونچھے

"کل میں ضرور اس کے دفتر جا کر اس سے بات کروں گا" جیا کو اس کی بات پہ یقین نہ آیا وہ ویسی ہی بے اعتمادی سے اسے دیکھتی رہی۔

exponovels

"تمہاری قسم" ارمان نے اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اس کی قسم کھائی تھی۔ جیا کے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے وہ کسی ریت کے پہاڑ کی طرح بکھرنے لگی تھی ارمان نے اسے اپنے سینے سے لگایا

"بھائی میں شہیر کے بغیر نہیں رہ سکتی" وہ ارمان کے گرد مضبوطی سے بانہیں حائل کر کے بولی تھی۔

"میں شہیر سے کل لازمی بات کروں گا" اس نے ایک بار دوبارہ جیا کے بال سہلاتے ہوئے کہا۔ کھڑکی سے جھانکتا چاند اور فرش پہ بکھرا کانچ دونوں خاموشی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ رات قطرہ قطرہ ڈھل رہی تھی

____________________&&&&&&&&&&&&&____

____

سورج بادلوں میں چھپا تھا۔ سردی ہر سو پھیلی تھی۔ امریکہ کا موسم رات سے ہی خراب تھا۔ وہ لانگ کوٹ پہن کر دروازے کو لاک کرتی لکڑی کے سرمئی زینے اتر رہی تھی۔ اس کے کالے سیدھے بال کمر پہ بکھرے تھے۔ تیکھے نقوش اور گوری گلابی رنگت والی لڑکی کی آنکھیں بڑی اور گہری کالی چمکتی ہوئی تھیں۔ گلابی لبوں پہ ہلکی مسکان تھی۔ کالے لانگ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر وہ اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گئی۔

گاڑی کو اسٹارٹ کر کے اس نے سڑک پہ ڈالا اور رات شہیر سے ہونے والی بات کو سوچنے لگی۔ جب اس نے اسے کال کر کے خیریت کا پوچھا تھا۔

"تمہارا موبائل کیوں بند تھا۔؟" زویا کے لہجے میں ناراضی تھی۔

exponovels

"میں مصروف تھا تھوڑا سا" دونوں آنکھیں میچ کر شہیر جھوٹ بول رہا تھا۔ جیسے کوئی چھوٹا بچہ شرارت کرنے پہ بولتا ہے۔

"جھوٹ" دوسری جانب موجود لڑکی اس پہ یقین کم ہی کرتی تھی

"ہاں جھوٹ" کھلکھلا کر ہنس کر بولا۔

"غلط بات ہے یہ شہیر" وہ خفا ہو گئی تھی۔

"اچھا بابا سوری میں نے تمہیں ایک بات بتانی تھی" اس کے لہجے میں شوخی در آئی تھی۔ زویا کی بھنویں اس کے اس طرح سے بولنے پہ سکڑیں

"بتاؤ جلد" وہ متجسس ہو کر بولی تھی شہیر نے گہرا سانس لیا

"مجھے عشق ہو گیا ہے" اور یوں سات سمندر دور آتش دان کے سامنے بیٹھی لڑکی کا جسم اسی آلاؤ میں جلنے لگا جو اس سے کچھ دور رکھا تھا۔ اس نے اپنے دل کو ایک ساعت کے لیے بند ہوتا پایا

"ک۔۔۔ کی۔۔۔ کیا۔؟" اس میں سوال کی ہمت نہیں تھی اور جب اس نے جواب میں بات کی تصدیق اور شہیر کی دیوانگی سنی تو اس کی گہری آنکھیں کب بھیگ اٹھیں اسے معلوم ہی نہ ہوا۔ چہرے پہ آنسوں قطرہ قطرہ بکھرنے لگے تھے۔ شہیر اپنی دھن میں اسے بتا رہا تھا وہ زویا کے بہت قریب تھا۔ وہ امریکہ میں اپنی خالہ یعنی زویا کی امی کے گھر پہ ہی رہتا تھا۔ زویا کی امی ابو ابھی کچھ عرصے پہلے ہی اس دنیا سے گئے تھے اور شہیر اس کی تنہائی دور کرنے کے لیے اس کے اتنے قریب ہو گیا کہ زویا کا دل کب اس کے ساتھ جڑ گیا زویا کو پتہ ہی نہ چلا تھا۔ زویا نے بہت بار شہیر کو اپنے دل

کا حال بتانے کا سوچا پر پھر نجانے کیوں وہ رک گئی اور پھر اچانک سے شہیر کے والدین کا پاکستان میں انتقال ہو گیا تو شہیر پاکستان واپس آگیا اور یہاں آ کر وہ اتنا الجھ گیا کہ امریکہ کو بھول ہی گیا پر زویا اسے یاد رہتی تھی کیونکہ اسے زویا کی فکر تھی وہ زویا کو اکثر کہتا تھا کہ وہ بھی پاکستان آ جائے پر وہ مانتی نہیں تھی اور آج زویا اپنے فیصلے پہ پچھتا رہی تھی اس نے بہت خاموشی سے شہیر کی ساری بات سنی اور آنسوؤں کے غول کو حلق سے اتار کر وہ بہت مشکل سے بولی

"کب ملوا رہے ہو پھر مجھے۔؟" شہیر دوسری جانب سے چہکا

"رشتہ تم ہی لے کر جاؤ گی ان کے گھر تم بتاؤ کب آ رہی ہو پاکستان۔؟" زویا سے جواب نہ دیا جا رہا تھا وہ بہت مشکل سے بول رہی تھی۔۔۔

"بہت جلد آ جاؤں گی اب میں" اس نے کہہ کر ایک دو باتیں اور کیں اور پھر کال کاٹ دی۔اس نے جلتی آگ کو بہتی نظروں سے دیکھا۔اسے لگ رہا تھا جیسے وہ آگ میں آج جل کر راکھ ہو جائے گی۔زویا اس آتش دان کے قریب ہی آہستگی سے لیٹ گئی۔اس نے خود کو آج پہلی بار اتنا تنہا محسوس کیا تھا اور اب اس نے اس تنہائی کی عادت ڈالنی تھی اور وہ بھی مسکرا کر۔۔۔۔

زویا نے جو کچھ رات کو شہیر سے سنا اس کی تکلیف اسے بہت تھی پر اس کی زندگی کا ایک اصول تھا کہ مسکان کو کبھی چہرے سے دور نہیں کرنا ہر دکھ کو مسکرا کر جھیلنا ہے۔

زویا کی گاڑی چرچ کے سامنے رکی تھی۔وہ گاڑی سے نکلی اور چرچ میں داخل ہو گئی۔دونوں اطراف میں رکھے بینچ خالی تھی۔اس کی آنکھیں سامنے بنے ماربل کے سفید ہولی کراس پہ تھیں۔جس کے آگے بہت سی موتبیاں جل رہی

exponovels

تھیں۔وہ بھی ان کے قریب رک کر جھکی اور موبتیاں جلانے لگی۔جب اس نے موبتیاں جلادیں تو اس نے انگلیوں باہم ملا کر آنکھیں موندیں

"میں نے کبھی آپ سے کچھ نہیں مانگا تھا۔مجھے آپ سے کبھی ضد کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی تھی کیونکہ آپ مجھے ہر چیز مانگے بغیر دے دیا کرتے تھے لیکن جب میں نے آپ سے شہیر کی فریاد کی تو آپ نے اسے مجھ سے دور کر دیا میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں" اس کے لب مسکرا رہے تھے پر بند آنکھوں سے نمی رخساروں پہ بہنے لگی تھی "لیکن اب وہ کسی اور سے محبت کرتا۔۔۔" وہ بولتے بولتے رکی آنکھیں کھولیں آنسو صاف کیے اور اپنی تصیح کر کے دوبارہ گویا ہوئی "محبت نہیں عشق کرتا ہے اور اب میں نے سوچا ہے کہ میں کبھی پاکستان نہیں جاؤں گی میں ان کے درمیان میں نہیں آنا چاہتی بلکہ میں شہیر کے قریب نہیں ہونا چاہتی کیونکہ میں اگر شہیر کے قریب ہوئی تو میرا دل بے بس ہو جائے گا میں پھر شہیر کو پانے کی کوششیں کرنے لگوں گی اور میں ایسا کر کے اپنی اور ان کی زندگی مشکل نہیں کرنا چاہتی۔میرا درمیان سے نکل جانا ہی بہتر ہے" اس کی آواز پھر سے رندھ گئی تھی۔اس نے گہرا سانس لے کر خود پہ قابو پایا اور چہرہ صاف کر کے پلٹ گئی۔۔۔اسے آفس کے لیے دیر ہو رہی تھی۔وہ چرچ سے نکل کر دوبارہ اپنی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔باہر سردی بہت تھی پر زویا کو لگ رہا تھا جیسے اس کا جسم اس آگ میں ابھی تک جل رہا ہے شہیر کی محبت اور فریاد دل سے نکالنا اس کے لیے بہت مشکل ہو جائے گا۔۔۔۔

______________________&&&&&&&&&&______________

یہ صبح پاکستان پہ بھی روشن اتری تھی۔ خنکی اب فضا میں گھلی ہوتی تھی ہر سو پروائی کا زور تھا۔ وہ جب اٹھی تو بیڈ پہ ہتھیلیوں کے سہارے سے کراؤن سے کمر ٹکا کر بیٹھ گئی بکھرے

بال سمیٹے اور تبھی اس کی نظر ڈریسنگ کے شیشے پہ ٹھہر گئی۔

عائشہ نے اپنے چہرے کو بغور دیکھا اس کے چہرے پہ مسکان تھی۔ اس نے اپنی خوشی کی وجہ کو کچھ دیر کے لیے سوچا اور جب اس نے آنکھیں لمحے کو موندیں تو وہ خوشی غصہ چہرے پہ پھیلاتی ڈانٹنے والے انداز سے عائشہ کے سامنے شہیر ملک کی شکل میں آگئی۔ وہ نیلی آنکھوں سے کیسے عائشہ کو اپنے حصار میں رکھتا تھا۔ اور اس کا وہ حق جتانے والا غصہ۔۔۔۔

عائشہ نے آنکھیں کھول لیں۔ اسے ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا کہ سچ میں شہیر ملک اس کی اتنی فکر کرتا ہے۔ اس نے ایسا بس پہلے فلموں میں دیکھا تھا اور جب ہیروئن نخرے کرتی تھی تو اسے غصہ آتا تھا وہ کہتی تھی

"جب کوئی اتنا ٹوٹ کر چاہے تو اسے انکار نہیں کرنا چاہیے اتنی محبت کوئی مجھے کرے تو میں تو اس پہ واری صدقے ہی چلی جاؤں" پر اب اسے اندازہ ہو رہا تھا

کہ واری صدقے جانا بھی بڑا مشکل سا ہو جاتا۔ یہ بات بات پہ ضد کرنا اور سامنے والا کا کسی بہت سمجھدار بندے کی طرح منانا سمجھانا، یہ فیلنگ اتنی زبردست ہوتی ہے کہ کبھی کبھی ہم جان بوجھ کر الٹی باتوں پہ ضد کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں محبت سے ڈانٹے۔۔۔۔ اس نے قریب بیڈ پہ اپنے ساتھ بیٹھے گلابی بھالو کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔ اس نے اسے اٹھا کر اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔

For more visit (exponovels.com)

"میرا ٹیڈی بئیر "اسے شہیر ملک کا یہ کہنا بہت ہی اچھا لگنے لگا تھا۔وہ ابھی اور شہیر ملک کو سوچتی کہ نیچے سے امی نے اسے آواز دے دی اور اسے نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر فریش ہونا پڑا۔کیونکہ آج وہ یونی نہیں جا رہی تھی اور اس لیے آج آدھا کام گھر کا وہ کرے گی۔

عائشہ نے بھالو کو دوبارہ اس کی جگہ پہ رکھا اور واش روم میں چلی گئی۔۔۔۔گلابی بھالو ویسے ہی مسکراتے ہوئے بیڈ پہ بیٹھا تھا

&&&&&&&&&&____

____&&&&&&&

جب وہ گھر کے کاموں سے فارغ ہوئی تو بارہ بج رہے تھے۔وہ ابھی آ کر لاؤنج میں ٹی وی چلا کر بیٹھی ہی تھی کہ انابیہ آ گئی۔امی بھی اس کے قریب ہی بیٹھی تھیں

"اسلام علیکم آنٹی "اس نے آ کر سلام کیا تو امی نے اسے حیرت سے مسکرا کر دیکھا

"تم بھی نہیں گئیں یونیورسٹی۔؟"امی نے سلام کے جواب کے بعد پوچھا انابیہ نے شانے اچکائے۔

"ہاں بس دل نہیں کیا"وہ بول کر عائشہ سے ملنے لگی

"اچھی تمہاری شادی فکس ہو گئی۔؟"انابیہ جب بھی آتی تو امی اس سے یہ سوال لازمی کرتی تھیں۔عائشہ نے امی کو فوراً گھورا۔انابیہ ویسے ہی پڑھائی کی چور تھی اور اوپر سے امی کا یہ سوال

exponovels

"کہاں آنٹی وہ ذیشان ہیں نا ایک ہی رٹ لگائی ہوئی کہ آپ کی تعلیم مکمل ہو جائے پھر شادی بھی ہو جائے گی پڑھائی زیادہ ضروری ہے" وہ اداس سی ہو گئی تھی۔امی نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"عجیب انسان ہے بندہ شادی کرے لڑکیوں نے اتنا پڑھ لکھ کر کیا کرنا؟ چلانا تو گھر ہی ہوتا ہے۔۔۔"امی مزید آگے بولتیں کہ عائشہ نے کہا

"لڑکیوں نے گھر تو چلانا ہوتا ہے پر امی حالات کا کسے پتہ کہ کب کیا سے کیا ہو جائیں۔ذمہ داری کب پورے گھر کی عورت پہ آ جائے یہ کسے پتہ ہے"امی کو اس کی یہ بات پسند نہیں آتی تھی امی نے سر جھٹکا یعنی دفع ہو جاؤ یہاں سے اپنی دوست کے ساتھ اور عائشہ ہنس کر انابیہ کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گئی۔

"اب مجھے بتاؤ ہوا کیا تھا تم کل کہاں گئی تھیں۔؟"انابیہ نے کمرے میں آتے ہی پوچھا۔عائشہ کی روح کل کے تصور سے ایک بار پھر لرز گئی۔اس نے انابیہ کو اپنے سامنے بٹھایا اور گہرا سانس لے کر اسے کل کی ساری کہانی سنا دی۔

"کیا۔؟"انابیہ کو جیسے کرنٹ لگا وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے عائشہ کو دیکھ رہی تھی

"ہاں کل میں مرتی مرتی بچی ہوں"اس نے شہیر کے آنے سے پہلے تک ہی بات بتائی تھی۔انابیہ کی آنکھیں بے ساختہ بھیگ گئیں وہ عائشہ کے گلے لگ گئی۔

"تم بالکل پاگل ہو وہاں اکیلی کیوں چلی گئی تھیں اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔؟"وہ سسکیوں سے رونے لگی تھی عائشہ ہلکا سا مسکرا دی

exponovels

"مجھے اس وقت لگا کہ میں تمہیں کھو دوں گی اس لیے مجھے جو ٹھیک لگا وہ میں نے کر لیا" اس نے انابیہ کو اپنے سے جدا کر کے اس کے آنسو پونچھے انابیہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ عائشہ کو کیا کہہ کر اس کا شکریہ کرے۔

"میں بہت قسمت والی ہوں کہ مجھے تم جیسی دوست ملی اور اس نایاب کو میں نہیں چھوڑوں گی ہم آج ہی پولیس میں کمپلین کریں گے" انابیہ نے اشتعال سے کہا۔ عائشہ نے نفی میں سر ہلایا

"اس سب میں اس کا قصور نہیں ہے انابیہ اسے بس علاج کی

ضرورت ہے جواب اس کا انشاءاللہ ہو جائے گا اور وہ ایک نارمل زندگی گزارے گی" انابیہ اس کی بات پہ الجھی

"عائشہ۔۔۔" وہ کچھ بھی کہتی کہ عائشہ نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اسے شہیر ملک کی کہی گئی وہ ساری باتیں سنادی جو شہیر نے ہم جنس پرستوں کے بارے میں عائشہ کے سامنے کی تھیں۔ انابیہ خاموش سی ہو گئی۔

"اسے چانس کی ضرورت ہے انابیہ حقارت کی نہیں" انابیہ مطمئن نہیں تھی پر اس نے سر ہلادیا تھا پھر اسے جیسے کچھ یاد آیا

"اچھا مجھے یہ بتاؤ پھر تم وہاں سے بھاگیں کیسے۔؟" انابیہ کو اب باقی کہانی بھی سننی تھی جو عائشہ بالکل نہیں سننا چاہتی تھی۔ عائشہ ابھی کھنکھار کر کچھ بھی کہتی کہ انابیہ نے مسکراتے بھالو کو دیکھا۔

"اور یہ تم نے کب لیا۔؟" عائشہ کو فوری کوئی جواب نہ آیا۔ وہ کچھ دیر سوچتی رہی اور اس کے چپ رہنے پہ انابیہ نے بھنوا چکا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔؟" عائشہ تقریباً ٹسپٹا ہی گئی۔۔۔

exponovels

"ن۔۔۔ نہی۔۔۔۔ نہیں تو" انابیہ کا انداز نہ بدلا۔

"سیدھی طرح بتاؤ" وہ بڑے بے رحم طریقے سے بولی تھی پر عائشہ نہ مانی پھر انابیہ نے امیو شنلی کہا

"میں تمہیں ایک ایک بات بتاتی ہوں اور تم۔۔۔" وہ کھڑی ہو گئی۔ "میں جا رہی ہوں" عائشہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"ابے یار کیا ہے" انابیہ نے اس کا ہاتھ ناراضی سے جھٹکا

"تم بتاؤ یہ سب کیا ہے" اس کا اشارہ بھالو کی طرف تھا۔ عائشہ ہار سی گئی۔ اس نے انابیہ کو بٹھایا۔ آج بھی بتاتا ہے اور کل بھی، وہ انابیہ کو اپنے اعتماد میں لینا چاہتی تھی تا کہ جب امی اس کے کمرے آکر بھالو دیکھ کر سوال کریں تو وہ کہہ دے کہ انابیہ نے دیا ہے۔۔۔

"دیکھو تمہیں یقین نہیں آئے گا مجھے بھی یقین نہیں آرہا تمہیں وہ دن یاد ہے جب ہم نے شرط لگا کر کیفے میں ایک شخص پہ کافی گرائی تھی" انابیہ نے سرہاں میں ہلایا۔ وہ بہت دھیان سے اس کی بات سن رہی تھی۔ عائشہ نے نظریں بھالو پہ کیں

"یہ سب انہیں نے بھیجا ہے شہیر ملک نام ہے ان کا مجھے وہاں سے بچایا بھی انہوں نے ہی تھا" عائشہ آہستہ آہستہ اسے ساری بات بتانے لگی۔ کمرے کی ہر چیز خاموش بیٹھی انہیں دیکھ رہی تھی اور انابیہ اسے دم سادھے سن رہی تھی جب عائشہ نے بات مکمل کر لی تو اس نے بھالو سے نظر ہٹا کر انابیہ کو دیکھا جس کا ہاتھ دل پہ تھا

"قسم سے وہ یہ سب کچھ تمہارے لیے کر رہا ہے۔؟" انابیہ کو یقین نہیں آرہا تھا

"میں نے کہا تھا تم یقین نہیں کرو گی" انابیہ نے اپنی چیخ دبانے کے لیے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

exponovels

"یااللہ اف عائشہ تم کتنی خوش قسمت ہو" عائشہ نے اسے حیرت سے دیکھا

"اس میں خوش قسمتی والی کون سی بات ہے۔؟" انابیہ نے منہ سے ہاتھ ہٹائے اس کے چہرے پہ ناراضی تھی

"کوئی تمہیں پاگلوں کی طرح محبت کرتا ہے اور تم کہہ رہی کہ اس میں کون سی خوش قسمتی والی بات ہے؟ تم میں بنی اسرائیل والے ناشکری کیڑے ہیں" عائشہ اس کی بات پہ چونکی اسے شہیر کی بات فوراً یاد آئی "بنی اسرائیل" وہ مسکرانے لگی۔ انابیہ نے پھر سے بھنوا چکائی

"تم اسے سوچ کر مسکرا رہی مطلب تم اسے پسند کرنے لگی ہو" عائشہ کو جیسے اس بات پہ کرنٹ لگا۔

"نہیں جی" اس نے نظریں چرائیں

"ہاں جی" انابیہ نے اپنی بات پہ زور دے کر کہا

"یہ موبائل بھی انہوں نے دیا ہے" عائشہ نے اس کا دھیان بھٹکانے کے لیے اس کے آگے موبائل کیا انابیہ نے تحیر سے موبائل کو دیکھا۔

"میں نے کہا ہے کہ یہ انابیہ کے منگیتر نے اسے لے کر دیا ہے اور انابیہ نے مجھے کچھ دنوں کے لیے ویسے ہی چلانے کے لیے دے دیا ہے جو آج میں تمہیں واپس کر دوں گی" عائشہ کی بات وہ سمجھی نہیں اس نے الجھی نظروں سے دیکھا عائشہ سیدھی ہوئی اور اسے ساری بات دوبارہ سمجھانے لگی۔

exponovels

"میں نے گھر یہ کہا ہے کہ یہ موبائل تمہارا ہے اور آج ان کا گارڈ مجھے میرا موبائل آکر دے جائے گا تو یہ میں انہیں واپس دے دوں گی اور تم نے بھی یہ یہی کہنا ہے کہ یہ۔ تمہارا موبائل ہے جو تمہیں تمہارے منگیتر نے دیا تھا اگر ابھی نیچے کوئی پوچھنے لگ جائے تو ورنہ اپنی چونچ بند رکھنا "انابیہ نے اسے شریر نظروں سے دیکھا۔

"انہیں "اس نے عائشہ کی پوری بات میں سے اس لفظ کو محظوظ انداز میں دہرایا تو عائشہ جھینپ گئی۔

"اچھا اب بکواس مت کرو میں کچھ سوچ رہی تھی "انابیہ اس کی طرف متوجہ ہوئی

"کیا۔؟ "عائشہ نے اسے دیکھا۔

"وہ میرا موبائل ٹھیک کروا کر دیں گے اور میں ان کا احسان نہیں لینا چاہتی میں ریپئرنگ کے پیسے دوں گی تو وہ مجھے گولی مار دیں گے انہیں بہت غصہ آتا "عائشہ نے جھرجھری لی انابیہ اس بات پہ فوراً بولی

"وہ تمہیں نہیں مارے گا وہ تو خود تم پہ مر چکا ہے "عائشہ کا چہرہ سرخ ہو گیا اس نے انابیہ کی بات کو نظرانداز کر کے دوبارہ اپنی بات شروع کی

"میں سوچ رہی ہوں کہ میں ان کے لیے کوئی گفٹ لے لوں "انابیہ اس بات پہ اچھلی۔

"یہ بہت اچھا رہے گا ہم دونوں مل کر دینے چلیں گے ان کے گھر "عائشہ نے اس کے گھٹنے پہ تھپڑ مارا

" پاگلوں والی باتیں نہ کرو ہم بس گفٹ لینے چلیں گے گھر تک ان کا گارڈ خود لے جائے گا "انابیہ کا منہ اتر گیا

"اچھا تصویر ہی دکھا دو ان کی "

"میرے پاس تصویر نہیں "انابیہ کو غصہ آگیا

exponovels

"تمہارے پاس دماغ بھی نہیں بے وقوف لڑکی اتنا اتراؤ گی تو وہ چھوڑ جائے گا تمہیں تم کوئی حسن کی دیوی نہیں ہو"

عائشہ کو یہ بات بری لگی۔

"تم سے تو پیاری ہوں کریمیں لگا لگا کر تو تمہارا رنگ نکھرا ہے"

"بس زیادہ بکواس نہ کرو تم بھی کم نہیں ہو اپنے منہ میاں مٹھو" انابیہ نے سر جھٹکا

"اچھا چھوڑو یہ بتاؤ کب چل رہی ہو میرے ساتھ مارکیٹ۔؟" انابیہ فوراً کھڑی ہو گئی

"ابھی" عائشہ ہنس دی

"ٹھیک ہے میں امی سے پوچھ لوں پھر چلتے ہیں" وہ دونوں کمرے نکل گئی تھیں۔

آفس کی عمارت پہ سورج کھڑا تھا۔اس کی کرنیں اب وہ تپش نہ رکھتی تھیں جو ان میں پہلے ہوا کرتی تھی۔موسم بدلنے کی وجہ سے سورج بھی اپنی تاپ کھوتا جارہا تھا۔ہوا کے چلنے سے دھوپ کی تپش کم محسوس ہوتی تھی۔ ایسے میں عمارت کے اندر پھر بھی ایئر کنڈیشنز چل رہے تھے۔اسٹاف اپنے کام میں مصروف تھا۔شہیر کے کیبن کے باہر ایک چھوٹا سا کیبن بنا تھا جہاں دستگیر بیٹھتا تھا تاکہ شہیر کو کوئی بھی مسئلہ ہو تو وہ فوراً اس کی مدد کو پہنچ جائے۔وہ اپنے موبائل میں مصروف تھا کہ کانچ کے دروازے پہ دستک ہوئی۔دستگیر نے چہرہ اٹھا کر دیکھا تو سامنے مینیجر کھڑا تھا۔

"سر ارمان صاحب آئیں" دستگیر کو کچھ حیرت ہوئی۔

"تم نے آنے کی وجہ پوچھی۔؟" مینیجر نے سر ہلایا

exponovels

"جی پوچھی تھی وہ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے شہیر صاحب سے ملنا ہے" دستگیر اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"میں آرہا ہوں آپ انہیں بٹھائیں" مینیجر سر ہلا کر چلا گیا تو وہ بھی اپنا کوٹ درست کرتا کیبن سے نکل گیا۔

"سر ارمان صاحب آئے ہیں" اس نے کیبن سے نکل کر شہیر کو فون کیا تھا۔ کیبن میں بیٹھے فائلوں میں الجھے نیلی آنکھوں والے شخص کے چہرے پہ ناگواری پھیل گئی۔

"اسے کہہ دینا میں بہت مصروف ہوں اگر یہ سن کر بھی نہ جائے تو دھکے دے کر نکال دینا" اس نے کہہ کر ٹھک سے فون بند کر دیا اور یہ مرحلہ ہوتا تھا جب دستگیر بے بس ہو جاتا تھا۔ ارمان اسے اچھا لگتا تھا وہ بہت عزت سے بات کرنے والا انسان تھا۔ دستگیر نے گہرا سانس لیا۔ وہ شہیر کا حکم نہیں ٹال سکتا تھا اس لیے قدم اٹھتا وہ ویٹنگ روم میں آگیا جہاں ارمان ہلکے آسمانی رنگ کے

پینٹ کوٹ اور سفید شرٹ میں ملبوس بیٹھا تھا۔ بال جیل سے پف کی صورت ڈھلے تھے۔ دستگیر کو آتے دیکھ اس کے چہرے پہ مسکان دوڑ گئی۔ دراز قد خوبرو نقوش اور ہلکی داڑھی والا اس کی جانب اپنائیت سے ہاتھ بڑھا کر بولا۔

"کیسے ہیں آپ دستگیر۔؟" دستگیر مسکرا دیا۔

"میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں سر۔؟" ارمان نے شانے اچکائے۔

"تمہارے سامنے ہوں میں نے شہیر سے ملنا تھا" وہ حال احوال کے فوراً بعد مدعے پہ آیا۔

"سر مصروف ہیں" ارمان کے چہرے پہ اداس سی مسکان در آئی

"میرے لیے اب وہ بہت مصروف ہو گیا ہے" وہ کھوئے ہوئے انداز سے بولا پھر سر جھٹکا کر دستگیر کو دیکھا

exponovels

"میں نے بہت ضروری بات کرنی ہے" دستگیر نے بے بسی سے اسے دیکھا وہ مناسب الفاظ ڈھونڈنے لگا جس سے ارمان کو زیادہ دکھ نہ ہو۔

"سر آج نہیں مل سکیں گے" ارمان نے لب بھینچے

"میں اس سے خود بات کرلیتا ہوں" اس نے دستگیر کی حالت سمجھتے ہوئے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر کہا اور کالے پینٹ کوٹ گندمی رنگت والے دستگیر کے کاندھوں سے بہت سا وزن ہٹ گیا۔اس نے مسکراتی نظروں سے ارمان کو دیکھا اور سر کو خم دے دیا۔ارمان نے اس کے شانے سے ہاتھ ہٹایا۔وہ فون نکال کر کچھ قدموں کے فاصلے پہ جا کر کھڑا ہو گیا۔اس کی پہلے دو تین کالز تو شہیر نے اٹھائی ہی نہیں چوتھی کال جب اس نے اٹھائی تو ارمان کے کچھ بھی کہنے سے ہی برہمی سے بولا۔

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟" ارمان کو امید تھی وہ ایسے ہی بات کرے گا اس لیے بغیر برا منائے نرمی سے بولا۔

"تم سے ملنے آیا ہوں بچے" شہیر کے چہرے پہ ناپسندیدگی پھیل گئی۔

"میں نہیں ملنا چاہتا تم واپس جا سکتے ہو" ارمان کو اس کے انداز پہ تکلیف ہوئی

"شہیر بات ضروری ہے تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا پلیز" وہ بے بس تھا۔اس کے سامنے جیا کا چہرہ آگیا تھا۔وہ اپنی بہن کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔دوسری جانب لمحوں کی خاموشی رہی۔دور کھڑا دستگیر دانستہ اس کی طرف متوجہ تھا۔وہ ارمان کے چہرے سے باتوں کا انداز کر سکتا تھا۔اسے کبھی کبھی لگتا تھا جیسے شہیر کو سچ میں کوئی غلط فہمی

exponovels

ہورہی ہے ارمان کسی کا قتل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ ایک عرصے سے ارمان کو فولو کر رہا تھا پھر بھی اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملتا تھا۔ لیکن یہ بات وہ شہیر کو نہیں کہہ سکتا تھا اس لیے خاموش رہتا تھا۔

کان سے فون لگا کر کھڑا ارمان شہیر کے جواب کا منتظر تھا۔

"ٹھیک ہے آجاؤ" ارمان مسکرا دیا۔

"کیا کہا باس نے۔؟" جب ارمان دستگیر کے قریب آیا تو اس نے پوچھا

"رشتے ناراض ہو سکتے پر کبھی ختم نہیں ہو سکتے یہ ہمارا ہی گمان ہوتا ہے کہ ہم نے رشتہ ختم کر دیا ہے پر ایسا نہیں ہوتا جن رشتوں کے نام ہوتے ہیں وہ کبھی ختم نہیں ہوتے کیونکہ انسان مٹ جاتے ہیں نام نہیں مٹتے" ارمان کی بات سے وہ اندازہ کر سکتا تھا کہ شہیر نے اسے اپنے کیبن میں بلا لیا ہے۔ دستگیر مسکرا دیا۔ ارمان بھی جوابی مسکرا کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

&&&&&&&&&&&&

کیبن کے دروازے پہ دستک دے کر اس نے دروازہ کھولا اور مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ سامنے چیئر پہ بیٹھے شہیر ملک نے سپاٹ نظروں سے آنے والے کو دیکھا

"کیسے ہو بیٹے" وہ محبت سے بولا۔ شہیر نے دیوار آویز گھڑی کو دیکھا۔

"پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس" اس نے سرد مہری سے کہا ارمان کی مسکراہٹ ماند پڑ گئی۔

"حال بھی نہیں بتاؤ گے اپنا۔؟" وہ دکھی ہو گیا۔ شہیر نے گھڑی پہ ہی نظر رکھی۔

"چار منٹ باون سیکنڈ" یہ اشارہ تھا وقت گزر جانے کا۔ ارمان کی آنکھیں زخمی ہو گئیں۔ وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ شہیر نے کہنیاں میز پہ جمائیں اور اسے دیکھنے لگا چہرے سے لگتا تھا کہ اسے ارمان اور اس کی بات میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ قدِ آدم کانچ کی کھڑکی سے باہر سڑک نظر آتی تھی آسمان پہ چڑیاں اڑ رہی تھیں۔ سڑک پہ گاڑیوں کا رش تھا۔ ارمان نے جب اپنی بات شروع کی تو شہیر نے اس پہ سے نظریں ہٹا کر پہلے سڑک کو دیکھا پھر وہ اڑتی چڑیاں کو دیکھنے لگا۔

ارمان شہیر کی عدم دلچسپی محسوس کر رہا تھا پر اس نے بات تو کرنی ہی تھی اس لیے وہ بولنے لگا۔

"جیا تم سے بہت محبت کرتی ہے" وہ سیدھا مدعے پہ آگیا۔ شہیر کی نظریں چڑیاں پہ ہی تھیں جن میں اسے ایک آکر کھڑکی کے آگے بنے شیڈ پہ بیٹھ گئی۔ وہ جیسے تھک گئی تھی اڑ کر۔

"وہ تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی" ارمان نے مزید کہا وہ شہیر کا چہرہ ہی دیکھ رہا تھا۔ جب وہ خاموش ہوتا تو گھڑی کی ٹک ٹک کرتی سوئیوں کی آواز سنائی دینے لگتی۔ وقت کم تھا اور بات ضروری۔

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے" وہ بے نیازی سے بولا نظریں چڑیا پہ ہی تھی۔ وہ چونچ کو شیشے سے ٹکرا رہی تھی۔ وہ اندر آنے کی جسارت کر رہی تھی۔ جیسے جیا شہیر کی زندگی میں آنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"محبت کا مسئلہ ایک انسان کا نہیں ہوتا یہ مسئلہ دو لوگ سے مل کر بنتا ہے اور یہ حل بھی دو لوگوں سے ہی ہو گا" شہیر نے ایک اچٹتی نظر ارمان پہ ڈالی۔ چڑیا ویسے ہی کانچ سے چونچ ٹکرا رہی تھی۔ جیسے جیا شہیر نامی پتھر سے سر ٹکراتی ہے بالکل ویسے ہی۔

exponovels

"مجھے تمہاری پوری فیملی سے نفرت ہے" وہ صاف گوئی سے بولا۔ارمان نے گہرا سانس لیا۔ جیسے وہ تھک گیا ہو
"شہیر تمہیں لگتا ہے نا کہ میں گناہگار ہوں تو سزا مجھے دو اس سب میں جیا کو مت لاؤ" وہ التجا کرنے لگا۔ شہیر نے کوئی جواب نہ دیا۔خاموشی کے ساتھ ہی گھڑی کی ٹک ٹک پھر سے سنائی دینے لگی۔ دھوپ کیبن میں روشنی کیے ہوئے تھی سڑک پہ ٹریفک ویسی ہی تھی۔ چڑیا بھی اپنی کوششوں میں مصروف تھی۔ شہیر نے ارمان کی بات پہ اسے دیکھا۔ شہیر کی نظریں چبھتی ہوئی تھیں۔
"سزا تو تمہیں ملے گی ہی لیکن مجھے تمہاری بہن میں کوئی دلچسپی نہیں۔ تمہاری بہن کو علاج کی ضرورت ہے مجھے فرق نہیں پڑتا وہ مرے یا جیئے۔آئی ریلی ڈونٹ کیئر" اس نے سرد لہجے سے کہا اور گھڑی کو دیکھا جس پہ پانچ منٹ پورے ہو گئے تھے۔ارمان کے چہرے پہ سائے لہرانے لگے۔اسے شہیر سے اتنی سرد مہری کی امید نہیں تھی۔اسے آج پہلی بار بے عزتی محسوس ہوئی تھی ورنہ وہ شہیر کو اپنا چھوٹا بھائی سمجھ کر معاف کر دیتا تھا لیکن جیا میں بھی اس کی جان بستی وہ اس کے متعلق کوئی بات نہیں سنا سکتا تھا اور اس طرح کی تو بالکل نہیں۔اس لیے وہ خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔
"تمہارے وقت کا شکریہ" ارمان نے مسکرانے کی کوشش کی۔ شہیر نے کاندھے اچکائے۔
"دوبارہ مت آنا" وہ کہہ کر اپنے کام میں لگ گیا۔ارمان کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر واپسی کے لیے مڑ گیا۔ شیشے سے چونچ ٹکراتی چڑیا بھی شاید تھک گئی تھی وہ شہیر کے کھڑکی کی طرف دیکھتے ہی پھر سے اڑ گئی۔ایک دن جیا بھی تھک کر اپنا راستہ ضرور بدل لے گی۔ شہیر نے آسمان پہ گم ہوتی چڑیا کو دیکھ کر سوچا تھا۔وہ جیا سے نفرت نہیں کرتا تھا بس وہ ارمان سے جڑے کسی بھی شخص سے کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ شہیر کی نظروں سے جب چڑیا اوجھل ہو گئی تو

exponovels

وہ اپنے کام میں لگ گیا۔ سڑک پہ ٹریفک اب چھٹنے لگی تھی دھوپ ویسے ہی کیبن کو روشن کیے ہوئے تھی گھڑی کی ٹک ٹک پھر سے سنائی دینے لگی تھی۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&

وہ دونوں اس وقت مال میں کھڑی تھیں۔ عائشہ بہت سی دکانوں میں پھر چکی تھی پر اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ شہیر کے لیے کیا لے (عائشہ نے اسی کے بارمیں شہیر سے بات کرتے ہوئے سوچا تھا جو میں نے پہلے نہیں بتائی تھی یہ کوئی اتنی خاص بات نہیں ہے میں جانتا ہوں پر میرا ناول میری مرضی)

انابیہ نے اسے کوفت سے دیکھا

"مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ ایک گھنٹے سے دکانوں میں جارہی ہو ایک ایک چیز دیکھنے کے بعد تم انکار کر کے باہر آجاتی ہو مجھے لگتا ہے تم نے کچھ لینا ہی نہیں تم بس ڈرامے کررہی ہو" وہ عائشہ سے زبردست قسم کی زچ ہوگئی تھی۔

عائشہ بھی جھنجھلا گئی۔

"مجھے قسم سے سمجھ نہیں آرہی کہ کیا لوں یہ لڑکے بھی بہت مشکل مخلوق ہوتی ہے نہ ان کی سمجھ آتی ہے اور نہ ان کے لیے لیئے جانے والے تحفوں کیں" وہ رو دیکھنے کو تھی کہ تبھی اس کی نظر ایک بوتیک کی شاپ پہ رک گئی۔

وہاں ہلکے بادمی رنگ کی شرٹ اسٹیچو نے پہنی ہوئی تھی جس کے گریبان کے صرف چار بٹن تھے اور آستینیں بھی کلائیوں تک تھیں۔ شرٹ پتلی جرسی کے کپڑے کی بنی تھی۔ اس نے انابیہ کا ہاتھ تھاما اور اس شاپ میں چلی گئی۔

اس نے اس شرٹ کو ہاتھ لگا کر اس کا سٹف محسوس کیا۔

کپڑا بہت نرم تھا۔اس نے ایک لمحے کو آنکھیں موند کر شہیر کو تصور کیا کہ وہ اس شرٹ میں کیسا لگے گا۔نیلے آنکھوں اور سفید رنگت والا اس شرٹ میں کمال لگتا تھا۔عائشہ نے فوراً آنکھیں کھولیں اور وہ شرٹ دکان والے لڑکے کو کہہ کر پیک کروالی۔

"بس ایک شرٹ ہی لو گی۔؟"انابیہ اور وہ جب باہر آرہی تھیں تو اسنے پوچھا۔

"ہاں"وہ خوش تھی انانیہ نے اسے ملال سے دیکھا

"بہت گندی نیت ہے بھئی تمہاری بندہ پہلی بار کچھ دے رہا ہے کچھ اچھا لے لیتیں"اسے شرٹ اچھی لگی تھی پر اتنی بھی نہیں۔عائشہ اس کی بات پہ چڑ گئی

"ہاں ایک کام کرتی ہوں خود ڈبے میں بیٹھ کر چلی جاتی ہوں"انابیہ نے سر جھٹکا

"پتہ نہیں اسے تم میں کیا نظر آیا ہے"عائشہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"دماغ"اس نے اپنے سر پہ انگلی رکھ کر دستک دی پھر انابیہ کے سر کی پشت پہ چیت لگائی

"جو تمہارے پاس نہیں ہے"انابیہ نے اسے غصے سے دیکھا پر وہ خاموش ہو گئی تھی۔عائشہ نے بھی اپنا موبائل نکالا اور ٹاسک نام کا نمبر نکال کر وہ شہیر کو میسج لکھنے لگی تھی۔

"آپ میرا موبائل بھیج دیں میں اس وقت مارکیٹ میں ہوں"اس نے اپنی لوکیشن بھی میسج میں لکھ دی تھی۔اس نے اور انابیہ نے اب ریستوران جا کر کھانا کھانا تھا اس لیے اس نے وہیں کا پتہ لکھ بھیجا تھا۔

&&&&&&&&&&&&&&

exponovels

کانچ کی میز کے آمنے سامنے رکھی کرسیوں پہ وہ دونوں بیٹھیں پیزا کھارہی تھیں۔

"کیاوہ خود موبائل دینے آئیں گے۔؟"انابیہ نے تجسس سے پوچھا

"نہیں دستگیر آرہے رہے ہیں"اس نے شہیر کے جوابی میسج کو دہرایا تھا۔انابیہ الجھی

"یہ کون ہے۔؟ "

"شاید ان کے گارڈ ہیں پرپسنیلیٹی ان کی بھی بہت کمال کی ہے"عائشہ نے پیزا کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں نے شہیر ملک کو بھی دیکھنا ہے تم ان سے تصویر کا کہہ دو"انابیہ نے اسے مشورہ دیا۔عائشہ نے لب بھینچ کر پھیلائے

"نو جی میں اتنی بھی پاگل نہیں ہوں"انابیہ کا منہ بن گیا۔وہ ابھی کچھ بھی کہتی کہ عائشہ کا موبائل بجاعائشہ نے اسکرین کو دیکھا تو ایک غیر شناسا نمبر جگمگا رہا تھا

"اسلام علیکم میم میں باہر کھڑا ہوں"دوسری جانب دستگیر تھاعائشہ کھڑی ہوگئی۔انابیہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔عائشہ نے لبوں کو خاموش جنبش دی اور باہر داخلی دروازے کی جانب پلٹی باہر وہ سامنے ہی کھڑا تھا عائشہ نے اسے ہاتھ ہلا کر اندر بلایا۔

"کیسی ہیں آپ میم۔؟"وہ اندر آکر خوشگواری سے بولا تھا۔انابیہ کی نظریں اس پہ ہی ٹھہر گئیں اونچا لمبا گھری مونچھوں والا دستگیر اسے بہت اچھا لگا تھا۔

اس کے لیے نظریں ہٹانا مشکل تھا

exponovels

"تمہاری منگنی ہو چکی ہے انابیہ اور ذیشان دنیا کا سب سے خوبرو شخص ہے "اس نے خود کو باور کروایا اور دستگیر سے نظریں ہٹالیں۔

"میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟" عائشہ نے مسکرا کر پوچھا

"جی میں ٹھیک ہوں "اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو اس میں عائشہ کا موبائل تھا جو کہیں سے نہیں لگتا تھا کہ کبھی ٹوٹا بھی ہو۔

"یہ آپ کا موبائل "عائشہ نے موبائل تھاما ہی تھا کہ وہ بولا

"دکھائیں میں سمیں ڈال دیتا ہوں "عائشہ نے اسے دونوں موبائل تھما دیے

"اب مجھے اجازت "جب دستگیر نے سم کارڈز ڈال دیے تو اس نے عائشہ کو دیکھ کر کہا

"بالکل اجازت نہیں ہے آپ بیٹھیں اور بتائیں کا لیں گے آپ۔؟" دستگیر اس کی بات پہ جھینپ گیا

"نہیں میم بس میں نے جانا ہے "وہ شرماتے ہوئے بولا انابیہ ایک بار پھر اسے دیکھنے لگی تھی "بندہ کیوٹ ہے پر میں بک ہو مجھے یہ یاد رکھنا چاہیے "اس نے پھر سے اس پہ سے نگاہیں ہٹالیں اور پیزا کھانے لگی۔ عائشہ کو بھی وہ ایسے بولتا ہوا بہت اچھا لگا۔

"نہیں یہ تو کوئی بات نہ ہوئی آپ میرے مہمان ہیں "دستگیر نے سر ناں میں ہلایا

"پھر کبھی میم ابھی مجھے سچ میں دیر ہو رہی ہے "اس نے دوبارہ انکار کیا تو عائشہ خاموش ہو گئی پھر وہ پلٹی

exponovels

"یہ آپ شہیر کو دے دیجیئے گا" اس نے کرسی کے قریب رکھے شاپنگ بیگ کو اٹھا کر دستگیر کی طرف کیا تھا۔ دستگیر نے الجھی نظروں سے اسے دیکھا پھر جب وہ سمجھ گیا تو وہ بولا

"میں باس سے بات کر لوں۔؟" وہ شہیر کی اجازت لینا چاہتا تھا۔ عائشہ نے سر ہلا دیا۔ اسے پتہ تھا گفٹ کے لیے شہیر انکار نہیں کرے گا اسے نا جانے کیوں اتنا یقین تھا شہیر پہ۔

"باس کہہ رہے ہیں کہ آپ کا شکریہ پر وہ گفٹ نہیں لیں گے" عائشہ کو جھٹکا لگا۔ انابیہ نے بھی چونک کر اوپر دیکھا

"پر میں نے ان کے لیے ہی یہ لیا ہے" دستگیر اس کی بات اور انداز پہ بے بس ہو گیا تھا اس نے شہیر کو کہا تو وہ دوسری جانب سے بولا۔

"میری بات کرواؤ" دستگیر نے سر ہلا کر اس کی جانب موبائل کر دیا۔ عائشہ کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ اس نے موبائل لیا اور کان سے لگایا۔ انابیہ جلدی سے کھڑی ہو کر اس کے قریب ہو گئی تا کہ وہ بھی ان کی باتیں سن سکے پر اسے شہیر کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

"ہیلو" عائشہ نے دل کی دھڑکنوں پہ قابو پاتے ہوئے کہا۔

"عائش۔۔۔۔! " عائشہ کے وجود سے اس کی سانسیں پروائی بن کر ٹکرائیں تو اس نے بے ساختہ شہیر کو اپنے بہت قریب محسوس کیا۔

"میں نے آپ کے لیے گفٹ لیا ہے" اس کے جسم میں اندر ہی اندر ایک طوفان چلنے لگتا تھا جب بھی وہ شہیر سے بات کرتی تھی اس کی دھڑکنیں رفتار پکڑ لیتی تھیں۔

exponovels

"میں لڑکیوں سے تحفے نہیں لیتا تم بتاؤ تمہیں کچھ چاہیے۔؟" وہ نرمی سے بولا تھا پر عائشہ کو اس کی بات بری لگی اسے یوں لگا جیسا وہ عائشہ کو گندی نیت یا باقی لڑکیوں جیسا سمجھ رہا ہے جو بس تحفوں سے خوش ہوتی ہیں۔ عائشہ کے اندر والا طوفان تھم گیا۔ چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔

"مجھے کچھ نہیں چاہیے اور اگر کچھ چاہیے ہو گا تو میں خود لے سکتی ہوں آپ کا بہت شکریہ" اس کے انداز میں ناراضی تھی

"جانتا ہوں" وہ مختصر جواب دے کر خاموش ہو گیا۔

"آپ وہ تحفہ لے لیں پلیز" وہ پتہ نہیں کیا سوچ کر اصرار کرنے لگی تھی۔ دوسری جانب سے شہیر نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"میں نے کہا نا مجھے تحفے نہیں چاہیں میں لڑکیوں سے تحفے نہیں لیتا تم میری بات مانا جایا کرو مجھے تم سے تمہارے علاوہ کچھ بھی نہیں چاہیے" عائشہ نے اس کی باقی بات نہ سنی بس اتنی ہی سنا کہ وہ اس سے تحفہ نہیں لینا چاہتا عائشہ کے چہرے پہ سایے لہرانے لگے اسے انابیہ کا بھی خیال آیا کہ اب وہ انابیہ کو کیا کہے گی کہ شہیر نے اس کی بات نہیں مانی عائشہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ دستگیر نے اسے چونک کر دیکھا۔ انابیہ بھی پریشان ہوئی تھی پر عائشہ تپ چکی تھی۔

"ٹھیک ہے مت لیں اور ایک بات میری بھی سن لیں میں بھی کسی کا احسان نہیں لیتی آپ نے موبائل ریپئر کروایا اس کا بہت شکریہ میں اس کے پیسے بھیج رہی ہوں اور دھمکانے یا ڈرانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے آپ سے ڈر نہیں لگتا آپ مجھے زہر جیسے لگتے ہیں بھاڑ میں جائیں آپ" اس کے دل میں جو آیا کہہ دیا۔ دستگیر کی آنکھیں باہر گرنے کو

exponovels

ہو گئیں اسے اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا کہ یہ سب اسی کے باس کو کہا گیا ہے۔دوسری جانب موجود شہیر بھی دنگ رہ گیا تھااور عائشہ نے دستگیر کا موبائل اس کی طرف کیااور پرس سے پیسے نکالے دستگیر کے ہاتھ میں زبردستی تھمائے ٹیبل پہ بل رکھااور اپنا سامان اٹھا کر بہتی آنکھوں سے باہر نکل گئی۔انابیہ بھی اس کے پیچھے بھاگی تھی۔دستگیر کو سمجھ نہ آئی کہ یہ سب اچانک سے کیا ہو گیا۔اس نے باہر جاتی عائشہ کو دیکھا جو اپنے آنسو صاف کررہی تھی۔

________________&&&&&&&&&&&&&&&&&_________

_____

وہ اپنے گھر آکر سیدھی اپنے کمرے میں آگئی تھی۔اس نے آکر شرٹ والا ڈبہ دیوار میں مارا

"بھاڑ میں جائیں نہیں لیں گے تو نہ لیں" اسے نجانے کیوں بہت زیادہ رونا آرہا تھا۔اسے لگا تھا شہیر اس کے گفٹ دینے پہ خوش ہو گا پر جیسے وہ عائشہ کی بے عزتی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔

"وہ کیا جتانا چاہتے ہیں کہ میں گندی نیت ہوں" اسے رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔وہ کمرے میں بھیگی آنکھوں سے چکر لگانے لگی جب کچھ سمجھ نہ آیا کہ غصہ کہاں اتارے تو اس نے بھالو کو ہی شہیر سمجھا اور اٹھا کر دیوار میں مار کر خود اوندھے منہ بیڈ پہ لیٹ گئی۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ شہیر کو کال کرکے اور بھی سنائے پر وہ اس سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی اس کی حالت عجیب ہورہی تھی

__________________________&&&&&&&&&&&&&&&&

&_________

exponovels

اس کی میز پہ پیسے مڑے تڑے سے پڑے تھے جنہیں وہ برہمی سے دیکھ رہا تھا۔ دستگیر سامنے کھڑا تھا۔

"انہوں نے یہ دیے اور روتی ہوئی چلی گئیں" دستگیر کی بات پہ اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ لڑکی انتہائی بے وقوف ہے میں اس کا کیا کروں" اسے عائشہ کی یہ حرکت بری لگی تھی۔ دستگیر وہاں کچھ دیر رکا پھر خاموشی سے باہر چلا گیا۔ شہیر نے اس کے جانے کے بعد موبائل نکالا اور عائشہ کو کال کی

"میں نہیں اٹھاؤں گی" وہ جو اپنے کمرے میں بیٹھی تھی بجتے موبائل کو دیکھ کر سوچا پر دل سے مجبور ہوتے ہوئے کال اٹھالی۔

"عائش۔۔۔!" وہ دوسری جانب سے بولا۔ عائشہ نے لب بھینچ لیے وہ اسے اب محسوس بھی نہیں کرنا چاہتی تھی

"کس لیے کال کی ہے۔؟" وہ سپاٹ لہجے سے بولی

"تمہاری طبیعت ٹھیک کرنے کے لیے" وہ ہلکے غصے سے بولا عائشہ کو برا لگا۔ یعنی غلطی اوپر سے غصہ۔۔۔

"میرے ساتھ آپ اس طرح بات مت کیا کریں" شہیر کی بھنویں اوپر ہوئیں۔ لبوں پہ مسکان آگئی۔ وہ ناراض ہو رہی تھی۔ شہیر نے اب اس ماننا تھا۔ اس نے کرسی کی پشت سے کمر ٹکالی وہ ماننے کے موڈ میں تھا

"میں تو ایسے ہی بات کروں گا" وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا

"میں کال کاٹ دوں گی"

"میں تمہارے گھر آ جاؤں گا" عائشہ جھنجھلا گئی

"مجھے دھمکیاں مت دیا کریں" وہ دبا دبا سا چیخی

exponovels

"مجھے کیوں ایسا لگ رہا ہے میرا اٹیڈی بیئر مجھ سے لڑنا چاہتا ہے" عائشہ کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی اس نے دل پہ ہاتھ رکھا۔ زبان پہ اچانک ہی تالا لگ گیا۔ اس سے کچھ بھی نہ بولا گیا۔

"میں آپ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی اور آپ کو لگ رہا ہے کہ میں آپ سے لڑنا چاہتی ہوں" شہیر اس کی باتوں سے محظوظ ہو رہا تھا

"اچھا پر میں تو تم سے ہی بات کرنا چاہتا ہوں" وہ ایک لمحے کو رکا پھر بولا "میرا گفٹ کہاں ہے۔؟" عائشہ سمجھ گئی تھی کہ وہ اب اسے تنگ کرے گا

"میں نے پھینک دیا" اس نے جھوٹ بولا۔ نظریں فرش پہ گرے ڈبے پہ ہی تھیں۔

"جھوٹ" عائشہ کو ہنسی سی آئی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں" اس نے زور دے کر کہا تو وہ دوسری جانب سے بولا

"میں تمہاری طبیعت ٹھیک کر دوں گا اگر مجھے میرا گفٹ نہ ملا تو میں کل خود تمہارے پاس آؤں گا آج کا وقت ہے تمہارے پاس جا کر ڈھونڈ کر لاؤ کہاں پھینک کر آئی وہ گفٹ ورنہ میں نے تمہیں کڈنیپ کر لینا ہے اور پھر تم بھی کسی کو نہیں ملو گی گندی کہیں کی" وہ مصنوعی ناراضی سے بولا تھا اور عائشہ کے چہرے پہ مسکان دوڑ گئی وہ اسے منا رہا تھا اور عائشہ ایویں ہی اس کے بارے میں الٹا سیدھا سوچنے لگی تھی۔ اسے اپنی باتوں پہ اب پشیمانی ہو رہی تھی۔

"ایم سوری میں نے آپ پہ غصہ کیا" شہیر اس کی بات پہ فوراً بولا

exponovels

"اس بات کی سزا تو تمہیں کل ملے گی میں معافی دینے میں بہت کنجوس ہوں تم مجھے کل ملو زرا پھر میں تمہیں بتاؤں گا" وہ شریر لہجے سے کہتا فون بند کر چکا تھا پر عائشہ کو بے چین کر گیا تھا اب وہ کل آئے گے اس سے ملنے۔۔۔۔

"اف میرے خدا" اس نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا اسے اب لگ رہ تھا کہ اس نے خود بیل کو ٹکر کی دعوت دی ہے اب کل کیا ہوگا۔ وہ اب کل کے بار میں سوچ کر پریشان ہونے لگی تھی۔۔۔۔

ڈائننگ ٹیبل پہ ناشتہ چنہ تھا۔ صبح کی روشنی بند کھڑکی سے اندر داخل نہ ہوتی تھی۔ ٹیبل کے اوپر لگے زرد لیمپس روشن تھے جن سے مخصوص نیم اندھیر اور خاموشی پھیلی تھی۔ ارمان سربراہی کرسی پہ آفس جانے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ ہلکے سبز پینٹ کوٹ اور سفید شلوار میں وہ پرکشش لگتا تھا۔ اس کے قریب ہی اس کی ماں نائٹ سوٹ میں ملبوس بیٹھی تھیں وہ ناشتہ دیر سے کرتی تھیں پر اس وقت وہ ارمان کو کمپنی دینے کی غرض سے آجایا کرتی تھیں۔

ارمان کے چہرے پہ کچھ کچھ اضطراب تھا

"میں نے آپ سے ایک بات کرنی تھی ماں" اس نے چہرہ ماں کی جانب کیا۔ ماں نے ادا سے سر کو خم دیا۔ ان کا چہرہ دھلا دھلا صاف لگتا تھا آنکھوں میں نیند کا خمار نہ تھا وہ پوری توجہ سے ارمان کو سن رہی تھیں

"میں نے شہیر سے جیا کے لیے بات کی تھی وہ نہیں مان رہا" اس نے شکستہ لہجے سے ساری بات ماں کو بتادی تو ان کے چہرے پہ تنفر بکھر گیا۔

"تمہیں ضرورت ہی کیا تھی اس بد تمیز انسان کے پاس جانے کی" ارمان کو ان سے ایسے ہی ری ایکشن کی امید تھی اس لیے اس نے نظریں جھکا کر اسی انداز سے کہا

"میں اپنی بہن کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا" ماں نے بے بسی سے اسے دیکھا جو ابھی بھی بول رہا تھا" ماں اس میں قصور نہ جیا کا ہے اور نہ ہی شہیر کا محبت زبردستی نہیں ملتی مجھے لگتا ہے وہ کسی اور میں انٹرسٹڈ ہے آپ جیا کو سمجھائیں" ماں کی بھنویں سکڑیں

"وہ کس میں انٹرسٹڈ ہے۔؟" انہوں نے پوچھا تو ارمان نے شانے اچکا دیے۔

"شاید اپنی کزن زویا میں وہ ایک عرصہ سے اس کے ساتھ رہا ہے ہو سکتا ہے وہ اسے پسند کرنے لگ گیا ہو پر ہمیں اس سب سے کیا مطلب ہمارا مسئلہ تو جیا کو سمجھانا ہے نا" وہ بے چینی سے بولا تھا اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی زویا میں۔ ماں اسے کچھ دیر دیکھتی رہیں پھر انہوں نے سر ہلایا۔

"میں بات کروں گی جیا سے تم بے فکر رہو اب وہ تمہارے سامنے شہیر کا ذکر نہیں کرے گی" ارمان نے انہیں تشکر سے دیکھا وہ جانتا تھا اب ماں سب سنبھال لیں گی وہ جیا کو ضرور اب سمجھا دیں گی۔ ارمان کھڑا ہو گیا

"ناشتہ تو کر لو" ارمان نے نفی میں گردن ہلائی

"نہیں میرا دل نہیں کر رہا جب جیا اٹھے تو آپ لازمی مناسب الفاظ میں اسے سمجھا دیجئے گا ان الفاظ سے جن سے جیا کو کم سے کم تکلیف ہو" وہ اداسی سے ماں کا چہرہ دیکھتا اپنی بات مکمل کر کے پلٹ گیا تھا۔

exponovels

پیچھے کرسی پہ بیٹھیں ماں کی نظروں نے اس کا دور تک تعاقب کیا تھا جب ارمان گھر سے نکل گیا تو وہ کرسی سے اٹھیں۔

)بہرام۔! اس لڑکی کا نام زویا ہے (

وہ چلتی ہوئیں ڈائننگ ہال سے نکل آئی تھیں۔ اب ان کا رخ اپنے کمرے کی جانب تھا۔ آنکھوں میں کچھ زخم اور تپش تھی۔

)امریکہ میں رہتی ہے شہیر ملک کی کزن ہے مجھے اس لڑکی کو راستے سے ہٹانا ہے (

انہوں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور آ کر سامنے لگے ڈریسنگ کے شیشے کے قریب رک گئیں ان کی نظر اپنے عکس پہ تھی

)ہاں مجھے اس لڑکی کو روپوش کرنا ہے۔ تم نے اس لڑکی کو تب تک زندہ رکھنا ہے جب تک شہیر ملک ٹوٹ کر بکھر نہ جائے (

ان کی زخمی آنکھوں میں اب نمی تھی۔ انہوں نے اپنے عکس کو بغور دیکھا۔ انہیں اپنے چہرے پہ ایک گدکی گردن لگی محسوس ہو رہی تھی ایک بھدی کالی گد جو انتہائی بدصورت تھی۔

)تم نے اس لڑکی کو اتنی اذیت دینی ہے کہ اس کے جسم پہ لگنے والی ایک ایک چوٹ شہیر ملک کی روح کو لرزا دے اور وہ دوبارہ میری کسی اولاد کو دکھ دینے لائق نہ بچے اور میری ایک بات سن لو یہ کام اتنی صفائی سے ہونا چاہیے کہ کسی کو پتہ نہ لگے خاص کر ارمان کو(

exponovels

انہوں نے اپنی نظریں شیشے سے ہٹائیں اور بیڈ کے کنارے پہ آبیٹھیں۔

"میں کیا سے کیا بن گئی"ان کی آنکھیں اب مسلسل بہنے لگی تھیں پر وہ ان کی پرواکیے بغیر بڑبڑا رہی تھیں۔"میرے کاندھوں پہ اب چار اموات کا بوجھ ہو جائے گا پر میں یہ سب صرف اپنی اولاد کے لیے کر رہی ہوں اپنے لیے کر رہی ہوں میں سب کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں میں خود بھی خوش رہنا چاہتی ہوں"انہوں نے اب اپنے آنسو صاف کیے تھے ان میں سرد مہری سرخ کے ساتھ آرکی تھی۔

"اور اس کے لیے مجھے جو کچھ بھی کرنا پڑا میں کروں گی جتنی اذیت میری جیا اور ارمان جھیل رہے ہیں اس سے کہیں زیادہ شہیر بھگتے گا"شہیر کے نام سے ہی ان کے حلق تک کڑواہٹ پھیل جاتی تھی انہیں نہ شہیر پسند تھا اور نہ ہی اس کی ماں جو ان سے بہت حسین تھیں۔ان کی نیلی آنکھوں کے لوگ اسیر ہو جایا کرتے تھے۔۔۔۔

کمرے میں اس وقت اندھیرا بکھرا تھا کھڑکیوں پہ پردے گرے ہونے کی وجہ سے روشنی اندر نہیں آرہی تھی اور اب اس اندھیرے میں وحشت اور سفاکی بھی سر اٹھانے لگی تھی۔۔۔۔

__________&&&&&&&&&__________

کالی لینڈ کروزر سڑک پہ بھاگ رہی تھی۔دستگیر اپنے ازلی لباس میں ملبوس ڈرائیونگ کر رہا تھا اور شہیر ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھا موبائل پہ نظریں جمائے ہوا تھا۔

"تمہاری کہانی کہاں تک پہنچی۔؟"دستگیر نے اسے چونک کر دیکھا پر شہیر کی نظریں موبائل اسکرین پہ ہی تھیں۔

"میں کچھ سمجھا نہیں"وہ سچ میں شہیر کی بات سے الجھ گیا تھا۔شہیر نے موبائل سے نظریں ہٹا کر دستگیر کو دیکھا۔

exponovels

"تم جیا کو پسند کرتے ہونا"اس کے لہجے سے نہیں لگتا تھا کہ وہ دستگیر سے سوال کر رہا ہے دستگیر کا دم خشک ہو گیا۔

"ج۔۔۔جی۔۔۔جی۔؟"اسے سمجھ نہ آئی کہ کیا کہے۔

"تم جیا کو پسند نہیں کرتے۔؟"شہیر نے سنجیدگی سے پوچھا دستگیر کی نظریں جھک گئیں اس نے گاڑی کی اسپیڈ ہلکی کرلی تھی۔وہ کسی مجرم کی طرح بیٹھا تھا اب۔

"کل ارمان تمہارے والی کو مجھے چپکانے آیا تھا میں نے اسے صاف انکار کر کے تمہارا راستہ صاف کر دیا ہے اور مرد کی طرح جا کر اس سے بات کرو یہ کیا کبھی اس کا پیچھا کرتے ہو تو کبھی اس کی گاڑی کا ٹائر پنچر کر دیتے ہو"وہ ناپسندیدگی سے بولا تھا اور دستگیر سانس لینا تک بھول گیا تھا اس نے اچانک سے بریک لگائی اور شاکی نظروں شہیر کو دیکھا

"جو کھیل میں نے تمہیں کھیلنے سکھائے ہیں تم انہیں میرے سامنے کھیلو گے تو تمہیں کیا لگتا ہے میں پہچان نہیں سکوں گا۔؟"وہ بالکل نارمل انداز سے بول رہا تھا دستگیر کی نظریں اب مکمل جھک چکی تھیں۔اسے بالکل انداز نہیں تھا کہ شہیر یہ سب بھی جان جائے گا۔شہیر نے اس کی جھکی نظریں دیکھیں

"تمہیں اسے جا کر بتا دینا چاہیے کہ تم اس سے محبت کرتے اس طرح خاموش محبت سے صرف عمر بھر کا ہجر ہاتھ لگتا ہے اور کچھ نہیں"دستگیر کو اس کی بات پہ حوصلہ ہوا۔اس نے دھیرے سے اوپر دیکھا شہیر کی نظریں اسی پہ تھیں۔

وہ آہستگی سے مسکایا۔

exponovels

"دستگیر تم میرے بھائی ہو تم نے میری بہت سی ذمہ داریاں سنبھال رکھی ہیں میری وجہ سے تم اپنی جان ہتھیلی پہ لیے پھرتے اور میری بھی آج سے ایک بات یاد رکھنا تم بھی اکیلے نہیں ہو میں ہر موڑ پہ تمہارے ساتھ ہوں "اس نے دستگیر کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر دبایا

"اور بی اے مین (Be A Man) مجھے پتہ ہے تم بے عزتی کے ڈر سے جیا کے سامنے نہیں جاتے پر یکطرفہ محبت تو ہوتی ہی نری ذلالت ہے میری ہی مثال لے لو "اس نے نیلی آنکھ دبا کر کہا تو وہ ہنس دیا۔ شہیر نے اس کے کاندھے سے ہاتھ ہٹایا

"جیا کے دل میں جگہ بنانا تمہارا کام ہے اور شادی کی ذمہ داری میری "دستگیر اس کی بات پہ چونکا پھر وہ جھینپ گیا شہیر کی پلاننگ کافی دور کی تھی اتنا دور تو دستگیر بھی نہیں گیا تھا شہیر اس کی شرماہٹ کو نظرانداز کیے بول رہا تھا

"اس کے بھائی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہارے ساتھ ہوں اب گاڑی چلاؤ آفس کے لیے دیر ہو رہی ہے میں نے عائش کے پاس بھی جانا ہے "اس کے اچانک کہتے ہی دستگیر نے گاڑی چلا لی اور پوچھا

"آپ وہاں اکیلے جائیں گے۔؟ "شہیر نے اپنے سامنے موبائل کر لیا تھا دستگیر کے سوال پہ اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا

"ظاہر سی بات ہے اب ڈیٹ پہ تمہیں تو ساتھ لے جانے سے رہا "دستگیر کا چہرہ خفت سے سرخ ہو گیا اور شہیر اپنے موبائل میں لگ گیا تھا دستگیر اب گاڑی کے ساتھ ساتھ دماغ بھی چلا رہا تھا کہ اب اس نے جیا کو کب اور کیسے حالِ دل کہنا ہے۔ وہ یکطرفہ محبت تو کر بیٹھا اب ذلیل ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

&&&&&&&&&&&&&&&

وہ آج بھی یونی جانے کے لیے خوب تیار ہوئی تھی۔جب وہ یونی پہنچی توانابیہ نے اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا۔ عائشہ ہلکے گلابی ٹخنوں تک آتے فراک میں میں ملبوس تھی بال کمر پہ بکھرے تھے چہرے پہ میک اپ تھا۔کانوں میں لمبے بندے

تھے جو کاندھوں کو چھو رہے تھے۔اونچی ہیل سے اس کا دراز قدم اور بھی دراز لگتا تھا۔گلابی اور سفید رنگ میں ڈائی دوپٹہ اس کے ایک کاندھے پہ تھا ہاتھ میں وہی شرٹ والا باکس تھا اور دوسرے ہاتھ میں پرس تھا۔جس کی چین اس نے کھول کراب کاندھے پہ لٹکا لیا تھا۔اس نے انابیہ کی استعجابی نظروں کو دیکھتے ہوئے پوچھا

"کیسی لگ رہی ہوں۔؟"انابیہ کی نظریں اب اس کے چہرے پہ رک گئی تھیں۔

"شہیر ملک کی محبت میں بری طرح گرفتار لگ رہی ہو"عائشہ کے رخسار سرخ ہو گئے۔

"ایسی بھی بات نہیں ہے بس وہ کہہ رہے تھے کہ آج وہ خود گفٹ لینے آئیں گے"انابیہ نے دل پہ ہاتھ رکھا

"قسم کھاؤ تم سچ کہہ رہی ہو "

"قسم سے"عائشہ نے کچھ کچھ شرماتے ہوئے جواب دیا توانابیہ نے فوراً کہا

"مجھے بھی دکھانا شہیر ملک "

"پہلے آتو جانے دو"وہ کہہ کر کینٹین کی جانب بڑھ گئی تھی۔انابیہ بھی اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

____________&&&&&&&&&&___________

جس وقت اس کے موبائل پہ بیپ ہوئی اس وقت وہ یونی سے نکل رہی تھی عائشہ کا چہرہ بجھا ہوا تھا اس نے موبائل نکال کر سامنے کیا

"میں آ رہا ہوں تمہیں لینے" عائشہ کا خون جل کر رہ گیا

"میں اب گھر جا رہی ہوں" اس نے لکھ کر بھیج دیا۔انابیہ ساتھ ساتھ اس کے میسج پڑھ رہی تھی۔جب عائشہ نے شہیر کو یہ جواب لکھ کر بھیجا تو اس نے عائشہ کو غصے سے دیکھا۔

"بہت ہی کوئی بد تمیز ہو" انابیہ نے کہا تو عائشہ نے اس کی کمر پہ تھپڑ مارا

"اپنی بکواس بند لو مر جاؤ گی ورنہ میرے ہاتھ سے" انابیہ بے چاری کمر مسلنے لگی تھی تبھی موبائل پہ دوبارہ میسج آیا

"ٹھیک ہے میں تمہیں گھر سے پک کر لوں گا" وہ کھلکھلا دھمکی دے رہا تھا عائشہ کے سر پہ لگی اور تلووں پہ بجھی انابیہ اس کی دھمکی سے محظوظ ہوئی تھی۔عائشہ نے کوئی جواب نہ لکھا موبائل دوبارہ پرس میں رکھ لیا۔

"تمہیں جواب دینا چاہیے تھا اتنے نخرے اچھے نہیں ہوتے" عائشہ اس کی بات پہ جھلا گئی۔

"میں نمبر تمہیں دے دیتی ہوں تم دیتی رہنا اسے جواب" انابیہ نے فوراً موبائل نکالا

"نیک کام میں دیری کیسی" عائشہ کو اس کی حرکت پہ ہنسی آ گئی

"بے شرم تمہاری منگنی ہوئی ہوئی اور کچھ عرصے بعد تمہاری شادی ہے بے چارے ذیشان نے تمہاری یہ بات سن لی نا تو اس کا دل ہی ٹوٹ جائے گا" انابیہ نے گہرا سانس لیا

exponovels

"بس یہی سوچ کر ہی تو رک جاتی ہوں کاش عورتوں کو بھی چار شادیوں کی اجازت ہوتی مزا ہی آ جاتا" وہ بڑی حسرت سے بولی تھی۔عائشہ کو بے ساختہ اس کی بات پہ ہنسی آ گئی۔ تبھی ان کے پاس گاڑی رکی

"لو جی یہ کہاں سے آ گئے" ذیشان کو گاڑی سے باہر آتے دیکھ انابیہ نے سر پیٹ کر کہا

"اسے لگتا ہے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کی ٹھرکی منگیتر پاگل ہو گئی ہے اس لیے وہ بھاگ کر آ گیا اب جاؤ اس کے پاس"

ذیشان گاڑی کے پاس ہی رک گیا تھا اس نے وہیں سے عائشہ کو سلام کیا اور انابیہ کو اپنی جانب آنے کا اشارہ کیا انابیہ کا بالکل دل نہیں تھا پر مجبوری تھی جانا وہ عائشہ سے ملی

"تم شہیر ملک کی ایک تصویر لازمی لانا ورنہ میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گی اور میرا سلام بھی دے دینا" وہ تیز تیز بولتی ذیشان کی جانب بڑھ گئی تھی۔عائشہ نے سر ہلا دیا اور جب انابیہ وہاں سے چلی گئی تو وہ بھی فٹ پاتھ پہ چلنے لگی۔وہ گھر کہہ کر آئی تھی کہ آج اسے آنے میں دیر ہو جائے گی آج اس کی ایکسٹرا کلاسز ہیں اور ان کے بعد وہ انابیہ کے گھر چلی جائے گی امی نے اس کی بات پہ کہا تھا

"ہاں اس دن کی طرح پھر رات کے بارہ باہر ہی بجا دینا مجھے زہر لگتی ہیں لڑکیاں یوں جانوروں کی طرح سڑکیں ناپتی ہوئیں میں اب بس بہت جلد تمہاری شادی کر دوں گی" عائشہ کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے امی کی ہر بات شادی پہ آ کر ہی ختم ہوتی تھی۔اس نے بس تب اتنا ہی کہا

"میں جلدی آ جاؤں گی آپ بے فکر رہیں" اور اب اسے لگ رہا تھا جیسے وہ کچھ زیادہ ہی جلدی گھر پہنچ جائے گی کیونکہ شہیر نے اس کے جواب نہ دینے پہ دوبارہ میسج نہیں کیا تھا۔

exponovels

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی چل رہی تھی کہ تبھی اس کے قریب آکر ایک گاڑی رکی۔اس کا شیشہ نیچے ہوا۔اندر بیٹھے شخص نے مسکراتی نظروں سے اس لڑکی کو دیکھا جواب رک چکی تھی۔عائشہ لمحے کے لیے رکی تھی پھر وہ چلنے لگی۔

"میں انہیں نہیں جانتی "اس نے خود کو کہا اور چلنے لگی۔شہیر کی مسکان غائب ہوگئی۔اس نے پیچھے سے ہارن بجایا پر اب عائشہ تیز تیز قدم اٹھانے لگی تھی

"بجاتے رہیں ہارن "وہ منہ ہی منہ بڑبڑائی شہیر کا ناک پھول گیا۔اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے زن سے اس کے پاس روکی اور وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل کر اس کے سامنے آگیا

"بیٹھو گاڑی میں "عائشہ نے کوئی جواب نہ دیا بس ہاتھ کا ڈبہ اس کے سامنے کیا

"یہ آپ کا گفٹ "شہیر نے ڈبہ نہ پکڑا تو اس نے زبردستی اس کے ہاتھوں میں تھمایا اور آگے بڑھنے لگی کہ شہیر نے اس کی کلائی تھامی اور ایک جھٹکے سے اسے پیچھے کرکے اس نے عائشہ کو اپنے سینے سے لگایا تھا عائشہ کا سر اس کے فراخ سینے سے جا ٹکرایا شہیر اس کی کلائی تھام کر اسکا ہاتھ اس کی کمر کے پیچھے لے گیا تھا عائشہ اس کے سینے سے سر اٹھانا بھول گئی تھی۔شہیر کے دل کی ڈھڑکنیں اس پہ سحر پھونکنیں لگی تھیں۔عائشہ کے لیے پوری دنیا ہی اس لمحے میں رک گئی تھی وہ ایک بار پھر آسمانوں میں پہنچ چکی تھی۔جہاں اس کے قریب بہت سے سفید بادل آرکے تھے۔پروائی کے جھونکے اس کے آنچل کو لہرا رہے تھے۔اس نے رکی ہوئی دنیا کو سر اٹھا کر دیکھا وہ اپنی غزل آنکھیں نیلی آنکھوں کے سمندر میں لے گئی۔اس نے شہیر کے سینے پہ ہاتھ رکھا کر اس سے دور ہونا چاہا پر وہ ناکام رہی۔شہیر اسے سنجیدگی

exponovels

سے دیکھ رہا تھا۔اس کے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی پر کوئی عائشہ اور اس کے دل سے پوچھے کہ محبت جب حاوی ہوتی ہے تو دنیا اپنے گرد یونہی رکتی محسوس ہوتی ہے۔

شہیر اس کے کان کی جانب جھکا اس کے لب عائشہ کے بند کو چھونے لگے تھے۔

"عائش۔۔۔۔!"اس نے اتنا ہی کہا کہ عائشہ نے کب اس کی سانسوں کی تپش سے گھبراتے ہوئے اس کی شرٹ کو تھاما اسے معلوم ہی نہ ہوا۔ شہیر اس وقت اپنے ازلی لباس ،سلیولیس بنیان نما شرٹ اور جینز میں ملبوس تھا بال اس کے ماتھے پہ بکھرے تھے اور نیلی آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔وہ عائشہ کے کان کے پاس سرگوشی میں کہہ رہا تھا

"مجھے بات بات پر ضد کرنے والے بچے پسند نہیں ہیں جو میرے سامنے ضد کرتا ہے میں اسے اٹھا کر اپنے ساتھ ہمیشہ کے لیے لے جاتا ہوں اور مجھے لگ رہا ہے تم بھی ہمیشہ میرے ساتھ رہنا چاہتی اس لیے ایسا کرتی ہو سدھر جاؤ ورنہ میں تمہیں سدھار دوں گا گندی"اس نے اپنی بات مکمل کرکے اس کی کلائی چھوڑ دی تھی پر عائشہ اس کے سینے سے ویسے ہی لگی کھڑی رہی اس کے ہاتھ میں ابھی بھی شہیر ملک کی شرٹ تھی۔ شہیر اس کے یوں بے خود ہونے پہ مسکرایا اور دھیرے سے اس نے اس کا ہاتھ تھاما

"بیٹھو گاڑی میں نے تمہیں بہت کچھ دکھانا ہے آج"وہ کہہ کر اسے اپنے ساتھ گاڑی کی جانب لے آیا گاڑی کا دروازہ کھولا اور عائشہ کو فرنٹ سیٹ پہ بٹھا کر وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ گیا۔عائشہ کے اوپر سے اب وہ سحر کے بادل چھٹے تھے اور اب اس میں شہیر سے نظریں ملانے کی بھی ہمت نہیں باقی رہی تھی۔اس شخص کی قربتوں میں کچھ ایسا ضرور

exponovels

تھا جس سے وہ یونہی بے بس ہو جاتی تھی۔ وہ اب گاڑی چلانے لگا تھا اور عائشہ نظریں جھکا کر بیٹھی دل کی دھڑکنوں کو سنبھال رہی تھی جو پل پل بڑھ رہی تھیں۔۔۔

________________&&&&&&&&&&&&&&____________

لاؤنج میں نیم تاریکی تھی۔ پراسرار نیم تاریکی جو جیا کی سانسوں میں سرائیت کر رہی تھی۔ وہ اپنی ممی کو بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔

"میں شہیر کے بغیر نہیں رہ سکوں گی" اس نے کہا تو ماں نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے

"ہم نے کب کہا کہ تم اس کے بغیر رہو میں بس یہ کہہ رہی ہو کہ تم تھوڑا سا صبر کرو اب تمہاری ماں اس ساری الجھی پزل کو درست کرے گی اب میں شہیر کے ہر راستے کو تمہارے تک لاؤں گی" جیا نے نا سمجھی اسے انہیں دیکھا

"مطلب۔؟" ماں لب بھینچ کر مسکرائیں

"وہ بھی تم بہت جلد سمجھ جاؤ گی اب بس تم شہیر کے آنے کا انتظار تحمل سے کرو" وہ کہہ کر لاؤنج سے نکل گئی تھیں۔ جیا ان کی بات ابھی بھی نہ سمجھی تھی جیا شہیر ملک کو بھی اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ ہر گیم کو پلٹ دینا جانتا ہے۔۔۔۔۔ لاؤنج میں جیا کے ساتھ خاموشی کھڑی رہ گئی تھی جسے وہ محسوس کر رہی تھی اس کے دل میں نجانے کیوں کچھ غلط ہونے کی صدا گونجنے لگی اسے یہ خاموشی طوفان سے پہلے آنے والی خاموشی جیسی لگ رہی تھی۔۔۔

کچھ غلط ضرور ہونے والا تھا۔

ایک ایسا طوفان آنے کو بالکل تیار کھڑا تھا جس سے ان سب کی تو پتہ نہیں پر عائشہ کی زندگی ضرور بدل کر رہ جائے گی۔

&&&&&&&&&&&&&&&

گاڑی میں مکمل خاموشی تھی بس دل کی ڈھڑکنیں تھیں جو پل پل ساعتوں سے ٹکرا رہی تھیں۔عائشہ چور نظروں سے اس کے مضبوط بازوں کو دیکھتی اس کی شرٹ کے گہرے گلے سے اس کی زنجیر بھی دکھائی دیتی تھی۔وہ بے نیازی سے گاڑی چلا رہا تھا کہ اچانک بولا۔

"میں تمہیں زہر لگتا ہوں۔؟"اس کا سوال اتنا بے ساختہ اور اچانک تھا کہ عائشہ سٹپٹا گئی۔اسے پہلے تو لگا کہ شہیر نے اسے کنکھیوں سے خود کو دیکھتے محسوس کر لیا ہے اس لیے وہ اس سے بولا ہے پر جب اس نے خود پہ قابو پا کر سوال پہ غور کیا تو اور بھی بوکھلا گئی وہ گاڑی کی اسپیڈ ہلکی کر کے اب سڑک کے کنارے کنارے چلا رہا تھا اس کی نظریں عائشہ پہ تھیں۔جو دم بخود تھی۔شہیر اسے سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا عائشہ کو لگ رہا تھا جیسے وہ اسے غصے سے تک رہا ہے۔

"بولو بھی"اس نے دوبارہ کہا تو عائشہ نے اپنا رخ اس سے موڑ لیا

"آپ مجھے ایسے نہ دیکھا کریں"شہیر حیران ہوا

"کیسے۔؟"اس نے سوال کیا تو وہ فوراً سے اسے دوبارہ دیکھ کر بولی

"غصے سے "

"میں تمہیں محبت سے دیکھ رہا ہوں" وہ شوخ لہجے سے بولا تھا اس کے چہرے پہ مسکان تھی عائشہ کی نظر اس کے گال پہ پڑنے والے ڈمپل پہ ٹھہر گئی تھی۔ان گڑھوں کے بھنور میں وہ کھو گئی تھی اسے آج پتہ چلا تھا کہ شہیر مسکراتا ہے تو اتنا خوبصورت اور وجیہہ لگتا ہے۔عائشہ اس کی بات پہ لاجواب ہو گئی۔اس نے نظریں چرائیں

"اچھا تم مجھے ایک بات بتاؤ"اس نے گاڑی روک لی۔عائشہ نے ہمت کر کے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا

"تمہیں مجھ سے ڈر لگتا ہے۔؟"عائشہ نے حوصلے سے جھوٹ بول دیا

"نہیں میں تو ویسے ہی کہہ کر رہی تھی کہ آپ مجھے ایسے نہ دیکھا کریں"شہیر نے بھنوا چکائی

"جھوٹ"وہ سچ سننا چاہتا تھا اس نے گھور کر کہا تو وہ روہانسی ہو گئی

"آپ چاہتے کیا ہیں۔؟"وہ نزبل (عاجز آنا) ہوئی

" میں چاہتا ہوں کہ شہیر ملک کی طرف سے موجود تمہارے دل کا ہر خوف نکل جائے"اس نے ہاتھ بڑھا کر عائشہ کا ہاتھ تھاما عائشہ کسمسائی پر وہ بے پرواتھا"میں چاہتا ہوں تمہیں میری محبت پہ یقین آجائے "

"مجھے آنے لگا ہے"وہ یہ کہنا چاہتی تھی پر خاموش رہی اور ان نیلی آنکھوں کو دیکھنے لگی،اسے لگنے لگا تھا جیسے وہ ان آنکھوں کو پوری زندگی بھی دیکھے گی تو بھی نہیں تھکے گی بس شرط یہ ہے کہ یہ آنکھیں اسے یونہی محبت سے دیکھتی رہیں

"تم میری محبت کا اندازہ ہی نہیں کر سکتیں"اس نے عائشہ کے ہاتھ پہ دباؤ ڈالا تھا۔عائشہ مزید سمٹ گئی تھی۔

exponovels

"تم بس مجھ سے لڑتی رہا کرو" وہ ناراضی سے بولا تو عائشہ نے تعجب سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا

"میں نہیں لڑتی آپ میری بے عزتی کرتے ہیں" اس نے دل کی بات کہہ دی تو وہ اسے نا سمجھی سے دیکھنے لگا

"میں نے ایسا کب کیا۔؟ "

"جب آپ میری بات کو اہمیت نہیں دیتے تو مجھے بہت انسلٹ فیل ہوتی ہے" وہ آج ناچاہتے ہوئے بھی شکوے کر رہی تھی۔ شہیر نے لب بھینچ کر اسے دیکھا

"تم ہر بات پہ ضد کرتی ہو نا تو مجھے غصہ آجاتا ہے تم مت کیا کرو ضد" وہ اسے سمجھانے لگا۔اس کے ہاتھ میں عائشہ کا ہاتھ ویسے ہی تھا اب وہ عائشہ کے ہاتھ کی پشت کو انگوٹھے سے نادانستہ طور پہ سہلا رہا تھا۔اس کی ہتھلیوں کی تپش عائشہ محسوس کر سکتی تھی۔

"میں ضد نہیں کرتی میں بس ایک بات کرتی ہوں "

"ہاں اور پھر اس بات کے پیچھے پڑ جاتی ہو" اس نے سر جھٹک کر برجستہ کہا تو عائشہ کا منہ بن گیا وہ جو گاڑی میں محبتوں کا فسوں بکھرنے لگا تھا سب ٹوٹ کر بکھر گیا۔اس نے شہیر سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"آپ اپنا گفٹ لے لیں میں نے گھر بھی جانا ہے" شہیر نے گاڑی اسٹارٹ کر کے ناں میں سر ہلایا

"تم ابھی نہیں جاؤ گی "

"پر کیوں۔؟" اس نے پوچھا تو وہ بولا

"میں نے تمہیں کچھ دکھانا ہے" عائشہ الجھی

exponovels

"کیا۔؟"شہیر نے ایک نظر اسے دیکھا

"اپنی دیوانگی"اس نے کہہ کر گاڑی کی اسپیڈ بڑھالی تھی۔عائشہ اب بے چین ہونے لگی تھی۔اندر ہی اندر اس کا ضمیر بھی اسے ملال سے دیکھ رہا تھا کہ وہ ایک لڑکے سے تنہا ملنے آئی ہے اور وہ بھی گھر جھوٹ بول کر۔۔۔۔عائشہ کے لیے بڑا مشکل ہو رہا تھا

ضمیر سے نظریں چرانا پڑا اب تو وہ آگئی تھی اور اب وہ شہیر ملک کی مرضی کے بغیر جا نہیں سکتی تھی۔

__________&&&&&__________

شہیر اسے پہلے ریستوران لے کر گیا تھا وہاں اسے زبردستی کھانا کھلانے کے بعد وہ اسے اپنے بنگلے میں لے آیا بنگلے کے پورچ میں جب گاڑی رکی تو عائشہ کے اندر خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔

"میں اندر نہیں آؤں گی"اس نے شہیر کو اتر کر اپنی جانب کا دروازہ کھولتے دیکھا تو وہ بے اختیاری سے بولی۔شہیر نے اس کی بات ان سنی کر دی تھی اس نے دروازہ کھولا اور بولا

"آؤ باہر"اس کے لہجے کا رعب۔۔۔۔عائشہ کی آنکھوں کے سامنے کسی فلم کا سین چلنے لگا اب وہ عائشہ کو باہر آنے کا کہے گا اور جب عائشہ دو چار بار انکار کرے گی تو وہ اسے زبردستی اندر لے جائے گا اور اس بڑے سے بنگلے میں وہ اکیلی شہیر ملک کا کیا بگاڑ لے گی۔۔۔۔

اور یہاں عائشہ کی سوچ کو سات توپوں کی سلامی اگر شہیر اس کی سوچیں پڑھ سکتا تو اب تک وہ عائشہ کو دو لگا چکا ہوتا پر وہ نہیں پڑھ سکتا تھا اس لیے ڈھٹائی سے اپنے خیالوں میں گم بیٹھی لڑکی کو دیکھا

exponovels

"تم پھر شروع ہو گئیں اپنی ضد پہ۔؟" وہ سخت برہمی سے بولا عائشہ اپنی سوچوں سے باہر آئی

"میں نے کہا نا میں نہیں آرہی آپ کے ساتھ اندر آپ اپنا گفٹ لیں اور مجھے میرے گھر چھوڑ دیں" شہیر کے لب بھینچ گئے اس نے ضبط سے گہرا سانس لیا

"میں تمہیں نہیں کھاتا اندر لے جا کر" اس نے آگے بڑھ کر عائشہ کا ہاتھ پکڑا اور عائشہ دوسرے ہاتھ سے اسے دھکا دینے لگی کہ شہیر نے اسے گھورا۔ عائشہ کا اٹھا ہاتھ اس کے پہلو میں آگیا اسے یاد آگیا تھا کہ جب پہلے اس نے شہیر کو دھکا دیا تھا تو اس نے کتنا غصہ کیا تھا تب اس نے پسٹل اپنے سینے پہ رکھا تھا اور آج شہیر جیسے عائشہ کو دیکھ رہا تھا اسے لگا رہا تھا جیسے شہیر اسے ہی گولی مار دے گا۔ وہ روہانسی ہو گئی

"میں نے گھر جانا ہے" نم آنکھوں کو جھکا کر وہ بولی تو شہیر کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے وہ بے چارا نرمی سے بولا

"تم تو میری جان ہو نا میری بات مان جاؤ آؤ شاباش میں بس تمہیں ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں پھر تمہیں چھوڑ آؤں گا" وہ بے چارا ابھی بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ عائشہ اس کے غصے سے ڈر رہی ہے پر عائشہ نے صاف گوئی سے کام لیا اور کہہ دیا

"میں اتنے بڑے گھر میں آپ کے ساتھ اکیلی نہیں آؤں گی اس دن میری مجبوری تھی آج میری مجبوری نہیں ہے آپ اپنا گفٹ لیں مجھے کچھ بھی نہیں دیکھنا" وہ دوٹوک انداز سے کہہ کر خاموش ہو گئی۔ شہیر کا دماغ بھک سے اڑا تھا وہ شہیر کو ایسا سمجھتی ہے

"اف" اس نے مکا گاڑی میں رسید کیا اور عائشہ کو اشتعال سے دیکھا

exponovels

"آپ مجھ پہ چیخے یا چلائے تو میں رونے لگ جاؤں گی" اس نے آنکھوں کو آنسوؤں سے بھر کر اسے وارن کیا اور وہ بے بس ہو کر رہ گیا۔

"یعنی تم مجھ پہ جو مرضی الزام لگاتی رہو اور مجھے گھورنے اور غصہ کرنے کا بھی حق نہیں ہے" اس نے تالیاں بجائیں "بہت اچھے شہیر ملک کو آج تک کسی نے" وہ عائشہ کی طرف جھکا اس کی بھیگی آنکھوں میں جھانک کر کہنے لگا "انکار نہیں کیے میں نے اپنی زندگی میں یہ لفظ بہت کم ہی سنا ہے اور جو مجھے منع کرتا ہے میں اس کا حشر بگاڑ دیتا ہوں میں اس کے ساتھ وہی سب کرتا ہوں جس کا اسے ڈر ہوتا ہے پر" وہ چبا چبا کر بولتا ہوا رکا "تمھیں میں نے بہت سے اختیار دیے ہیں ایک اختیار اور سہی پر میں کرتا اپنی مرضی ہی ہوں تم کرتی رہنا اپنی طرف سے ضدی پر ہو گا وہی جو شہیر ملک چاہے گا" اس نے ساکت نگاہوں سے شہیر کو دیکھتی لڑکی سے نظریں ہٹائیں اور دور کھڑے گارڈ کو اشارے سے اپنے پاس بلایا جب وہ اس کے پاس آ گیا تو اس نے اس کے ہاتھ سے پسٹل لیا اور عائشہ کے آگے کر دیا

"اپنے پاس رکھ لو اگر کچھ غلط محسوس ہو تو چلا دینا خود پہ چلانا یا مجھ پہ وہ تمہاری اپنی مرضی ہے اب نیچے اترو" وہ جھڑک کر بولا تو عائشہ بے بسی بھرے غصے اور افسوس سے اسے دیکھتی وہ نیچے اتر آئی اس نے شہیر کا پسٹل والا ہاتھ جھٹکا تھا شہیر اس کی حرکت پہ بس مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا تھا عائشہ نے گاڑی سے نکل کر اپنا گفٹ والا ڈبہ اٹھایا۔ پرس اور دوپٹہ ویسے ہی کاندھے پہ تھا گلابی فراک جو ٹخنوں تک تھا اس میں وہ کوئی اپسرا لگ رہی تھی شہیر نے اسے اب مکمل طور نیچے سے اوپر دیکھا تھا اور نگاہ کب اس کی راج ہنس گردن پہ موجود تل پہ ٹھہر گئی اسے پتہ ہی نہ چلا گردن پہ پسینے سے بال چپکے تھے جن کے درمیان وہ تل دکھائی دیتا تھا۔ شہیر کا دل کیا کہ وہ اس تل کو چھوئے۔ اس نے ہاتھ

exponovels

بھی اٹھایا پر ابھی عائشہ نے جو بات کی تھی اس کو یاد کرتے شہیر نے ایک بار پھر اس تل سے دل پہ جبر کر کے نظریں ہٹالیں۔اس نے عائشہ کا ہاتھ تھاما

"اب اس پہ ڈرامہ مت کرنا" وہ جو اپنا ہاتھ چھڑانے ہی لگی تھی اس کے وارن کرنے پہ اس نے کوشش ترک کر دی اس شخص سے وہ الجھ نہیں سکتی تھی۔۔۔۔

وہ عائشہ کو اوپر کی جانب لے جا رہا تھا۔عائشہ کا ہاتھ اسی کے ہاتھ میں تھا عائشہ نے نظریں ترچھی کر کے سپاٹ چہرے والے کو دیکھا جواب اس سے بے رخی برت رہا تھا۔عائشہ نے اس پہ سے نگاہیں ہٹا لیں اور سامنے دیکھنے لگی وہ عائشہ کو ایک کمرے کے سامنے لے کر رکا اس نے اس کا دروازہ کھولا تو کمرے سے نیلی اور سرخ ملی جلی نیم اندھیروں والی روشنی باہر جھانکنے لگی۔عائشہ اندر جاتے ہوئے گھبرا رہی تھی شہیر نے ایک نظر اسے دیکھا

"میں ابھی پسٹل منگوا دیتا ہوں" وہ طنزیہ لہجے سے بولا تو عائشہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا

"آپ لڑکی نہیں ہیں نا اس لیے، مجھے یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا

بلکہ مجھے یہ عذاب "اس نے ڈبے کو دیکھا کر کہا" خریدنا ہی نہیں چاہیے تھا" وہ کہہ کر دھڑام سے دروازے پہ ہاتھ مارتی اندر داخل ہوئی اور دو قدموں کے بعد ہی وہ چلنا کیا ہلانا بھی بھول گئ۔

اس کمرے کی ہر دیوار پہ عائشہ کی تصویریں لگی تھیں۔جن میں وہ کہیں مسکرا رہی تھی کہیں اپنا دوپٹہ ٹھیک کر رہی تھی کسی تصویر میں وہ اپنے گھر میں داخل ہو رہی تھی تو کسی میں نکل رہی تھی۔کہیں وہ انابیہ کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کر یونی کے باہر کھڑی ہنس رہی تھی۔عائشہ ایڑھیوں کے بل گھومی اس نے پورے کمرے کو دیکھا کوئی ایسی جگہ نہیں

تھی جہاں عائشہ کی تصویر نہ لگی تھی۔ شہیر بھی اندر آگیا تھا وہ عائشہ کا ری ایکشن دیکھنا چاہتا تھا پر اب اس کی نظر اس کے ہاتھ پہ تھی جسے اس نے دروازے پہ مارا تھا۔ شہیر نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"پاگل ہو گیا کیوں اتنی زور سے دروازے پہ ہاتھ مارا چوٹ لگ جاتی تو" وہ ناراضی، غصے، فکر نا جانے کتنی ہی جذبوں سے بول کر اس کے ہاتھ کو اپنے لبوں کے قریب لایا اور اس پہ پھونک ماری وہ عائشہ کو نہیں دیکھ رہا تھا اس کا سارا دھیان اس کے ہاتھ پہ تھا پر عائشہ اس شخص کو دیکھ رہی تھی اس کی دیوانگی کو دیکھ رہی تھی۔ جس نے منٹوں اسے ڈھیر کر دیا تھا وہ ایک لمحے کے لیے الجھی تھی۔

"یہ ہے اس کی دیوانگی" اس نے کمرے پہ نظر دوڑائی اور پھر پھونک مارتے شہیر کے ہونٹوں اور چہرے کو دیکھا جس پہ فکر ہی فکر تھی "یا یہ ہے اس کی دیوانگی" اسے فیصلہ کرنے میں مشکل ہوئی تھی۔ اسے لگا جیسے پورا کمرہ آہستہ آہستہ اس کے گرد گھومنے لگا ہے شہیر اور اس پہ چاند کی روشنی آرکی ہے۔ اس نے شہیر کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اسے لگا جیسے وہ بے خودی میں اس کی طرف قدم اٹھاتی اس کے مقابل آگئی ہے

"مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے" اس نے خود کو کہتے سنا شہیر کی آنکھوں میں حیرت تھی پر وہ سب کچھ نظر انداز کرتی اس کے سینے سے لگ گئی تھی۔ تبھی پاس بہت پاس کچھ چٹخنے کی آواز پہ اس نے اپنے سامنے دیکھا جہاں شہیر کھڑا اس کے مقابل چٹکی بجا رہا تھا نہ چاند تھا ان کے قریب اور نہ چاندنی وہ سب عائشہ کا وہم تھا

عائشہ نے بے ساختہ آنکھیں میچ کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے ایسی کوئی بے وقوفی نہیں کی

exponovels

"میں ٹھیک ہوں" اس نے شہیر کے پریشان چہرے کو دیکھ کر کہا شہیر نے لب بھینچ کر سر ہلا دیا تھا اس کا سارا موڈ خراب ہو گیا تھا وہ چاہتا تھا جب عائشہ اس کمرے کو دیکھے تو وہ اس کا ردِ عمل انجوائے کرے پر عائشہ نے دروازے پہ ہاتھ مار کر اس کا سارا پلان خراب کر دیا تھا پر شہیر نہیں جانتا تھا کہ عائشہ کو اس دن جو لگ رہا تھا کہ وہ اس گھر میں کچھ بھول کر جا رہی ہے وہ اسے آج معلوم ہو گیا تھا۔ عائشہ اس دن شہیر ملک کے بنگلے

میں اپنا دل چھوڑ کر گئی تھی اور جب اس نے شہیر کی محبت کو پہچان لیا تو اسے اپنا دل بھی شہیر کے ساتھ کھڑا نظر آیا جو اب عائشہ کے پاس واپس نہیں آنا چاہتا تھا وہ شہیر کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

"کمرہ بہت اچھا ہے" عائشہ نے کہا تو شہیر نے خفگی سے سر جھٹک دیا اور اسے لے کر وہ اپنے کمرے میں آ گیا اسے بیڈ پہ بٹھا کر اس نے کہا

"یہ میرا کمرہ ہے" عائشہ نے بڑے سے کمرے کو دیکھا جس میں بڑی کھڑکیاں تھیں۔ اس کی تبھی نظر ایک کانچ کے دروازے پہ پڑی جو کمرے میں ہی موجود تھا وہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھی شہیر بھی اس کے پیچھے قدم اٹھانے لگا عائشہ اس کانچ کے دروازے کے پاس آ کر رک گئی۔ نگاہیں استعجاب سے پھیل گئی تھیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے نیلے پانیوں والا ایک بڑا سا سوئمنگ پول تھا جس کے چاروں طرف سبز آرٹی فیشل پودے کھڑے تھے۔ بالکل سامنے دیوار پہ یوں لگتا تھا جیسے پتھر والے

پہاڑ ہیں جن سے آبشاریوں کی جھنکار کے ساتھ وہ پانی پول میں آ کر گر رہا تھا۔

"بہت خوبصورت" وہ کہے بغیر نہ رہ سکی

exponovels

"تمہیں اچھا لگا۔؟" وہ کب اس کے قریب آ گیا تھا عائشہ کو معلوم ہی نہ ہوا جب شہیر بولا تو وہ اس کی آواز پہ چونک کر پلٹی اور اس کے سینے سے ٹکرا گئی تھی۔ عائشہ بے ساختہ اس سے دور ہوئی تو دو قدموں کے بعد ہی اس کی پشت کانچ کے بند دروازے سے لگ گئی۔ شہیر نے وہی دو قدم اس کی طرف اٹھائے اور اس کے اطراف میں دونوں ہاتھ کانچ کے دروازے پہ رکھ لیے عائشہ اس اونچے لمبے قدم والے شخص کی نظروں کی تاپ نہ لا پا رہی تھی

"تم نے بتایا نہیں" وہ گہری نظروں سے اس دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

"اچھا ہے آپ کا پول بھی اور کمرہ بھی" وہ بڑی مشکل سے بول پا رہی تھی۔ شہیر اس کے نروس ہونے سے محظوظ ہو رہا تھا

"اور میں تمہیں کیسا لگتا ہوں۔؟" اس کے سوال پہ عائشہ نے نظریں اٹھا کر ان نیلی آنکھوں والے ساحر کو دیکھا جس کے گلے

کی زنجیر اس کے سینے پہ جھول رہی تھی۔ چوڑے سینے والا اس کے فرار کے سبھی رستے بند کر چکا تھا۔

"آپ بھی اچھے ہیں" اس نے سچ بول دیا تو شہیر ہلکا سا مسکرا کر گویا ہوا

"اور تمہیں پتہ ہے تم مجھے کیسی لگتی ہو۔؟" اس کی نظریں ویسی ہی عائشہ کے سرخ ہوتے چہرے اور لرزتی پلکوں پہ تھیں جو کبھی اٹھتی اور کبھی پھر جھک جاتیں عائشہ نے سر جان بوجھ کر نہ میں ہلا یا وہ بھی اپنی تعریف سننا چاہتی وہ چاہتی تھی کہ شہیر ایک بار پھر اس کے سامنے اظہارِ محبت کرے۔

exponovels

"میں بتاؤ کیسی۔؟" عائشہ نے کوئی جواب نہ دیا بس انتظار کرتی رہی اس کے بات مکمل کرنے کا شہیر نے ایک ہاتھ کانچ کے دروازے سے ہٹایا اور اس کی پشت عائشہ کے گال پہ پھیر کر اس نے عائشہ کا ناک نرمی سے دبایا

"بالکل گندی" وہ شریر لہجے میں کہہ کر اس سے دور ہو گیا تھا وہ اس گردن پہ موجود تل کو دوبارہ نہیں دیکھنا چاہتا یہ تل اسے

اپنے بس کر لیتا تھا۔عائشہ نے چونک کر اپنے سے دور ہوتے شہیر کو دیکھا اور مسکرا دی اسے شہیر کا یہ لفظ بہت اچھا لگتا تھا خاص کر شہیر کے منہ سے، پہلے اسے یہ لفظ کوئی کہتا تھا تو اسے آگ لگ جاتی تھی وہ فوراً جواب میں کہتی تھی "تم ہی ہو گے گندے تمہارا پورا خاندان گندا میں کیوں گندی" پر اب جب سے شہیر نے اسے یہ کہنا شروع کیا تھا اسے اس لفظ سے بھی محبت سی ہو گئی تھی ایک یہ گندی اور دوسرا لفظ میرا ٹیڈی بیئر اب اس کی زندگی کے خاص الفاظ میں سے تھے۔

شہیر بیڈ کے پاس چلا گیا تھا وہاں جا کر وہ پلٹا

"دکھاؤ میرے لیے تم کیا عذاب لائی ہو" وہ اسی شرارتی لہجے سے بولا تو عائشہ شرمندی ہو گئی اس نے خاموشی سے آگے بڑھ کر شرٹ والا ڈبہ اس کے آگے کر دیا شہیر نے وہ لیا اور کہا

"میں اسے تمہارے جانے کے بعد کھولوں گا" عائشہ نے سر ہلا دیا

exponovels

"اب مجھے گھر چھوڑ آئیں "شہیر نے سر کو جنبش دے کر ڈبہ بہت احتیاط سے بیڈ پہ رکھا اور اس کے مقابل آیا عائشہ نے نظریں اٹھا کر شہیر کو دیکھا جس نے اپنے لب وا کیے ہوئے تھے جواب شہیر بول رہا تھا۔عائشہ دم سادھے سن رہی تھی اسے اپنے کانوں پہ یقین نہیں آ رہا تھا۔

شہیر ملک کی گاڑی عائشہ کے گھر کو جانے والی سڑک پہ رک گئی تھی

"میں یہاں سے چلی جاؤں گی "اس نے دروازہ کھولنا چاہا تو وہ لاک تھا اس نے شہیر کی طرف حیرت سے دیکھا۔جو سنجیدہ چہرہ بنائے اسے دیکھ رہا تھا

"بائے کون بولے گا۔؟"اس نے بھنوا چکا کر کہا عائشہ مدھم سا مسکائی پھر اس نے لب بھینچ کر ہلکی سی شرارت سے کہا

"بائے اس وقت بولا جاتا ہے جب ہم کہیں جا رہے ہوں پر آپ تو مجھے قید کر کے بیٹھ گئے ہیں "شہیر اس بات پہ کھلکھلا کر ہنس دیا اس کے گال کا ڈمپل ظاہر ہونے لگا تھا اور عائشہ یہی دیکھنا چاہتی تھی۔

"پھر میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں۔؟"وہ ہنسی روک کر اسے گہری نظروں سے دیکھتے پوچھ رہا تھا عائشہ نے سر نفی میں ہلایا

"نہیں جی میں نے اپنے گھر جانا ہے دروازہ کھولیں "شہیر نے لب بھینچ کر اسے مصنوعی ناراضی سے دیکھا

"تم ایک بار میری بیوی بن جاؤ پھر میں تمہیں سیدھا کروں گا پھر دیکھوں گا تم کہاں بھاگ کر چھپو گی تمہارے پاس چھپنے کے لیے سوائے میرے سینے کے کوئی جگہ نہیں ہوگی "وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے بالکل کان کے پاس جا کر

exponovels

سر گوشی میں بول کر اس سے دور ہو گیا جو بالکل شل سی سرخ ہو گئی تھی شہیر نے اپنی جانب سے ایک بٹن پریس کیا تو عائشہ کی طرف کا لاک کھل گیا اور وہ لاک کھلتے ہی تیزی سے گاڑی سے نکل گئی۔

"اب بائے تو کہو" وہ اسے تیزی سے جاتا دیکھا بولا تھا

"میں نہیں کہتی" وہ کہہ کر بھاگ گئی تو شہیر نے ہنس کر کہا

"یہ بہت بگڑی ہوئی ہے ضدی کہیں کی" اس نے سر جھٹکا اور گاڑی چلا لی۔۔۔

______________&&&&&&&&&&&&&__________

وہ جب اپنے گھر کے لان میں پہنچی تو اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا جس پہ ہلکے ہلکے سے بادل تھے ہوا نے زور پکڑا ہوا تھا لان میں لگے پھول گہری پڑی شام کے ساتھ ہی مہک اٹھے تھے ہر سانس کے ساتھ ان کی خوشبو روح کو مہکا رہی تھی۔عائشہ کھلے چہرے کے ساتھ روش پہ چلتی داخلی دروازے سے اندر آئی تھی۔اس کی امید کے مطابق امی کچن میں تھیں وہ سیدھا ان کے پاس چلی گئی

"کیا کر رہی ہیں امی آپ۔؟" اس نے پیچھے سے آکر محبت سے ان کے گرد بانہیں پھیلا کر پوچھا امی نے چونک کر گردن ترچھی کر کے عائشہ کے چہرے کو دیکھا جو ان کے کاندھے پہ تھا

"تم آگئیں"

"ہاں جی بس ابھی آئی ہوں" اس نے کہہ کر پورے کچن میں نظر دوڑائی

"کوئی آرہا ہے؟" شام کے کھانے میں اتنا کچھ بنتے دیکھ اس نے پوچھا تو امی نے سر ہلا کر کہا

exponovels

"ہاں سفیان کے کچھ دوست آ رہے ہیں بہت گہرے دوست ہیں اس لیے کھانا بنا رہی ہوں" امی سالن میں چمچہ چلاتے ہوئے اسے بتانے گیں عائشہ ان کی بات سن رہی تھی ساتھ ہی وہ فریج کی جانب بڑھی اور وہاں سے پانی کی بوتل نکال لی اس کی توجہ امی کی طرف ہی تھی

"کہہ رہا تھا آپ لوگ کمرے میں بیٹھ جانا میرے خاص دوست ہیں میں انہیں لاؤنج میں بٹھاؤں گا میں نے وجہ پوچھی تو آگے سے بولا میں بھی ان کے گھر آزادی سے آتا جاتا ہوں اس کے گھر والے مجھے اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے ہیں" امی نے سالن میں چمچہ چلا دیا تو اسے ڈھانپ کر وہ پلٹیں اور عائشہ کو دیکھا جو پانی سے گلاس بھر کر پی رہی تھی اس نے گلاس لبوں سے جدا کیا

"پھر آپ نے کیا کہا۔؟" امی نے سر جھٹکا

"یہی کہ سمجھدار مرد وہی ہوتا ہے جو دوستوں اور ان کی دوستی کو گھر کی بیٹھک کی حد تک رکھتا ہے جو گھر میں غیر مردوں کو گھسا کر اپنی بہنوں کو ان کا بھائی بنا کر بے فکر ہو جاتے ہیں وہ انتہائی بے وقوف مرد ہوتے ہیں بتاؤ زرا نا محرم بھی کبھی بھائی ہوا ہے" عائشہ ان کی بات پہ مسکرا دی امی کی باتیں سب سے جدا ہوتی تھیں۔ وہ چند لفظوں میں ایسی بات سمجھا دیا کرتی تھیں جو لوگوں کو شاید پوری پوری عمر بھی سمجھ نہیں آتی۔

"تم بتاؤ انابیہ کیسی تھی۔؟" انہیں جیسے انابیہ کا خیال آیا تو پوچھنے لگیں عائشہ کا دل بجھ سا گیا وہ آج کل بہت جھوٹ بولنے لگی تھی

"ٹھیک تھی آپ کو سلام کہہ رہی تھی "امی نے سر ہلا کر سلام کا جواب دیا اور اس کے ساتھ باہر لاؤنج میں آ گئیں۔ صوفے پہ بیٹھ کر انہوں نے سامنے سنگل صوفے پہ بیٹھتی عائشہ سے پوچھا

"اس کی شادی کب ہو رہی ہے۔؟" عائشہ جھنجھلا گئی

"کیا ہے امی یار یہ کیا آپ بار بار اس کی شادی کا پوچھتی رہتی ہیں۔۔۔" امی نے سے گھورا

"یہ یار کیا ہوتا ہے تمہیں پڑھا لکھا اس لیے رہے ہیں تاکہ تم ماں باپ کو یہ یار کہتی پھرو کتنا بازاری سا لفظ ہے یہ یار" امی نے آخر میں یار پہ جل کر زور دیا اور گندا سا منہ بن کر سر جھٹکا عائشہ نے اپنی زبان دانتوں میں دی اس نے یہ لفظ یونی سے سیکھا تھا اور امی کو یہی لفظ اس کے منہ سے برا لگتا تھا

"اچھا سوری" اس نے کہا تو امی نے سر ہلا دیا اور دوبارہ اپنے پسندیدہ موضوع پہ آ گئیں

"میں انابیہ کی شادی کا بار بار اس لیے پوچھتی ہوں تاکہ تمہیں بھی عقل آ جائے پچس کی ہونے والی ہو اس عمر میں میری گود میں میمونہ تھی اور میمونہ کی بھی اسی عمر میں اولاد ہو گئی تھی" انہوں نے کہا تو عائشہ نے اپنا سر پکڑ لیا پھر اسے جیسے کچھ یاد آیا اس نے سر اٹھا کر امی کو دیکھا

"امی ہمارے اپنوں میں ہی شادی کرتے ہیں۔؟" اس کا انداز سوالیہ تھا امی نے شانے اچکا کر کہا

"ظاہر سی بات ہے ہم اپنوں میں ہی کرتے ہیں اپنے خاندان میں بس" ان کی گردن اکڑ گئی تھی چہرے پہ فخر تھا

"پر کیوں۔؟" عائشہ نے بجھے ہوئے لہجے سے پوچھا امی نے اسے حیرت سے بغور دیکھا

exponovels

"کیا کیوں؟شروع سے ایسا ہی ہوتا آیا اپنوں میں شادی ہونے کے بہت سے فائدے ہیں" امی ابھی اور بھی بولنا چاہتی تھیں کہ عائشہ بولی

"ہاں جیسے کے حالات جان کر بھی وہ جہیز لے لیتے ہیں، بارات میں بھی عین موقع پہ سو بندوں کو بڑھا دیتے ہیں، بات بات پہ لڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جاؤ اپنے گھر اور لڑکی بے چاری کو خوب ذلیل کرتے ہیں جبکہ وہ اسے بچپن سے جاتے ہیں کہ اسے کیا اچھا لگتا کیا برا کن لہجوں کی وہ عادی ہے کتنا کام اسے آتا ہے پر پھر بھی وہ شادی کے بعد اسے گھن چکر بنا کر رکھ دیتے ہیں" عائشہ جیسے پھٹ پڑی تھی امی نے سے برہمی سے دیکھا

"بکواس نہ کرو سب ایک جیسے نہیں ہوتے خاندان میں شادی ہوتی ہے تو خاندان والے ساتھ بھی دیتے ہیں "

"کیا ساتھ دیتے ہیں یہی کہ ادھر کی سنی یہاں سر ہلا دیا اُدھر کی سنی وہاں سر ہلا دیا اپنے خاندان کے لوگ اتنے قریب ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کی جڑوں میں گھسے ہوتے ہیں پر پھر بھی طلاقیں ہو جاتی ہیں" عائشہ نے سر جھٹک کر کہا اسے یہ موضوع آج دنیا جہان کا بکواس موضوع لگ رہا تھا وہ کسی طرح اپنی امی کو قائل کرنا چاہتی تھی کہ اپنوں سے اچھے تو اب غیر ہوتے ہیں اپنے تو دل میں رہ کر دل پہ وار کرتے ہیں غیر جب دھوکا دیتا ہے تو دل کو تسلی آ جاتا ہے کہ وہ تو تھا ہی غیر اس سے کیا اچھے کی امید رکھنی پر جب اپنا دھوکا دیتا ہے تو یہ زخم مرنے کے ساتھ قبر تک جاتا ہے----

امی نے عائشہ کو دانت پیس کر دیکھا

"بہت بکواس کرنے لگی ہو تم طلاقیں کوئی آئے دن نہیں ہو جاتیں اپنوں میں اور اگر ہوتی بھی ہیں تو کسی مسئلے کی بنا پر، غیروں کا کیا بھروسہ ہوتا ہے کب چھوڑ جائیں اپنا تو مار کر بھی چھاؤں میں ڈالتا ہے" وہ امی کی بات پہ انہیں دیکھتی رہ گئی پھر عائشہ آہستگی سے کھڑی ہو کر بولی

"امی اپنا مارتا ہی کیوں ہے۔؟" آواز مدھم تھی "جب وہ ہے ہی اپنا تو وہ مارتا ہی کیوں اپنے کو تو سمجھدار ہونا چاہیے وہ مسئلہ پیدا ہی کیوں ہونے دیتا ہے کہ بات چھوڑ دینے تک آ جائے۔ آپ لوگ بھی تو میرے اپنے ہیں مجھ سے غلطی ہوتی ہے تو آپ لوگ کیا مجھے چانس نہیں دیتے میں بڑی سے بڑی غلط ہی کیوں نہ کر لوں پر آپ لوگ مجھے معاف کر دیں گے پھر وہ فیملی کیوں نہیں کرتی جسے ہم اپنا سمجھ کر اپنی بیٹی دے دیتے ہیں۔ امی اگر اپنوں نے بھی مارنا ہی ہے تو ایسے اپنوں پہ بھی لعنت اور ان کی اس چھاؤں پہ بھی لعنت جس میں وہ مار کر کسی کے ارمان اور محبت پھینک آتا ہے"

عائشہ کہہ کر زینوں کی طرف بڑھ گئی اور امی پیچھے ششدر سی بیٹھی رہ گئی تھیں۔ عائشہ انہیں آج پہلی بار یہ سوچنے پہ مجبور کر گئی تھی کہ جب کوئی ہے ہی اپنا تو وہ مارتا ہی کیوں ہے۔؟ بے شک وہ چھاؤں میں گرائے پر گرا تو جاتا ہے نا۔۔۔۔۔

___________&&&&&&&&&&&&&&______________

وہ اپنے کمرے میں آ کر ڈریسنگ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

اس نے دوپٹہ کاندھے سے اتار کر پیچھے بیڈ پہ اچھال دیا۔

)شہیر اس کے مقابل کھڑا اس کی آنکھوں میں دیکھتا کہہ رہا ہے کمرے کی ہر چیز اسے دم سادھے سن رہی ہے بالکل عائشہ کی طرح(

اس نے کھوئی کھوئی آنکھوں سے خود کو شیشے میں دیکھتے ہوئے اپنے کانوں کے بندیں اتارنے شروع کر دیے اس کے ذہن میں امی کی بات گھوم رہی تھی

)میں بہت جلد تمہارے گھر اپنی کزن کو رشتے کے لیے بھیجوں گا مجھے پتہ ہے پاکستان میں لڑکا خود سے رشتہ مانگنے آجائے تو غیر اخلاقی سمجھا جاتا ہے اس لیے میں نے اتنی دیر کر دی تمہیں اپنا بنانے میں ورنہ میں بہت پہلے تمہارے گھر آ کر تمہارا ہاتھ مانگ چکا ہوتا(

اس نے بندے اتار کر ڈریسنگ کاؤنٹر پہ رکھے اور میک رویمور سے میک آپ ریموو کرنے لگی۔

)پر اب میری کزن کچھ دنوں میں پاکستان آجائے گی تو وہ تمہارے گھر آ کر تمہارے والدین سے تمہارا ہاتھ مان لے گی اور مجھے امید ہے تم اس سب میں میرا ساتھ دو گی" اس نے عائشہ کو پر امید نگاہوں سے دیکھا" دو گی نا۔؟" عائشہ نے کب سر اثبات میں ہلا دیا اسے معلوم ہی نہ ہوا شہیر اس کے سر کو خم دینے پہ دل سے مسکرایا" میں تمہیں اپنی جان بنا کر رکھوں گا تم دیکھنا میں تمہارا ہر دن کتنا حسین کر دوں گا میری زندگی میں تمہارا مقام سب سے اونچا ہو گا تم میرے یہاں ہو" اس نے عائشہ کا ہاتھ اپنے دل پہ رکھا اس کی دھڑکنیں تیز تھیں۔ جنہیں عائشہ محسوس کر سکتی تھی وہ ابھی بھی بول رہا تھا" میں تم پہ کبھی آنچ بھی نہیں آنے دوں گا تمہاری زندگی کے ہر دکھ کو میں دور کر دوں گا کیونکہ تم میری جان بن گئی ہو اور اپنی جان پہ دکھ

exponovels

کسے برداشت ہوتا ہے" وہ کہہ کر اس کے گرد بانہیں حائل کرتا کرتا رک گیا اسے عائشہ کی پورچ والی بات پھر سے یاد آگئی تھی پھر وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ نیچے لے آیا کچھ دیر سڑک پہ گھومنے کے بعد شہیر عائشہ کو اس کے گھر چھوڑ گیا تھا(

میک اپ کو چہرے سے ہٹا کر وہ اسی انداز میں بیڈ کے کنارے پہ بیٹھ گئی۔اسے خوف سا آرہا تھا کہ اب جیسے مسئلے بڑھ جائیں گے۔جو شہیر کی باتوں سے سب کچھ اتنا آسان لگ رہا تھا وہ سب اتنا آسان نہیں ہو گا اسے نجانے کیوں لگ رہا تھا اسے خوشی اتنی آسانی سے نہیں ملے گی۔۔۔۔عائشہ بیڈ پہ لیٹتی چلی گئی۔وہ چت لیٹی اب چھت کو گھور رہی تھی۔ذہن میں امی کی بات ہی تھی

"ہم غیروں میں شادی نہیں کرتے" وہ امی کو اتنا کچھ کہہ کر آئی تھی پر سب سے ضروری بات وہ بھول گئی تھی کہ پھر جن کو

غیروں سے محبت ہو جاتی ہے تو ان کا بھی کوئی حل نکلتا ہے یا وہ بس باغی ہو کر کبھی دل سے جاتے ہیں تو کبھی دل کی مان کر اپنے گھر اور والوں سے۔۔۔۔

عائشہ کو اب پتہ چلا تھا کہ جب ستارے گردش میں آتے ہیں تو انسان کو محبت ہو جاتی ہے

__________&&&&&&&&&__________

وہ گم سم سی گاڑی کے بونٹ پہ پیر اوپر کیے بیٹھی آسمان کو دیکھ رہی تھی جس پہ تارے بکھرے تھے۔ہوا تیز چل رہی تھی لہروں کا شور بھی اس کی سوچوں کے ارتکاز کو نہیں توڑ پا رہا تھا پورے شہر پہ رات گہری تھی سمندر کا پانی اس

وقت تیز نیلا لگتا تھا۔جیا جینز اور میرون ٹاپ میں ملبوس تھی ہم رنگ ہیلز گاڑی کے قریب رکھی تھیں۔وہ ننگے پیر بونٹ پہ سمیٹے بیٹھی آسمان سے نظریں ہٹا کر اب لہروں کو دیکھنے لگی تھی اس کے کالے کھلے بالوں کی آزاد لٹیں اس کے منہ پہ شرارت کرتیں آ رہی تھیں۔

ساحل سمندر پہ آج کم ہی لوگ آئے تھے اور اب رات ہونے کی وجہ سے زیادہ ہی سنسانی سی ہو گئی تھی پر جیا بے پروا سی بیٹھی تھی وہ آج گاڑی لے کر اکیلے ہی نکل آئی تھی

گھر میں کوئی نہ تھا اور اسے اپنے گھر سے ہی وحشت ہونے لگی تھی اسے لگ رہا تھا جیسے جیسے شام ہو رہی ہے اس گھر کے اندھیرے بڑھ رہے ہیں اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس گھر کی دیواریں اس پہ گر جائیں گی۔اس لیے وہ وہاں سے نکل کر سکون کی تلاش میں ساحل سمندر پہ آ گئی تھی پر وہ نہیں جنتی تھی کہ آج وہ یہاں سے بھی بہت سی الجھنیں لے کر جائے گی۔

وہ کچھ دیر سمندر کی اٹھتی گرتی لہروں کو دیکھتی رہی پھر وہ جیسے تھک گئی تو اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ اسے احساس ہی نہ ہوا کہ کوئی اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا ہے۔جو ہاف سلیو گرے شرٹ اور جینز کی پینٹ میں ملبوس ہے اس کے ایک کان میں ایئر فون لگا تھا۔گندمی رنگت اور گہری مونچھوں

اور ہلکی داڑھی (جو اس نے آنے سے پہلے فرنچ میں کٹوائی تھی) والے چہرے پہ ہلکی سی مسکان تھی۔اس کی چمکتی آنکھیں کو جیسے جیا کو دیکھ کر سکون مل رہا تھا۔چوڑے سینے اور دراز قامت والا دستگیر جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کچھ دیر کھڑا رہا پھر آہستگی سے کھنکارا

exponovels

جیانے آواز پہ چونک کر سر اٹھایا تو اس کی بھنویں سکڑ گئیں

"آپ۔؟" جیانے پوچھا دستگیر کا پہلی بار دل ڈوب رہا تھا دل کا حال کہنا بھی بڑا مشکل امر ہوتا ہے دل کی بات کر رہے ہوتے ہیں اور یہ دل ہی ساتھ دینا چھوڑ دیتا ہے۔ نجانے کیوں ڈرنے اور گھبرانے لگتا ہے۔۔۔۔

"جی میں" اس نے جیبوں سے ہاتھ نکالا خود کو نارمل کیا اور فوراً سے اگلا سوال کیا

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔؟" جیا کے لب بھینچ گئے اس نے دستگیر کو سپاٹ چہرے سے دیکھا

"میں یہ آپ کو کیوں بتاؤ۔؟" اس نے بھنوا چکا کر سخت لہجے سے پوچھا۔ دستگیر اس کے انداز پہ مسکرا دیا پھر اس نے سر ہلایا

"اچھا مت بتائیں" وہ اب جیا کا چہرہ بغور دیکھ رہا تھا "آپ اداس ہیں۔؟" اس نے چہرہ پڑھ لیا تو فکر مندی سے بولا

"میرا دماغ مت کھاؤ تم، تم ہوتے کون ہو مجھ سے سوال کرنے والے" وہ اسے گھورتے ہوئے بولی جیا آپ سے سیدھا تم پہ آگئی تھی اس نے ایسا شاید اس لیے کیا تھا کہ وہ دستگیر کو یہ بات یاد کروانا چاہتی تھی کہ دستگیر ایک نوکر ہے اور مالکن۔۔۔۔ لیکن جیا یہ بھول گئی تھی کہ "وہ" اس کی مالکن نہیں ہے اس کا صرف ایک باس ہے جو اسے اپنا بھائی کہتا ہے نوکر تو دستگیر اس کے لیے بھی نہیں ہے۔۔۔۔

دستگیر نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا وہ بس اسے دیکھتا رہا جیا کو اس کا دیکھنے کا انداز برا لگ رہا تھا وہ بونٹ سے اتری اور اس کے مقابل آکر کھڑی ہو کر اس نے چہرہ اوپر کر کے دستگیر کو دیکھا وہ دستگیر کے کاندھے سے زرا سی اوپر آتی تھی۔

exponovels

"مجھے اس طرح سے گھورنا بند کرو اور جاؤ یہاں سے" جیا نے ہاتھ جھلا کر اسے جیسے حکم سنایا۔

"میں نے آپ سے بات کرنی ہے" اس کی جرات پہ جیا کے ماتھے پہ بل پڑے۔وہ کچھ بھی کہتی کہ دستگیر نے اپنی بات کہنا شروع کر دی تھی۔۔۔۔۔جیا اس کے پیچھے بہتی لہرے نہیں دیکھ پا رہی تھی۔وہ بس ان کا شور سن رہی تھی اور جو اسے نظر آ رہا تھا وہ تھیں دستگیر کی آنکھیں جن میں اسے کے لیے بے شمار مشکلیں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔۔۔۔۔

__________&&&&&&&&&&&&&&______________

وہ نیم اندھیر لاؤنج سے آہستگی سے چلتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب جاتی سیڑھیوں پہ چڑھ ہی رہی تھی کہ آواز پہ اس کے قدم رک گئے۔اس کے پیچھے ارمان کھڑا تھا" آ گیا میرا بیٹا۔؟" وہ قدم قدم چلتا

اس کے پاس آیا تھا جیا پلٹنا نہیں چاہتی تھی پر ارمان نے اسے شانے سے تھام کر اپنی جانب کیا تو ٹھٹھک گیا

"تم رو کر آ رہی ہو۔؟" جیا خود اس کی بات پہ چونکی تھی اس نے اپنی آنکھوں کو ہاتھ لگایا اس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔یہ سب کب ہوا اس وقت جب دستگیر اسے بازو سے تھامے کھڑا تھا یا ابھی آتے ہوئے۔۔۔وہ خود بھی الجھ سی گئی تھی

"بتاؤ میری جان تم کیوں روئی تھیں؟ تم شہیر کے پاس گئی تھیں۔؟" وہ بے چینی سے بولا تھا جیا نے سر ناں میں ہلایا

"بھائی میں سونا چاہتی ہوں" اس کی آواز بھی بھرائی ہوئی تھی جیسے چیخ چلا کر آ رہی ہو ارمان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا

"نہیں مجھے بتاؤ ہوا کیا ہے۔؟" وہ اب سنجیدہ لگتا تھا جیا کا ہاتھ دکھ رہا تھا وہ ضبط کیے کھڑی تھی

exponovels

"پلیز بھائی مجھے جانے مجھے کچھ بھی نہیں ہوا میں بس آرام کرنا چاہتی ہوں" اس نے کہہ کر ارمان سے اپنا ہاتھ جھٹکے سے چھڑایا اور تیزی سے زینے چڑھ کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ارمان پیچھے کھڑا اسے یاسیت سے دیکھتا رہ گیا۔

"ضرور ماں نے اسے شہیر سے دور رہنے کا کہا ہے اس لیے یہ اتنی اداس ہے" اس نے انداز کیا اور خود بھی زینے چڑھ کر اپنے کمرمیں آگیا۔۔۔اس نے آکر اپنا موبائل اٹھایا جس پہ دو بار ایک ہی نمبر سے کال آئی ہوئی تھی ارمان نے اس پہ بیک کال کی

"اوہ افسوس ہوا پر کیسے۔؟" دوسری جانب سے بتائے جانے والی بات پہ اس نے کہا

"آپ بے فکر ہو جائیں میں نے بس کچھ آفیشل بات کرنے کے لیے آپ کو کال کی تھی اس سے زیادہ کچھ نہیں آپ اپنی وائف کا خیال رکھیں انہیں آپ کی زیادہ ضرورت ہے" دوسری جانب سے تشکر آمیز جملے سننے کے بعد اس نے کال کاٹ دی اور بیڈ پہ دراز ہو گیا

وہ اب تھک جاتا تھا حالت جیسے اتنا سنبھالنے کے بعد بھی بگڑتے جا رہے تھے وہ جیا کو لے کر بہت پریشان رہنے لگا تھا۔۔۔

عائشہ کے گھر پہ رات ٹھہر سی گئی تھی۔وہ سب لاؤنج میں موجود تھے اور سامنے رکھے سفیان کے فون پہ میمونہ آپی دکھائی دیتی تھیں۔جن کے ہاتھ پہ پٹہ بندھی تھی۔

exponovels

"امی میں ٹھیک ہوں بس زرا سا فریکچر ہوا ہے" امی کی آنکھیں نم تھیں۔انہیں میمونہ سے بہت محبت تھی وہ ان کی پہلی اور فرمابردار اولاد تھی جس سے وہ اپنی ہر بات کر لیتی تھیں۔ان کی میمونہ سے لڑائی بھی ہوتی تھی پر بنتی بھی اسی سے تھی

"ہاں تم تو یہی کہو گی تمہیں کہا ہی کس نے تھا کہ تم تنویر کی ٹوٹی جوتی پہن کر واش روم دھونے چلی جاؤ" امی کو اس پہ غصہ آ رہا تھا

"لو اب مجھے کیا پتہ تھا کہ میں جاؤں گی تو گر جاؤں گی۔تنویر بھی مجھے ہی سنا رہے ہیں اب آپ بھی شروع ہو جائیں" میمونہ ناراضی سے بولی تو امی کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا تھا اب موبائل کی جانب ابو متوجہ تھے عائشہ اور سفیان صوفے کے پیچھے کھڑے سب دیکھ رہے تھے وہ بھی چہروں سے پریشان لگتے تھے

"تم ان کی بتاؤں کا برا مت مناؤ یہ بتاؤ زیادہ درد تو نہیں ہو رہا ہے ڈاکٹر کو اچھے سے چیک کروایا تھا نا" میمونہ ان کی بات پہ مسکر دی اس نے سر کو جنبش دی

"جی جی ابو ڈاکٹر نے اچھے سے چیک کیا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ زیادہ مسئلہ نہیں ہے تنویر میری دوائیوں لینے گئے ہیں ورنہ ان سے بات کروا کر آپ کی تسلی کروا دیتی امی" وہ ابو سے بولتی بولتی امی کی جانب دیکھنے لگی۔

"ہاں۔؟" امی نے فوراً کہا

"آپ کچھ دنوں کے لیے عائشہ کو ہماری طرف بھیج دیں میری کچھ مدد ہی ہو جائے گی" امی کے بولنے سے پہلے عائشہ نے پیچھے سے کہا

exponovels

"ہاں ویسے تو کبھی بلایا نہیں اب ملازمہ کی ضرورت ہے تو عائشہ کو بھیج دیں میں تو نہیں آرہی" میمونہ اس کی بات پہ ہنس دی اس نے سر نہ میں ہلایا

"ایسی بات نہیں ہے پاگل مجھے تم یاد بھی آرہی تھیں اور اب تو تم فری بھی ہو اس لیے کہہ رہی ہوں" میمونہ نے وضاحت دی تو وہ نرمی سے بولی

"میں مذاق کر رہی تھی آپ بتادیں کب آنا ہے۔؟" اس کے سوال پہ میمونہ نے بغیر دیر کیے کہا

"کل تنویر آجائیں گے تمہیں لینے" عائشہ کے دل کو جیسے کچھ ہوا۔اس نے کہہ تو دیا تھا پر اب اچانک سے کل کا سن کر وہ کچھ پریشان سی ہو گئی تھی اس کا دل عجیب سی کیفیت میں گھر گیا تھا پر اب تو وہ کہہ چکی تھی اس لیے خاموش رہی۔ میمونہ نے کچھ دیر بات کی اور پھر کال بند کر دی تو وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ کمرے میں آتے ہی اس نے لائٹ روشن کی۔ سائیڈ ٹیبل پہ اس کا موبائل جگمگا رہا تھا عائشہ نے جا کر موبائل اٹھایا۔اس پہ شہیر کی دو مسٹ کالز آئی ہوئی تھیں۔ وہ بیک کال کرنے ہی لگی تھی کہ اس کی دوبارہ کال آگئی تھی

"عائش۔۔۔۔۔!" ہمیشہ جیسا لہجہ عائشہ کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگی تھیں۔ جب بھی شہیر اسے ایسے پکارتا تھا۔

"کہاں تھیں تم۔؟" اس نے سوال کیا

"نیچے گئی تھی امی کے پاس" اس نے پوری بات بتانا ضروری نہ سمجھی۔

"اچھا ڈیٹا آن کرو کنجوس" مسخری سے بولا تو عائشہ جھلا گئی

exponovels

"میں کنجوس نہیں ہوں ڈیٹ آن رکھنے سے بیٹری جلدی لو ہو جاتی اس لیے آفس رکھتی ہوں" شہیر کی آنکھیں اس کی اس نئی بات پہ سکڑ گئیں۔

"کیا۔؟ "

"ہاں ڈیٹا آن رکھنے سے موبائل کی چارجنگ جلد ختم ہو جاتی ہے" شہیر نے نچلا لب دانتوں میں دبا کر اس کی معصومیت پہ خود کو ہنسنے سے باز رکھا

"اچھا موبائل لے لو پھر ایسا مسئلہ نہیں ہو گا" عائشہ کا ناک پھول گیا

"میرے موبائل کو کچھ بھی مت کہا کریں یہ بہت اچھا ہے" شہیر اس کے انداز پہ محظوظ ہوا

"ہاں بالکل یہ بھی اچھا ہے اور جس کا موبائل ہے وہ بھی بہت اچھی ہے اب خوش۔؟" وہ جیسے ہار سا گیا تھا یا وہ آج عائشہ کو زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے بات ختم کر دی۔ عائشہ اس کے ہار جانے پہ خوش ہو گئی۔ وہ بیڈ پہ آ کر بیٹھ گئی

"اچھی میں ڈیٹا آن کرتی ہوں" اس نے کہہ کر کال کاٹی اور ڈیٹا آن کر کے شہیر کی ویڈیو کال کا انتظار کرنے لگی جو کچھ دیر میں آ گئی۔ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا

اس نے عائشہ کی دی ہوئی شرٹ پہن رکھی تھی۔ نیلی آنکھوں، گوری رنگت اور ہلکی شیو والا شہیر اس شرٹ میں عائشہ کی سوچ سے زیادہ کمال لگ رہا تھا۔ اسے پوری شرٹ میں ملبوس دیکھ اس کے چہرے پہ تبسم بکھر گیا۔

"آپ پہ یہ بہت اچھی لگ رہی ہے" شہیر نے سر کو جنبش دی

exponovels

"شکریہ مادام" وہ موبائل کو اٹھا کر بیڈ سے کمر ٹکا کر بیٹھ گیا تھا

"آپ ایسی شرٹیں پہنا کریں ان میں آپ زیادہ اچھے لگیں گے وہ سلیو لیس بنیان جیسی نہ پہنا کریں" اس نے گندا سا منہ بنا کر مشورہ دیا شہیر کی بھنویں تن گئیں

"یہ شرٹ اچھی ہے پر مجھے زیادہ وہی اچھی لگتی میں ان میں کمفرٹیبل محسوس کرتا ہوں "

"پر دوسرا بندہ نہیں کرتا" اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ جس کا اسے پچھتاوا بھی ہوا وہ زبان کو دانتوں میں دبا کر بیٹھ گئی

"اس بندے کا نام یقیناً عائش ہے" شہیر نے بغیر برا منائے محظوظ انداز میں کہا تو عائشہ کا کچھ حوصلہ ہوا

"میں نے ویسے ہی کہا تھا وہ بھی اچھی لگتی ہیں پر یہ زیادہ اچھی لگ رہی ہے" وہ اب وضاحتیں دینے لگی تھی شہیر نے محسوس کیا کہ وہ شرمندہ ہو رہی ہے اس لیے اس نے بات کا رخ بدل لیا۔

"تم نے کھانا کھایا۔؟" عائشہ نے سر ہلا دیا

"ویری گڈ میری جان" وہ لاڈ سے بولا تو عائشہ جھینپ گئی پر شہیر بے نیازی سے کہہ رہا تھا

"اب تم سو جاؤ میں نے شرٹ دکھانے کے لیے ہی کال کی تھی اپنا خیال رکھنا" اس نے کہہ کر کال کاٹ دی۔ وہ بیڈ پہ دراز ہوئی ہی تھی کہ اسے یاد آیا۔ اس نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ کیا زویا کے علاوہ اس کا کوئی رشتے دار نہیں ہے۔؟ اس کے امی ابو کہاں ہیں۔؟ عائشہ نے ماتھا چھوا

"چلو پھر کبھی پوچھ لوں گی" اس نے سوچ کر کروٹ بدل لی اور نیند کب اس پہ غالب آ گئی اسے معلوم ہی نہ ہوا۔

exponovels

&&&&&&&&&

جیااپنے کمرے میں لیٹی چھت کو گھورر ہی تھی اسے ابھی بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ جو کچھ آج دستگیر نے کہا ہے وہ اسی کے سامنے کہہ کر گیا ہے۔اس کے ذہن سے وہ سب نکل نہیں رہا تھا ابھی بھی سب کچھ کسی فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے سامنے چل رہا تھا

سمندر پہ لہروں کا شوراس کے عقب سے سنائی دے رہا تھا۔آسمان پہ بادل اور زمین پہ ہر طرف تیر گی تھی۔وہ نڈر سا کھڑا کہہ رہا تھا۔اس کی آنکھیں اس وقت چمکتے جگنو جیسی روشن لگتی تھیں۔وہ جیا کو حالِ دل بتا رہا تھا

"مجھے آپ سے بہت محبت ہے" ایک بہت بڑی لہر اس سمندر میں کسی طوفان کی طرح اٹھی اور پتھر سے جا ٹکرائی اس کا شور اتنا بھیانک تھا کہ جیا ڈگمگا گئی۔اس نے بے یقینی سے دستگیر کو دیکھا

"کیا بکواس ہے یہ۔؟" اسے سنبھلنے میں وقت لگا جب وہ سنبھل گئی تو کسی شہزادی کی طرح چڑ کر بولی جیسے اسے غلام کی بات پسند نہ آئی ہو

"میں سچ کہہ رہا ہوں" وہ بھولے سے انداز میں مسکرا رہا تھا جیا کے چہرے پہ تنفر پھیل گیا۔

"میرا خیال ہے تم اپنی اوقات بھول گئے ہو" دستگیر اس کی بات پہ ہنسا اور سر نہ میں ہلا کر بولا

"نہیں میں اب اپنی اوقات جان گیا ہوں میں نے کوہِ نور سے محبت کی ہے میری تو اوقات اب بڑھ گئی ہے" جیا اس کی بات پہ جھلا گئی اس کا دل کیا وہ دستگیر کے منہ پہ ایک تھپڑ رسید کر دے پر وہ خود پہ ضبط کرتی وہاں سے جانے لگی پر جاتی کیسے سامنے تو وہ کھڑا تھا

exponovels

"میرے سامنے سے ہٹو" وہ مٹھیاں بھینچ کر چلائی تھی

"میں نے پیچھے ہٹنے کے لیے تو محبت کی ہی نہیں تھی اب سینہ ٹھونک کر اظہار کر دیا تو میں اب پیچھے نہیں ہٹوں گا میں اب آپ کو آپ کے ہر راستے میں کھڑا آپ کا انتظار کرتا ملوں گا" جیا نے دانت پیس کر اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

دستگیر بالکل شانت کھڑا تھا اس کی آنکھوں میں ابھی بھی وہی جگنو تھے جن سے اس کی آنکھیں روشن لگتی تھیں۔

آسمان پہ بادل بڑھنے لگے تھے سمندر کے شور کی جانب جیا کی توجہ نہیں تھی وہ تو دستگیر کو خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی

"مجھے لگتا ہے تم مجھ سے آپ تھپڑ کھا کر جاؤ گے" دستگیر کی مسکان کم نہ ہوئی

"اگر مارنے سے عشق کا بھوت اترے تو جی بسملہ میں حاضر ہوں" اس نے اپنا گال جیا کے آگے جھک کر کیا تو جیا اسے دیکھتی رہ گئی۔

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیے ہے میرا راستہ چھوڑو" وہ چلائی تھی دستگیر کے لبوں کی مسکراہٹ ماند پڑ گئی۔اس نے جیا کا ہاتھ پکڑانا چاہا وہ ایسے بدک کے پیچھے ہوئے جیسے دستگیر کا ہاتھ لگنے سے وہ میلی ہو جائے گی

"مجھے ہاتھ مت لگانا تمہاری اوقات نہیں ہے مجھے چھونے کی تم جیسے دس پھرتے ہیں میرے گھر میں، میں نے تم سے ایک بار آرام سے بات کیا کر لی تمہیں تو مجھ سے محبت ہی ہو گئی" وہ

exponovels

تمسخرانہ انداز میں بولی تھی۔اب سمندر کی لہریں صرف دستگیر کو سنائی دیتی تھیں۔اس پہ سایے اور اندھیرے اوس کی طرح گرنے لگے تھے۔جیا بول رہی تھی

"میں تم جیسوں کا ہاتھ لگوانا بھی پسند نہیں کرتی اور تم مجھ سے محبت کے دعوے کر رہے ہو۔؟میں نے اپنے بھائی کو بتادیا نا تو تمہیں تمہاری ساتھ نسلوں سمیت دفنا۔۔۔۔"جیا کی باقی بات اس کے منہ میں ہی رہ گئی تھی۔وہ بولتی بولتی رک گئی تھی اس نے ان روشن آنکھوں کے جگنوؤں کے پروں کو جلتے دیکھا اور تبھی وہ کسی شیر کی طرح دھاڑا۔۔۔

"بس۔۔۔!"اس کی آواز کے ساتھ ہی جلی بھی گرجی تھی۔سمندر کی لہروں نے بھی شور کیا تھا جیا سہم گئی تھی۔دستگیر نے اس کے سامنے انگلی اٹھائی

"نسلوں تک مت جایئے گا یہ نہ ہو میرے اندر کا جانور جاگ جائے"وہ جیا کی طرف شعلہ اگلتی نظروں سے دیکھتا جھکا

"اور یہ بھائی کی دھمکی کسی اور کو دیجئے گا میں چاہوں تو ابھی آپ کو اٹھا کر لے جاؤں"جیا کی بھنیوں آسمان کو چھونے لگیں اس نے نفرت سے دستگیر کو دیکھا اور اپنا ہاتھ پھیل کر وہ تھپڑ مارنے کی غرض سے دستگیر کے چہرے تک لائی تھی کہ وہ جیا کا ہاتھ پکڑ کر مروڑتا اس کی کمر کے پیچھے لے گیا اب جیا کی اس کی جانب پشت تھی وہ اس کے کان کے پاس سرگوشی میں کہہ رہا تھا

exponovels

"میں جھوٹ نہیں بول رہا اگر میں ابھی آپ کو یہاں سے اٹھا کر لے جاؤں اور آپ کے ساتھ اپنی من مرضی کروں تو آپ کا بھائی بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا" وہ بے رحمی سے اس کی کلائی مروڑ کر بول رہا تھا جیا کی آنکھیں درد سے بھیگ گئیں وہ کسمسا رہی تھی پر وہ چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ جیا کی پشت اس کے سینے سے لگی تھی

"میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں اور یہ آج سے نہیں اس دن سے جس دن میں نے آپ کو پہلی بار دیکھا تھا۔ میں تب سے آپ کا پیچھا کر رہا ہوں پر آج کہنے کی ہمت آئی تھی اس لیے آپ کے سامنے آگیا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا میں خاموش محبت کروں اور عمر بھر کا ہجر کما لوں۔۔۔" وہ اور بھی بولتا کہ جیا کی بھرائی ہوئی آواز آئی

"مج۔۔۔ مجھ۔۔۔ مجھے درد۔۔۔۔ درد ہو رہا ہے" اس کا جملہ مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ دستگیر نے اس کی کلائی چھوڑ دی جیا بے ساختہ اس سے دور ہوئی وہ اپنی کلائی سہلانے لگی تھی دستگیر کو اب احساس ہوا تھا کہ وہ غصے میں کیا کر چکا ہے وہ اس کے قریب آنے لگا کہ جیا نے اسے ہاتھ اٹھا کر وہیں رک جانے کا اشارہ کیا

"میرے قریب بھی مت آنا" اس کی آنکھیں بہنے لگی تھیں۔ دستگیر نے دل گرفتی سے اسے دیکھا

"مجھے معاف کر دیں" جیا نے جواب میں چیخ کر کہا

"مجھے تم سے نفرت ہو گئی ہے دفع ہو جاؤ یہاں سے" دستگیر کے دل پہ جیسے کسی نے آری چلا دی تھی۔ وہ یہ سب نہیں کرنا چاہتا تھا

exponovels

"میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں میں نہیں رہ سکتا آپ کے بغیر" جیا جو گاڑی کا دروازہ کھول رہی تھی پیچھے لہروں کے شور میں گڈ مڈ ہوتی اس بھرائی ہوئی آواز پہ رک سی گئی۔اس نے گردن ترچھی کر کے دیکھا تو وہ ششدر رہ گئی۔ جلتی، شعلے اگلتی آنکھوں سے وہ ساری تپش دل سے اٹھتے دھوئیں نے گم کر دی تھی دل کی جلن اتنی تھی کہ دستگیر کی آنکھوں میں نمی ٹھہر گئی تھی۔جیا اس کا چہرہ کچھ لمحے دیکھتی رہ گئی۔ایک جھما کہ تبھی اس کے ذہن میں ہوا تھا اسے اپنا آپ دستگیر کی نم آنکھوں میں دکھائی دینے لگا جیا یہ محبت نہ ملنے کی تکلیف تو بہت اچھے سے جانتی تھی۔اس نے دستگیر کو گھٹنوں کے بل بیٹھتے دیکھا۔اس کے وجود کو بکھرتے دیکھا اور یہیں جیا کے دل نے دستگیر کی محبت کی گواہی دینی چاہی تو وہ تیزی سے گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے آ گئی۔

اور اب جب سے وہ آئی تھی اس کی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔اس کے دل میں بار بار یہی خیال آ رہا تھا کہ بکھرتے دستگیر کو پھر سے سمٹنے میں کتنا وقت لگا ہو گا۔۔۔اور وہ ٹوٹ کر ٹھیک سے جڑا بھی ہو گا یا اس میں دراڑیں باقی رہ گئی ہوں گی۔۔۔؟

جیا نے کروٹ موڑ کر اس سب کو ذہن سے نکالنا چاہا پر اب معاملہ دماغ کا نہیں تھا اب یہ دل کا معاملہ ہو گیا تھا۔پہلی بار جیا کی زندگی میں ایسا ہو رہا تھا کہ وہ سونے سے پہلے شہیر کو نہیں سوچ رہی تھی۔اس کی سوچوں پہ دستگیر کی محبت اپنی چھاپ چھوڑ چکی تھی۔۔۔پر جیا یہ ماننے کو تیار نہیں تھی وہ شہیر کو اپنے ذہن میں بار بار دہرانے لگی تھی پر وہ ناکام ہو رہی تھی۔۔۔۔

__________&&&&&&&&&&__________

دستگیر کو لگا تھا جیسے وہ آج اسی ریت میں مل کر سمندر کی لہروں سنگ اس سمندر کی گہرائیوں میں کھو جائے گا۔اسے جیا

کے آخری الفاظ نے جتنی چوٹ پہنچائی تھی اتنی اسے آج تک نہیں لگی تھی۔ساحل سمندر پہ بکھرے دستگیر کو سنبھلنے میں سچ میں بہت وقت لگا تھا۔اس نے اپنے بکھرے وجود کو بڑی مشکل سے سمیٹا تھا۔اپنے وجود کو گھسیٹ لانے کی اس میں ہمت بھی باقی نہیں رہی تھی۔سمندر کے پہلو سے گھر تک کا راستہ جلتی بہتی آنکھوں کو پونچھنے میں لگا تھا

اسے اس دن سے ڈر لگتا تھا وہ جیا سے اظہار کر کے اسے مکمل کھو دے گا یہ ڈر اس کے دل میں بہت پہلے سے تھا اور آج جب اس خوف نے شکل اختیار کر لی تو دستگیر ٹوٹ کر رہ گیا۔۔۔

وہ اپنے گھر آ کر اپنے کمرے میں آیا اور جو کچھ وہ اٹھا کر پھینک سکتا تھا اس نے پھینک دیا۔۔۔وہ چیخ رہا تھا چلا رہا تھا۔اپنی

لاوا اگلتی آنکھوں کو ہاتھ کی پشت سے رگڑ رہا تھا۔۔جب وہ تھک گیا تو اس نے دل پہ ہاتھ رکھا وہ اس دل کو بھی نکال کر باہر پھینک دینا چاہتا تھا پر اس میں وہ بے بس تھا۔۔۔

عورت کے رونے سے لگتا ہے ایک عورت ہاری ہے۔پر جب مرد روتا ہے نا تو یوں لگتا ہے جیسے پورا گھر ہی ہار گیا ہو۔مرد کو رونے سے خوف آتا ہے اور مرد کو روتے دیکھ کر بھی خوف ہی آتا ہے یوں لگتا ہے جیسے اب کچھ باقی نہیں رہا ہمت ٹوٹنے لگتی ہے ایک مرد کے رونے سے پورے گھر کے حوصلے بکھرتے ہیں

exponovels

__________&&&&&&&&&_______

ائیر پورٹ پہ گہما گہمی کا عالم تھا۔ بہت سے لوگ آجا رہے تھے کراچی کے ائیر پورٹ میں اس وقت لوگوں کا رش لگا تھا کوئی

اپنے پیاروں کے آنے کی خوشی منا رہا تھا تو کسی کی آنکھ نم تھی الوداع کرتے ہوئے۔ایسے میں کانچ کے دروازے کو کھولتے وہ بڑے گھنگریالے بالوں والا تقریباً چھ فٹ پانچ انچ اونچا لمبا چوڑے جسم والا مرد داخل ہوا۔ جس نے کالی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ منہ میں چوئنگم کو چباتا پتھریلے تاثر لیے وہ سیدھا استقبالیہ کے پاس آیا تھا۔

)بہرام گناہ کی دنیا کا بے تاج بادشاہ ہے وہ ہر کام کو غیر قانونی طریقے اور انتہائی صفائی سے کرنا جاتا ہے (

اس نے استقبالیہ پہ موجود لڑکی کو سپاٹ نظروں سے دیکھتے فلائٹ کا پوچھا اس کا لہجہ اتنا سخت اور روکھا تھا کہ لڑکی کے ماتھے پہ بل پڑ گئے پر وہ ضبط سے اسے بتانے لگی تھی وہ خاموشی سے اس کی بات سن رہا تھا

)اس نے ایک دن خود سے ہی ارمان کی ماں کے پاس کال آئی تھی اس کا کہنا تھا کہ وہ لوگوں کے دل کا حال جان جاتا ہے کیونکہ وہ پریشان لوگوں سے ہمدردی رکھتا ہے پر ارمان کی ماں جنتی تھیں ایسے غنڈے امیروں پہ نظریں گاڑھائے بیٹھے ہوتے ہیں وہ انہیں فولو کرتے ہیں ان کے ویک پوائنٹس کو نوٹس میں لا کر پھر انہیں سے ان لوگوں کو تنگ کرتے ہیں(

جب لڑکی نے اسے اس کی فلائٹ کا بتا دیا تو وہ جا کر ویٹنگ روم میں بیٹھ گیا تھا۔ وہ بالکل خالی ہاتھ تھا۔ بینچ پہ بیٹھ کر اس نے اپنا موبائل نکالا

"مائیک میں امریکہ آرہاہوں تم نے سارے انتظام کر دیے ہیں نا۔؟"اس نے اپنے ایک بندے کو کال کی تھی جو امریکہ میں ہی رہائش پزیر تھا

"جی باس سب کچھ تیار بس آپ کے آنے کا انتظار ہے "اس نے سر ہلا کر فون ٹھک سے بند کر دیا فلائٹ میں ابھی دس منٹ باقی تھے

)ماں ایسے لوگوں سے دور رہتی تھیں پر اس وقت انہیں کسی ایسے شخص کی ہی تلاش تھی۔ جس پہ وہ بھروسہ کر کے اپنا سب سے اہم کام کروا سکیں۔ انہوں نے سب سے پہلے بہرام کو اس بات بار راضی کیا کہ وہ انہیں کبھی دھوکا نہیں دے گا اس کے بدلے اسے ہر وہ آسائش ملے گی جو وہ چاہے گا بہرام نے بغیر دیر کیے ان کی آفر قبول کی اور ان کا پہلا کام کیا جس میں اس نے ایک ہی وار سے ارمان کی ماں کے تین دشمنوں کو راستے سے ہٹایا تھا اور وہ تھے ارمان کے بابا، شہیر کی ممی اور اس کے ڈیڈ جو بظاہر ایک کار ایکسیڈینٹ میں اس دنیا سے گئے تھے پر یہ بات بس ارمان کی ماں صوفیہ جانتی تھیں اور یا بہرام کہ کیسے ان کی گاڑی کی بریکس فیل کی گئیں اور پھر راستے میں ٹرک کا آجانا (

ٹھیک دس منٹ بعد وہ فلائٹ میں سوار ہو رہا تھا۔ اپنی سیٹ پہ بیٹھ کر اس نے سیٹ کی پشت سے آنکھیں موند کر سر ٹکایا اور منہ ہی منہ بڑابڑایا۔

)جس انداز میں بہرام نے ساری پلاننگ کی تھی اس سے پولیس کو بالکل شک نہیں ہوا تھا کہ یہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے بس ایک شہیر تھا جسے لگتا تھا کہ یہ ایک مرڈر ہے پر شک کی بنا پر وہ بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا اور ثبوت اسے جو ملے تھے انہیں شہیر کھو چکا تھا اور سلجھی پزل ایک بار پھر بگڑ گئی تھی(

exponovels

"میں آرہاہوں زویا" بہرام کے لہجے میں سفاکی تھی جہاز نے پرواز بھرلی تھی۔

اس نے خواب دیکھا۔وہ شہیر کے مقابل کھڑی ہے۔۔۔۔۔آنکھیں۔۔۔۔۔آنکھیں نم ہیں۔۔۔۔۔پلکیں بھیگی ہوئی ہیں۔۔۔۔اس نے شہیر کو سپاٹ چہرہ لیے کھڑا دیکھا۔وہ اسے لب بھینچ کر دیکھ رہاہے۔۔۔۔ہمیشہ کی طرح وہ اپنے مخصوص شرٹ اور پینٹ میں ملبوس ہے۔۔۔۔۔عائشہ کے لب تھرتھرائے۔۔۔۔

"آپ۔۔۔۔آپ۔۔۔آپ نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا" اس کی آواز میں تکلیف تھی۔۔۔اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے سینے پہ پتھر کی بھاری سل رکھی ہے۔۔۔۔شہیر نے ایک قدم اس کی طرف بڑھایا

"مجھ سے دور رہیں" اسے اپنے قریب آتے دیکھ وہ چیخی تھی۔۔پر شہیر نہ رکا وہ چلتا ہوا اس کے قریب آگیا۔شہیر نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اس کی پشت سے وہ عائشہ کے گال کو سہلانے لگا۔اس کا چہرہ ویسا ہی سپاٹ تھا۔

"میں نے تمہیں پالیا۔" وہ سرد لہجے سے بولنے لگا ہی تھا کہ عائشہ نے اس کی بات کاٹی

"میں نے سب کچھ خود دیا" اس نے شہیر کے ہاتھ کو پیچھے جھٹک کر اشتعال سے کہا "اور وہ بھی آپ کی وجہ سے" اس نے اب کی بار شہیر کو بھی پیچھے دھکیلا تھا۔شہیر کی آنکھوں میں چنگاریوں نے سر اٹھایا

"مجھے آپ سے نفرت ہے" وہ تنفر سے بولی تھی شہیر نے دوبارہ اس کی جانب قدم اٹھائے اور عائشہ کے دونوں ہاتھ پکڑے کر وہ اس کی کمر کے پیچھے لے گیا۔وہ کسمسا رہی تھی پر وہ اپنے کام میں مصروف تھا اس نے عائشہ کے ہاتھ اس کی کمر کے پیچھے لے جا کر اسے اپنے سینے سے لگایا

exponovels

"عائش۔۔۔۔۔!"شہیر کے لب اس کے کان کی لو کو چھو رہے تھے وہ کہہ رہا تھا"مجھے فرق نہیں پڑتا تمہاری نفرت سے"اس کی گرم سانسیں عائشہ کو جیسے جلا رہی تھیں۔وہ ویسے ہی کسمسا رہی

تھی"مجھے بس یہ پتہ ہے کہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں تم نے سب کچھ کھو دیا پر میں نے تمہیں پالیا اور میرے لیے اتنا کافی ہے کہ میں نے اپنی محبت پالی"اس نے کہہ کر عائشہ کے ہاتھوں کو آہستگی سے چھوڑا اور ایک نظر اس پہ ڈال کر وہ بڑے بڑے ڈگ بھرتا کمرے سے نکل گیا تھا اور یہیں عائشہ کا خواب ختم ہو گیا تھا۔

وہ ایک دم سے سیدھی ہوئی تھی۔۔۔اس نے اپنے ارد گرد دیکھا۔وہ اپنے کمرے میں ہی تھی۔۔۔۔پھر اس نے اپنے چہرے کو ہاتھ لگایا تو وہ پورا پسینے سے بھیگا تھا۔۔۔اسے ایسے لگا جیسے اسے سچ میں سانس لینے میں مشکل ہو رہی ہے جب کہ کمرے کی روشنی بھی جلی تھی اور کھڑکی بھی کھلی تھی جس سے ہوا کے جھونکے اندر آ رہے تھے پر پھر بھی یوں لگتا تھا جیسے کسی نے اس کی گردن دبوچ لی ہے وہ بیڈ سے کھڑی ہوئی اور کھڑکی کے سامنے آ کر رک گئی۔۔۔۔ اس نے وہاں کھڑے ہو کر آنکھیں موند کر گہرے سانس

لیے۔۔۔۔آنکھوں کے بند ہوتے وہ پھر سے جلتی آنکھوں کے ساتھ سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔۔۔عائشہ نے بے ساختہ آنکھیں کھولیں۔۔۔۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا"اس نے اپنے خواب کی تردید کی۔وہ دوبارہ بیڈ پہ آ کر بیٹھ گئی تھی۔۔۔۔

exponovels

"شہیر مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں وہ مجھے کبھی دکھ نہیں دیں گے "اور یہ اس کا وہم تھا۔۔۔زندگی کا سب سے بڑا وہم۔۔۔جو بہت جلد دور ہو جائے گا عائشہ نہ چاہتے ہوئے بھی شہیر کی زندگی کی الجھی ہوئی شطرنج کا وہ مہرہ بن جائے گی جس کا خسارہ سب سے زیادہ ہو گا۔۔۔۔

وہ بیڈ پہ لیٹ گئی تھی۔۔۔کل اس نے آپی میمونہ کے گھر جانا تھا۔۔۔اس نے یہ شہیر کو نہیں بتایا تھا اسے اتنا ضروری نہیں لگا۔۔۔۔وہ وہاں جائے گی اور پیچھے سب کچھ بدل جائے گا۔۔۔

______&&&&&______

زویا اپنے گھر کے اوپن کچن میں جوس کو گلاس میں ڈال رہی

تھی۔سامنے اس کے موبائل رکھا تھا جس پہ شہیر موجود اسے دیکھ رہا تھا

"تم پاکستان کب آ رہی ہو۔؟"اس نے جوس کا گلاس بھر کر کچن کاؤنٹر پہ رکھتی زویا سے پوچھا جواب کاؤچ پہ اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔۔۔وہ سفید ٹاپ اور کالی جینز میں ملبوس تھی۔ چہرے پہ بالکل لائٹ میک اپ تھا۔ بال کھلے شانوں پہ بکھرے تھے۔۔۔۔تیکھے نقوش والی لڑکی پیاری لگتی تھی۔۔۔

"ابھی مجھے یہاں کام ہیں" وہ شانے اچکا کر نظریں چرا کر بولی تھی۔وہ جانتی تھی شہیر اسے پاکستان بلا کر کیا کروانا چاہتا ہے اور ابھی زویا اس چیز کے لیے تیار نہیں تھی۔میں نے کہانا اس کے دل سے اتنی جلدی شہیر اور اس کی محبت نہیں نکلے گی۔شہیر کے ماتھے پہ بل پڑ گئے

exponovels

"کیا تمہارے کام اب مجھ سے زیادہ ضروری ہو گئے ہیں۔؟"اس کے لہجے میں ہلکی سی حیرت کی آمیزش تھی۔زویا اداس سی

ہو گئی۔وہ کیا بتائے اسے کہ زویا کی زندگی میں اس سے زیادہ ضروری کوئی بھی نہیں۔۔۔

"میں آجاؤں گی شہیر کچھ دنوں میں"اس نے ٹال دیا۔شہیر نے ناراض ہو کر اس سے رخ موڑ لیا۔زویا اس کی معصوم حرکت پہ مسکرا دی۔۔۔

"اچھا خفا مت ہو میں اسی ہفتے میں آنے کی کوشش کروں گی"شہیر نے لب بھینچ کر اسے دیکھا

"کوشش۔!"اس نے کہہ کر سر جھٹک دیا۔زویا اسے کچھ دیر دیکھتی رہی۔۔۔اسے کتنی جلد ہے نا کسی اور کا ہونے کی۔۔۔زویا کے دل میں ٹیس اٹھی جسے اس نے دل میں ہی دبا لیا۔

"اچھا یہ باتیں چھوڑو یہ باتوں تمہارا شک کہاں تک پہنچا۔؟"زویا کو بھی لگتا تھا کہ شہیر ایک سیراب کے پیچھے بھاگ رہا ہے شہیر نے اب کی بار اسے سنجیدگی سے دیکھا تھا

"وہ شک نہیں میرا یقین ہے"زویا نے سر ہلایا

"اگر وہ تمہارا یقین ہے تو تمہیں ابھی تک کچھ ملا کیوں نہیں۔؟"وہ پوچھنے لگی

"مجھے سب کچھ مل گیا تھا اگر وہ جاسوس مر تانہ تو۔۔۔تم نے تو وہ وائس میسج بھی سنے تھے"زویا نے گہرا سانس لیا

"ہاں میں نے سنے تھے اس میں اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ ارمان ہی قاتل ہے"شہیر نے اس کی بات کے فوراً بعد کہا

exponovels

"پر اس نے یہ بھی نہیں کہا تھا کہ ارمان بے قصور ہے اور تم نے اس کی بات پہ اگر غور کیا ہو تو اس نے یہ کہا تھا کہ اسے ثبوت مل گیا ہے کچھ تو ہاتھ لگا تھا اس کے جو اس موبائل میں ہے" وہ جب بھی اس موبائل اور نیلی گاڑی کے بارے میں سوچتا تھا بے بس ہو جاتا تھا۔ شہیر اس وقت امریکہ میں تھا۔ جب یہ سب ہوا۔ اس کے پاکستان آنے تک وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ آخری بار ہونے والی کال کے مطابق اس جاسوس کا فون ٹریس کرنے پہ جس جگہ کا بتا رہا تھا وہاں کوئی اسٹریٹ کیمرہ بھی نہیں لگا تھا۔ یا شاید پہلے ہی اتار لیا گیا تھا۔

زویا اس کا بے بس چہرہ دیکھنے لگی پھر بولی

"اچھا اس بات کو بھی چھوڑ دو ایک دن تم کامیاب ہو جاؤ گی اور میں بس یہ چاہتی ہوں کہ تم اپنا ڈھیر سارا خیال رکھو میرا دل تمہیں لے کر ہر وقت پریشان رہتا ہے" شہیر نے زویا کی بات پہ سر ہلایا

"جانتا ہوں تم میرے لیے بہت پریشان رہتی ہو اور تم بھی اپنا خیال رکھا کرو مجھے بھی ہر وقت تمہاری فکر رہتی ہے تم اب اس دنیا میں میری واحد فیملی ہو" وہ جب بھی ایسے کہتے تھا زویا کا دل کوئی مٹھی میں لے کر مسل دیتا تھا وہ بچپن سے دیکھتی آ رہی تھی کہ شہیر اپنی ممی اور ڈیڈ سے کتنا اٹیچ تھا وہ ان سے دور کم ہی رہتا تھا امریکہ بھی وہ مجبوری میں آیا تھا اور جب بھی اسے یونی سے چھٹیاں ہوتیں وہ پاکستان چلا جاتا تھا یا ممی

اور ڈیڈ کے اپنے پاس بلا لیتا تھا۔

"شہیر مجھے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ میں اپنے گھر میں سیف ہوں" شہیر ہلکا سا مسکایا

"فی امان اللہ" زویا نے سر ہلایا

exponovels

"گاڈ بلیس یو ٹو ناؤ ایم گیٹین لیٹ (God Bless You Too Now I'm Getting Late) میں تم سے بعد میں بات کروں گی" زویا نے کہہ کر فون بند کیا اور جوس پی کر وہ لاؤنج میں آ گئی وہاں سے اپنا لانگ کوٹ پہنا اور پرس میں موبائل ڈال کر وہ گھر سے نکل گئی تھی۔ جب وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر سڑک مڑ رہی تھی تبھی اس کے گھر کے سامنے ایک آدمی آ کر رکا۔ جو رف جینز اور فل آستینوں کی شرٹ میں ملبوس تھا۔ سر پہ کیپ تھی اور انداز مشکوک اس کی نظریں زویا کی دور جاتی گاڑی کا تعاقب کر رہی تھیں۔ پھر اس نے فون نکالا

"جی میں اس وقت اس کے گھر کے باہر کھڑا ہوں وہ اکیلی رہتی ہے اور اس کے گھر کے باہر کوئی گارڈ بھی نہیں ہے ہمارا کام اتنا مشکل نہیں ہے" اس نے کہہ کر فون بند کیا اور وہاں سے چلا گیا۔۔۔

بادلوں سے چھپا آسمان برسنے کو تیار تھا۔۔

____________&&&&&&&&&&&&__________

وہ تیار ہو کر اپنے بیگ سمیت نیچے آئی تھی۔ لاؤنج میں تنویر بھائی بیٹھے تھے ان کے ساتھ عائشہ کی آٹھ سالہ بھانجی بھی تھی۔ جو عائشہ کو آتا دیکھ بھاگ کر اس سے چمٹ گئی

"خالہ آپ ہمارے گھر آ رہی ہیں نا۔؟" اسے جیسے یقین سا نہیں آ رہا تھا۔ عائشہ نے بیگ ایک طرف رکھا اور جھک کر اسے اپنی گود میں اٹھایا اس کا گال چوم کر کہا

"جی میری جان آپ خوش ہیں۔؟" بچی نے جواب نہ دیا پر

exponovels

مضبوطی سے اس کے گلے کے گرد بانہیں پھیلالی تھیں تنویر بھائی،امی اور ابو اس بچی کی خوشی دیکھ کر خوش تھے۔

عائشہ اسے اپنے ساتھ آگے لے آئی اس نے تنویر سے سلام کیا اور امی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"سارا سامان رکھ لیا نا۔؟" امی نے عائشہ سے پوچھا

"جی ضرورت کا سارا سامان رکھ لیا ہے" اس نے ادھر ادھر دیکھا" امی سفیان کہاں ہے۔؟" اس کی بات کا ابو نے جواب دیا

"ابھی باہر سے آیا تھا کہہ رہا تھا کہ میرے سر میں درد ہے اس لیے اپنے کمرے میں چلا گیا" عائشہ ان کی بات پہ خاموش سی ہو گئی آج کل اسے سفیان کچھ پریشان سا لگتا تھا۔اس نے اپنی بھانجی کو گود سے اتار کر صوفے پہ بٹھایا

"میں سفیان سے مل کر آتی ہوں" وہ کہہ کر کھڑی ہو گئی۔تنویر بھائی نے اسے دیکھ کر کہا

"ہاں پھر بس چلتے ہیں" عائشہ نے سر کو خم دیا اور وہاں سے چلی گئی۔۔۔

________&&&&&&__________

سفیان کے کمرے کی روشنیاں بجھی تھیں وہ بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹا تھا۔آنکھیں بند تھیں۔پر سر پہ جیسے ہتھوڑے چل رہے تھے۔اسے نیند نہیں آرہی تھی۔وہ بے چین سا لگتا تھا تبھی کمرے کے دروازے پہ دستک ہوئی اس نے گردن ترچھی کر کے دروازے کو دیکھا

"کون ہے۔؟" اپنی آواز کو خمار آلود بنا کر بولا

exponovels

"عائشہ ہوں موٹے دروازہ کھولو" باہر سے عائشہ کی آواز سن کر وہ بیڈ سے کھڑا ہوا خود کو ایک نظر شیشے میں دیکھا۔ وہ جانتا تھا عائشہ اس کا چہرہ پڑھ لیتی ہے اس لیے خود کو نارمل کرتا وہ دروازے کی جانب گیا۔

"تم کیا بیوہ عورتوں کی طرح بات بات پہ منہ لپیٹ کر کمرے میں پڑ جاتے ہو خیر ہے نا۔؟"اس نے اندر آتے ہی اس کے گال پہ چٹکی بھری سفیان نے ناراضی سے اس کا ہاتھ پیچھے کیا

"میں عورت نہیں ہوں بد تمیز" عائشہ نے اسے گھورا

"بڑی بہن کو بد تمیز کہنے والے موٹے آلو تم بھی تمیز دار نہیں ہو"سفیان اس کی بات پہ ہنسا۔

"آپ بھی نا باجی" وہ جا کر بیڈ پہ بیٹھ گیا۔عائشہ نے کمرے کی روشنی جلائی

"اب بتاؤ مجھے کیا بات ہے۔؟"وہ اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی تھی سفیان اس کی بات پہ چونکا

"کوئی بات بھی نہیں ہے"اس نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھرا جیسے اپنے تاثر درست کر رہا ہو

"مرد جب غیر آرم دے ہوتا ہے تو وہ بار بار اپنا چہرہ چھوتا ہے" عائشہ نے اسے بڑی بے رحمی سے دیکھا۔سفیان کا حلق سوکھ گیا پر خود کو نارمل رکھتے ہوئے بولا

"اور لڑکی جب غیر آرم دے محسوس کرتی ہے تو بار بار اپنے کپڑے درستی کرتی ہے دوپٹہ ٹھیک کرتی ہے یا اس کے کنارے کو پکڑ کر مروڑنے لگتی ہے"سفیان یہ کہہ کر ہنسا تھا عائشہ مزید ٹھٹھک گئی تھی۔

"یہ ہنسنے والی باتیں نہیں ہیں سفیان یہ سب سچ ہیں"سفیان نے مسکرا کر کاندھے اچکائے

"میں جانتا ہوں باجی آپ جا رہی ہیں۔؟"اس نے بات بدلی عائشہ کی نظریں اس پہ جانچتی تھیں

exponovels

"تم بات بدل رہے ہو "

"میں بات کیوں بدلوں گا۔۔؟"اس نے حیران ہونے کی اداکاری کی

"کیوں کے تم پریشان ہو"سفیان بے ساختہ سر جھٹک کر مسکایا

"میں نہیں ہوں پریشان" وہ صاف مکر گیا عائشہ اسے اور قریب ہوئی وہ بالکل اس کے سر کے پاس آکر رک گئی تھی سفیان اسے چہرہ اٹھا کر دیکھ رہا تھا

"تمہیں پتہ ہے نفسیات کے مطابق کوئی شخص ان باتوں پہ بھی ہنسنے جو ہنسنے والی نہ ہوں تو وہ اندر سے خود کو تنہا محسوس کرتا ہے اور جو بلاوجہ سوتا ہے وہ یا تو پریشان ہوتا ہے یا اداس"اس نے سفیان کو اب کی بار گھورا"اور مجھے یہ ساری نشانیاں تم میں نظر آرہی ہیں تم یا تو مجھے بتادو ورنہ میں خود اگلوا لوں گی"اس نے تنبیہ کرتے لہجے سے کہا تھا سفیان کا چہرہ زرد پڑنے لگا ہر بات بتانے والی تھی ہی نہیں تو بتاتا کیسے

"باجی ایسی کوئی بات نہیں ہے" عائشہ کچھ اور کہتی کہ نیچے سے امی کی آواز آگئی کہ تنویر بھائی اسے بلا رہے ہیں اس لیے اس نے گہرا سانس لیا اور سفیان کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیا

"تمہیں پتہ ہے سفیان اللہ نے انسان کو فیملی اسی لیے دی ہوتی تاکہ وہ اپنی پریشانیاں ان سے ڈسکس کرے اور فیملی میں بڑی بہنیں ہی وہ واحد شخص ہوتی ہیں جو اپنے چھوٹے بھائیوں کے لے گلی محلوں اور اسکولز میں لڑتی پھرتی ہیں کیونکہ بھائی پھر بھی اپنی بہنوں کو چھوڑ دیتے ہیں پر بہنوں میں اللہ نے اتنا حوصلہ نہیں دیا ہوتا کہ وہ اپنے بھائیوں کو

exponovels

زندگی کے کسی موڑ پہ چھوڑیں اور ایک بات "اس نے سفیان کے ماتھے پہ گرے بال محبت سے درست کیے سفیان اسے دم سادھے سن رہا تھا

"بہنیں اور مائیں جتنی دعائیں اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے لیے کرتی ہیں اتنی وہ اپنے شوہر کے لیے نہیں کرتیں "اس نے جھک کر سفیان کا ماتھا چوما

"تم ابھی بتانا نہیں چاہتے تو کوئی بات پر میں انتظار کروں گی تمہارے بتانے کا اپنا خیال رکھنا "اس نے اس کے گال کو تھپکا اور وہاں سے چلی گئی۔ سفیان دوبارہ سے بیڈ پہ لیٹتا چلا گیا۔ وہ اب الجھ گیا تھا کہ اسے بتانا چاہیے یا نہیں۔۔۔ اور اگر وہ بتائے گا بھی تو کیا عائشہ اس پہ یقین کرے گی۔؟

__________&&&&&&&&&__________

وہ نیچے آئی تو بھائی تنویر تیار کھڑے تھے عائشہ بھی وقت ضائع کیے بغیر امی ابو سے ملی اور ان کے ساتھ پورچ میں آ گئی پورچ میں بھائی تنویر نے اپنی گاڑی اسٹارٹ کی اور وہ عائشہ کو لے کر وہاں سے نکل گئے۔۔۔ عائشہ جیسے جیسے اپنے گھر سے دور ہو رہی تھی اس کا دل ویسے ویسے گھبرا رہا تھا۔ اسے الگ سے ہی سناٹے اپنے گرد پھیلتے محسوس ہو رہے تھے۔۔۔ اس نے گہرے گہرے سانس لیے

"سب ٹھیک ہے اور سب ٹھیک ہو گا "اس نے اس جملے کو دو تین بار دہرایا وہ رات والے خواب کو ذہن سے جھٹکنا چاہتی تھی پر وہ خواب جیسے ڈر بن کر اس کے دماغ سے دل میں اتر گیا تھا اور جو ڈر دل میں بیٹھ جائیں نا وہ اتنی آسانی سے نہیں نکلتے۔۔۔

آپی میمونہ کا گھر اسی شہر میں تھا بس پینتالیس منٹ لگتے تھے اپنی گاڑی میں ان کے گھر تک آنے میں اگر روڈ پہ ٹریفک نہ ہو تو ورنہ ایک گھنٹہ بھی لگ جاتا تھا۔ان کا گھر اس علاقے کے پوش ایریا میں تھا جہاں قطار سے بنگلے بنے ہوئے تھے ان کا بنگلا سرمئی سفید پینٹ سے پینٹ سب سے منفرد دکھائی دیتا تھا۔بھائی تنویر کا کاروبار بہت اچھا تھا اس لیے آپی میمونہ کو کسی چیز کی کمی نہیں تھی انہیں اللہ نے اولاد اچھا شوہر اور تمام آسائشیں دے رکھی تھیں۔

وہ لوگ جب بنگلے میں داخل ہوئے تو آپی میمونہ ننھے رائم کے ساتھ باہر لان میں ہی کھڑی تھیں ان کے ہاتھ پہ پٹی بندھی تھی عائشہ کو دیکھ کر وہ مسکرا کر اس کے پاس آئیں۔آپی میمونہ کے نقوش امی پہ تھے گول موٹی آنکھیں صاف رنگت اور چھوٹا سا ناک۔۔۔۔جبکہ عائشہ اور سفیان اپنے ابو پہ تھے تیکھے نقوش والے۔۔۔۔

"آگئی میری ملازمہ "آپی میمونہ نے اسے کے گرد بانہیں حائل کر کے شرارت سے کہا تو وہ ناراضی سے بولی

"میں واپس چلی جاؤں گی "اس کی بات پہ تنویر بھائی جو سامان نکال کر رہے تھے فوراً بولے

"ہم تمیں اب نہیں جانے دیں گے جب تک میری بیوی ٹھیک نہیں ہو جاتی ہم اس ملازمہ کو چھٹی نہیں دیں گے "وہ بھی ہنسی دبا کر مسخری سے بولے تو عائشہ نے انہیں گھورا۔یہ دونوں میاں بیوی یونہی مل کر اسے ستاتے تھے۔

"کروا لینا کام جو آتا ہے وہ کر دوں گی باقی جب برتن ٹوٹیں گے تو مجھے مت کہنا اور آپی "وہ میمونہ سے مخاطب ہوئی اور ساتھ اس نے رائم کو گود میں لیا۔"میں نہ برتن دھوؤں گی اور نہ آٹا گوندھوں گی "اس نے رائم کا گال چوم کر اپنا فیصلہ سنایا تھا

exponovels

"ہاں تم بیٹھ جانا ہم تمہاری آرتی اتار لیں گے "آپی میمونہ نے اسے چھڑتے ہوئے کہا تھا یہ بات عائشہ بھی جانتی تھی کہ اسے کام کے لیے نہیں بلایا گیا آپی کے گھر سارے کام کرنے کے لیے ملازم تھے آپی نے اسے صرف ملنے اور کچھ دن اپنے ساتھ گزارنے کے لیے بلایا ہے۔۔۔۔

عائشہ ان کی بات پہ ہنس دی تھی اس نے رائم کو گود سے اتار کر اس کا اور ایشال کا ہاتھ پکڑا اور اندر آ گئی۔۔۔ پیچھے موجود لان کے پھول اور گھاس انہیں دیکھتے رہ گئے۔ موسم میں خنکی اب بڑھنے لگی تھی سورج دن بدن اپنی تپش کھو رہا تھا۔

__________&&&&&&_________

شہیر جب اپنے کمرے سے نکل کر زینے اتر تا لاؤنج میں آیا تو وہاں دستگیر کھڑا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر ٹھٹھک کر رکا۔ بھنویں سکوڑ کر اسے بغور دیکھا۔ دستگیر کی آنکھیں سرخ تھیں۔ اسے محسوس ہو گیا تھا کہ شہیر اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کے لیے اس نے نظریں چرائیں

"انکار کر دیا۔؟" شہیر کے سوال پہ اس کا دل کرلا یا انکار کرتی تو برداشت ہو جاتا پر وہ کہہ کر گئی تھی کہ اسے دستگیر سے نفرت ہے اس کی آنکھوں اور لہجے میں موجود زہر جھوٹا نہیں تھا وہ دستگیر کی نسوں میں اتر گیا تھا۔۔۔

"مجھے میری اوقات یاد دلا دی انہوں نے" وہ یاس سے بولا تھا۔ شہیر نے اسے ناپسندیدگی سے دیکھا

"ابھی سے ہار گئے۔؟" دستگیر نے نظریں اٹھائیں

"مجھے پتہ تھا باس میں نے ہار ہی جانا ہے مجھے وہ نہیں ملیں گی" شہیر نے ہاتھ جھلایا

"اوہ کم آن دستگیر محبت کوئی پیڑ پہ لگا سیب نہیں ہے جسے تم اچک کر پالو گے یہ وہ انگور کی بیلیں ہیں جو لگتا ہے کہ ہماری پہنچ سے بہت دور ہیں پر کوشش کرنے سے کیا نہیں ملتا۔؟ اگر ان انگوروں کو لومڑی کی نظر سے دیکھو گے تو وہ دور ہی لگیں گے پر اگر شیر کی طرح انہیں دیکھتے ہوئے کچھ قدم پیچھے اٹھا کر ایک لمبی جست لگاؤ گے تو ضرور انہیں پا لو گے "اس نے کہہ کر اس کا کاندھا تھپکا اور ناشتے کی غرض سے ڈائننگ ہال کی جانب بڑھ گیا اور دستگیر اس کی پشت دیکھتا رہ گیا۔ وہ کیوں ابھی سے ہی ہار مان گیا تھا۔ محبت سچ میں انگور کی بیل جسی ہوتی

ہے جو لگتی تو پہنچ سے دور ہے پر اتنی دور ہوتی نہیں یہ بس وقت مانگتی ہے۔۔۔۔ اور اب دستگیر بھی محبت کو وقت دے گا۔۔۔ وہ اتنی جلدی ہار نہیں مانے گا۔ اس نے ٹھان لی تھی۔۔۔۔ وہ پھر شہیر کے پیچھے ڈائننگ ہال کی جانب بڑھ گیا۔ لاؤنج سنسان رہ گیا تھا۔۔۔۔

________&&&&&&&________

ناشتے کی ٹیبل پہ ماں ارمان کے ساتھ بیٹھیں ناراضی سے بول رہی تھیں۔

"تمہارے دیے گملے کا پودا تو یوں لگتا ہے بہت جلدی گروتھ کر رہا ہے ہر روز اس کی کانٹ چھانٹ کرنی پڑتی ہے"

ارمان نے توس کا ٹکڑا اپنے منہ میں ڈالا اور ہنسا

"میری ماں تھک جاتی ہیں۔؟" اس کی کھنکھتی ہنسی سے ماں ناراضی چھوڑ کر مسکانے لگیں

"نہیں بس مجھے کوفت ہوتی ہے" ارمان نے سر ہلایا

exponovels

"تو پھر رہنے دیں میں اسے اٹھوا دیتا ہوں ابھی" وہ کہہ کر قریب کھڑے ملازم کی جانب متوجہ ہوا ابھی وہ کچھ کہتا کہ ماں نے اسے روکا

"نہیں ارمان" انہوں نے اس کا ٹیبل پہ رکھا ہاتھ پکڑا" وہ تم میرے لیے لائے ہو میرے لیے اس کی بہت اہمیت ہے مجھے کوفت ہوتی ہے پر میں اس سے تھکتی نہیں ہوں وہ میرے لیے بہت انمول ہے" انہوں نے محبت سے کہا۔ وہ آج بھی نائٹی میں ملبوس ڈھلے چہرے کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ بال کاندھوں پہ بکھرے تھے اور آنکھوں میں ہمیشہ جیسی چمک تھی ارمان انہیں کچھ دیر دیکھتا رہا۔

"شکریہ ماں" اس نے ان کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگا کر چوما تھا تبھی جیا ڈائننگ ہال میں داخل ہوئی وہ دونوں ہی اس کی غیر متوقع آمد پہ چونک گئے۔

"ارے آج تو میرا بیٹا جلدی اٹھ گیا" ارمان اسے آتا دیکھ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اس کے گرد بازو پھیلا کر اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولا۔ جیا پھیکا سا مسکائی اور کھلے بالوں کی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستی وہ ارمان کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھ گئی تھی ایسے کہ ماں اس کے بالکل سامنے تھیں جو اسے بغور دیکھ رہی تھیں

"آج تم جلد کیوں اٹھ گئیں۔؟" ماں نے پوچھا تو اس نے شانے اچکا دیے ارمان بھی اپنی جگہ پہ بیٹھ گیا

"بس ویسے ہی اٹھ گئی" ارمان نے جیا کے لیے جوس کا گلاس بھرا اور توس پہ مکھن لگا کر اس کی جانب کر دیا

"بہت اچھی بات ہے تم جلدی اٹھتی ہو تو میں اپنے بیٹے کو آفس جانے سے پہلے دیکھ کر سکون سے آفس چلا جاتا ہوں" اس نے جیا کے گال پہ چٹکی بھری تھی جیا اسے دیکھ کر مسکرا دی اسے کبھی کبھی ارمان پہ گمان ہوتا تھا کہ وہ جیسے اسے

exponovels

باپ سے بھی بڑھ کر چاہتا ہے اتنی محبت تو شاید اس کے بابا بھی نہیں جتاتے تھے جتنی ارمان اس کے ہوش سنبھالنے سے جتاتا آرہا تھا

"بھائی آپ شادی کب کر رہے ہیں۔؟" جیا کے اس اچانک سے سوال پہ جہاں ماں نے بے اختیار اسے دیکھا وہیں ارمان جو توس کھا رہا تھا کھانس اٹھا۔ جیا نے اپنی ہنسی دبائی

"تم ٹھیک ہو نا جیا۔؟" ماں نے اسے حیرت بھری مسکان سے دیکھا وہ انہیں شرارتی سی مومی گڑیا لگی جو آنکھوں میں مسخری بھرے ارمان کو دیکھ رہی تھی جو خود بھی جیا کو بے یقینی سے دیکھ رہا تھا

"ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں" وہ ماں کو کہہ کر ارمان کو دیکھتے ہوئے بولنے لگی

"آپ بتائیں نا بھائی کب کر رہے ہیں شادی میں بور ہو گئی ہوں ایک سے دن گزار گزار کر مجھے اب اس گھر سے خوف آتا ہے میرا اکیلے رہنے کو دل نہیں کرتا" اس نے آخری بات مدہم لہجے سے کہی تھی اس کی آواز اتنی مدہم تھی کہ ارمان اور ماں سن نہ سکے وہ بس یہی سن سکے تھے کہ جیا ارمان کی شادی کروا دینا چاہتی ہے ارمان جھینپ سا گیا

"میرا بیٹا بھی شرارتی ہو گیا ہے" اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے جیا کا گال کھینچ کر کہا تو جیا نے ارمان کا ہاتھ پکڑ لیا

"بھائی آپ شادی کر لیں نا" اس کا انداز عجیب سا تھا ارمان نے اسے بغور دیکھا ماں بھی اسے دیکھنے لگی تھیں

"سب ٹھیک ہے نا جیا۔؟" ارمان کو اس کی رات والی حالت یاد آئی تو وہ منتشر لہجے سے گویا ہوا۔ جیا نے سر پورے اعتماد سے ہلایا

exponovels

"جی سب ٹھیک ہے بس مجھے ایک دوست کی ضرورت ہے اس لیے کہہ رہی ہوں" ارمان اس کی بات اور اس کی مسکان سے مطمئن نہ ہوا

"کوئی بات ہے تو تم مجھے بتا سکتی ہو جیا" اس نے جیا کے گال پہ ہاتھ رکھ کر کہا

"بھائی یہ کیا بات ہوئی میں آپ پریشان ہو رہے ہیں جبکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے" اس نے جھنجھلا کر ارمان کا ہاتھ ہٹایا اور ہلکی ناراضی سے بول کر اس نے ارمان کا ہاتھ پکڑ لیا" آپ شادی کر لیں نا کتنے دن ہو گئے اس گھر میں کوئی فنکشن بھی نہیں ہوا اس گھر کی خاموشیاں اب بڑھنے لگی ہیں" اس کا لہجہ ضدی سا تھا۔ تیز سبز رنگ کے پینٹ کوٹ سنگ سفید شرٹ میں ملبوس ارمان جس کے بال جیل سے پف کی صورت جمے تھے اور چہرے پہ ہلکی داڑھی مونچھیں تھیں وہ ہمیشہ کی طرح کمال لگ رہا تھا وہ ابھی کچھ بھی کہتا کہ ماں نے بھی گفتگو میں حصہ لیا

"ویسے دیکھا جائے تو جیا ٹھیک کہہ رہی ہے ارمان مجھے بھی لگتا ہے اب تمہیں شادی کر ہی لینی چاہیے" ارمان نے حیرت سے ماں کو دیکھا

"ماں آپ بھی" وہ سر جھٹک کر کھڑا ہو گیا جیا نے اس کا ہاتھ پکڑے رکھا

"بھائی آپ مجھے انکار رہے ہیں۔؟" جیا کے انداز سے ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ آج ٹھان کر آئی ہے کہ وہ ارمان کو شادی کے لیے منا کر ہی ہٹے گی

"ارمان کوئی پسند ہے تو بتا دو" ماں نے بھی مسکان دبا کر سرخ پڑتے چہرے والے ارمان کو دیکھا

exponovels

"لیڈز ایسی کوئی بات نہیں ہے" اس نے ان دونوں کو ہاتھ اٹھا کر کہا اسے ہنسی سی آرہی تھی پر آنکھوں کے سامنے ایک فلم سی چلنے لگی تھی۔۔۔۔

)یہ سرمئی بنگلہ ہے جس کے باہر لگی نیم پلیٹ پہ تنویر حیدر ہاؤس لکھا ہے۔ارمان کی گاڑی اس بنگلے میں داخل ہو کر پورچ میں رکی تنویر اس کا وہیں کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ارمان گاڑی سے نکل کر ان سے ملا اور اندر ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گیا (

"جیا تمہارے بھائی بلش کر رہے ہیں" ماں نے جیا کو کہا تو وہ لب بھینچ کر مسکرا کر مزید شرارت آنکھوں میں بھر کر اسے دیکھنے لگی جو اب بس یہاں سے چلے جانا چاہتا تھا

)ڈائننگ روم میں تنویر ارمان کو بٹھا کر خود لاؤنج کی جانب بڑھ گیا تھا تبھی ارمان کو محسوس ہوا جیسے کوئی اسے چور نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ارمان نے ادھر ادھر دیکھا تو اسے دروازے کی اوٹ میں آٹھ سالہ ایشال کھڑی دکھائی دی جو تنویر کی ٹوکاپی تھی ارمان نے اسے مسکرا کر دیکھا اور اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا(

"ماں ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر ایسی بات ہو گی تو میں آپ کو بتادوں گا اور جیا تم" وہ جیا کی طرف متوجہ ہوا "تم بہت شرارتی ہو گئی ہو اور مجھے تم" اسنے جیا کا ناک پکڑ کر نرمی سے کھینچا "ایسے بہت اچھی لگ رہی ہو مجھے اب یہی جیا ہر روز دیکھنی ہے" جیا اس کے سینے سے لگ گئی

"اس کے لیے آپ کو شادی کرنی پڑے گی" ارمان اس کی بات پہ کھلکھلا کر ہنس دیا

)ایشال جب ارمان کے بلانے پہ اندر آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک فریم تھا جو اس نے سینے سے لگا رکھا تھا وہ ارمان کے پاس آئی۔ارمان نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا تبھی بچی کے ہاتھ میں موجود فریم پہ اس کی نظر پڑی اس میں ایشال ایک دراز قدم

لڑکی کی گود میں تھی جس کے دوپٹے کا ایک سرا لان کے گھاس پہ پھیلا تھا اور دوسرا اس کے کاندھے پہ تھا ایشال اس کا گال چوم رہی تھی اور وہ مسکرا رہی تھی۔ارمان اسے دیکھتا رہ گیا۔

تنویر بھی اندر داخل ہوا تھا وہ ارمان کے سر پہ آ گیا تھا پر ارمان عائشہ کو دیکھنے میں مصروف تھا تبھی ایشال نے بابا کی صدا لگائی تو ارمان ہوش میں آیا اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تنویر کو کھڑا دیکھ وہ شرمندہ سا ہو گیا(

اس نے جیا کا ماتھا چوما اور بولا

"سوچتا ہوں اس بارے میں بھی ابھی مجھے آفس کے لیے دیر ہو رہی ہے" وہ کہہ کر ڈائننگ ہال سے نکل گیا تھا اس کے چہرے کی مسکان ویسی ہی دل کش تھی جو ماں بھانپ گئی تھیں ارمان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ دل ہار چکا ہے ماں نے اسے تب تک دیکھتی رہی تھیں جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا پھر وہ جیا کی جانب مڑیں

)ایشال نے تصویر ارمان کے سامنے کر کے اس پہ انگلی رکھ کر ارمان کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا" یہ میری خالہ ہیں" اور ارمان کے منہ سے بے اختیار نکلا" آپ کی خالہ بہت خوبصورت ہیں" اس کے لہجہ میں کچھ خاص تھا جو تنویر نے محسوس کیا تھا اور ارمان اس کے بعد جب بھی تنویر سے ملا اس نے دانستہ بات گھما کر عائشہ کا ذکر ضرور کیا تھا وہ کچھ نا کچھ عائشہ کے بارے میں پوچھتا رہتا تھا اور تنویر اس کی انٹیشن سمجھ رہا تھا (

exponovels

ماں قدم قدم چلتیں جیا کے پاس آگئیں "ارمان ٹھیک کہہ رہا ہے "انہوں نے جیا کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا "کہ تم جب ہنستی ہو تو بہت اچھی لگتی ہو تم اس گھر کی رونق ہو ہنستی رہا کرو جیا" انہیں جیا کے مسکراتے چہرے پہ بہت پیار آیا انہوں نے اسے اپنے سینے سے لگالیا تھا اور ان کے سینے سے لگتے ہی جیا کی آنکھوں میں نمی نے سر اٹھانا شروع کیا آخر وہ کامیاب ہو رہی ہے اپنے دکھ اپنے اندر دبا کر مسکرانے میں، پوری رات دستگیر کے

جملے اس کے گرد باز گشت کرتے رہے تھے وہ اب بہت الجھ گئی تھی دماغ نے شہیر کی ضد کی ہوئی تھی اور دل تھا کہ اب دستگیر کے دکھ کو محسوس کرنے لگا تھا وہ ابھی تک یہ جاننا چاہتی تھی کہ دستگیر زیادہ ٹوٹ کر بکھرا تو نہیں۔۔۔۔۔اور اسے اپنی اسی سوچ سے رات بھر سے کوفت محسوس ہو رہی تھی وہ نہیں بڑھنا چاہتی دستگیر کی جانب پر دل قدم قدم وہیں جا رہا تھا۔وہ دل میں شہیر کی محبت دہرا رہی تھی پر حساب کتاب میں دستگیر کی فریاد کرتی آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔

اس نے اپنی آنکھوں کی نمی کو آنکھوں میں ہی جذب کیا اور ماں سے جدا ہو کر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ارمان کا تیار کردہ توس اور جوس کا گلاس وہیں ٹیبل پہ سب کو حال چھوٹتے دیکھتے رہ گئے تھے اس گھر کی پر اسرایت خوف سے آنے والی شادمانی کو دیکھ رہی تھی جو ارمان بہت جلد لانے والا تھا۔۔۔۔

______&&&&&&_________

ٹیرس پہ رکھی کرسی پہ آپی میمونہ بیٹھیں آسمان کو دیکھ رہی تھیں۔جب پیچھے ہونے والی آہٹ پہ انہوں نے گردن ترچھی کرکے دیکھا۔

"میں نے تمہیں کہا بھی تھا رہنے دو کوئی ملازمہ بنا دے گی چائے" عائشہ کو ڈش میں چائے کے مگ رکھ کر لاتے دیکھ انہوں نے کہا تو اس نے میز پہ ڈش رکھ کر کہا

"مجھے چائے صرف اپنے ہاتھ کی پسند ہے چائے تھوڑی ہو پر اچھی ہو" اس نے ایک مگ آپی میمونہ کی طرف کیا اور دوسرا اٹھا کر وہ سامنے ریلنگ کی جانب آئی۔ اس کی نظر افق پہ پھیلتے بادلوں پہ تھیں جو گھنگھور تھے۔ یوں لگتا تھا آج بارش ہو گی۔ ہوا بھی تیز جھونکوں سے چل رہی تھی۔

"موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے نا" نارنجی قمیض شلوار اور سفید دوپٹے، گوری گلابی رنگت والی نے آہو چشم میں چمک بھر کر کہا۔

"ہاں آج موسم بہت اچھا ہے تم آئی ہو نا اس لیے" آپی میمونہ بھی مگ اٹھا کر اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی تھیں۔

عائشہ نے ایک نظر ان کے شریر چہرے پہ ڈالی پھر سر جھٹک کر دوبارہ سے سامنے دیکھنے لگی۔

"میں تم سے کچھ پوچھنے کا سوچ رہی تھی" میمونہ آپی کی نظریں اس پہ تھیں۔

"جی پوچھیں" وہ آنکھیں موند کر اب ہوا کو اپنے چہرے پہ محسوس کر رہی تھی مگ سے اٹھتی بھانپ فضاء میں تحلیل ہو رہی تھی۔ آپی میمونہ ایک لمحے کو سوچنے لگیں کہ پوچھیں یا رہنے دیں پھر ہمت کر کے انہوں نے کہہ دیا

"تم کسی کو پسند کرتی ہو عائشہ۔؟" عائشہ کی آنکھیں پٹ سے کھلیں۔ اس نے جھٹکے سے آپی کو دیکھا جو سنجیدہ تھیں۔

عائشہ کا گلا منٹوں میں سوکھ گیا اسے لگا جیسے آپی پوچھ نہیں رہیں اس لیے اسے بولنے میں دقت ہوئی

exponovels

"آپ۔۔۔آپ کو کس نے کہا۔؟" انداز کو سرسری بنا کر پوچھا وہ نظریں نہیں ملا پا رہی تھی اسے یوں لگ رہ تھا جیسے وہ آنکھیں اٹھا کر آپی کو دیکھے گی تو آپی ان میں شہیر کا نام پڑھ لیں گی۔

"نہیں میں تم سے پوچھ رہی ہوں" انہوں نے اس کے تاثر پہ زیادہ توجہ نہ دے کر سر ناں میں ہلایا تھا "کیا تم کسی کو پسند کرتی ہو۔؟" انہوں نے اپنا سوال دوبارہ دہرایا عائشہ کا اٹکا سانس خارج ہوا۔دل کی تیز دھڑکنیں سنبھل گئیں تو وہ نارمل لہجے سے بولی

"نہیں ابھی ایسی کوئی بات نہیں ہے"

"اگر کوئی ہے تو بتا دو عائشہ میں تمہاری پوری سفارش کروں گی" انہوں نے اس ریلنگ کی چوڑی سطح پہ مگ رکھا اور اسے دبا کر کہا عائشہ کا ایک پل کے لیے دل کیا کہ بتا دے پر پھر یہ سوچ کر رک گئی کہ جب شہیر رشتہ بھیج ہی دے گا تو ابھی سے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔؟ جب رشتہ آئے گا تو وہ اپنی رضامندی ظاہر کر دے گی اس لیے اس نے سر نفی میں ہلایا

"نہیں ابھی ایسی کوئی بات نہیں ہے" آپی میمونہ کے چہرے پہ تبسم بکھر گئی۔

"بہت اچھی بات ہے ویسے بھی لڑکیوں کو شادی گھر والوں کی مرضی سے ہی کرنی چاہیے" وہ اس کا ہاتھ اور مگ پکڑ کر کرسیوں کے پاس لے آئی تھیں۔ بادل آسمان پہ پوری طرح سے پھیل گئے تھے۔اندھیرا سا ہر طرف ہونے لگا تھا۔عائشہ ان کی بات پہ ان کا منہ دیکھنے لگی پھر آہستگی سے بولی

exponovels

"کیوں آپی لڑکیاں اس چیز میں پابند کیوں ہوتی ہیں۔؟"اس کے سوال پہ آپی میمونہ دھیما سا مسکائیں مگ سے چائے کا گھونٹ بھر کر بولیں

"وہ اس لیے کیونکہ جب لڑکیاں گھر والوں کی مرضی سے شادی کرتی ہیں تو کل کو برے وقت میں ان کے پاس اپنے ماں باپ کا سہارا ہوتا ہے وہ واپس آسکتی ہیں پر اگر وہ اپنی مرضی چلاتی ہیں تو ان کے واپسی کے رستے بہت تنگ ہو جاتے ہیں وہ اکثر تو اس ڈر سے واپس نہیں آتیں کہ انہیں طعنے ملیں گے"عائشہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبا لیا تھا۔وہ یک ٹک بس انہیں دیکھتی رہ گئی تبھی اکثر لڑکیاں ٹوٹے دل سے نئے رشتے بناتیں ہیں یونہی تو نہیں کہا جاتا کہ عورت کی آدھی زندگی یادوں میں گزرتی ہے کبھی سہیلی کی یاد اسے چین سے رہنے نہیں دیتی کبھی ماں باپ کی یاد اسے بے کل رکھتی ہے تو کبھی بچھڑی محبت کی یاد انہیں اداس رکھتی ہے۔۔۔وہ یہ سب دل میں سوچ کر رہ گئی تھی۔

______&&&&&&______

شہر پہ شام پھیلی رہی تھی آپی میمونہ عائشہ کو کچھ دیر آرام کرنے کا کہہ کر اپنے کمرے میں آ گئیں۔انہوں نے آکر سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا اور امی کا نمبر ملا کر فون کان سے لگا لیا۔پہلی بیل پہ ہی امی نے کال اٹھا لی تھی حال احوال کے بعد آپی میونہ نے کہا

"میں نے کی تھی عائشہ سے بات کہہ رہی تھی اسے کوئی پسند نہیں ہے"دوسری جانب موجود امی کے سر سے جیسے بہت سا وزن اتر گیا

exponovels

"شکر میرے خدا ورنہ جس طرح وہ اس دن غیروں کے حق میں رشتہ کرنے پہ بحث کر رہی تھی تو مجھے تو یہ ہی لگا کہ وہ کسی کو پسند کرتی ہے" امی نے اپنے اندیشے بتائے تو آپی میمونہ مسکرا دیں

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں بس وہ اپنوں میں نہیں کروانا چاہتی ہو گی اور ویسے بھی ہمارے خاندان میں اب اتنا لائق ہے ہی کون جس سے ہم عائشہ کی شادی کر دیں جو لائق تھے انہوں نے شادی کر والی اور جو نالائق ہیں ان سے ہم کرنا نہیں چاہتے" وہ کہتے کہتے لمحے کو رکیں پھر بولیں

"امی میں نے آپ سے بات کی تھی ناکہ تنویر کے ایک آفیشل فرینڈ ہیں ارمان وہ بھی کنوارے ہیں" امی ان کی بات پہ الجھیں

"پھر۔؟ "

"پھر یہ کہ انہوں نے ایک بار عائشہ کی تصویر دیکھی تھی تب سے وہ اکثر اس کا تنویر سے پوچھتے رہتے ہیں میں سوچ رہی تھی جیسا مجھے اور تنویر کو لگ رہا ہے اگر ویسا سچ میں ہے تو یہ بہت اچھا ہو جائے گا وہ شہر کے جانے مانے بزنس مین اور رئیس ہیں عائشہ وہاں بہت خوش رہے گی" امی ان کی بات پہ جز بز ہو گئیں

"پر ایسے کیسے ہم وہاں کر دیں گے غیر ہیں" امی کی سوئی وہیں اٹک گئی آپی ان کی بات پہ جھنجھلا گئیں

"امی اپنا غیر کچھ نہیں ہوتا آپ خود سوچیں اگر عائشہ وہاں خوش رہے گی تو اس سے زیادہ ہمیں کیا چاہیے میں تنویر سے بات کروں گی بلکہ انہوں نے ہی کہا تھا کہ میں آپ سے پہلے بات کر لوں اگر ارمان کی عائشہ سے شادی ہو جائے گی تو بہت اچھا ہو جائے گا" انہوں نے امی کو قائل کرنا چاہا۔ وہ کچھ دیر اور بھی بولتی رہیں ارمان اور اس کی فیملی کا بتاتی

exponovels

رہیں۔امی نے ان کی ساری باتیں تحمل سے سنیں پھر بولیں "اچھا تم دیکھ لو تنویر کو کہنا اچھے سے چھان بین کر لے پہلے کبھی تم دونوں جو سوچ رہے ہوں ایسا کچھ ہو ہی نہ "

"نہیں ایسا ہی ہے میں جانتی ہوں" انہوں نے فخریہ انداز میں کہا تو امی نے سر جھٹکا

"ہاں تم تو بنگالی باجی ہو نا جو دلوں کا حال جان جاتی ہے" آپی میمونہ ان کی بات پہ ہنس دیں وہ دوبارہ سے ارمان اور اس کے خاندان کے متعلق بتانے لگی تھیں امی خاموشی سے سن رہی تھیں۔

"اب اگر عائشہ اپنوں میں نہیں کروانا چاہتی تو میں اس پہ زبردستی نہیں کروں گی" امی نے فون بند کرتے ہوئے سوچا تھا ارمان کے متعلق سن کے ان کے تخیل میں ارمان کا جو تصور آرہا تھا وہ انہیں بہت اچھا لگا تھا۔

__________&&&&&&&&&&&&&___________

وہ کمرے کی بالکونی میں کھڑی تھی۔ہاتھ میں موبائل لے کر وہ منتشر دل سے شہیر کو سوچ رہی تھی۔آسمان ویسا ہی بادلوں سے گھٹا ہوا تھا چاند کبھی نکلتا تو کبھی انہیں میں کھو جاتا۔دور دور بجلیاں بھی چمک رہی تھیں۔پورے دن سے شہیر کا کوئی مسیج نہیں آیا تھا۔وہ کچھ دیر اور انتظار کرتی رہی پھر عائشہ اپنی حالت پہ جھنجھلا گئی۔

"اب میں کیا کروں وہ نہیں کر رہے مسیج یا کال تو" اس نے جیسے بے چین دل کو ڈانٹا تھا اور دل بے چارا اداسی سے بیٹھ گیا۔دھڑکنیں سست پڑ گئیں۔عائشہ نے دل کا خیال کرتے مسیج ٹائپ کیا

exponovels

"گڈ نائٹ" یہ وہ گڈ نائٹ تھا جو ہم اکثر بات شروع کرنے اور ناراضی جتانے کی غرض سے بھیجتے ہیں۔عائشہ نے بھی میسج بھیجا اور آکر بیڈ پہ بیٹھ گئی۔اس کے بیٹھتے ہی اس کے ہاتھ میں موجود اس کا موبائل چیخ اٹھا۔اس نے چمکتی اسکرین کو دیکھا

"ٹاکسک" وہ سوچتی تھی یہ نام ہٹا کر وہ اب اس کا نام شہیر سے ہی محفوظ کرلے پر پھر وہ رک جاتی تھی کیونکہ اسے شہیر پہ یہ نام زیادہ سوٹ کرتا تھا

"ابھی بھی نہیں کرنی تھی کال" اس نے چھوٹتے ہی طنز کیا

"عائشہ۔۔۔۔! " شہیر نے اتنا کہہ کر توقف دیا اس کے بعد وہ اگلے ہی لمحے بولا "پھر مجھے نیند کیسے آتی۔؟" عائشہ کو یوں لگا جیسے وہ اس کے بہت قریب سے پکار رہا ہے اس نے شہیر کو اپنے قریب تر محسوس کرنے کے لیے آنکھیں موندلی تھیں۔اب جیسے شہیر بالکل اس کے کان کے پاس جھکا سرگوشی میں بول رہا ہے

"آجاتی آپ کو نیند بھی" اس نے اپنا انداز نہ بدلا شہیر دوسری جانب دھیرے سے مسکایا

"تم مجھے یاد کررہی تھیں۔؟" عائشہ نے جھوٹ نہ بولا آہستگی سے اقرار کرلیا

"جی کررہی تھی "

"چلو پھر بالکونی میں آؤ میں دیکھنا چاہتا ہوں تمہیں" عائشہ کو کرنٹ لگا

"کیا۔؟" وہ بے ساختہ سیدھی ہوئی

"ہاں میں باہر ہو تم بالکونی میں آؤ"

exponovels

"پر میں اپنے گھر نہیں ہوں" اس نے پیروں میں جوتے بھی اڑس لیے تھے

" جانتا ہوں تم اس وقت اپنی بڑی بہن کے گھر ہو میں انہیں کے گھر کے باہر کھڑا ہوں اور تمہارے کمرے کو ہی دیکھ رہا ہوں" عائشہ کو ابھی بھی یقین نہ آیا پر وہ دوپٹے کو سینے پہ پھیلا کر بالکونی میں آئی تو ہلنا بھول گئی۔ وہ سامنے روڑ پہ کھڑی اپنی کالی لینڈ کروزر کے بونٹ پہ بیٹھا سر اٹھائے اسے دیکھ رہا تھا۔ ہلکی نیلی بنیان نما سلیو لیس شرٹ اور جینز جو گر میں ملبوس

شہیر کے بال ماتھے پہ بکھرے تھے اور نیلی آنکھیں بالکونی میں کھڑی لڑکی پہ جمی تھیں۔ اس نے کان پہ لگے موبائل سے کہا

"بہت خوبصورت" عائشہ کے پیچھے بادلوں کی اوٹ سے چاند کی مدھم روشنی پھوٹ رہی تھی اس نارنجی لباس اور کھلے بالوں والی لڑکی کے پیچھے کا آسمان تیز نیلے رنگ جیسا لگتا تھا۔ اس کے بالوں کی لٹیں اس کے چہرے پہ شرارت کر رہی تھیں۔ کان سے لگے موبائل میں ہونے والی گونج نے اسے شرمانے پہ مجبور کر دیا تھا۔

"آپ یہاں کیسے۔۔۔۔" اس کی بات ابھی مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ نیلی آنکھوں میں ناراضی نے سر اٹھا لیا

"تم مجھے بتائے بغیر یہاں کیوں آئیں۔؟" عائشہ اس کے سوال پہ چونکی۔ اس نے گاڑی پہ بیٹھے لڑکے کے تاثر پڑھنے چاہے جس کے دائیں جانب دستگیر اور بائیں جانب ریاض کھڑے تھے

"میں اپنی آپی کے گھر آئی تھی "

"جانتا ہوں پر مجھے کیوں نہیں بتایا۔؟" اس کا لہجہ سنجیدہ ہو گیا تھا عائشہ کو سمجھ نہ آئی وہ کیا جواب دے

exponovels

"میں نے تمہیں کہا ہوا ہے کہ تم کہیں بھی جاؤ گی تو مجھے بتا کر جاؤ گی" نایاب والے واقعہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس نے کہا عائشہ کو اس کا انداز برا لگا وہ کیا اس کی غلام ہے

"میں نے ضروری نہیں سمجھا" عائشہ نے گردن اکڑا کر جواب دیا وہ بھلا اس سے ڈرتی ہے۔ شہیر کے سر پہ لگی اور تلوؤں پہ بجھی

"کیا کہا تم نے۔؟"

"یہی کہ میں نے آپ کو بتانا ضروری نہیں سمجھا" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ شہیر کے ماتھے پہ سلوٹیں پڑ گئیں

"تم مجھ سے اس طرح بات مت کیا کرو میرا ضبط نا آزمایا کرو مجھے کسی اور کا اتنا غصہ پسند نہیں" یہ شخص پل پل بدلتا تھا عائشہ نے اسے ملال بھری نظروں سے دیکھا

"اور مجھے آپ اچھے نہیں لگتے چلے جائیں یہاں سے" اس نے ٹھک سے کال کاٹی اور اندر چلی گئی۔ شہیر کا ناک پھول گیا اس نے گاڑی کے بونٹ پہ مکا مارا۔ ریاض اور دستگیر سپاٹ چہرے سے کھڑے رہے شہیر نے دوبارہ کال کی

"باہر آؤ" عائشہ نے جیسے ہی کال اٹھائی تو وہ بولا تھا

"میں نہیں آ رہی" اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ روئے خود پہ ضبط کرتی بس اتنا ہی بول سکی تھی

"عائش۔۔۔۔ !"

"مر گئی" اس کے پکارتے ہی عائشہ کے برجستہ جواب نے شہیر کے چہرے پہ غصہ پھیلا دیا تھا

"تم چاہتی ہو کہ میں اندر آ جاؤں اور تم سے روبرو ملاقات کروں" پھر وہی دھمکیاں

"آپ آجائیں اندر میں چھت سے کود کر خودکشی کر لوں گی" وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی اس نے رندھے گلے سے کہا آنکھوں میں نمی در آئی تھی جو شہیر محسوس کر گیا تھا۔اس نے گہرا سانس لے کر غصے پہ قابو کیا اور لہجے کو نرم کرنے کی کوشش کرتا ہوا بولا

"اچھا باہر آؤ میں نہیں آرہا اندر" عائشہ نہ ہلی بیڈ پہ ہی بیٹھی رہی

"میں نہیں آرہی "اس کی آواز اور رندھ گئی۔

"عائش۔۔۔!" وہ بس خود پہ قابو کر رہا تھا ورنہ اس کا دل تھا کہ وہ اب اندر چلا ہی جائے عائشہ نے کوئی جواب نہ دیا

"اچھا تم میری جان ہو نا میرا اٹیڈی بئیر چلو باہر آؤ شاباش اب نہیں کرتا غصہ" عائشہ کے ہارٹ نے بیٹ مس کی وہ رونا دھونا سب بھول گئی اور ایک خوبصورت سے احساس نے اندر ہی اندر اسے گدگدیا تو وہ آہستگی سے بیڈ سے اٹھی اور باہر بالکونی میں آگئی۔

"بات بات پہ رونے مت لگ جایا کرو" عائشہ کے باہر آتے ہی اس نے اسے دیکھ کر کہا وہ اس کی آواز سے ہی انداز کر چکا تھا کہ وہ رونے لگ گئی ہے

"آپ بلاوجہ غصہ کرتے ہیں" عائشہ نے اپنی ناراضی کی وجہ بتادی تو وہ لہجے کو نرم کرتے ہوئے گویا ہوا

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں میں چاہتا ہوں تم مجھ سے اپنی ایک ایک بات شئیر کرو" وہ بونٹ سے اتارا اور بالکونی کے اور قریب آگیا

exponovels

"تم اب خود کو میری امانت سمجھا کرو جس میں، میں خیانت کبھی برداشت نہیں کروں گا تم نے مجھے دھوکا دیا تو میں پوری دنیا جلا دوں گا یاد رکھنا۔ میں پھر یہ نہیں دیکھوں گا کہ کس کا کتنا نقصان ہو رہا ہے اس وقت میں بس تمہیں اپنے پاس واپس

لاؤں گا پھر مجھے چاہے کچھ بھی کرنا پڑے کیونکہ میں نے بہت کچھ کھویا ہے اب تمہیں نہیں کھونا چاہتا" اس کا لہجہ اتنا سرد ہو گیا تھا کہ عائشہ کا خون اس کی نسوں میں جمنے لگا اس کی آنکھوں کے سامنے وہی خواب کا منظر لہرانے لگا۔ وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی اور شہیر نے بھی جو اس کے بعد بولا اس نے وہ نہیں سنا بس عائشہ نے اس کی گاڑی کو دور اندھیروں میں گم ہوتے دیکھا تھا۔ ہو چلا گیا تھا اور اب عائشہ پہ جیسے رات کا اندھیرا اوس کی مانند گرنے لگا تھا۔

"میں نے غلطی تو نہیں کر لی آپی سے شہیر کی محبت چھپا کر" وہ سوچنے پہ مجبور ہوئی تھی پر اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا اور اب یہ کتنی زندگیاں گھائل کرتا ہے دیکھتے ہیں

__________&&&&&_______

امریکہ پہ رات پھیلی دکھائی دیتی ہے۔ زویا کی گاڑی سڑک پہ دوڑ رہی تھی آسمان پہ بکھرے سرد بادل اسے تک رہے تھے اور وہ سامنے زرد روشن میں نہائی سڑک کو دیکھ رہی تھی۔ گاڑی کی اسپیڈ نارمل تھی تبھی اس کی گاڑی کے آگے ایک دوسری گاڑی آ گئی۔ زویا نے گاڑی کی سائیڈ بدل کر قریب سے نکالنی چاہی پر وہ گاڑی پھر سے آگے آ گئی۔ زویا نے ہارن دیا آگے موجود گاڑی کی اسپیڈ یکدم آہستہ ہوئی اگر زویا بریک نہ لگاتی تو اس کی گاڑی اگلی گاڑی سے ٹکرا جاتی۔

exponovels

exponovels

For more visit (exponovels.com)

اس حرکت پہ زویا کے ماتھے پہ بل پڑے تھے وہ سیٹ بیلٹ کھولنے ہی لگی تھی کہ اگلی گاڑی زن سے آگے بڑھ گئی۔ "Booldy Sick" اس نے سر جھٹکا اور گاڑی پھر سے چلالی۔ وہ اب گھر کو جاتی سڑک پہ تھی۔ دونوں جانب بنگلے بنے تھے جن کی روشنیاں بجھی تھیں یوں لگتا تھا جیسے علاقے میں بجلی نہیں ہے۔ اسے حیرت ہوئی کیونکہ ایسا کبھی پہلے نہیں ہوا تھا تبھی اس کی نظر سڑک کنارے کھڑے لڑکے پہ پڑی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ زویا کی بھنویں سکڑیں پر گاڑی آگے بڑھتی رہی۔ وہ بھی دوبارہ سے سامنے دیکھنے لگی تھی۔

اس کی گاڑی اس کے گھر کے سامنے رک گئی تھی۔ وہ گاڑی سے باہر نکلی۔ اس نے موبائل کی لائٹ روشن کی اور گاڑی لاک کرنے لگی۔ گاڑی لاک کرکے وہ اب گھاس پہ قدم اٹھاتی چل رہی تھی۔ داخلی دروازے کے آگے بنے چند زینے عبور کرتے ہوئے اس کی نظر وہاں موجود جوتوں کے نشان پہ پڑی پر وہ ان پہ ایک اچٹتی نگاہ ڈالتی داخلی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ اندر لاؤنج سارا اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ وہ موبائل کی روشنی سے آگے بڑھنے لگی تھی۔ اس نے دروازہ پھر سے لاک کر دیا تھا۔ اب اس کا رخ کچن کی جانب تھا۔

کچن میں آکر اس نے کیبنٹ کھولا اور وہاں سے موم بتیوں کا ڈبا نکال کر انہیں کچن کاؤنٹر پہ رکھ کر اس نے انہیں جلایا۔ اور موبائل کی روشنی بند کرکے وہ لاؤنج میں آگئی تھی۔ زویا کینڈل اسٹینڈ کی جانب گئی ہی تھی کہ اسے کچھ ٹھٹھکا۔ اسے اپنے پیچھے صوفے پہ کوئی بیٹھا محسوس ہوا تھا۔ اس کا ماتھا ٹھنکا پلٹنے سے پہلے ہی اس کے ذہن کے پردوں پہ جھماکوں سے وہ گاڑی، لڑکا، اور جوتوں کے نشان گھومنے لگے۔ زویا کا حلق سوکھ گیا۔ اس نے اپنا موبائل سامنے کیا وہ آہستہ آہستہ پلٹ بھی رہی تھی۔ جب اس کا رخ صوفے کی طرف ہوا تو وہ ششدر رہ گئی۔

exponovels

صوفے پہ ایک اونچا لمبا آدمی بیٹھا تھا اس کے بال گھنگریالے تھے وہ گردن ترچھی کرے زویا کو دیکھ رہا تھا۔ زویا کی جان اس کے گلے میں اٹک گئی۔ اس نے ہمت کر کے کہا

"کون ہو تم اور اندر کیسے آئے۔؟" وہ سخت لہجے سے بول رہی تھی پر وہ اندر سے جانتی تھی کہ آج وہ بہت بڑی مشکل میں پھنس گئی ہے جس بات سے شہیر ڈرتا تھا آج وہ ڈر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اسنے شہیر کا نمبر موبائل پہ نکال لیا۔ وہ ابھی کال کرتی ہی کہ اس کے سر کے پیچھے کسی نے بہت بھاری چیز سے ضرب لگائی اور جلتی زرد موم بتی موبائل کے ساتھ فرش پہ گر گئی۔ فرش پہ بچھا کارپٹ موم بتی کے الاؤ پکڑنے لگا تھا۔ زویا خود بھی

گھومتے سر کے ساتھ فرش پہ گرتی چلی گئی۔ اس کی نظریں ابھی بھی صوفے کی طرف تھی اسے لگ رہا تھا جیسے وہاں بیٹھا شخص اب اس کی جانب آ رہا ہے۔ زویا کا سر بری طرح دکھنے لگا تھا۔ کرب سے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ شخص چلتا ہوا اس کے پاس آ گیا۔ زویا اس کا چہرہ اب موم بتی اور جلتے کارپٹ کی روشنی میں دیکھ سکتی تھی۔ بہرام کے چہرے پہ سرد مسکراہٹ تھی۔ وہ زویا کی طرف جھکا

"ویلکم می ان یور لائف (Welcome Me In your Life)" اس نے پھر اس کے موبائل کی اسکرین پہ ایک نظر ڈالی "تم فکر نہ کرو ہم شہیر کو سب سے پہلے خبر کریں گے کہ تم ہمارے قبضے میں ہو اسے بھی تو بتانا ہے کہ جنگ شروع ہو گئی ہے" اس نے کہہ کر پوری قوت سے زویا کے پیٹ میں لات رسید کی تھی۔ زویا کی ایک دل خراش چیخ فضاء میں گونجی اور پھر لاکھ کوششیوں کے بعد بھی وہ اپنی آنکھیں کھلی نہ رکھ سکی۔ اس کا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔۔۔۔۔

exponovels

بہرام نے اشارہ کیا تو جس نے زویا کے سر پہ وار کیا تھا اس نے بڑھ کر گھر کا دروازہ کھولا اور وہاں سے دو لوگ اور اندر داخل ہوئے جنہوں نے تیسرے کے ساتھ مل کر زویا کو اٹھایا اور باہر کی جانب بڑھ گئے بہرام نے جلتی موم بتی اور کارپٹ پہ اپنا جوتا رکھا اور مسل دیا وہ دونوں بھی زویا کی آنکھوں کی طرح بجھ گئے۔۔۔

بہرام نے باہر اپنی گاڑی کے پاس آکر موبائل نکالا اور اس پہ انگلیاں چلانے کے بعد اس نے موبائل کان سے لگایا

"کام ہو گیا ہے ہم نے زویا کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اب شہیر کی نیند حرام ہو گی آپ بے فکر ہو جائیں بہرام اسے اور زویا کو بہت تڑپائے گا" اس نے کہہ کر کال کاٹی اور گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا اور وہاں سے چل گیا پیچھے زویا کے گھر کا دروازہ کھلا رہ گیا۔۔۔سرد بادلوں سے چھپا آسمان خاموشی سے سب دیکھتا رہ گیا تھا۔۔۔

__________&&&&&&&&&________

سفیان اپنے کمرے میں اضطراب سے چکر لگا رہا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کرے۔بیڈ پہ رکھے موبائل پہ بار بار میسجز آرہے تھے۔اس کے سر میں ان میسجز بیپ سے ہتھوڑے لگ رہے تھے وہ اس وقت بہت بری ذہنی اذیت سے دوچار تھا۔

میسجز کے بعد کالز کا دورانیہ شروع ہوا تو اسے مجبوراً فون اٹھانا پڑا۔کال اوکے کر کے اس نے فون کان سے لگایا

"مجھے بار بار کالز کر کے تنگ مت کریں" وہ غصے سے پاگل ہونے کو تھا

"دیکھو ایسے نہیں کرتے میں تمہیں پسند کرتی ہوں اور تم بھی تو مجھے۔۔۔"

exponovels

"میں آپ کو پسند نہیں کرتا آپ ایسے کیسے اپنی طرف سے میرے خلاف باتیں پھیلا سکتی ہیں پورے کالج میں آپ نے یہ بات پھیلادی ہے کہ میں آپ میں انٹرسٹڈ ہوں۔"اس نے اپنے بال مٹھی میں جکڑے اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے اوپر سب کچھ تنگ ہورہا ہے اگر یہ بات ابو کو پتہ لگ گئی تو وہ تو اسے گھر سے ہی نکال دیں گے۔

"سفیان"دوسری جانب جس لہجے میں محبت تھی اب وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"ابھی پورے کالج کو نہیں پتہ پر اس لیے کیونکہ میں نے کسی کو ابھی بتایا نہیں میں چاہوں تو سب کو یہ کہہ سکتی ہوں کہ تم مجھے تنگ کرتے ہو میرا نمبر لے کر مجھے ڈمپٹ کالز کرتے ہو"

"پر میں نے ایسا کبھی نہیں کیا بلکہ نمبر بھی آپ ہی نے میرا لیا تھا اور آپ خود سے ہی میسجز کرنے لگی تھیں میں نے تو آپ سے کبھی حد سے گزر کر بات بھی نہیں کی پھر بھی۔۔۔؟"وہ بے بس ہو گیا تھا

"سفیان اس میں مسئلہ ہی کیا ہے میں تمہیں کونسا شادی کا کہہ رہی ہوں میں بس چاہتی ہوں تم میرے قریب رہو مجھ سے کبھی

کبھی مل لو مجھے وقت دے دو"سفیان کا ماتھا بھک سے اڑا وہ یہ سب جس نظریے سے کہہ رہی تھیں۔سفیان اچھے سے جانتا تھا

"میں ایسا کچھ نہیں کروں گا میں اب آپ کی کالز ہی پک نہیں کروں گا"دوسری جانب موجود عورت کے ماتھے پہ بل پڑے

exponovels

"چلو ٹھیک ہے پھر تم تیار ہو جاؤ کالج اور گھر سے نکلنے کے لیے "اس نے کہہ کر ٹھک سے کال کاٹی اور سفیان نے اشتعال سے موبائل بیڈ پہ پھینکا اور سر پکڑ کر وہ نیچے فرش پہ بیٹھ گیا۔

"میں کیا کروں ابو مجھے جان سے مار دیں گے "وہ بس رو دینے کو تھا وہ تو کبھی اس طرح کے مسئلہ میں پھنسا ہی نہیں تھا اور اب وہ اس سب سے کیسے نکلے گا وہ کس سے مدد مانگے۔؟

"اللہ نے انسان کو فیملی اسی لیے دی ہوتی ہے تاکہ وہ ان سے اپنا مسئلہ ڈسکس کر سکے "عائشہ کا چہرہ اس کے سامنے لہرانے لگا

"کیا میں باجی کو بتا دوں۔؟"اس نے خود سے سوال کیا "اور اگر انہوں نے بھی مجھے ہی بلیم کیا تو۔؟"اس نے اس سوچ کے آتے ہی سر نہ میں ہلایا "نہیں وہ مجھے بہت اچھے سے جانتی ہیں میں ایسا کر ہی نہیں سکتا "وہ فرش سے کھڑا ہوا۔اپنا موبائل تیزی سے اٹھایا اور عائشہ کا نمبر ملایا پہلی کال پہ ہی عائشہ نے فون اٹھا لیا تھا

"باجی مجھے آپ کی ضرورت ہے "اس کا گلا رندھ گیا تھا۔

________&&&&&&&________

وہ لاؤنج میں تیار کھڑا تھا۔امی اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں

"گئے ہوئے اسے پورا دن نہیں ہوا اور تمہیں اس کی یاد ستانے لگی اور مجھے ایک بات بتاؤ "وہ کھڑی ہو کر اس کے مقابل آئیں "تم کالج کیوں نہیں دفع ہو رہے ہو؟ باپ کیا ڈاکے مارتا ہے جو تم بے فکر ہو کر چھٹیاں کر رہے ہو "سفیان پہلے ہی پریشان تھا اوپر سے امی کی ڈانٹ نے اسے اور تپا دیا

exponovels

"کیا ہے امی بھئی چلا جاؤں گا کالج بھی ابھی میں باجی کے پاس جا رہا ہوں شام تک آ جاؤں گا" وہ کہہ کر بڑے بڑے ڈگ بھرتا دروازے کی جانب بڑھ گیا۔امی نے برہمی سے اس کی پشت کو دیکھ کر سر جھٹکا اور دوبارہ صوفے پہ بیٹھیں اور ٹی وی دیکھنے لگیں

___________&&&&&&&&&________

آفس کی عمارت پہ دھوپ کی نرم کرنیں بکھری تھیں۔تنویر بھائی ارمان کے کیبن میں اس کے مقابل بیٹھے تھے۔

"آپ کی وائف اب کیسی ہیں۔؟" ارمان نے ستائش سے پوچھا

"اب تو بہتر ہیں انہوں نے اپنی چھوٹی بہن کو بلا لیا ہے اس لیے دل لگا ہوا ہے ان کا اب" وہ ہنس کر بتانے لگا۔ارمان اس کی بات پہ چونکا

"اوہ اچھا عائشہ آئی ہوئی ہیں۔؟" اسے عائشہ کا نام بھی یاد ہو گیا تھا۔

"جی کل آئی ہیں" ارمان کے چہرے پہ مسکان بکھر گئی وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔اس کی دلچسپی اب گفتگو میں بڑھ گئی تھی

"یہ تو بہت اچھی بات ہے" اس نے کہا تو تنویر نے سر ہلا دیا وہ اب بزنس کے متعلق بات کرنے لگا تھا پر ارمان غائب دماغ سے سب سن رہا تھا۔تنویر بھی اس کی عدم موجودگی محسوس کرتا خاموش ہو گیا

"میں اب چلتا ہوں جیسے ہی کام پورا ہو جائے گا میں آپ کے پاس واپس۔۔۔" ارمان نے فوراً نہ میں سر ہلایا

exponovels

"ارے نہیں میں خود آجاؤں گا آپ کے پاس" وہ اپنے بے ساختہ کہنے پہ ایک دم سے چپ ہوا پھر سنبھل کر بولا

"آپ کے پہلے ہی بہت چکر لگ گئے ہیں اب میں خود آپ کی طرف آجاؤں گا" تنویر مسکرادیا

" چلیں یہ تو بہت اچھی بات ہو جائے گی آپ اس سنڈے آجائیں ساتھ میں ڈنر کریں گے" تنویر کا یہ کہنا تھا کہ ارمان فوراً مان گیا

"شیور" اس نے کھڑے ہو کر تنویر سے ہاتھ ملایا اور جب تنویر کیبن

سے نکل گیا تو وہ عائشہ کو ایک بار پھر سے سوچنے لگا تھا

______________&&&&&&_________

سفیان آپی میمونہ کے ساتھ ان کے گھر کے لاؤنج میں بیٹھا تھا عائشہ سامنے سنگل صوفے پہ موجود تھی۔آپی میمونہ سفیان سے ناراضی سے کہہ رہی تھیں

" کبھی میری تو اتنی یاد نہیں آئی تمہیں اس سے دوری ایک دن کی برداشت نہیں ہوتی اور میں چاہے یہاں سال سال پڑی رہوں تم آکر جھانکتے بھی نہیں کہ بہن زندہ بھی ہے یا مر گئی" عائشہ اور سفیان ان کے شکوں پہ ہنس دیے۔

"آپی اب سے آیا کروں گا" اس نے ان کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کہا

"ہاں دیکھ لوں گی کتنا آؤ گے میں بھی یہیں ہوں اور تم بھی" وہ کہہ کر کھڑی ہو گئیں "میں کھانا بنواتی ہوں سفیان کے لیے تم دونوں بات کرو تنویر کو بھی کال کر کے بتاتی ہوں کہ سفیان آیا ہے" وہ بولتی بولتی لاؤنج سے چلی گئیں۔

عائشہ ان کے جاتے ہی کھڑی ہوئی

exponovels

"آپی ہم زرا کمرے میں جا کر بیٹھتے ہیں سفیان آرام بھی کر لے گا تھوڑی دیر "اس نے اونچی آواز میں کہا تو آپی نے کچن سے جواب دیا

"ہاں ٹھیک ہے" عائشہ نے سفیان کو اشارہ کیا تو وہ تیزی سے کھڑا ہو کر عائشہ والے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

"اب مجھے بتاؤ کیا بات ہے" عائشہ اور وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے اس نے کمرے کو لاک کیا اور سفیان کی طرف پلٹی جو بیڈ کے کنارے پہ بیٹھا تھا اس کے چہرے سے ہی لگتا تھا کہ وہ زبردست قسم کا پریشان ہے باہر وہ بڑی مشکل سے خود کو کمپوز کیے بیٹھا تھا

"باجی آپ میرا یقین تو کریں گی نا۔؟" اس نے امید سے عائشہ کو دیکھا عائشہ کا ماتھا ٹھنکا

"سفیان ہوا کیا ہے۔؟" وہ اس کے پاس آ گئی۔ سفیان نے اسے اپنے پاس بٹھایا

"پہلے بتائیں آپ میرا یقین کریں گی۔؟" عائشہ نے اس کا ہاتھ پکڑا

"بالکل میں تم پہ یقین کروں گی میں تمہیں بہت اچھے سے جانتی ہوں تم کوئی غلط کام نہیں کر سکتے تم بتاؤ اب مجھے کیا بات ہے" سفیان کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر اس نے کہنا شروع کیا

"ہمارے کالج میں ایک نئی میم آئی تھیں۔ جو خود سے ہی مجھے اسپیشلی بات کرنے لگیں میں ان کے سارے دیے گئے پروجیکٹس میں اچھے مارکس لیتا تھا مجھے یہی لگا کہ وہ مجھے اس لیے اسپیشل ٹریٹمنٹ دیتی ہیں کہ میں لائق ہوں پر ابھی کچھ دنوں پہلے ہماری دوسری میم کا مجھے میسج آیا کہ میں میم صبا کو پسند کرتا ہوں تو انہیں پرپوز کیوں نہیں کر دیتا۔ ان کی بات پہ میرے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔ میں نے انہیں تبھی کہا کہ

exponovels

ایسی کوئی بات نہیں ہے تو وہ آگے سے کہنے لگیں کہ ہم دونوں میسجز پہ بات کرتے ہیں کالج میں بھی کتنا وقت ساتھ گزارتے پھر کیا کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ تم دونوں کے درمیان کیا چل رہا ہے یہ بات تو آدھے اسٹاف کو صبا نے کہی ہوئی ہے کہ سفیان اسے پسند کرنے لگا ہے" عائشہ کی آنکھیں باہر گرنے کو ہو گئیں اس نے سفیان کو بے یقینی سے دیکھا تو سفیان خاموش سا ہو گیا

"آپ کو بھی یقین نہیں آرہا نا کہ ایک لڑکی ایسے کیسے کسی لڑکے کے پیچھے لگ سکتی ہے میں اسی لیے یہ بات کسی سے ڈسکس نہیں کر رہا تھا کیونکہ ایسے معاملات میں لڑکی کو ہی معصوم سمجھا جاتا ہے" عائشہ نے سر نہ میں ہلایا

"ایسی بات نہیں ہے سفیان میں تم پہ یقین کر رہی ہوں تم مجھے آگے بتاؤ" اس نے اعتماد سے کہا تو سفیان بتانے لگا

"وہ کہتی ہیں کہ وہ مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہیں اور میں ان کے ساتھ وقت۔۔۔۔" وہ آگے نہ بول سکا اور عائشہ خود بھی شرمندہ سی ہو گئی تھی کہ کوئی لڑکی ایسے کیسے۔۔۔۔ پر وہ جانتی تھی کہ آج کل مرد بھی ہراس ہو رہے ہیں بلکہ آج کل لڑکی سے زیادہ کم عمر لڑکے ہراس ہو رہے ہیں کیونکہ سفیان صحیح کہہ رہا ہے ایسے معاملات میں لڑکی کو ہی معصوم تصور کیا جاتا ہے لوگ سیدھا کہتے ہیں کہ "لڑکی پاگل ہے جو تمہارے پیچھے آئے گی

تم نے ہی اسے تنگ کیا ہو گا" عائشہ اس چیز کو اچھے سے جانتی تھی یونی میں آئے دن ایسے ہی واقعات دیکھنے اور سننے کو ملتے تھے پہلے لڑکیاں لڑکوں سے دوستی کرتیں ہیں اپنے ہاسٹل تک کا راستہ دکھاتی ہیں ان سے تنہائی میں ملتی ہیں پھر روتی پھرتی ہیں کہ ان کے ساتھ دھوکا ہو گیا اور اس طرح وہ اپنا بھی فیوچر خراب کرتی ہیں اور لڑکے کا بھی۔۔۔

exponovels

"میم صبا کہتی ہیں کہ اگر میں نے ان کی بات نہ مانی تو وہ پرنسپل اور ابو کو میری شکایت کر دیں گی میں کالج سے بھی نکلوں گا اور گھر سے بھی" عائشہ کا ناک غصے سے پھول گیا اس نے بھنوا چکائی

"وہ کون ہوتی ہے تمہیں گھر سے نکلوانے والے مجھے اسے کمینی کے میسجز دکھاؤ" سفیان نے اپنا موبائل اس کے سامنے کیا

"ویسے سفیان تمہیں ان سے میسجز پہ بات نہیں کرنی چاہیے تھی" عائشہ نے سفیان کو اس کی غلطی کا بھی احساس دلایا

"بس یہی ایک غلطی ہوئی ہے مجھ سے کہ میں انہیں اس لیے ریپلائے کرتا رہا کیونکہ وہ بس مجھ سے حال احوال پوچھتی تھیں اور میں انہیں ایک استاد کے حیثیت سے جواب دے دیتا تھا" وہ نظریں جھکا کر اپنا جرم قبول کر رہا تھا عائشہ نے اس کا کاندھا

تھپکا "اچھا چھوڑو مجھے میسجز دیکھنے دو" اس نے سفیان کا موبائل اپنے سامنے کیا وٹس ایپ پہ میسجز دیکھنے سے پہلے اس اس نے میم صبا کی ڈپی دیکھی اور وہ سفیان کی کمر پہ مکا مارے بغیر نہ رہ سکی

"یہ تمہیں لڑکی کہاں سے لگتی ہے گدھے آپی میمونہ سے بھی بڑی ہے یہ منحوس اور تم اسے لڑکی کا ٹائٹل دے رہو تبھی اس کا اتنا دماغ خراب ہوا ہوا ہے" سفیان اپنی کمر مسلتا رہ گیا پر وہ میسجز پڑھنے لگی تھی۔ عائشہ نے جب سارے مسیجز پڑھ لیے اور اسے تسلی ہو گئی تو اس نے سفیان کو کہا

"اسے ابھی کال کرو اور لڑوا سے کہو کے تم اس کی بات کبھی نہیں مانو گے" سفیان نے اسے ناسمجھی سے دیکھا

"میں یہ سب پہلے ہی کہہ چکا ہوں" عائشہ نے اسے گھورا

"اب دوبارہ کہو موٹے" سفیان نے اس کی مانتے ہوئے نمبر ڈائل کیا اور فون کان سے لگا یا تو عائشہ نے اسے اشارے سے کہا کہ اسپیکر پہ ڈالو سفیان نے سر ہلا کر اسپیکر آن کیا دوسری جانب سے کال اوکے ہو چکی تھی اور میم صبا بول رہی تھیں عائشہ نے بغیر دیر کیے کال ریکارڈر آن کیا

"تم آج بھی کالج نہیں آئے" وہ ناراضی سے بولی تھیں عائشہ نے دانت کچکچائے صبا سامنے ہوتی تو وہ اس کا منہ توڑ دیتی پر ابھی اسے صبر کرنا تھا۔اس نے سفیان کو اشارہ کیا کہ جو دل میں آئے کہہ دے

"آپ منحوس ہیں" اسے ابھی عائشہ والے الفاظ ہی یاد تھے تو وہی کہہ دیے عائشہ نے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی اور کہو دوسری جانب موجود میم صبا کو جھٹکا لگا

"یہ کیا۔۔۔" وہ ابھی اتنا ہی بولی تھیں کہ سفیان بیڈ سے کھڑا ہوا

"آپ بے شرم ہیں اور اور" اس نے عائشہ کو دیکھا عائشہ نے کہا کمینی کہو

" کمینی ہیں اور میں آپ کی بات نہیں مانوں گا" عائشہ نے اسے تھمبس اپ دکھایا یعنی ٹھیک جا رہے ہو

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا کیسے بات کر رہے ہو"

"اسی طرح جس طرح آپ جیسے لوگوں سے بات کرنی چاہیے آپ نے کیا سوچا تھا کہ آپ مجھے دھمکائیں گی اور میں مان جاؤں گا نہیں میں آپ سے دوستی کبھی نہیں کروں گا آپ کو شرم آنی چاہیے آپ مجھے میرا استاد ہو کر الٹے کاموں پہ لگا رہی ہیں اکسا رہی ہیں میں ایسا کچھ بھی نہیں کروں گا نہ آپ سے ملوں گا اور نہ دوستی کروں گا" دوسری جانب موجود میم صبا کا چہرہ خفت اور بے عزتی سے سرخ ہو گیا

exponovels

"تمہاری بہت زبان چل رہی ہے ٹھیک ہے تم دیکھو اب میں کیا کرتی ہوں تمہیں کالج سے بھی نکلواؤں گی اور گھر سے بھی تم نے مجھے انکار کیا مجھے "انہیں جیسے سفیان کے انکار پہ یقین نہیں آرہا تھا وہ غصے سے پاگل ہو تیں بولے جار رہی تھیں۔"اب دیکھو میں کیا کرتی ہوں اچھا تھا تم میری بات مان جاتے ایک دوستی کر لینے سے کیا ہو جاتا پر نہیں تم نہیں مانے اب دیکھو کل ہی میں پرنسپل سے بات کروں گی "عائشہ نے آگے بڑھ کر کال کاٹ دی۔اور سفیان کو دیکھا

"اب کل ہم جائیں گے کالج اور اس گیم کو اوور کریں گے تم پریشان نہ ہونا تمہاری بہن تمہارے ساتھ ہے "سفیان اس سے لپٹ گیا وہ جان گیا تھا کہ کل اب اس کی بہن اس کے لیے کالج لڑنے جائے گی جیسے اسکول میں لڑا کرتی تھی۔

"پر آپی ابو وہاں آگئے تو "اس نے اپنے دل کا ڈر بتایا تو عائشہ نے اسے خود سے جدا کر کے سامنے کیا

"ہمارے پاس اب تو ثبوت بھی ہے تو ڈر کس بات کا اب بس تم کل تیار رہنا ہم زرا اس صبا کو خزاں کی رت کی سیر کروائیں گے "اس نے وہ ریکارڈنگ سیو کر لی تھی۔سفیان کو لگا جیسے اس کے سر سے بہت سا وزن اتر گیا ہے اب کل وہ بالکل سے اپنی نارمل زندگی پہ آجائے گا۔اسے اپنی بہن پہ پورا یقین تھا۔

وہ کچھ دیر پھر کمرے میں بیٹھے رہے پھر آپی میمونہ نے جب کھانا لگا لیا تو وہ نیچے آگئے بھائی تنویر بھی بچوں کو اسکول سے لے آئے تھے اب وہ سب ظہرانہ تناول فرمانے لگے تھے یعنی دوپہر کا کھانا کھانے لگے تھے۔۔۔

__________&&&&&&&________

exponovels

شہیر اپنے کیبن میں بیٹھا لیپ ٹاپ کی چمکتی اسکرین پہ نظریں جمائے ہوا تھا کہ اس کے موبائل پہ پہلے ایک میسج آیا جب اس نے کچھ دیر موبائل نہ اٹھایا تو اس پہ کال آنے لگی۔ شہیر نے لیپ ٹاپ پہ نظریں رکھتے ہوئے موبائل بے دھیانی سے اٹھایا اور کان سے لگا لیا

"تم نے ویڈیو نہیں دیکھی لگتا ہے بہت مصروف ہو" دوسری جانب سے مردانہ بھاری سرد آواز اس کے کانوں میں گونجی تو اس نے موبائل کان سے جدا کر کے سامنے کیا۔ اسکرین پہ انٹرنیشنل نمبر تھا وہ الجھا

"کون۔؟ "

"میں بہرام "

"کون بہرام۔؟"

"جس کے پاس اس وقت تمہاری کزن قید ہے" شہیر پہ بجلی گری اس نے شاکڈ لہجے سے کہا

"کیا۔؟"

"ہاں تمہاری کزن زویا میرے قبضے میں ہے بچا سکو تو بچا لو بس اتنا بتا رہا ہوں کہ میں امریکہ میں ہی ہوں اب آگے مجھے ڈھونڈنا اور اپنی کزن کو بچانا تمہارا کام ہے ویڈیو تمہیں بھیج دی ہے دیکھ لو اس کی حالت بہت خراب ہے" بہرام نے کہہ کر کال کاٹ دی تھی شہیر نے تیزی سے موبائل اسکرین سامنے کی اور وہ ہلنا تک بھول گیا۔

زویا نیم بے ہوش کرسی پہ رسیوں سے جکڑی بیٹھی تھی اس کے ہونٹ کے کنارے سے خون نکل رہا تھا اور بال بکھرے الجھے سے تھے چہرے پہ بھی دائیں آنکھ کے نیچے نیل پڑا تھا۔ اور انگلیوں کے نشان بھی تھے شہیر کا سر گول

exponovels

گول گھومنے لگا۔اس کے ہاتھ سے موبائل کب چھوٹ کر ٹیبل پہ گرا اسے محسوس نہ ہوا۔بس اپنی اور زویا کی پرسوں ہونے والی بات ذہن کے پردوں پہ چلنے لگی

"تم میری واحد فیملی ہو اب اس دنیا میں" اور آج اس کی وہ واحد فیملی ہی موت کے منہ بیٹھی تھی۔شہیر فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔وہ جانتا تھا یہ سب کس نے کیا ہے اس کی آنکھوں میں شعلے جلنے لگے وہ آج ارمان کو ختم کر دے گا اگر زویا کو کچھ

بھی ہوا تو اس نے اپنا موبائل اٹھایا اور کرسی کی پشت سے کوٹ اتار کر وہ تیزی سے کیبن سے نکلا تھا۔

______&&&&&&&______

دستگیر روشنیوں سے نہائے کیفے کے باہر گاڑی سے پشت لگائے کھڑا تھا کالے پینٹ کوٹ والے کی آنکھیں اداس تھیں۔رات کا اندھیرا اس کے چہرے پہ بھی موجود تھا۔تبھی کیفے کا دروازہ کھلا اور وہاں سے جیا اپنی کسی دوست کے ساتھ باہر آئی۔وہ اس سے باتیں کرنے میں مصروف تھی پھر کسی کی نظروں کی تپش سے ٹھٹھک کر رکی اور جب اس نے اپنے سامنے دیکھا تو وہیں تھم گئی۔دستگیر کی نظریں اسے وحشت میں مبتلا کر رہی تھیں اسے لگا تھا کہ دستگیر اس کی جانب آئے گا پر ایسا نہ ہوا وہ اسے کچھ دیر ویسے ہی گاڑی سے پشت ٹکائے شانتی سے دیکھتا رہا پھر بغیر کچھ کہے اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور وہاں سے چلا گیا۔

جیا اس کے جانے کے بعد بھی کچھ دیر وہیں کھڑی رہی اسکی دوست اس سے کچھ آگے بڑھ گئی تھی پر وہ وہیں رکی ہوئی تھی۔دستگیر کا خاموشی سے جانا اسے بے چین کر گیا تھا وہ

سمجھی تھی کہ دستگیر اس کے پاس آئے گا اس سے معافی مانگے گا اسے اپنی محبت کا پھر سے یقین دلائے گا پر ایسا تو کچھ بھی نہ ہوا تھا اس کی دوست نے گردن ترچھی کر کے اسے پکارا تو وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی پر دستگیر کی خاموش نظریں اس سے برداشت نہ ہوئی تھیں۔ لڑکیوں کو جو بات سب سے زیادہ بری لگتی ہے وہ انہیں اگنور کر دیا جانا ہوتا ہے وہ سب برداشت کر لیتی ہیں پر کوئی جوان سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو وہ انہیں اگنور کرے تو انہیں یہ بات بہت بری لگتی ہے اور دستگیر بھی اسے اب خاموشی کی مار مارنا شروع کر چکا تھا۔

&&&&&&

دستگیر گاڑی کو شہیر کے کیبن کی جانب ہی لے کر جا رہا تھا کہ اس کا موبائل بجنے لگا اس نے دیکھا تو کال ریاض کی تھی

"ہیلو۔؟" اس نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ پکڑ کر دوسرے سے موبائل کان پہ لگایا

"باس اس وقت بہت غصے میں آفس سے نکلے ہیں ان کے ہاتھ میں گن بھی تھی وہ ارمان صاحب کے گھر کی جانب جا رہے ہیں میں ان کے پیچھے ہی ہوں آپ بھی آجائیں مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا" دستگیر نے بے ساختہ بریک لگائی

"کیا۔؟"

"ہاں باس بہت غصے میں ہیں" ریاض کے دوبارہ کہنے پہ اس نے گاڑی پھر سے چلائی اب کی بار اسپیڈ تیز تھی اور وہ ارمان کے گھر کی طرف گاڑی موڑ چکا تھا

"تم دھیان رکھنا کچھ غلط نہ ہو میں آرہا ہوں" اس نے کہہ کر کال کاٹی اور موبائل ڈیش بورڈ پہ رکھ دیا۔ رات سڑک پہ قطرہ قطرہ سیاہیاں گرا رہی تھی۔ دستگیر بری طرح سے پریشان ہو گیا تھا۔ اسے شہیر کے غصے کا خوب اندازہ تھا۔

exponovels

ارمان ملک کے بنگلے پہ رات اندھیرے کیے کھڑی تھی۔آسمان پہ بادلوں کا راج تھا۔تارے اور چاند آجکل کم ہی نکلتے تھے۔ایسے میں لان میں سفید خاموش روشنیاں بکھری تھیں۔گارڈ بھی چوکنا کھڑے تھے۔اندر لاؤنج میں اس وقت ہمیشہ جیسا نیم اندھیرا اور پراسرایت تھی۔ارمان ماں کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھا تھا کانچ کے میز پہ کافی کے مگ رکھے تھے۔

"جیا کہاں ہے۔؟"ارمان ابھی آفس سے آیا تھا ماں نے اس سے کافی کا پوچھا تو وہ انکار نہ کر سکا۔

"معلوم نہیں کہہ رہی تھی جلدی آجائے گی"ماں کے جواب پہ ارمان نے سر کو خم دیا اور دھواں اڑاتی کافی کے مگ اٹھا کر لبوں سے لگایا ہی تھا کہ اسے اپنے گارڈز کی آوازیں آئیں

"سر آپ ایسے اندر داخل نہیں ہو سکتے"وہ شہیر کے ہاتھ میں موجود پسٹل کو دیکھ کر کہتے اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے شہیر کے تاثر ایسے تھے کہ کوئی اسے ہاتھ لگانے کی ہمت نہیں کر رہا تھا وہ پریشان اس وقت ہوئے جب شہیر کے لان عبور کرتے ہی ریاض اور باقی گارڈز جو اس کے ہمراہ تھے اندر داخل ہونے لگے تھے۔وہ سب شہیر کے پیچھے تھے اور جو ارمان کے گھر کے گارڈز تھے وہ انہیں بھی پکڑ چکے تھے۔اب وہ بے بسی سے شہیر کو اپنے دائیں بائیں گارڈز کے ساتھ اندر جاتے دیکھ رہے تھے۔ایک دم سے ہی پورے بنگلے کے گارڈز اور ملازم پریشان ہو گئے تھے۔

ارمان اور ماں ہونے والے شور پہ کھڑے ہوئے تھے وہ باہر کی جانب دیکھ رہے تھے داخلی دروازے سے شہیر شعلہ اگلتی نگاہوں سے اندر داخل ہوا اور بغیر وقت ضائع کرتے اس نے ارمان کو صوفے پہ دھکیل کر اس کے ماتھے پہ پسٹل رکھا۔

exponovels

"اپنے آدمی کو ابھی فون کرواور اسے کہو کہ زویا کو چھوڑ دے" ماں اس کی بات پہ سہم گئی تھیں۔ انہوں نے ارمان کو خوف بھری نظروں سے دیکھا انہیں لگا وہ پکڑی گئیں لیکن ارمان شہیر کی بات اور انداز پہ الجھ گیا تھا۔

"یہ کیا طریقہ ہے شہیر" وہ ڈانٹنے والے انداز سے بولا تھا ریاض باہر کھڑا دستگیر کا انتظار کر رہا تھا باقی گارڈز بندوقیں تانے ارمان کے گھر کے گارڈز کو ہلنے بھی نہیں دے رہے تھے۔ شہیر نے ارمان کو ضبط سے دیکھا اس نے غصے کو قابو رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے گردن کو ہلکا سا ترچھا کیا

"یہ میری بات کا جواب نہیں ہے" وہ ارمان کی جانب جھکا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگا" میں نے کہا ہے کہ تم ابھی اپنے آدمی کو کال کرواور اسے کہو کہ وہ زویا کو چھوڑ دے ورنہ آج تم میرے ہاتھ سے مر جاؤ گے"

ارمان ابھی بھی اس کی بات نہیں سمجھا تھا پر شہیر کو لگ رہا تھا کہ وہ اداکاری کر رہا ہے تبھی ماں آگے بڑھیں

"شہیر" وہ چلائیں" یہ کیا حرکت ہے اور تم ہمارے گھر گھسے کیسے" وہ تنفر سے اس کے قریب آکر بولیں۔ شہیر نے کھا جانے والی نظروں سے انہوں گھورا۔ اور پسٹل ان پہ تان لیا

"دور رہیں اس سب سے میں اس سے بات کر رہا ہوں" ماں وہیں رک گئیں وہ شہیر کے غصے کو اچھے سے جانتی تھیں۔ اس لیے وہ آگے نہ بڑھیں پر ارمان سب برداشت کر لیتا تھا سوائے اپنی ماں پہ اٹھی انگلی کے اور شہیر تو ان پہ پستول تانے کھڑا تھا۔ ارمان نے کھڑے ہو کر شہیر کو کاندھے سے پکڑا اور اپنی جانب کیا

"بس بہت ہو گیا" اس نے برہمی سے شہیر کو اپنے سامنے کرتے ہوئے کہا" میں تمہیں اپنا چھوٹا بھائی سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں پر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم میری ماں کو ہراس کرو اور وہ بھی میرے سامنے" وہ ماں کے سامنے آیا

exponovels

"ہم نہیں جانتے کچھ بھی نہ ہمارے کسی آدمی نے تمہاری کزن زویا کو پکڑا ہوا ہے" وہ شہیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہا تھا شہیر کا چہرہ سپاٹ تھا پر اندر جیسے طوفان چل رہے تھے بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے زویا کا زخمی چہرہ آرہا تھا۔ارمان اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا

"ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ زویا امریکہ میں اب رہتی کہاں ہے ہمارا تعلق صرف تم سے ہے اور تم سے بھی ہمارا محبت کا تعلق ہے سمجھے۔؟" وہ بہت کم ہی شہیر سے اتنے غصے میں بات کرتا تھا

"میں یہاں یہ بھاشن سننے نہیں آیا میں جو پوچھ رہا ہوں مجھے بتاؤ زویا کہاں ہے" وہ چلایا تھا۔ماں نے ارمان کا بازو پکڑا وہ اس کے پیچھے تھیں پر پھر بھی دل پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ تبھی لاؤنج میں دستگیر بھی داخل ہوا وہ شہیر کی جانب آیا تھا پر وہ اس وقت اسے روکنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔

"شہیر دیکھو" ارمان نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے لہجہ نرم رکھا" مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے زویا کو ہم مل کر ڈھونڈیں گے پر میں قسم کھا کر کہتا ہوں میری جان ہمیں نہیں پتہ زویا کہاں ہے" اس نے شہیر پہ جتنا غصہ کرنا تھا کر لیا تھا اب وہ پھر سے بڑے بھائی کی طرح اسے سمجھانے لگا تھا

"مجھے لگتا ہے تم لوگ ایسے نہیں مانو گے" شہیر نے پسٹل دوبارہ ارمان کے ماتھے پہ رکھی تو دستگیر آگے آیا

"باس" شہیر نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا پر وہ پیچھے نہ ہوا" میری ایک بار بات سن لیں اس وقت ہم نے میڈم زویا کو ڈھونڈنا ہے ان سب سے ہم بعد میں نمٹ لیں گے یہ لوگ ایسے نہیں بتائیں گے آپ جانتے ہیں یہاں صرف وقت ضائع ہو گا" ارمان نے ناپسندیدگی سے دستگیر کو دیکھا تھا

exponovels

"تم یہ کیااول فول بک رہے ہو" ارمان نے دستگیر کو ٹوکا پر وہ آن سنی کرتا شہیر کو دیکھتا رہا شہیر کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے دستگیر ٹھیک کہہ رہا تھا کیا اس طرح پسٹل رکھنے سے ارمان نے پہلے یہ مان لیا کہ اس کی ممی اور ڈیڈ کا قاتل وہی ہے جو وہ اب

زویا کی گمشدگی مان لے گا یہاں صرف وقت ضائع ہو گا اسے جلد از جلد زویا کے پاس پہنچانا ہے

"باس میری بات کو سمجھیں" دستگیر نے ریاض سے باہر ہی سب پوچھ لیا تھا اور اب وہ شہیر کے اعصاب کو ڈھیلا پڑتے دیکھ اپنی بات پہ زور دے کر بولا تو شہیر نے ارمان کو بھر سے شیر جیسی نظروں سے دیکھا

"میں تمہیں اتنی اذیت دوں گا ارمان ملک کے تم یاد رکھو گے تمہارا وقت بہت جلد ختم ہو گا اب" اس نے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کی ارمان کچھ کہنے لگا کہ شہیر نے اپنی بات جاری رکھی "میں بس اس دن کے انتظار میں ہوں جب مجھے تمہارے خلاف کوئی ثبوت مل جائے گا اس دن میں تم پہ دنیا ہی جہنم بنا دوں گا" وہ کہہ کر پلٹا تھا کہ اس نے پیچھے ارمان کی ماں کی آواز سنی جس میں سوائے زہر کے کچھ نہ تھا

"اور تب تک تم ہمارے گھر دوبارہ اس طرح نہیں آؤں گے اگلی بار ایسا ہوا تو ہم پولیس سے مدد لیں گے" شہیر نے گردن ترچھی کر کے انہیں دیکھا پھر ایڑھیوں کے بل گھوما

"تم دونوں سے میرا جوا کھاڑا جائے اکھاڑ لینا میں اگلی بار

exponovels

ضرورت پڑنے پہ ایسے ہی داخل ہوں گا تمہاری زندگیوں میں بھی اور گھر میں بھی، میں تم سب کو برباد کروں گا بہت جلد" وہ کہہ کر وہاں سے تیزی سے نکلا تھا ستگیر نے بھی باقی سارے گارڈز کو اشارہ کیا تو انہوں نے ارمان کے گارڈز کو چھوڑ دیا اور وہاں سے نکل گئے۔۔۔

پیچھے ماں بے دم سی ہو کر صوفے پہ گرنے والے انداز سے بیٹھی تھیں۔ارمان افسوس سے شہیر کو جاتے دیکھتا رہ گیا تھا پھر وہ ماں کی طرف متوجہ ہوا

"ماں آپ ٹھیک ہیں میں پانی لاتا ہوں" ماں نے ارمان کا ہاتھ پکڑا

"میں اس لڑکے کو دوبارہ اپنے گھر میں نہیں دیکھنا چاہتی ارمان" ان کی آواز میں وحشت تھی ان کا چہرہ زرد لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا ارمان نے ان کے قریب بیٹھ کر انہیں سینے سے لگایا

"ماں سب ٹھیک ہے کچھ بھی نہیں ہوتا وہ اب دوبارہ نہیں آئے گا ہمارے گھر ایسے میں اسے سمجھا دوں گا" ماں نے اس کے بازو کو مضبوطی سے تھاما

"نہیں تم بھی اس ذہنی مریض کے پاس نہیں جاؤ گے کبھی "

"ٹھیک ہے ماں میں نہیں جاؤں گا آپ پلیز پریشان نہ ہوں آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی" ماں کا دل ابھی بھی کانپ رہا تھا انہیں

لگا تھا کہ آج شہیر انہیں سچ میں مار دے گا اور اب انہیں یہ پریشانی بھی ستانے لگی تھی اگر شہیر بہرام تک پہنچ گیا تو۔؟اور اس تو سے آگے سوچ کر ان کا دل بند ہونے لگتا تھا۔

exponovels

______&&&&&&________

شہیر کے بنگلے میں اضطراب بکھرا تھا۔روشنیاں ہو کر بھی یوں لگتا تھا آنکھوں کے سامنے بس اندھیرے ہیں۔شہیر بے بسی سے لاؤنج میں چکر لگا رہا تھا۔وہ اس وقت کالی پینٹ کے ساتھ سفید آفس شرٹ میں ملبوس تھا۔شرٹ کے اوپر کے بٹن کھلے تھے۔اس کا دم گھٹ رہا تھا۔

"تم میری واحد فیملی ہو اب اس دنیا میں" یہ جملہ اور زویا کا مسکراتا چہرہ اس کے سامنے سے نہیں ہٹتا تھا۔وہ اسی دن سے ڈرتا تھا کہ ایک دن اس کی زندگی میں ایسا آئے گا جب زویا اور اس میں اتنے فاصلے ہوں گے کہ وہ بھاگ کر اسے بچا بھی نہیں سکے گا جیسے وہ اپنی ممی اور ڈیڈ کو نہیں بچا سکا تھا۔

"نہیں میں زویا کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا"اس نے دل میں اٹھنے والے اندیشوں کی تردید کی تبھی دستگیر اندر آیا۔شہیر اسے دیکھ کر رک گیا تھا

"باس جس نمبر سے آپ کو کال آئی تھی وہ آج ہی کے دن ایکٹو ہوا ہے اور اس وقت اس کی لوکیشن زویا میم کے گھر کے اندر کی ہی آرہی ہے"شہیر الجھا۔

"کیا اس نے زویا کو اسی کے گھر قید کر رکھا ہے۔؟"س نے جیسے خود سے سوال کیا تھا۔دستگیر نے اس کا سوال سن لیا تھا

"باس ہو سکتا ہے وہ اس وقت انہی کے گھر ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے ہمیں گمراہ کرنے کے لیے ایسا کیا ہو"

شہیر اس کی بات پہ کچھ سوچنے لگا۔اس نے اپنی آنکھیں موندیں۔ذہن پہ زور ڈالا کچھ تھا جو شہیر بھول رہا تھا۔وہ

ایک بار سنا لہجہ بھولتا نہیں تھا اور اسے بہرام کی آواز سے لگ رہا تھا جیسے وہ یہ لہجہ پہچانتا تھا۔ لیکن ابھی اس نے اس شخص کو ڈھونڈنا تھا اس لیے اس ان سوچوں کو ذہن سے جھٹکا اور آنکھیں کھولیں۔

"ہم آج ہی امریکہ جا رہے ہیں تم ہمارے جانے کی تیاری کرو"

دستگیر نے سر ہلایا اور وہاں سے چلا گیا شہیر نے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ کر چہرہ اوپر کر لیا تھا۔ وہ ایک بار امریکہ پہنچنا چاہتا تھا پھر وہ سب کو دیکھ لے گا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ اب "جنگ شروع ہو گئی ہے" اب بہت کچھ بدلے گا۔

___________&&&&&&___________

صبح شہر کو اپنے حصار میں لیے ہوئی تھی۔ آج ہفتے کا دن تھا۔ آج عائشہ نے سفیان کے ساتھ جانا تھا۔ وہ ناشتے کی ٹیبل پہ آپی میمونہ کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھی تھی۔ بھائی تنویر آفس کے لیے تیار سرابراہی کرسی پہ بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے اور آپی رائم اور ایشل کو ناشتہ کروا رہی تھیں۔

"آپی آج سفیان آئے گا اس کے کالج میں کچھ کام ہے اس لیے میں اس کے ساتھ جاؤں گی" آپی رائم کے منہ میں بریڈ کا ٹکڑا ڈال رہی تھیں اس کی بات پہ چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا

"کیا کام۔؟" عائشہ نے شانے اچکائے

"یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ کہہ رہا تھا کچھ پروجیکٹس کے متعلق ہے اب جاؤں گی تو پتہ چلے گا" اس نے مہارت سے جھوٹ بولا اور چہرہ جھکا کر جلدی جلدی ناشتہ کرنے لگی۔

exponovels

"میں تیار ہونے جارہی ہوں وہ دس بجے تک آئے گا مجھے لینے "اس نے اعلانیہ کہااور ڈائننگ ہال سے جانے ہی لگی کہ بھائی تنویر بولے

"تم آج ہی واپس آجاؤ گی یا امی کی طرف جاؤ گی "عائشہ ناسمجھی سے انہیں دیکھنے لگی

"مطلب۔؟"اس نے پوچھاتو بھائی تنویر نے نرمی سے کہنا شروع کیا

"مطلب یہ کہ تم سفیان کے ساتھ واپس ادھر ہی آؤ گی یا اپنے گھر چلی جاؤ گی۔؟ "

"میں ادھر ہی آؤں گی بھائی "اس کے جواب پہ انہوں نے مسکرا کر سر کو خم دیا

"میں ایسے اس لیے پوچھ رہا تھا کیونکہ کل ڈنر پہ میرے بہت اچھے دوست آرہے ہیں اور ہمیں ایسی ملازمہ کی سخت ضرورت ہے جو سب کچھ مینج کرلے کیونکہ میری ملازمہ "آپی میمونہ کو دیکھا "تو بیمار ہیں "ان کے چہرے پہ شریر مسکان تھی عائشہ ان کی بات پہ ہنس دی

"نہیں آپ بے فکر رہیں یہ ملازمہ کہیں نہیں جارہی ابھی میں دوپہر تک آجاؤں گی "وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تو آپی میمونہ نے بھائی تنویر کو دیکھا

"کیاارمان آرہے ہیں۔؟"ان کے سوال پہ بھائی تنویر نے سر ہلادیا

"ہاں وہ آرہے ہیں مجھے لگتا ہے جیسا ہم سوچ رہے ہیں ویسا سچ میں ہے "آپی ان کی بات پہ دل سے مسکرادیں

"اگر ایسا ہے تو عائشہ وہاں بہت خوش رہے گی "

exponovels

"ہاں بالکل وہ بہت اعلیٰ نسب کے لوگ ہیں میری کوشش اور خواہش یہی ہے کہ عائشہ کی شادی ہم انہیں کے گھر کریں" وہ کہہ کر کھڑے ہو گئے۔رائم اور ایشال بھی ان کے کھڑے ہوتے ہی ناشتہ چھوڑ کر اپنے بیگ پہننے لگے بھائی تنویر نے انہیں اسکول چھوڑ کر پھر اپنے آفس جانا تھا۔اس لیے آپی میمونہ انہیں دروازے تک چھوڑنے آئی تھیں۔ جب بھائی تنویر کی گاڑی گھر سے نکل گئی تو انہوں نے آسمان کو دیکھا جس پہ کہیں کہیں بادل موجود تھے ہر روز بادل ایسے آتے تھے جیسے ابھی برسیں گے پر ایسا نہیں ہوتا تھا لیکن موسم اس قدر خوشگوار ہو جاتا تھا کہ بارش کی خواہش ختم سی ہو جاتی تھی۔

__________&&&&&&&&&&_______

عائشہ سفیان کے ساتھ اس کے کالج کی روش پہ چل رہی تھی اس نے کالے رنگ کی قمیض شلوار پہن رکھی تھی کاندھے پہ سفید دوپٹہ اور پرس تھا بال کھلے کمر پہ بکھرے تھے چہرے پہ ہلکا میک اپ تھا اور انداز میں اعتماد وہ اونچی ہیل سے ایسے چل رہی تھی جیسے کالج کی چیکنگ کرنے آئی ہو جن لوگوں کے یونیورسٹی کے آخری سال چل رہے ہوتے ہیں ان کا اعتماد ایسے ہی پیک پہ ہوتا ہے انہیں پھر اسکولز اور کالجز کے پروفیسرز بہت آسان چیز لگتے ہیں جن سے وہ بے دھڑک اپنی بات کہہ دیتے ہیں۔

"وہ اس وقت کہاں ہوں گی۔؟"اس نے رک کر گردن ترچھی کر کے سفیان سے پوچھا جو اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا جیسے چھوٹا بھائی بڑی بہن کے پیچھے چلتا ہے بالکل ویسے ہی

exponovels

"معلوم نہیں میں پوچھتا ہوں" اس نے کہہ کر دور کھڑے پیون کو دیکھا اور اس کی طرف گیا اس سے کچھ پوچھا پھر وہ دوبارہ عائشہ کے پاس آگیا تھا۔

"اس وقت سارے پروفیسرز پرنسپل کے ساتھ ہیں اسٹاف روم میں میٹنگ چل رہی ہے ہمیں انتظار کرنا پڑے گا" اس نے اپنی بات مکمل کی عائشہ نے اس کے سامنے ہاتھ جھلایا

"ہم ابھی ان سے بات کریں گے" سفیان کو کرنٹ لگا

"پر اس وقت وہ اسٹاف روم میں سب کے ساتھ ہیں" عائشہ نے النارخ اس کی طرف کیا

"اس لیے تو میں ابھی بات کرنا چاہتی ہوں اکیلے میں اس کی بے عزتی کی تو کیا کی مزا تو تماشا لگانے میں آتا ہے اور یہ تو اس کی خود کی خواہش تھی کہ وہ سب کو بتادے گی تو ہم اس کی یہ خواہش پوری کرتے ہیں آؤ سب کو بتادیتے ہیں"

سفیان کا رنگ زرد پڑ گیا اسے عائشہ کے ارادے بہت خطرناک لگ رہے تھے۔

"آپی نہیں ایسے۔۔۔" اس کی بات پہ عائشہ نے ناک سکوڑ کر کاٹی

"بکواس مت کرو مجھے یہ بتاؤ اسٹاف روم کدھر ہے۔؟" وہ کہہ کر چلنے بھی لگی سفیان کا دم خشک ہو رہا تھا اب۔۔۔

اگلے پانچ منٹ بعد وہ دونوں اسٹاف روم کے بند دروازے کے سامنے کھڑے تھے سفیان نے خوف بھری آواز میں کہا

exponovels

"آپی یہ کچھ زیادہ ہو جائے گا" عائشہ نے اپنے ڈرپوک بھائی کو دیکھ "میں جانتی ہوں لیکن میم صبا جیسے لوگوں کو ایسے ہی ایکسپوز کرنا چاہیے اگر ان کے ساتھ نرمی برتی جائے تو یہ پتہ نہیں کتنے اور اسٹوڈینٹس کو ایسے ہی ہراس کرتی پھریں گی "اس نے سفیان کا ہاتھ پکڑا

" تین بار گہرے سانس لو اور آنکھیں بند کر کے سوچو سب ٹھیک ہو گیا ہے تم اپنی معمول کی زندگی سے کالج آرہے اور آج کے بعد تم سے ہر میم ایک حد تک رہ کر بات کرے گے سوچو تمہاری زندگی کتنی آسان ہو جائے گی "سفیان نے اس کے کہتے ہی آنکھیں موندلی تھیں۔سفیان وہ سب سوچنے لگا تھا جو عائشہ نے کہا تھا اور وہ سب سوچ کر ہی اتنا سکون آرہا تھا اگر سچ میں ہو جائے گا تو کتنا مزہ آئے گا۔سفیان نے آنکھیں کھولیں

" باجی سچ میں۔۔۔۔" اس کی باقی بات اس کے حلق میں ہی رہ گئی۔کیونکہ وہاں عائشہ نہیں تھی اسٹاف روم کا دروازہ کھول تھا اور وہ یقیناً اندر پہنچ چکی تھی بے شک وہ سچ میں ایک سمجھدار بڑی بہن تھی جو اپنے بھائی کو بے وقوف بھی بنا سکتی ہے۔۔۔سفیان کو اب پھر سے ڈر لگنے لگا تھا۔

اور اسٹاف روم کے اندر کا منظر کچھ ایسا تھا۔جب وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو لمحے کے لیے اس کی ٹانگیں کانپ

گئیں لمبی میز کے گرد تقریباً ہر عمر کے مرد اور عورتیں بیٹھے تھے بالکل سامنے اس نے دیکھا تو وہاں ادھیڑ عمر خاتون بیٹھی تھیں جن کے ناک پہ چشمہ ٹکا تھا۔اور سر پہ دوپٹہ تھا وہ پیپر سے پڑھ کر کچھ سنا رہی تھیں سب دم سادھے انہیں

exponovels

سن رہے تھے پر عائشہ کے اندر آنے سے اس خاموشی میں خلل ہوا تھا۔اب سب کی نظریں عائشہ پہ تھیں۔اس نے گلا صاف کیا

"اسلام علیکم "اسے سمجھ نہ آئی کے بات کہاں سے شروع کرے اس کی نظریں متلاشی تھیں۔ان چہرے میں اس کے لیے صبا ڈھونڈنی مشکل ہو رہی تھی۔اسے دقت ہوئی صبا تک پہنچنے میں پر جب اس کا چہرہ اسے نظر آگیا تو اس کے ذہن میں اس کی باتیں پھر سے گھومنے لگیں

"یہی ہے وہ عورت جو تمہارے بھائی کو تنگ کر رہی ہے "شیطان نے کمینی سی مسکان چہرے پہ سجا کر ہاتھ مسل کر اسے اکسایا کہ جاؤ اس عورت کے بال نوچ لو۔عائشہ نے گردن ترچھی کرے شیطان کو دیکھا اور مسکرا کر سر ہلا دیا یعنی شکریہ۔

وہ اب قدم قدم صبا کے پاس آ رہی تھی بالکل اس کی کرسی کے پیچھے رک کر اس نے پرنسپل میم کو دیکھا

"میں نے ان سے بات کرنی ہے "صبا کی طرف اشارہ کیا صبا الجھ گئی۔اس نے سر موڑ کر اپنے پیچھے موجود لڑکی کو دیکھا جواب اسے ہی دیکھ رہی تھی

"پر یہاں میٹنگ ہو رہی ہے آپ کو اتنا۔۔۔"پرنسپل میم ناگواری سے بولنے لگیں کہ اس نے ان کی بات کاٹی

"ہاں مجھے زرا تمیز نہیں ہے اور میں پڑھی لکھی نہیں ہوں "اسے لگا جیسے اس وقت اس میں شہیر کی روح آ گئی ہے وہی رعب اور بے نیازی تھی لہجے میں ،پرنسپل میم ایک دم سے خاموش سی ہو گئیں۔عائشہ کو مزا آیا سب کو ایسے دم سادھے دیکھ کر وہ اور اترا گئی

exponovels

"آپ زرا میری بات سنیں" اس نے صبا کی ریوالوینگ کرسی کو پیچھے سے پکڑ کر کھینچا اور گھما کر اپنی طرف اس کا منہ کیا پھر چہرہ اٹھا کر پرنسپل میم اور باقی اسٹاف کو دیکھا

"یہ بات آپ سب بھی سنئے گا" وہ کہہ کر دوبارہ صبا کو دیکھنے لگی۔

"مجھے پہچانا۔؟" وہ کسی غنڈے کی طرح اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھ رہی تھی۔ صبا نے سر ناں میں ہلا دیا

"میں سفیان کی بہن ہوں" اور یہاں صبا کے چہرے کے رنگ اڑے تھے۔ وہ گنگ رہ گئی تھی عائشہ نے پھر سے ایک نظر سب کو دیکھا پھر کہنا شروع کیا

"اسی سفیان کی بہن جو آپ کو ہراس کر رہا ہے آپ کا نمبر لے کر آپ کو دن رات کالز اور میسجز کر رہا ہے اور آپ بے چاری اس سے بہت تنگ ہیں، ہیں نا۔؟" صبا کا حلق سوکھنے لگا پر عائشہ نے ایک بار پھر سے اپنی بات شروع کی

"یہ بے چاری میرے بھائی سے اتنی تنگ ہیں کہ میں بتا نہیں سکتی پر سنا ضرور سکتی ہوں" اسنے سفیان کو آواز دی۔ سفیان ہچکچاتا ہوا اندر داخل ہوا اس کی ٹانگوں کی جان نکل رہی تھی چلنا محال تھا پر وہ اندر آکر عائشہ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنا موبائل عائشہ کی طرف کیا اور عائشہ نے کل والی ریکارڈنگ چلا دی۔ جہاں سب کی نظروں نے میم صبا کو اپنے حصار میں لیے وہیں ان کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"یہ۔۔۔یہ۔۔سب۔۔۔۔یہ سب جھوٹ ہے" وہ ٹوٹے پھوٹے جملے سے بولیں تو عائشہ نے چہرہ اٹھا کر سب کو دیکھا

exponovels

"آپ سب کو میں ان کے میسجز بھی دکھا سکتی ہوں جو یہ میرے بھائی کو اکسانے کے لیے کیا کرتی تھیں" عائشہ کی آواز میں اعتماد تھا اور شاید اب وہاں کسی کو مزید کسی ثبوت کی

ضرورت نہیں تھی۔ صبا کی دوست جس نے محبت کا اظہار کرنے کا کہنے کے لیے سفیان کو میسج کیا تھا وہ اپنی ہی جگہ سمٹ گئی یعنی میں صبا کو نہیں جانتی۔

"آپ میں سے بھی اکثر کو یہ بات انہوں نے خود نے ہی بتائی ہے کہ میرا بھائی ان میں انٹرسٹڈ ہے" بہت سی فی میل پروفیسرز نے صبا کو دیکھا تھا اور صبا کی نظریں جھک گئی تھیں۔ عائشہ ویسے ہی بولے جا رہی تھی "پر یہ میرے بھائی کو بہت عرصے سے ہراس کر رہی ہیں اسے ڈرا دھمکا رہی ہیں کہ اگر اس نے ان سے دوستی نہ کی تو وہ اسے کالج سے نکلوا دیں گی" اس نے یہ بات سب کو دیکھ کر کہی تھی پھر وہ صبا کی طرف متوجہ ہوئی جو بس مرنے والے ہو رہی تھی۔

عائشہ نے اس کی کرسی کے دونوں ہتھ پہ ہاتھ رکھا اور اس کی طرف جھکی بالکل اس کے چہرے کے مقابل آ گئی۔ اس کا دوپٹہ کاندھے سے ڈھلک گیا تھا۔

"تم جانتی نہیں میں کیا چیز ہوں تم نے اب کی بار غلط لڑکے کو پھسانے کی کوشش کی ہے میں اگر چاہوں تو تمہیں ابھی اٹھوا لوں" اس نے کرسی کے ہتھ سے ہاتھ اٹھایا اور اس کے چہرے کے سامنے چٹکی بجائی

"بالکل ایسے اور تم کچھ بھی نہیں کر سکو گی سمجھی اب تم نکلنے کی تیاری کرو اور میرے بھائی سے دور رہنا" اس نے یہ دھمکی شہیر کے بل پہ دی تھی تبھی اس کے دل نے اس سے کہا

"تم نے شہیر سے کیا سیکھا۔؟" اور عائشہ نے ہنس کر جواب دیا

exponovels

"غنڈا گردی" وہ اپنی کارکردگی پہ بہت خوش تھی۔اسٹاف روم میں جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا تھا صبا کا چہرہ شرمندگی سے سیاہ پڑ گیا تھا۔عائشہ اس کے آگے سے ہٹ گئی تھی۔اس نے موبائل سفیان کو واپس دیا تبھی پرنسپل میم ہوش میں آئیں۔وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں

"آپ میرے ساتھ آئیں" انہوں نے عائشہ کو کہا تھا اور پھر صبا کو دیکھا "اور آپ گھر جاسکتی ہیں" وہ کہہ کر اسٹاف روم سے نکل گئیں عائشہ بھی سفیان کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے نکل گئی تھی پیچھے صبا اور لوگوں کے سوال رہ گئے تھے جن کا اب اس نے جواب دینا تھا۔

__________&&&&&&&&&__________

"مجھے سفیان سے یہ امید نہیں تھی کہ وہ ایسے کرے گا وہ مجھ سے اپنا مسئلہ ڈسکس کر سکتا تھا" عائشہ جواب پرنسپل میم کے دفتر میں بیٹھی تھی ان کی بات پہ ان کا چہرہ بغور دیکھنے لگی

"تاکہ آپ اس کی بات کا یقین نہ کرتیں اور ساری بات اسی پہ ڈال دیتیں یہ بات آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی ایسے معاملات میں کس کو معصوم تصور کیا جاتا ہے" میم اس کی بات پہ خاموش سی ہو گئیں۔عائشہ ان کے سامنے سے کھڑی ہوئی

"اور اب میں امید کرتی ہوں کہ یہ بات یہیں ختم ہو گئی ہو گی میرے بھائی کو اگر کسی سوال کا جواب دینا پڑا تو یہ بات پھر میں کبھی ختم نہیں ہونے دوں گی میرے پاس ریکارڈنگ اور میسجز موجود ہیں" وہ جانتی تھی آج یا تو کل سفیان

exponovels

کی لازمی پیشی لگے گی جس میں اسے مینٹلی ٹارچر کیا جائے گا اسے کلاس میں بھی باقی پروفیسرز عجیب نظروں سے دیکھیں اس لیے اس نے یہ کہنا ضروری سمجھا تھا۔پرنسپل کے ماتھے پہ بل پڑے

"آپ مجھے دھمکی دے رہی ہیں۔؟" عائشہ نے اپنا دوپٹہ درست کیا اور شانے اچکائے

"یہی سمجھ لیں کہ میں آپ کو دھمکی ہی دے رہی ہوں اور آپ اتنی تو سمجھ دار ہیں ہی کہ اگر یہ دھمکی عمل میں آگئی تو آپ کے کالج کی ساکھ کتنی گھائل ہو گی اس لیے میرے بھائی کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو اس کے جو چند سال اس کالج میں ہیں وہ اسے یہاں سکون سے گزارنے دیئے جائیں شکریہ" وہ کہہ کر باہر کی جانب پلٹ گئی تھی۔پرنسپل کے ماتھے پہ اب بل کی جگہ پسینا تھا انہوں نے اب ایک اور اسٹاف میٹنگ لینی تھی جس میں انہوں نے اسٹاف کو ڈرا دھمکا کر خاموش رہنے کا کہنا تھا کہ وہ اب یہ بات کسی سے شئیر نہ کریں

__________&&&&&&&&&&__________

وہ جب باہر آئی تو سامنے سفیان کھڑا تھا عائشہ اسے دیکھ کر مسکرائی

"اب تمہیں کوئی پریشان نہیں کرے گا" اس کا یہ کہنا تھا کہ سفیان اس کے سینے سے لگ گیا۔وہ عائشہ سے کچھ انچ لمبا ہی تھا پر اس وقت وہ جیسے عائشہ کے گلے لگا ہوا تھا عائشہ کو لگا جیسے وہ پانچ سالہ سفیان سے مل رہی ہے۔

"باجی آپ کا بہت شکریہ" اس کا گلہ رندھا ہوا تھا۔عائشہ کی بھی آنکھیں نم ہو گئیں۔اس نے سفیان کے گرد بانہیں حائل کیں

exponovels

"فیملی انسان کو کبھی نہیں چھوڑتی سفیان بس انسان کو ان پہ یقین ہونا چاہیے "اس نے سفیان کو خود سے جدا کر کے اپنے سامنے کیا اس کی آنکھوں میں باقاعدہ نمی تھی۔عائشہ نے اس کی آنکھیں انگوٹھوں سے صاف کیں

"اب بس کرو رونا تم میرے بھائی ہو بہن نہیں ہو جس کی میں نے عزت بچالی ہے تو وہ اب مجھ سے لپٹ کر رو رہی ہے "اس نے اس کے سینے پہ مکا مارا (Be A Man) سفیان اس کی بات پہ ہنس دیا۔

اب وہ دونوں کالج سے نکل کر گاڑی میں بیٹھے کالج سے نکل رہے تھے جب سفیان نے اسے کہا

"اچھا آپ نے اس وقت کتنے دبنگ انداز سے کہا کہ آپ میم صبا کو اٹھوالیں گی باجی اگر اٹھوانا پڑتا تو آپ کیا سچ میں انہیں اٹھوالیتیں۔؟"اس نے متجسس ہو کر پوچھا عائشہ اس کی بات پہ لب بھینچ کر مسکرا دی اس کے ذہن میں ایک بات آئی کہ اگر شہیر کو

پتہ لگ جائے کہ عائشہ اس کے نام پہ لوگوں کو دھمکیاں دیتی پھر رہی ہے تو اس کا ردِ عمل کیسا ہو گا۔؟ وہ یہ بات شہیر کو لازمی بتائے گی اس نے دل میں فیصلہ کیا تھا

"اس بات کو چھوڑو میں نے ویسے ہی کہہ دیا تھا اب مجھے تم اپنے پیسوں سے سینڈوچ کھلاؤ میں نے تمہارا اتنا بڑا مسئلہ حل کیا ہے "سفیان نے اسے دیکھ کر سر ہلایا

"آج آپ جو کہیں گی میں کھلاؤں گا "اس نے کہہ گاڑی کی اسپیڈ بڑھا لی تھی وہ آج بہت خوش تھا اس کے سر سے اب سارا بوجھ اتر گیا تھا۔وہ آج خود کو بہت ہلکا محسوس کر رہا تھا۔۔

exponovels

یہ ایک بالکل بند ڈبے کی طرح کا کمرہ تھا۔ جہاں سے نہ ہوا گزر سکتی تھی اور نہ ہی روشنی۔ بہت توجہ سے دیکھنے پہ ایک کرسی پہ بیٹھی زویا کا چہرہ واضح ہوتا تھا اور وہ بھی اس وقت جب آنکھوں کو اندھیروں کی عادت ہو جائے۔ وہ اس وقت بھی نیم بے ہوش ہی تھی۔ گردن ایک طرف گرائے وہ گھائل سی بیٹھی ہلکا ہلکا سا کراہ رہی تھی۔ تبھی اس کمرہ کا دروازہ کھلا تو کسی شخص سے پہلے سفید روشنی وہاں داخل ہوئی پھر ایک سایہ بنا جو بہرام کا تھا۔ وہ پتھریلے تاثر اور گھنگریالے بالوں والا اونچا

لمبا سانولی رنگت والا قدم قدم چلتا زویا کے قریب آ گیا تھا۔

روشنی کے اندر آنے سے اب کمرہ کا منظر واضح ہو گیا تھا یہ ایک اسٹور تھا۔ جس میں کاٹھ کباڑ کے علاوہ اور کچھ بھی نہ تھا۔ وہیں پاس میں رکھی ایک کرسی بہرام نے کھسکا کر زویا کے سامنے رکھی اور اس پہ بیٹھ گیا۔

اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا۔ اس نے اس میں سے چند چھینٹے زویا کے منہ پہ مارے۔ وہ کسمسائی۔ اس کا سر ابھی بھی بھاری ہو رہا تھا۔ آنکھیں کھولنا محال تھا۔ مسلسل پانی کے چھینٹوں نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور دیا تھا۔ ہوش کی وادی میں قدم رکھتے ہی اس کے اعصاب پھر سے دکھنے لگے تھے۔ اس نے پہلے اپنے ہاتھوں کو دیکھا جو رسیوں سے بندھے تھے۔ پھر اس نے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو بغور دیکھنا چاہا پر بہرام کی

پشت سے جو روشنی اٹھ رہی تھی اس کی وجہ سے اس کا چہرہ سیاہی میں ڈوبا دکھائی دیتا تھا۔

"ک۔۔۔ کون کون ہو تم۔۔۔؟" زویا سے بدقت بولا گیا تھا۔ بہرام کے چہرے پہ سرد مسکان پھیل گئی۔

exponovels

"تم بہت سخت جان ہو مجھے لگا تھا کہ تم کچھ دن ہوش میں نہیں آ ؤ گی" وہ داد دینے ولے انداز سے بول رہا تھا۔ زویا ویسے ہی اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی پر وہ ناکام ہو رہی تھی۔

"مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔؟" اس نے چیخنا چاہا پر تکلیف اتنی تھی کہ اس سے بولا بھی بہت مشکل سے جا رہا تھا

"میرے باس کا آرڈر تھا" اس نے شانے اچکائے "تو مجھے کرنا پڑا پر" وہ اتنا کہہ کر رکا اس نے زویا کا منہ دبوچا زویا سسکی پر بہرام نے بے پرواہی سے اپنی بات جاری رکھی "پر تم فکر نہ کرو میں تمہیں بہت جلد چھوڑ دوں گا بس ایک بار تمہارے اس کزن کی اکڑ ختم ہو جائے" اس نے کہہ کر زویا کا منہ ایک جھٹکے سے چھوڑا اور کھڑا ہو گیا

"وہ تم میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا" بہرام جو باہر جا ہی رہا تھا اس کی آواز پہ رکا اس نے اس لڑکی کی آنکھوں میں جھانک کر ڈر ڈھونڈنا چاہا پر اسے نہ ملا زویا اسے نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ بہرام کے چہرے کی مسکان دم توڑنے لگی

"نظریں نیچی رکھو" اسے زویا کا یوں دیکھنا برا لگا۔ زویا تلخی سے ہنسی

"کیوں تمہیں ڈر لگ رہا ہے میرے یوں دیکھنے سے۔؟" زویا ویسے ہی اسے تلخی اور نفرت سے گھورتے ہوئے بول رہی تھی "پر اب تو میں نے تمہارا چہرہ یاد کر لیا اب تم نہیں بچ سکو گے" بہرام کے جبڑے بھنچ گئے۔ وہ دوبارہ زویا کی طرف جھکا اور اس کا منہ پھر سے پکڑا پر اب کی بار گرفت میں زیادہ سختی تھی

"میں چاہوں تو تمہیں یہیں مار کر ختم کر دوں" زویا نے اسی تضحیک سے اسے دیکھا اور ہنسی

exponovels

"تو تمہیں کیا لگتا ہے مجھے مار دینے سے تم بچ جاؤ گے۔؟"اس نے نہ میں ہلکا سا سر ہلایا بہرام نے اس کے جبڑے کو ویسے ہی بے دردی سے دبوچ رکھا تھا"نہیں تم نہیں بچو گے اور ایک بات تم مجھے مار ہی نہیں سکو گے"اس نے اپنی بات پہ زور دیا"شہیر مجھے ڈھونڈ لے گا"زویا کی بات پہ وہ اس کا چہرہ کچھ دیر دیکھتا رہا پھر اس نے اس کا منہ چھوڑا اور ہنسنے لگا۔اس کی ہنسی سے خوف آتا تھا کمرے کی دیواروں سے اس کے قہقہے ٹکرا رہے تھے۔

"ایک انسان کے یہ وہم اسے ہمیشہ خوش فہمیوں میں مبتلا رکھتے ہیں میں تو خود شہیر کا انتظار کر رہا ہوں کیونکہ تمہاری پوری فیملی کی موت میرے ہاتھ سے ہی لکھی ہے"زویا کو جیسے اس کی بات پہ کرنٹ لگا

"کیا۔۔؟ "

"ہاں میں وہی ہوں جس نے شہیر کے ماں باپ کو مارا تھا"اس کا

لہجہ اتنا سرد تھا کہ زویا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔اسے اب بہرام کے تاریک چہرے سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔وہ یک ٹک بس اس کا اب روشنی سے چمکتا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

"پر کیوں۔؟"اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی سنائی دی۔بہرام بولنے لگا پر پھر خاموش ہو گیا۔اسے جیسے احساس ہوا کہ وہ کچھ زیادہ ہی بول گیا۔اس لیے اس نے زویا پہ ایک اچٹتی نظر ڈالی اور وہاں سے نکل گیا۔زویا پہ زندگی کے دروازے پھر سے بند ہو گئے تھے۔اندھیروں نے ایک بار پھر اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ شہیر ٹھیک کہتا تھا کہ وہ ایک کار ایکسڈینٹ نہیں تھا وہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی۔اس نے اپنے بندھے ہاتھوں کو ایک دو جھٹکے دیے پر رسی جیسے جلد کو چھیدنے لگی تھی ہاتھوں میں تکلیف اتنی بڑھ گئی کہ اسے اپنے ہاتھ

exponovels

بے جان ہوتے محسوس ہوئے اور وہ ایک بار پھر سے نڈھال سی ہو گئی۔ بھوک، پیاس اور جسم کی چوٹیں اسے پل پل بکھیر رہی تھیں۔

______&&&&&&_______

شہیر امریکہ پہنچ گیا تھا وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ ائیر پورٹ سے

نکل کر گاڑی میں بیٹھا دستگیر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی چلا چکا تھا۔اس نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے جیب سے ایک نیا موبائل نکالا

"باس یہ آپ کا موبائل "شہیر کا جو پہلا موبائل تھا وہ بند ہو چکا تھا اس لیے دستگیر نے اس کے لیے نئے موبائل کا یہاں ائیر پورٹ پہ ہی اپنے ایک آدمی کے ذمہ لگا دیا تھا۔ شہیر نے اس کے ہاتھ سے موبائل لیا اور اسے آن کیا۔ آن کرتے ہی اسے جو پہلا شخص یاد آیا تھا وہ اس کی عائش تھی وہ اسے بتا کر نہیں آیا تھا اور نہ ہی وہ ایسی کوئی بات عائشہ کو بتانے کا ارادہ رکھتا تھا شہیر نہیں چاہتا تھا کہ عائشہ ڈر جائے اور اس سے دور ہو جائے۔اس نے ریاض کی ڈیوٹی لگا دی تھی کہ وہ عائشہ پہ سے اب ایک پل کے لیے بھی نظر نہیں ہٹائے گا وہ اب عائشہ کا ہر لمحے سایہ بنا رہے گا جب تک وہ زویا کو لے کر پاکستان نہیں آجاتا ریاض عائشہ کو ایک پل کے لیے بھی تنہا نہیں چھوڑے گا بس اس لیے وہ مطمئن تھا دستگیر کے بعد اسے اگر کسی پہ یقین تھا تو وہ ریاض تھا۔

اس نے موبائل کو جیب میں ڈالا اور سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔ وہ باہر سے جتنا شانت لگ رہا تھا اندر سے وہ اتنا ہی منتشر تھا اسے زویا تک جلد از جلد پہنچنا تھا تبھی دستگیر گاڑی اڑنے والے انداز سے چلا رہا تھا۔

________&&&&&&&________

آج اتوار کا دن تھا اور شام ارمان ملک کے بنگلے کو اپنے حصار میں لیے ہوئے تھی۔ارمان تنویر بھائی کی جانب جانے کے لیے تیار لگتا تھا۔جیا اور ماں اس وقت لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔

"تم دھیان سے جانا" ماں نے اسے تاکید کی اس نے سر ہلایا

"جی ماں آپ فکر نہ کریں" وہ ایک لمحے کو رکا پھر کچھ اضطراب سے بولا "مجھے شہیر کے لیے پریشانی ہو رہی ہے وہ اکیلا ہے" ماں کے چہرے پہ غصہ پھیل گیا۔انہوں نے گندا سا منہ بنایا

"اس جیسے ذہنی مریض کو اکیلے ہی رہنا چاہیے کل اس نے اس گھر میں کم تماشا لگایا ہے جو تم آج پھر اس کے ساتھ ہمدردی جتا رہے ہو" وہ جیسے خفا ہو گئیں "پتہ نہیں میری اولاد کیوں اس کے پیچھے مر جانے کو ہو رہی ہے جبکہ وہ ہماری بالکل عزت نہیں کرتا وہ ہمیں قاتل سمجھتا ہے" ان کا لہجہ زخمی ہو گیا تھا۔آنکھوں میں بھی نمی سر اٹھانے لگی ارمان بے ساختہ ان کے قریب آیا۔

"ماں" اس نے ان کے گلے میں بانہیں ڈالیں جیا بھی خاموشی سے کھڑی ہو کر ماں کے پاس آ گئی تھی اسے گزشتہ رات ہونے والے سارے معاملے کی آتے ہی خبر مل گئی تھی اور اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی اس سب پہ وہ کیسے ری ایکٹ کرے۔

exponovels

"مجھے تکلیف ہوتی ہے جب وہ ہم لوگوں کو ہمارے گھر میں آکر بے عزت کر کے جاتا ہے جبکہ ہم نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا ہمارا بھی اس کے ساتھ اسی جتنا نقصان ہوا ہے ہم نے بھی اس گھر کا سربراہ کھویا ہے" ماں کے گلے میں آنسو اٹک گئے تھے۔ارمان نے ملازمہ سے پانی کا گلاس منگوایا تھا ملازمہ نے بجلی کی سی رفتار سے پانی لا کر ارمان کو تھا مادیا۔

اس نے پانی کا گلاس ماں کے لبوں سے لگایا انہوں نے ایک گھونٹ پیا اور پھر بولنے لگیں

"میں چاہتی ہوں ارمان "انہوں نے ارمان کو اپنے سامنے کیا" کہ اب ہم شہیر سے کوئی رشتہ نہ رکھیں "ارمان ان کی بات پہ ان کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

"ماں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے اس کا ہمارے سوا کوئی بھی نہیں ہے "ماں اس کے جواب پہ جھنجھلا گئیں

"وہ خود سب کو دور کر رہا ہے "ارمان نے ان کے ہاتھ پکڑے

"ایسا کچھ نہیں ہے آپ جانتی ہیں وہ بچپن سے جذباتی ہے ایک دن وہ ٹھیک ہو جائے گا "اس نے کہہ کر ماں کے ہاتھ چھوڑ دیے ماں سمجھ گئی تھیں کہ وہ اب بات ختم کر دینا چاہتا ہے اس لیے وہ بے بسی سے خاموش ہو گئیں اور ارمان وہاں سے خدا حافظ کہتا ہوا چلا گیا۔پیچھے جیا اور ماں اکیلے نیم زرد لاؤنج میں تنہا رہ گئی تھیں تبھی ماں کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی

"اگر اس کا وہ گارڈ اسے نہ روکتا تو وہ ضرور ہم سے کسی ایک کو مار دیتا "

"دستگیر۔؟"جیا نے برجستہ پوچھا ماں نے آنسو پونچھ کر سر ہلا دیا اس نام کو لیتے ہی جیا کی آنکھوں کے سامنے پچھلی رات کا منظر لہرایا تھا وہ کتنا خاموش تھا نا اور اس کی آنکھیں۔۔۔۔

exponovels

"وہ سرخ کیوں تھیں۔؟" جیا کے دل نے اس سے سوال کیا

"میں نہیں جانتی" اس نے نظریں چرائیں

"تم نظریں چرا رہی ہو" دل نے اسے بغور دیکھ کر کہا وہ جھنجھلا گئی

"کیونکہ میں اس سے نظریں ملنا نہیں چاہتی میں اس سے محبت کبھی نہیں کر سکوں گی وہ بس دیوانہ ہو گیا ہے" اس نے دل کو ڈانتے ہوئے کہا اور خاموش ہو گئی دل نے بھی اس سے نظریں پھر لیں۔ وہ جیسے اس سے ناراض ہو گیا تھا۔

جیا کچھ دیر ماں کے پاس رکی پھر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی

آج اس کا کہیں جانے کا دل نہیں تھا وہ بس آج آرام کرنا چاہتی تھی۔۔۔

__________&&&&&&&_________

شام بھائی تنویر کے بنگلے پہ بھی قطرہ قطرہ اتر رہی تھی۔ عائشہ آج جب صبح اٹھی تو اس کا دل بے چین ہو رہا تھا۔ اس نے پہلے تو گھر کال کی امی اور ابو پھر سفیان کی خیریت پوچھی وہ سب تو ٹھیک تھے پر پھر بھی دل گھبرا رہا تھا کچھ دیر وہ یونہی ہی گم صم کمرے میں بیٹھی رہی بہت سوچنے کے بعد اس نے اپنے دل کے پہلے خیال سے ہار مان لی کہ وہ اس لیے بے چین ہے کیونکہ شہیر نے اس سے پرسوں رات کے بعد رابطہ نہیں کیا تھا۔ کوئی لڑائی بھی نہیں ہوئی تھی پھر بھی۔۔۔!

exponovels

وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے شہیر کو میسج کیا اور فریش ہونے چلی گئی۔اسے امید تھی کہ وہ لازمی جواب دے گا پر جب وہ واپس آئی تو اس کے موبائل پہ کوئی میسج نہیں آیا ہوا

تھا۔اس کا دل ڈوبا وہ بیڈ پہ گیلے بالوں کے ساتھ بیٹھ گئی۔اس نے شہیر کا نمبر ملا کر فون کان سے لگایا

"آپ کا ملایا ہوا نمبر اس وقت بند ہے"اور عائشہ کو لگا جیسے اس کا دل بھی آہستہ آہستہ بند ہونے لگا ہے۔وہ بہت دیر تک اسے کالز کرتی رہی پر نمبر بند ہی تھا۔

"شاید ابھی سو رہا ہوں اور موبائل کی بیٹری لو ہونے کی وجہ سے بند ہو گیا ہو"اس نے خود سے ہی اندازا کیا اور تیار ہو کر نیچے آ گئی۔پورا دن کام میں الجھے رہنے کے بعد بھی وہ شہیر کو نہیں بھولی تھی بار بار یہی خیال آ رہا تھا کہ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تو پھر آج کیوں۔؟

پر وہ بے بس تھی کالز اور انتظار کے علاوہ عائشہ اور کر ہی کیا کر سکتی اس لیے وہ دل کو سمجھاتے ہوئے شہیر کی بیک کال کا انتظار کرنے لگی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ انتظارِ لا حاصل ہو گا۔

وہ اس وقت بھی لا تعلق اور غائب دماغ سے کچن میں کھڑی تھی کہ آپی نے اس کا شانا ہلایا۔وہ اسے کچھ کہہ رہی تھیں پر اس نے سنا نہیں تھا

"کیا۔؟"اس نے کچھ چونک کر پوچھا تو آپی نے اپنی بات دہرائی

"سب کچھ بن گیا ہے اب تم بھی تیار ہو جاؤ"عائشہ کی بھنویں سکڑیں

"میں کیوں تیار ہوں۔؟ "

exponovels

"تنویر کے بہت خاص دوست آرہے ہیں تم اس حالت میں ان کے سامنے جاؤ گی تو وہ کیا سوچیں گے۔؟" عائشہ کو ان کی بات پہ حیرت ہوئی پھر وہ گویا ہوئی

"اول تو وہ بھائی تنویر کے دوست ہیں میرے نہیں اور میں ان کے سامنے آؤں گی ہی نہیں کیونکہ میرا ان کے سامنے آنے کا کوئی مقصد نہیں ہے اور دوم میں اگر غلطی سے ان کے سامنے آ بھی گئی تو وہ میرے بار میں کیا سوچتے ہیں یہ ان کی سوچ ہے میں اس سب میں بے بس ہوں میں جیسی ہوں ویسی ہی رہوں گی میرا اتیار ہونے کا دل نہیں کر رہا ہے" اس کا انداز دوٹوک اور عاجزنہ تھا اب کی بار آپی کی آنکھیں تعجب سے پھیلی تھیں

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔؟" اس کے انداز میں عاجزی اور بیزاری محسوس کرتے ہوئے انہوں نے پوچھا تو عائشہ کو اپنے لہجہ کا احساس ہوا اس نے ان کا ہاتھ پکڑا۔

"میرا بس دل نہیں کر رہا کچھ بھی کرنے کو آپی میں اپنے کمرے میں چلی جاؤں۔؟" اسے لگا جیسے وہ اب رو دے گی شہیر کی ہر وقت کی توجہ اور فکر کی اسے کب عادت ہو گئی اسے معلوم ہی نہ ہوا تھا

"کیا ہوا عائشہ مجھے بتاؤ" آپی اسے جانچتی نظروں سے دیکھنے لگی تھیں۔ انہوں نے اس کا ہاتھ تھاما اور کچن سے باہر آ گئیں

"میرے سر میں درد ہو رہا ہے" اس کا گلا گھٹنے لگا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے اسے سانس لینے میں مشکل ہو رہی ہے۔ وہ بڑی ہمت سے بول رہی تھی "میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں جب بھائی کے دوست آ جائیں تو مجھے بلا لیجئے پر صرف کام کے لیے اگر آپ مینج کر سکیں تو کر لیجئے گا" وہ کہہ کر بغیر کچھ بھی سنے

exponovels

سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔آپی اسکی پشت ناسمجھی سے دیکھتی رہ گئیں تھیں۔۔۔

_____&&&&&&_____

ڈائننگ ہال کی میز پہ رنگ برنگے کھانے چنے تھے ارمان تنویر کے ہمراہ بیٹھا تھا۔وہ جب سے ان کے گھر آیا تھا اس کی نگاہیں متلاشی تھیں۔اسے لگا تھا کہ اسے عائشہ اندر داخل ہوتے ہی نظر آجائے گی پر ایسا نہ ہوا۔بہت دیر آنکھوں نے اسے گھر کے ہر کونے میں ڈھونڈا پر آہٹ پہ وہ چونک جاتا تھا اسے لگتا تھا کہ وہ ابھی کمرے سے نکل آئے گی یا وہ ضرور کچن میں ہوگی۔جب زینے نگاہوں کے سامنے آئے تو وہ انہیں منتظر نگاہوں سے دیکھنے لگا کہ شاید وہ انہی سے ہی اتر کر اس کے سامنے آجائے لر وہ ہر بار بری طرح ناامید ہوا تھا اور اب اس کا ہر چیز سے دل اچاٹ ہو گیا تھا۔

آپی بچوں کو ملازمہ کے پاس چھوڑ کر ڈائننگ ہال میں آئیں تو بھائی تنویر نے کہا

"عائشہ کدھر ہے۔؟"ارمان کا دل ضرور سے دھڑکا اسے لگا جیسے اس کا روم روم کان بن گیا ہے وہ آپی کے جواب کا بے چینی سے منتظر تھا دل دھک دھک کا رہا تھا

"وہ اپنے کمرے میں ہے کہہ رہی تھی اس کے سر میں درد ہو رہا ہے اس لیے کچھ دیر آرام کرے گی"بھائی تنویر نے اشارہ کیا

"میں جاتی ہوں اسے بلانے پھر کھانا شروع کرتے ہیں"وہ ان کا اشارہ سمجھ کر الٹے قدم ہی ڈائننگ سے نکل گئیں۔۔۔

ٹھیک دس منٹ بعد وہ آئیں تو مسکراتی ہوئی کرسی پہ بیٹھ گئیں

"بس تیار ہو کر ابھی آ رہی ہے" ارمان کا دل گھڑی بن گیا وہ ہر ساعت انگلیوں پہ گن رہا تھا۔ یہ وقت اس کی زندگی کا سب مشکل وقت تھا۔

ٹھیک دس منٹ بعد ایک آہٹ ہوئی ارمان نے بے ساختہ گردن ترچھی کر کے دیکھا وہ سامنے ہال کی چوکھٹ میں کھڑی تھی۔ ہلکے پیلے رنگ کی قمیض شلوار اور سفید دوپٹہ جو کاندھے پہ تھا۔ بال ہمیشہ کی طرح کھلے کمرے پہ بکھرے تھے۔ چہرے پہ ہلکے سے میک اپ کے ساتھ ہچکچاہٹ تھی جس پہ وہ قابو کرتی آپی کے پاس آ گئی

"اسلام علیکم "اس نے ارمان پہ اچٹتی نظر ڈال کر کہا اور آپی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ ارمان اسے دیکھنے میں اتنا مصروف تھا کہ وہ سلام کا جواب بھی نہ دے سکا۔ وہ بس یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے یہ بھی احساس نہ رہا کہ آپی اور تنویر بھائی بھی اسی ہال میں موجود ہیں وہ سب سے بے نیاز تھا۔ عائشہ آپی کے ساتھ بیٹھ گئی تھی اس نے جب ارمان کے یوں مسلسل دیکھنے کو نوٹس کیا تو وہ بے آرام سی ہونے لگی۔ وہ اپنی ہی کرسی پہ سمٹ گئی۔ اسے نجانے کیوں ارمان کا یوں دیکھنا اچھا نہیں لگا۔

اس کے بعد جب وہ کھانا کھا رہے تھے اس وقت بھی ارمان بار بار اسے ہی تکے جا رہا تھا۔ جو بے دلی سے تھوڑے سے چاول پلیٹ میں ڈال کر ان میں چمچ چلا رہی تھی اس کا ذہن ابھی بھی شہیر کی طرف ہی مبذول تھا۔

"آپ کیا کرتی ہیں۔؟" ارمان نے بہت ہمت کر کے اس سے بات کا آغاز کیا تو وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

exponovels

"میں۔؟"اس نے مسکراتے چہرے والے کو کچھ حیرانی سے دیکھا وہ اسے دیکھ کر اتنا خوش کیوں ہو رہا ہے۔؟عائشہ نے دل میں سوچا تھا۔

"جی آپ"ارمان نے سر ہلا کر کہا

"انجینئرنگ"عائشہ نے مختصر سا جواب دیا اور کھڑی ہو گئی۔آپی نے اسے جھٹکے سے دیکھا

"کہاں جا رہی ہو عائشہ۔؟ "

"میں بچوں کے پاس جا رہی ہوں مجھے لگ رہا ہے رائم رو رہا ہے"وہ کہہ کر کسی پہ بھی نظر ڈالے بغیر وہاں سے نکل گئی۔وہ جب ہال سے نکلی تو ارمان کے لیے سب کچھ سلو موشن میں چلنے لگا تھا۔عائشہ کے قدموں کی چاپ سے لے کر اس نے اس کی اڑتی لٹوں کو بھی بغور دیکھا تھا اور ہال کے دروازے پہ جب وہ لمحے بھر کو رکی اور پلٹ کر ارمان کو ناراضی سے دیکھا جیسے جتا کر جا رہی ہو کہ اسے ارمان کا یوں دیکھنا بالکل اچھا نہیں لگا اور یہیں ارمان نے سوچ لایا تھا کہ وہ کل ہی اپنی ممی کو بھی عائشہ سے ملوائے گا عائشہ اسے مسکرانے سے زیادہ ناراض سی اچھی لگی تھی وہ بے ساختہ اس کی ناراضی پہ کھل کر مسکرا دیا تھا

اور عائشہ مزید جھلا گئی تھی۔۔۔۔

وہ اس وقت زویا کے گھر میں کھڑا تھا۔ نظریں جانچتی تھیں۔اسے وہ موبائل لاؤنج میں رکھی میز پہ ہی مل گیا تھا جس سے اسے ویڈیو بھیجی گئی تھی اور پھر کال آئی تھی۔اس موبائل میں اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہ تھا۔وہ موبائل کے ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔دستگیر اور باقی کے گارڈز ادھر ادھر گھر کی چھان بین کر رہے تھے کہ شاید بہرام کچھ ایسا چھوڑ

گیا ہو جس سے وہ اس تک جلد پہنچ سکیں۔ پر انہیں ایسا کچھ نہ ملا۔ وہاں صرف ایک موبائل تھا، فرش پہ بجھی ہوئی موم بتی اور کاپٹ کا جلا ہوا کچھ حصہ جسے پاؤں سے مسل گیا تھا۔

"باس یہاں ایسا کچھ بھی نہیں ہے" دستگیر نے اس کے قریب آ کر بتایا شہیر نے گردن ترچھی کر کے اسے دیکھا۔

)بہرام دوبارہ زویا کے سامنے بیٹھا موبائل میں اس کے نیم بے ہوش وجود کی ویڈیو ریکارڈ کر رہا تھا۔

"ویلکم ان امریکہ "اس نے خباثت سے کہا" ہم تمہارا انتظار ہی کر رہے تھے اب بتاؤ مجھے کب تک ڈھونڈ لو گے مجھے۔؟" وہ خود کیمرے کے سامنے نہیں آیا تھا)

شہیر پھر ایڑھیوں کے بل گھما اور زینوں کی طرف بڑھنے لگا۔

"بڑے سے بڑا چور کچھ ایسا لازمی چھوڑ جاتا ہے جس سے وہ جیل تک پہنچ جائے اس نے یہ گیم اپنی سمجھ کے مطابق کھیلی اور میں نے اپنی" وہ بولتا ہوا زینوں پہ چڑھتا جا رہا تھا۔ دستگیر اسے نا سمجھی سے دیکھ رہا تھا۔

)زویا ویسے ہی ہوش سے لا تعلق کرسی پہ گردن گرائے بیٹھی تھی بہرام نے اس کا منہ پکڑا

"دیکھو بے چاری مرنے والی ہو رہی ہے اور تمہیں پتہ ہے اسے تم پہ بہت مان ہے کہ تم اسے بچا لو گے اور میں اسے مار نہیں سکوں گا" وہ پھر سے ہنسا اور زویا کا جبڑا دانت پیس کر بے رحمی سے دبایا زویا درد سے کراہی تھی(

وہ ساتوے زینے پہ جا رکا تھا اس نے گردن ترچھی کر کے دستگیر کو دیکھا

"ہم اس کا چہرہ دیکھ لیں گے تو ہمارے لیے اس تک پہنچنا آسان ہو جائے گا" وہ رکا "ہیں نا۔؟" اس نے تائید چاہی

دستگیر نے ویسی ہی الجھی نظروں سے سر کو جنبش دے دی تھی شہیر ساتویں سیڑھی پہ کھڑا دیوار کی جانب پلٹا جو

exponovels

سیڑھیوں کے بالکل ساتھ تھی وہاں ایک لیمپ لگا تھا۔اس نے اس لیمپ کا پیچ کھولنا شروع کیا۔لیمپ کو بالکل کھول کر اس نے وہاں سے ایک چھوٹا سا کیمرا نکالا جو لیمپ کا ہی حصہ لگتا تھا۔اس نے اس کیمرے کو اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا اور لمحے اس کے لیے کچھ پیچھے چلے گئے

کچھ دن پہلے جب وہ امریکہ آیا تھا یہیں اس سیڑھی پہ کھڑے ہو کر اس نے یہ کیمرہ زویا کو یہ کہہ کر یہاں فٹ کیا تھا کہ

"مجھے پتہ ہے تم یہاں بالکل سیف ہو پر یہ کیمرہ میں اپنے اندر کے ڈر کو خاموش کرنے کے لیے یہاں فٹ کر رہا ہوں امید کرتا ہوں تمہیں اس سے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا"زویا کو بھلا کیا مسئلہ ہو سکتا تھا اس نے تابعداری سے سر ہلا دیا

)بہرام سرد لہجے میں نفرت بھرتے ہوئے بولا "کیا میں اسے نہیں مار سکتا۔؟"اسنے زویا کے ماتھے پہ پسٹل رکھا اس کے صرف ہاتھ دکھائی دیتے تھے

"اگر میں چاہوں تو اسے ابھی ختم کر دوں لیکن "اس نے زویا کے ماتھے پہ ایک دوبار سٹل رکھ کر اس سے اس کا ماتھا ہلکا ہلکا ٹھونکا "میں اس سے پہلے تمہیں ختم کروں گا تاکہ یہ دیکھ سکے کہ میں کیا چیز ہوں "اس نے کہہ کر موبائل کی ویڈیو ریکارڈنگ بند کی اور زویا پہ ایک تنفر بھری نظر ڈال کر وہاں سے نکل گیا تھا(

شہیر تب بھی ہلکا سا مسکایا تھا اور شہیر کے آج بھی چہرے پہ ہلکی سی مسکان دوڑ گئی تھی اس نے نظریں اٹھا کر دستگیر کو دیکھا جس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں

"وہ جو باؤنڈریز میرے لیے سیٹ کر کے گیا ہے اب وہ خود ان میں واپس آئے گا اور ہم جب تک اس پہ ہر چیز تنگ نہیں کر دیتے بس پہ یہ ظاہر کریں گے کہ گیم وہی کھیل رہا ہے اور ہم بہت پریشان ہیں" وہ ایک بار پھر رکا زینے اتر کر دستگیر کے مقابل آیا

"ٹھیک ہے۔؟" دستگیر کے چہرے پہ دبا دبا سا جوش پھیل گیا تھا اسے لگتا تھا جیسے وہ شہیر کو نہیں بلکہ شہیر سب کو بچاتا ہے اس کے پاس ہر وقت ایک ایسا پلان ہوتا ہے جس سے سامنے والے کی پورا کھیل ہی پلٹ جاتا ہے اس نے بغیر تامل سر ہلا دیا وہ سمجھ گیا تھا اب انہوں نے کیا کرنا ہے۔

__________&&&&&&&_________

شہیر اور دستگیر لاؤنج میں بیٹھے لیپ ٹاپ پہ نظریں جمائے ہوئے تھے۔ سب کچھ ایک فلم کی طرح ان کے سامنے چل رہا تھا۔

جب بہرام اور اس کے آدمی زویا کو لے کر وہاں سے نکل گئے تھے تو کچھ دیر بعد وہ واپس آئے تھے انہوں نے گھر کی تلاشی لی اور پھر موبائل کو میز پہ رکھ کر وہاں سے چلے گئے۔ شہیر نے بہرام کا نیم زرد موم بتی کی روشنی میں چہرہ دیکھ لیا تھا۔

"بس" وہ جیسے ہی بولا دستگیر نے پوز کا بٹن دبایا اور بہرام کی تصویر کا اسکرین شارٹ لے کر اسے تبھی فیکس کروا لیا۔

جب شہیر کے ہاتھ میں بہرام کی تصویر تھی تو اس نے دستگیر کو دیکھا

exponovels

"اب تم جانتے ہونا ہم نے کیا کرنا ہے۔؟" دستگیر نے سر ہلایا

"بہرام پہ دنیا اتنی تنگ کہ وہ خود چل کر ہمارے پاس آئے گا" وہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ شہیر نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے اور ٹانگیں پھیلا کر سامنے میز پہ رکھ لیں۔ اس کے موبائل پہ دوسری ویڈیو بھی آ گئی تھی وہ اب اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کی آنکھوں میں کرب ہی کرب تھا اسے لگ رہا تھا جیسے اس وقت زویا نہیں وہ رسیوں میں جکڑا اس بند کمرے میں ہے اور اس

کے اعصاب دکھ رہے ہیں پر یہ تکلیف اب بس کچھ دنوں کی تھی وہ بہرام کو دیکھ لے گا۔ بہرام کا چہرہ دیکھ کر اسے وہ بھی یاد آ گیا تھا کہ اس کی پہلی ملاقات بہرام سے کہاں ہوئی تھی اور ایک اسی سوچ نے اسے الجھا دیا تھا۔ اسے لگنے لگا تھا جیسے ارمان سچ میں اس سب میں بے قصور ہے۔۔۔

_______&&&&&&&&_______

وہ رات دیر سے گھر آیا تھا۔ اس کا ارادہ اسی وقت ماں سے بات کرنے کا تھا پر اس وقت ماں سو چکی تھیں۔ اس لیے اس نے کل بات کرنے کا سوچا تھا۔

اگلے دن جب وہ آفس کے لیے تیار ہو کر ڈائننگ ہال میں آیا تو وہاں ماں پہلے سے ہی موجود تھیں

"گڈ مارننگ ماں" اس نے بشاشت سے کہا ماں اس کے انداز پہ چونکیں۔ انہیں ارمان کے چہرے پہ کچھ خاص سا تاثر نظر آیا

exponovels

"گڈ مارننگ آج تم بہت خوش لگ رہے ہو" ان کا انداز سوالیہ تھا اور نگاہیں جانچتیں وہ جیسے پہلے ہی انداز کرنا چاہتی تھیں کہ ارمان کس بات کو لے کر خوش ہے۔ ارمان ان کی بات پہ ہنس دیا اور کرسی کھسکا کر اس پہ بیٹھا۔

"آپ سے ایک بات کرنی ہے ماں" اس نے تمہید باندھنی چاہی ماں نے ہاتھ جھلایا اور اس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئیں یعنی وہ چاہتی ہیں کہ ارمان سیدھا مدعے پہ آئے۔ ارمان نے گہرا سانس لیا

"میں کسی کو پسند کرتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ آپ آج میرے ساتھ اسے دیکھنے جائیں" ماں کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں وہ کچھ دیر بس اسے دیکھتی رہیں جس کی آنکھیں چمک رہی تھیں چہرے پہ قوس وقزح کے رنگ تھے پھر وہ اسی حیرت سے مسکرا کر بولیں

"پرپرسوں تک تو تم نے کہا تھا کہ ایسا کچھ نہیں ہے" ارمان ان کی بات پہ جھینپ کر بولا

"پرسوں تک مجھے بھی یہی لگتا تھا کہ میں محبت نہیں کر سکتا پر کل شام مجھے احساس ہو گیا کہ میں محبت کر چکا ہوں۔ کسی کے وجود کو دیکھتے رہنے کی خواہش ہی محبت کی نشانی ہوتی ہے ماں دل کرتا ہے ہم بس اسے ہی دیکھتے رہیں" ماں اس کی بات پہ اور اچنبھے میں مبتلا ہو گئیں یہ تو ان کے ارمان کا لہجہ تھا ہی نہیں یہ تو کسی عشق میں ڈوبے شخص کے الفاظ اور لہجہ تھا۔ ماں نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا

"میں بہت خوش ہوں ارمان کہ تمہیں اپنی خوشی اتنی جلدی مل گئی بتاؤ کب لے کر جا رہے ہو مجھے اس سے ملوانے۔؟" وہ سچ میں اپنے بیٹے کی خوشی سے بہت خوش ہو گئی تھیں انہیں ارمان کے چہرے کی مسکان بہت عزیز

تھی۔لڑکی جیسی بھی ہو کہیں کی بھی اگر اسے ارمان نے پسند کیا ہے تو وہ اسے پورے مان سے اپنے گھر لائیں گی انہوں نے دل میں ٹھان لی تھی۔

"میں ابھی ایک ضروری میٹنگ کے لیے نکل رہا ہوں جیسے ہی وہاں سے فری ہوتا ہوں پھر آپ کو اور جیا کو لے کر وہاں جاؤں گا آپ میرے بیٹے کو بھی بتا دیجئے گا کہ اس کے بھائی نے اس کے لیے ایک دوست کا انتظام کر لیا ہے" وہ کہہ کر ناشتہ کرنے لگا تھا ماں کو لگا جیسے آج ان کے گرد ہر طرف بہار پھیلگئی ہے اسی اولاد کے لیے ہی تو انہوں نے اتنے بڑے فیصلے یوں آنکھیں بند کر کے لیے تھے

بے شک ماں کی محبت اولاد کے لیے اندھی اور بہری ہوتی۔وہ اپنی اولاد کی محبت کے آگے نہ کچھ دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی سن سکتیں بس کرتی چلی جاتی ہیں چاہے اس میں خود کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے۔

__________&&&&&&&&__________

صبح نے اپنی کرنوں کے حصار میں بھائی تنویر کے بنگلے کو بھی لیا ہوا تھا۔جس کے لان میں چلتی ہوا میں عائشہ آپی میمونہ کے ساتھ بیٹھی صبح کی چائے پی رہی تھی۔اس کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا کچھ لوگوں سے رابطہ ختم ہو جانا بھی چہرے کی رعنائی چھین لیتا ہے اور عائشہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے اس نے رات بھی بہت بار شہیر کا نمبر ٹرائی کیا پر وہ بند جا رہا تھا اس نے دستگیر کے نمبر پہ بھی کال کی تھی پر وہ بھی بند تھا۔عائشہ رات سے ہی بہت پریشان ہو گئی تھی دل میں عجیب عجیب وہم آ رہے تھے پہلے وہم یہی تھا

"کہیں مجھے میرے بار بار ناراض ہو جانے کی وجہ سے چھوڑ تو نہیں دیا۔؟" یہ بات اسکے دل میں انابیہ کی بات یاد کرتے ہوئے آئی تھی جب انابیہ نے اسے کہا تھا کہ "زیادہ نخرے کرو گی تو وہ تمہیں چھوڑ دے گا "

"تو کیا سچ میں۔!" اس کے دل پہ جیسے وار ہوا تھا۔ چائے اسے آج بہت کڑوی لگ رہی تھی بس جان مار کر پی رہی تھی خود کو کمپوز کر کے وہ اس وقت بہت مشکل سے بیٹھی تھی ورنہ اس کا دل تھا کہ وہ کہیں دور بھاگ جائے اتنی دور اتنی دور کہ شہیر اسے مل جائے۔۔۔۔۔

"تمہیں ارمان کیسے لگے۔؟" آپی نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوال کیا تو اس نے غائب دماغی سے انہیں دیکھا

"جی۔؟" اس کا انداز بھی کھویا ہوا تھا

"میں پوچھ رہی ہوں عائشہ تمہیں ارمان کیسے لگے۔؟" وہ اس کی طرف رخ کر کے اب اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے بولی تھیں۔ انہوں نے خالی مگ میز پہ رکھ دیا تھا اب وہ آرام سے عائشہ سے بات کرنا چاہتی تھیں۔ عائشہ نے بہت کوشش کر کے اپنے دماغ کو اس قابل کیا کہ وہ آپی کی بات کا جواب دے سکے

"ٹھیک ہیں" اس نے شانے اچکا کر کہا تو آپی نے بے ساختہ دل پہ ہاتھ رکھا

"اتنی پرسانیلٹی والے بندے کو تم کہہ رہی ہو کہ وہ بس ٹھیک ہے؟ ایسی عورتیں بھی جہنم میں جائیں گی جو مرد کی تعریف کرنا انا کا مسئلہ بنا لیتی ہیں" ان کی بات پہ وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

"اور یہ کس کتاب میں لکھا ہے۔؟" اس نے چائے کے مگ کو ہونٹوں سے لگا کر اس سے سپ بھر کر پوچھا

"میری زندگی کی کتاب میں" آپی نے گردن اکڑا کر جواب دیا۔ عائشہ بس سر جھٹک کر رہ گئی

exponovels

"تم نے بتایا نہیں دیکھواب ٹھیک سے بتانا" عائشہ کو ان کے انداز پہ حیرت ہوئی کہ وہ اس کے منہ سے کیا سننا چاہتی ہیں۔؟اس نے یہی سوال جب آپی سے کیا تو انہوں نے بے ساختگی سے کہا

"سچ "اور عائشہ نے سچ کہہ دیا

" بالکل زہر جیسے "آپی نے اسے ناراضی سے دیکھا

"غلط بات۔۔۔۔"ان کی بات عائشہ نے پوری کی

"ہاں جی غلط بات کسی کے گھر میں گھس کر اسی کے گھر کی عورتوں کو گھور گھور دیکھنا بہت غلط بات ہوتی ہے انہیں تو بھائی تنویر کا بھی ڈر نہیں تھا کیسے مجھے دیکھے چلے جا رہے تھے "وہ دانت کچکچا کر بول رہی تھی۔آپی میمونہ نے اپنی ہنسی دبائی

"اچھا اس بات کو بھی ایک طرف رکھ دو سمجھو انہوں نے تمہیں دیکھا ہی نہیں بس تم نے انہیں دیکھا ہے تو کیا تب بھی اچھے نہیں لگے۔؟"عائشہ نے لب بھینچ کر کوفت زدہ مسکان سے سر ناں میں ہلا دیا

"مجھے پھر بھی وہ اچھے نہیں لگے "آپی نے اس کی بات پہ دانت جمائے

"تمہیں کوئی مرد پسند بھی آتا ہے مجھے تو تم میں مین ہیٹر نظر آتی ہے جو عورت مارچ پہ بھی بہت جلد جانے لگے گی" اس نے آپی کی باقی بات نہیں سنی تھی بس اس کا دماغ "تمہیں کوئی مرد پسند بھی آتا ہے۔؟"پہ ہی رک گیا تھا وہ آپی کو اب کیا بتائے کہ جو اسے پسند آیا ہے اس کے آگے اب کسی اور سے محبت اور اسے پسند کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔۔

exponovels

"آپی میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں" وہ کہہ کر کھڑی ہو گئی آپی نے اس کا ہاتھ پکڑا

"بیٹھو آرام سے" عائشہ جھنجھلا

"میں نہیں بیٹھ رہی" آپی نے اسے آنکھیں دکھائیں پر پرواکسے تھی وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر وہاں سے چلی گئی۔

"یہ لڑکی بھی" آپی کو لگا وہ شرما گئی۔۔۔۔پاکستانیوں کی سب سے بڑی غلط فہمی لڑکی کا رشتے کی بات پہ منظر سے ہٹنا شرما جانا تصور کیا جاتا ہے یا اس کی رضامندی پر یہ علامت انکار کی بھی ہو سکتی ہے یا عدم رضامندی کی بھی۔۔۔۔

________&&&&&&&________

یہ تقریباً دوپہر کے دو بجے کا وقت تھا جب وہ بچوں کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی کھیل رہی تھی رائم کی شریر حرکتوں سے وہ بہت محظوظ ہوتی تھی آپی کچن میں کوئی کام کر رہی تھیں اس لیے وہ اکیلی ہی بچوں کے ساتھ لاؤنج میں موجود تھی کہ تبھی اسے بھائی تنویر کی آواز آئی اس نے چونک کر سر اٹھایا ان کے ساتھ جیا اور اس کی ممی تھیں۔ارمان ابھی داخل نہیں ہوا تھا بھائی تنویر ان کے سامنے تقریباً بچھنے کو ہو رہے تھے

"آئیں نا پلیز" انہوں نے لاؤنج میں آ کر عائشہ کو دیکھا

"میمونہ کدھر ہیں۔؟ "

"وہ کچن میں" عائشہ جلدی سے کھڑی ہوئی دوپٹہ ٹھیک کیا اور ان دونوں کو دیکھ کر سلام کیا

"یہ ہیں عائشہ۔؟" ماں نے بھائی تنویر سے پوچھا تبھی لاؤنج میں ارمان بھی داخل ہوا تھا۔اس کی ویسی ہی مسکراتی نظروں کی تپش جب عائشہ کے وجود پہ پڑی تو وہ بے چین سی ہو گئی ارمان ماں کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا

exponovels

"جی یہ ہے میری بیوی کی چھوٹی بہن عائشہ "عائشہ کو جبراً مسکرانا پڑا۔ماں قدم قدم چلتیں اس کے قریب آئیں

"بہت خوبصورت "انہوں نے دل سے کہا تھا۔جیا بھی اس کے قریب آئی اور اس کے گلے لگی عائشہ ہکا بکا سی بس انہیں دیکھ رہی تھی بھائی تنویر وہاں سے یہ کہہ کر چلے گئے تھے کہ وہ میمونہ کو بلاتے ہیں انہوں نے جانے سے پہلے عائشہ کو اشارہ کیا تھا کہ وہ انہیں بٹھائے عائشہ جیا سے جدا ہو کر مسکرائی

"آئیں بیٹھیں "اس نے ملازمہ کو اشارہ کر کے بلایا تاکہ وہ بچوں کو اندر لے جائے اور وہ بے ترتیب کشن درست جگہ رکھنے لگی

"وہ بس بچے کھیل رہے تھے تو "اس نے شرمندہ ہوتے ہوئے صفائی دی

"نہیں اٹس فائن "ماں مسکرا کر بیٹھ گئیں عائشہ نا چاہتے ہوئے بھی انہیں یک ٹک دیکھتی رہ گئی۔ماں چست ٹراؤزر اور گھٹنوں سے اونچی قمیض میں ملبوس تھیں چہرے پہ میک اپ تھا۔گلے میں ہیروں کا نیکلیس پہن کر وہ بہت اعتماد اور ادا سے ٹانگ پہ ٹانگ جما کر بیٹھی تھیں۔

"میری امی تو کبھی اتنا تیار نہ ہوتیں "اس نے دل میں سوچا اور بیٹھ گئی ماں اور جیا ڈبل صوفے پہ بیٹھی تھیں اور ارمان انہیں کے قریب رکھے سنگل صوفے پہ موجود تھا۔عائشہ نے ایک ناگوار نظر اس پہ ڈالی جس پہ وہ بس لب بھینچ کر مسکرا دیا۔

آپی میمونہ کے آنے کے بعد وہ کچھ دیر بیٹھے رہے عائشہ سے ہلکے پھلکے سوال کرتے رہے جن کا جواب وہ بے دلی سے دے رہی تھی پھر وہ تینوں کھڑے ہو گئے

exponovels

"بس اب ہم چلتے ہیں پھر ملاقات ہو گی" آپی نے بہت اصرار کیا کہ وہ کھانا کھا کر جائیں پر ماں نے سہولت سے انکار کر دیا

"تم سچ میں بہت خوبصورت ہو" جیا جانے سے پہلے اس کے گلے لگ کر بولی تو وہ بے ساختہ مسکرا دی اسے جیا کہ تعریف بہت اچھی لگی

"آپ بھی بہت پیاری ہیں" جیا نے اس کا ہاتھ پکڑا

"تم مجھے تم کہہ سکتی ہو" اس کے لہجے میں اپنائیت تھی عائشہ کی مسکان گہری ہو گئی اس نے سر ہلا دیا تو جیا آگے بڑھ گئی۔ ماں نے بھی اسے محبت سے گلے لگایا تھا جب وہ لوگ دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے تو ماں نے پلٹ کر میمونہ آپی کو اپنے قریب بلایا تھا۔ عائشہ لاؤنج میں کھڑی تھی۔ ماں آپی میمونہ سے مسکرا کر جیسے کچھ پوچھ رہی تھیں۔ انہوں نے گردن ترچھی کر کے عائشہ کو دیکھا پھر اپنی بات دوبارہ جاری کی اور یہی وہ نظر تھی جس سے عائشہ ٹھٹھک گئی تھی۔ اس کی چھٹی حس نے اسے خبردار ہونے کا اشارہ دے دیا تھا۔

جب وہ لوگ چلے گئے تو عائشہ نے آپی سے پوچھنا بھی چاہا کہ ارمان کی ماں انہیں کیا کہہ رہی تھیں پر انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "کچھ خاص نہیں" پر عائشہ کے دل میں ایک ڈر سا بیٹھ گیا تھا۔ اسے اب اس گھر میں کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا اجنبیت سی ہونے لگی تھی اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ اپنے گھر واپس چلی جائے جیسے جیسے شام ہوتی گئی اس کی بے کلی بڑھتی چلی گئی وہ آخر مجبور ہو کر آپی میمونہ کے پاس آ گئی

exponovels

"میں نے گھر واپس جانا ہے" انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا وہ اس وقت بچوں کے ساتھ اپنے کمرے میں تھیں عائشہ نے چوکھٹ پہ کھڑے ہو کر کہا تھا

"پر کیوں کیا ہوا۔؟" وہ پریشان سی ہو گئیں

"بس میرا دل نہیں لگ رہا ابو یاد آ رہے ہیں آپ پلیز بھائی تنویر کو کہیں کہ مجھے آج ہی گھر واپس چھوڑ آئیں" یہ کہتے ہوئے اس کی آواز کب رندھی اور کب اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہو گیا اسے پتہ ہی نہ چلا آپی میمونہ کے تو رنگ ہی اڑ گئے اسے روتا دیکھ

"ہوا کیا ہے عائشہ تم رو کیوں رہی ہو۔؟" وہ اس کے پاس آئیں۔عاشہ نے ان کے گرد بانہیں پھیلا لیں

"بس مجھے ابو یاد آ رہے ہیں میں نے ان کے پاس جانا آپ پلیز مجھے گھر بھجوا دیں ابھی "

"عائشہ ابھی کیسے اچانک "

"مجھے نہیں پتہ آپ بس بھجوا دیں" آپی اسے اپنے ساتھ بیڈ پہ لے آئیں بچے اسے آنکھیں پھیلا کر دیکھ رہے تھے

"عائشہ ہوا کیا ہے مجھے بتاؤ تو سہی" عائشہ نے ناں میں سر ہلایا اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار ابو سفیان اور امی آ رہے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے انہیں دیکھے بہت زیادہ دن ہو گئے

"آپی کچھ بھی نہیں ہوا بس ابو یاد آ رہے ہیں میں ابو کو کال کر دیتی ہوں کہ وہ مجھے آ کر لے جائیں" آپی ہڑبڑا گئیں انہوں نے منع کیا کہ وہ کل اسے تنویر کے ساتھ بھجوا دیں گیں پر وہ نہ مانی اس نے ضد کر کے ابو کو بلوا لیا۔جب ابو آئے تو وہ ان سے لپٹ کر رونے لگی

exponovels

"عائشہ میرے بچے کیا ہوا۔؟" ابو تفکر سے گویا ہوئے ان کے سینے سے وہ بہت مضبوطی سے لگی تھی

"آپ نے ایک بار بھی مجھے کال نہیں کی" وہ گلہ کرنے لگی تھی ابو مسکا دیے

"بیٹے میں تمہاری طرف سے بے فکر تھا مجھے پتہ تھا تم اپنی بہن کے گھر ہو "

"تو بہن کے گھر ہوں تو اس کا کیا مطلب ہے یہاں بے شک مر جاؤں اور آپ پلٹ کر بھی نہ دیکھیں" ابو نے اسے ناراضی سے دیکھا وہ ان کے سینے سے ویسے ہی لگی ہوئی تھی

"ایسے نہیں کہتے" انہوں نے اسے نرمی سے ٹوکا تبھی آپی آ گے آئیں

"ہٹو بھئی ابو کو بیٹھنے دو ابو آپ بیٹھیں اس کا تو دماغ ہل گیا ہے" انہوں نے اس کا شانہ پکڑا اور پیچھے کیا پر ابو نے عائشہ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا وہ اسے اپنے ساتھ صوفے پہ لے کر بیٹھ گئے تھے۔

"میری بچی کو کچھ نہ کہو" انہوں نے اسے لاڈ سے سینے سے لگا لیا تھا۔

"ہاں ہم تو ہیں ہی نہیں آپ کی اولاد میں اور سفیان تو دربار سے ملے تھے" آپی کہتی ہوئیں کچن میں چلی گئیں ابو بس ان کی بات پہ ہنس دیے تھے وہ یوں ہی نہیں کہتے تھے کہ میمونہ اپنی امی پہ ہے میمونہ کی حرکتیں اور باتیں بھی بہت ملتی تھیں۔۔۔۔

عائشہ اپنے ابو کے سینے سے لگ کر بیٹھی تھی اسے لگ رہا تھا کہ اب وہ یہاں سے چلی جائے گی تو سب یہیں رہ جائے گا پر اسے غلط لگ رہا تھا۔۔۔

exponovels

رات شہر پہ گہری ہو رہی تھی۔عائشہ کے گھر پہ وہ سیاہی کی طرح گرتی جا رہی تھی۔وہ ابو کے ساتھ گھر واپس آگئی تھی۔اپنے کمرے میں آتے ہی اس کی نظر جب اس گلابی بھالو پہ پڑی تو اس کے دل میں ٹیس اٹھی۔

"وہ پتہ نہیں کہاں چلے گئے"اس نے خود کو رونے سے باز رکھتے ہوئے بھالو سے نظر ہٹائی اور واش روم میں گھس گئی۔وہ فریش ہونا چاہتی تھی۔وہ اب شہیر ملک کو کچھ دیر نہیں سوچنا چاہتی تھی۔۔۔

__________&&&&&&&&_______

ابو بیڈ کراؤن سے کمر ٹکا کر بیٹھے اپنے موبائل میں مصروف تھے اور امی وہیں ان کے قریب بیٹھیں کپڑے تہہ کر رہی تھیں۔

انہوں نے آخری سوٹ کو تہہ لگا کر رکھی اور چہرہ اٹھا کر ابو کو دیکھا

"میں نے آپ سے ایک بات کرنی تھی"وہ ہچکچا رہی تھیں انہیں پتہ تھا کہ ابو اس بات کے لیے مشکل ہی مانیں گے۔

"ہمممم"انہوں نے لب بھینچ کر سر ہلایا نظریں موبائل پہ ہی تھیں۔کمرے میں سفید روشنیاں بکھری تھیں۔ہر چیز امی کو دیکھ رہی تھی وہ کچھ کچھ اضطراب میں گھری لگتی تھیں

"وہ تنویر کا ایک دوست ہے بہت اچھی فیملی ہے ابھی عائشہ وہاں گئی تھی تو وہ لوگ بھی وہاں آئے تھے انہیں عائشہ پسند آگئی ہے اور وہ ہماری طرف منگنی کی غرض سے آنا چاہتے ہیں"امی نے بڑی مشکل سے اپنی بات مکمل کی تھی۔

ابو کو ان کی بات پہ جھٹکا لگا انہوں نے انہیں دیکھا تو آنکھوں میں حیرت تھی

exponovels

"پر ہم ابھی عائشہ کی شادی نہیں کرنا چاہتے"

"کیوں۔؟"امی کو اسی جواب کی امید تھی پر وہ پھر بھی جھنجھلا گئیں۔ابو نے موبائل کی اسکرین بجھا کر اسے سینے پہ رکھا اور نارمل انداز سے امی کو کہا

"کیونکہ عائشہ نہیں چاہتی وہ ابھی پڑھنا چاہتی ہے"امی نے سر جھٹکا

"ہاں ٹھیک ہے خوب پڑھائیں اسے یہ جو پہلے پہل رشتے آتے ہیں نا لڑکیوں کے یہ اللہ کی طرف سے ہی آتے ہیں جنہیں ہم آنکھیں بند کر کے بس ٹھکراتے چلے جاتے ہیں کہ ابھی چھوٹی ہے، پڑھ رہی ہے ہماری آنکھیں تب کھلتی ہیں جب رشتے آنا بند ہو جاتے ہیں"ابو کے چہرے پہ بیزاری پھیلنے لگی پر وہ خاموش رہے کیونکہ امی جلے ہوئے انداز سے بول رہی تھیں

"میں بھی کوئی اس کی دشمن نہیں ہوں بس ڈرتی ہوں"ابو نے بھنواوپر لے جا کر ان سے پوچھا

"کس بات سے۔؟"امی جانتی تھیں ابو ان کی بات بے دلی سے سن رہے ہیں پر وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک تھیں

"میں اس بات سے ڈرتی ہوں کہ کل کو مجھے کچھ ہو گیا تو آپ عائشہ کے رشتے کے لیے کہاں بھاگتے پھریں گے۔؟اور اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو میں کہاں سے کمائیاں کر کے عائشہ کی شادی کا انتظام کروں گی ایک بھائی ہے اس کا وہ بھی چھوٹا، جو ابھی تک خود نہیں سنبھلا۔اگر ہم دونوں میں سے کسی کو کچھ ہو گیا تو رل عائشہ جائے گی سفیان تو پھر کہیں نہ کہیں کر ہی لے گا مرد کو لڑکی ہر عمر میں مل جاتی ہے"وہ بیڈ سے کھڑی ہو گئیں کپڑے اٹھائے اور ایک سنجیدہ نظر ابو پہ ڈالی"پر لڑکی کی عمر ایک بار ڈھلنے لگے تو اس کی شادی کے ستارے

For more visit (exponovels.com)

سب سے پہلے گردش میں آتے ہیں" وہ کہہ کر الماری کی طرف بڑھ گئی تھیں اور ابو جن کے چہرے پہ بیزاری اور ناگواری تھی اب ان کے چہرے کے تاثر بدل گئے تھے۔ان کی بیوی نے کچھ غلط تو نہیں کہا تھا اگر انہیں کل کو کچھ ہو گیا تو یہ گھر کیسے چلے گا۔؟

__________&&&&&&&&_________

وہ اسی کمرے میں موجود ہے جہاں زویا بندھی تھی۔ شہیر نے اس کاٹھ کباڑ سے بھرے کمرے کو یاس سے دیکھا۔ اس کرسی پہ ہاتھ لگا کر زویا کے وجود کو محسوس کرنا چاہا اس تکلیف کو محسوس کرنا چاہا جو زویا برداشت کر رہی ہو گی۔ اس بار پھر سے موبائل لوکیشن نکلوانے پہ جس جگہ کا معلوم ہوا تھا وہاں پہنچنے پہ انہیں سوائے اس موبائل کے کچھ بھی نہیں ملا تھا۔وہ موبائل اسی کمرے میں موجود کرسی پہ رکھا تھا۔

دستگیر اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔ شہیر کے ہاتھ میں وہی موبائل تھا۔ جس سے اسے ویڈیو بھیجی گئی تھی

"باس وہ کام ہو گیا ہے پرسوں اس کھیل میں نیا موڑ آئے گا" شہیر نے گردن ترچھی کر کے اسے دیکھا اور سر کو ہلکی سی جنبش دے کر وہ اس کمرے سے نکل گیا۔وہ جانتا تھا کہ ان پہ نظر رکھی جا رہی ہے اس لیے وہ ظاہر یہی کر رہے تھے کہ وہ بہرام کے بنے جال میں ہی پھنس رہے ہیں جہاں وہ انہیں بلا رہا وہاں وہ پاگلوں کی طرح بھاگ رہے ہیں پر بہرام یہ نہیں جانتا کہ وہ خود اب بہت جلد پھنسنے والا ہے۔

شہیر اس کمرے سے باہر آ کر ابھی گاڑی میں ہی بیٹھا تھا کہ اس کا موبائل بجا

exponovels

"مشکل ہو رہی ہے مجھے ڈھونڈنے میں۔؟"اس نے جیسے ہی کال اوکے کی دوسری جانب سے بہرام کی سرد آواز اس کے کانوں میں گونجی شہیر کا چہرہ کسی بھی تاثر سے عاری تھا

"تمہیں کتنے پیسے چاہیں زویا کو چھوڑنے کے۔؟"بہرام اس کی بات پہ کھلکھلا کر ہنسا

"میں اپنے کام میں بے وفا نہیں ہوں شہیر ملک، تم مجھے آفر دینے میں وقت ضائع نہ کرو اور جلدی مجھے ڈھونڈ لو ورنہ تمہاری کزن مر جائے گی وہ بہت اذیت میں ہے"اس نے محظوظ لہجے میں کہا۔ شہیر نے بے ساختہ اپنے لب بھینچے اس کی آنکھوں میں زخمی شیر جیسی وحشت تھی۔

"تم بہت پچھتاؤ گے بہرام"اس نے اسے وارن کیا

"یہ وقت بتائے گا"بہرام نے کہہ کر کال کاٹ دی۔ شہیر نے موبائل ڈیش بورڈ پر اچھالنے کے انداز سے چھوڑ دیا تھا وہ اس بہرام کو نہیں چھوڑے گا۔۔۔

اس نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا

__________&&&&&&&&________

اگلی صبح گھر میں عجیب سا تناؤ رہا جسے عائشہ نے بھی محسوس کیا امی ابو سے بات نہیں کر رہی تھیں۔ ابو بھی خاموش خاموش سے تھے۔ عائشہ یونی جانے کے لیے تیار ہو کر بیٹھی تھی اس نے جتنی چھٹیاں لی تھیں ان میں سے ابھی کچھ چھٹیاں

exponovels

رہتی تھیں پر وہ گھر میں رہی تو پاگل ہو جائے گی اس لیے اس نے یونی جانے کا فیصلہ کیا تھا۔اور پھر اس نے یہ بھی سوچا تھا کہ وہ شہیر کے گھر جائے گی شاید وہ بیمار ہو۔۔۔۔

تبھی وہ یونی کے لیے تیار ہو گئی تھی اس نے جلدی سے ناشتہ کیا اور اٹھ کر اپنا پرس اور کتابیں اٹھانے کے لیے لاؤنج میں چلی گئی۔جب سفیان بھی ہال سے نکل گیا تو امی نے انداز کو سرسری بنا کا ابو کو مخاطب کیا

"وہ لوگ ایک دو دن میں شاید آئیں گے آپ عائشہ سے بات کر لیں یا میں خود کر لوں گی" ابو نے کوفت سے انہیں دیکھا

"اتنی جلدی کیا ہے۔؟ "

"جلدی نہیں ہے بس میں چاہتی ہوں عائشہ بھی ہماری زندگی میں ہی اپنے گھر کی ہو جائے اور جہاں تک اس کی پڑھائی کی بات ہے تو تنویر کو میں کہہ دوں گی کہ وہ انہیں پہلے ہی بتا دے کہ عائشہ اپنی پڑھائی لازمی مکمل کرے گی" وہ کہہ کر ابو کو دیکھنے لگی تھیں جو بے بس ہو کر رہ گئے تھے پھر وہ خاموشی سے کھڑے ہوئے

"پر ہم پھر بھی شادی جلدی نہیں کریں گے شادی تب تک نہیں ہو گی جب تک عائشہ نہیں چاہے گی میں اپنی بچی پہ زبردستی نہیں کروں گا" وہ کہہ کر ہال سے نکل گئے امی نے سینے پہ ہاتھ رکھ کر سکون کا سانس لیا

"یا اللہ تیرا شکر ہے" امی خوشی سے بڑبڑا کر کام میں لگ گئیں وہ آج بہت خوش تھیں۔

________&&&&&&________

وہ ابو کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی اپنی سوچوں میں گم تھی کہ ابو نے اسے پکارا

exponovels

"جی ابو۔؟"اس نے چونک کر پوچھا پر ابو جیسے کچھ کہتے کہتے رک گئے۔انہوں نے سوچا تھا کہ وہ عائشہ سے خود پہلے بات کریں گے پر اب ان میں ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی انہوں نے سر جھٹکا

"کچھ نہیں بس یہ پوچھ رہا تھا کہ تمہاری پڑھائی ٹھیک جا رہی ہے نا۔؟"عائشہ نے ان کے چہرے کو بغور دیکھا

"ابو آپ بات بدل رہے ہیں۔؟"ابو ہنس دیے انہوں نے سر نہ میں ہلایا

"نہیں میں نے یہی پوچھنا تھا"ابو کہہ کر سامنے دیکھنے لگے تھے

وہ اپنی بیٹی سے اس کے رشتے کی بات نہیں کر سکتے تھے انہیں اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ان کی بیوی ٹھیک کہتی ہے کہ جو باتیں ماں بیٹی سے کر سکتی ہے وہ باپ نہیں کر سکتا پھر بے شک اس کی اولاد سے کتنی ہی دوستی کیوں نہ ہو۔

ابو اسے یونی چھوڑ کر چلے گئے تھے اس نے سوچا تھا کہ جیسے ہی ساری کلاسز اینڈ ہوں گی وہ انابیہ کو لے کر شہیر کے گھر جائے گی پر اسے ناامید یونی آنے پہ ہوئی کیونکہ انابیہ نہیں آئی تھی اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اچانک سے۔ عائشہ کو غصہ تو بہت آیا پر وہ بس ضبط کر گئی پھر یونی میں اس کا دن بہت برا گزرا۔ بڑی مشکل سے ساری کلاسز لینے کے بعد وہ گھر واپس آ گئی۔عائشہ شہیر کے گھر اب اکیلے نہیں جانا چاہتی تھی۔اس لیے اس نے انابیہ کے ٹھیک ہونے کے بعد جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

________&&&&&&&&&________

یہ رات کا وقت تھا جب امی اس کے کمرے میں آئیں۔اس نے کچھ حیرت سے انہیں دیکھا

exponovels

"آپ۔؟"عائشہ کے کمرے میں امی اس وقت آتی تھیں جب انہوں نے اس سے کوئی بہت خاص بات کرنی ہوتی تھی۔

"ہاں میں"وہ کر کہتی بیڈ پہ عائشہ کے قریب بیٹھ گئیں۔انہوں نے بیڈ پہ رکھے بھالو کو دیکھا

"یہ کہاں سے آیا۔؟"عائشہ ان کے سوال پہ سٹپٹا گئی۔جبکہ اس نے پہلے سے سوچا ہوا تھا کہ وہ اس سوال پہ انابیہ والا جواب دے گی پر اب اچانک سے اس سے کچھ نہ بولا گیا۔

"یہ۔۔۔یہ مجھے انابیہ نے دیا تھا جب آپ اور ابوان کے دوست کا پتہ لینے گئے تھے اس دن"وہ نظریں چرا کر بولی تھی۔امی نے اس پہ زیادہ توجہ نہ دی وہ خود سوچ رہی تھیں کہ بات کہاں سے شروع کریں کیونکہ ابو نے کہہ دیا تھا کہ وہ عائشہ سے بات نہیں کر سکے اب امی نے ہی کرنا ہے جو بھی کرنا اس لیے امی کچھ شش و پنج میں تھیں۔انہوں نے گلا صاف کیا

"وہ عائشہ میں کہہ رہی تھی اب تم بڑی ہوگئی ہو اور تمہاری پڑھی کا بھی بس آدھا سال رہتا ہے تو"وہ اتنا کہہ کر رکیں عائشہ کا ماتھا ٹھنکا۔اس نے امی کو بغور دیکھا

"پر میں ابھی شادی نہیں کروں گی امی"اس نے جو محسوس کیا اس کا جواب دے دیا امی نے اسے سنجیدگی سے دیکھا

"کیوں۔؟"عائشہ کے اعصاب تن گئے اسے لگا تھا کہ اسے غلط محسوس ہو رہا ہے شاید امی نے کوئی اور بات کرنی ہو لیکن اب اس کیوں کہ بعد اسے پکا یقین ہو گیا تھا

exponovels

"کیونکہ میں ابھی شادی کے لیے تیار نہیں ہوں میں نے پڑھنا" امی نے اپنا چہرہ اس کی طرف کیا بیڈ پہ ایک پیر اوپر رکھ کر وہ نارمل انداز میں بولیں

"ہاں تو ہم نے انہیں پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ تم اپنی پڑھائی جاری رکھو گی۔ انہیں اس بات سے کوئی مسئلہ نہیں ہے" امی نے فوراً کہا تو عائشہ کا گلہ سوکھ گیا۔ ایک یہی تو بہانہ تھا اس کے پاس وہ ابھی کچھ بھی کہتی کہ امی نے کہا

"لوگ اچھے ہیں تنویر کے دیکھے بھالے ہیں امیر ہیں اور تم نے ہی کہا تھا کہ تم اپنوں میں نہیں کرو گی اب غیروں میں سے اتنا اچھا رشتہ آیا ہے تو انکار نہ کرو" عائشہ کا دماغ بھک سے اڑ گیا تنویر کے دیکھے بھالے لوگ۔۔۔۔۔

"اوہ خدا ارمان۔۔۔!" کا حلق اندر تک کڑوا ہو گیا۔ وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"میں وہاں بھی نہیں کروانا چاہتی" اس کا انداز دوٹوک تھا امی نے اسے غصے سے دیکھا

"پھر کہاں کروانا چاہتی ہو میمونہ نے تم سے یہ بھی پوچھا کہ اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو بتا دو تمہیں کوئی پسند بھی نہیں ہے پھر اس انکار کی کیا وجہ ہے" امی اچانک سے ہی پھٹ پڑی تھیں۔ عائشہ خاموش سی ہو گئی۔ کیا وہ امی کو بتا دے۔؟ اس نے دل میں سوچا۔ کیونکہ اس وقت اسے لگ رہا تھا کہ آپی میمونہ ویسے ہی پوچھ رہی ہیں پر اب تو بات رشتے تک پہنچ گئی ہے۔۔۔۔۔

وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے ہمت کر کے امی کو پکارا

"امی" اب کی بار وہ شش و پنج میں گھری تھی امی نے جیسے ہی اسے دیکھا تو عائشہ نے کہنا شروع کر دیا۔

exponovels

"میں نے آپی میمونہ سے جھوٹ کہا تھا میں ایک لڑکے کو پسند کرتی ہوں "اس کا جملہ جیسے ہی مکمل ہوا امی نے کھینچ کر اس کے منہ پہ تھپڑ مارا۔ عائشہ تیورا گئی۔ اس کے کھلے بال اس کے منہ پہ آ گئے تھے

"میں جانتی تھی تم ایسا ہی کوئی گل کھلا کر بیٹھی ہو تبھی بار بار انکار کر رہی ہو میں نے تمہارے ابو کو کہا بھی تھا کہ اسے زیادہ نہ پڑھاؤ نہیں پر وہ نہیں مانے اب دیکھ لیں گے نتیجہ "ان کا بس نہیں چل رہا تھا عائشہ کو بالوں سے پکڑ کر دیوار میں دے ماریں عائشہ نے ہمت کر کے چہرے سے بال سمیٹے اور امی کو دیکھا

"امی پلیز ابو کو نہ بتانا "امی نے اس کا منہ دبوچا۔ ارادہ ان کا جوتی اٹھا کر مارنے کا تھا پر بس پھر رہنے دیا

"اپنی یہ للو پتو بند کر لو عائشہ تمہیں زرہ برابر بھی غیرت نہیں آئی یہ سب کرتے ہوئے "امی نے اس کا منہ جھٹکے سے چھوڑا ان کا گلا رندھ گیا تھا مار وہ عائشہ کو رہی تھیں پر چوٹ ان کے دل کو لگ رہی تھی انہیں عائشہ سے یہ امید نہیں تھی۔ عائشہ ان کے قریب ہوئی ان کے ہاتھ پکڑے

"امی میری ایک بار بات سن لیں دیکھیں وہ اچھا ہے کچھ دنوں میں وہ اپنی کزن کو ہمارے گھر رشتہ لینے بھیج دے گا پلیز امی تب تک انتظار کر لیں "اس نے ان کا ہاتھوں پہ دباؤ ڈالا

"میں وعدہ کرتی ہوں اگر آپ کو پسند نہیں آئے گا وہ تو میں پھر آپ کی مرضی سے شادی کر لوں گی پر پلیز امی اسے ایک بار دیکھ تو لیں "امی نے اسے دھکا سا دیا۔ وہ بیڈ کراؤن سے لگی امی اٹھ کر جانے لگی تھیں کہ اس نے امی کے پیر پکڑ لیے

exponovels

"امی پلیز مان جائیں پلیز ایک بار" امی جو بیڈ سے اٹھ رہی تھیں اٹھ نہ سکیں عائشہ روتے ہوئے ان کی منتیں کر رہی تھی امی کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہیں پھر انہوں نے عائشہ کو آہستگی سے اپنے پیروں سے دور کیا اور کھڑی ہو گئیں

"اسے کہو رشتہ بھیجنا ہی ہے تو ایک دو دن میں بھیج دے ورنہ پھر میں وہیں کروں گی جہاں کا ابھی میں نے تمہیں بتایا ہے اور اس پہ اگر تم نے کوئی واویلا کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا" امی کہہ کر وہاں سے تیزی سے نکل گئی تھیں۔

عائشہ کو پہلے تو اپنے کانوں پہ یقین ہی نہ آیا اور جب آیا تو اس نے جلدی سے موبائل اٹھا کر شہیر کو کال کی پر اس کا نمبر پچھلے کچھ دنوں کی طرح بند ہی تھی۔ عائشہ نے جھنجھلا کر موبائل بیڈ پہ پھینکا اب وہ شہیر سے کیسے رابطہ کرے۔۔۔۔

______&&&&&&&______

اسے امی نے دو دن کا وقت دیا تھا جس میں سے ڈیڑھ دن گزر گیا تھا۔ یہ دوسرے دن کی دوپہر کا وقت تھا جب وہ تیار ہو کر نیچے آئی۔ امی اس وقت لاؤنج میں موجود تھیں اسے دیکھ کر پوچھنے لگیں

"کہاں جا رہی ہو۔؟"

"انابیہ کی طرف جا رہی ہوں جلدی آجاؤں گی" اس نے نظریں چرا کر جواب دیا امی اس کے چہرے سے اندازہ لگا سکتی تھیں کہ وہ کہاں جا رہی ہے امی صوفے سے کھڑی ہوئیں اور اس کے پاس آئیں

For more visit (exponovels.com)

"جاؤاور آج جب اس سے مل کر آؤتو کوئی جواب بھی لانا۔ہاں ناں کے بغیر میں تمہیں اس گھر میں گھسنے نہیں دوں گی" امی نے سپاٹ لہجے سے کہا اور عائشہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔

________&&&&&________

وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر شہیر ملک کے بنگلے کے پاس پہنچ چکی تھی۔ ٹیکسی کے رکتے ہی وہ اس میں سے اتر کر ڈرائیور کو کرایا دے کر ابھی پلٹی ہی تھی کہ عائشہ وہیں تھم گئی۔

________&&&&&________

شہر پہ عصر باسی ہو رہی تھی۔وہ فٹ پاتھ پہ ڈھلتے سورج کو اپنی پشت پہ لیے شکستہ قدموں سے چل رہی تھی اسے لگ رہا تھا کہ وہ کسی ریت کے صحرا میں ننگے پیر چل رہی ہے۔

"ایک ہفتے میں کیا بدلتا ہے۔؟"

"سب کچھ" عائشہ کی آنکھیں بھر گئیں

"کیا کیا۔؟ "

"لوگ کا دل، محبت سے یقین" اس کے آنسو ٹوٹ کر اس کے گالوں پہ گر رہے تھے۔

"اتنا بڑا دھوکا" اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں وہ فٹ پاتھ پہ ہی رک گئی اسے لگا جیسے وہ ابھی غش کھا کر گر جائے گی پر ابھی سے اپنے وجود کو گھسیٹ کر گھر تک لے جانا تھا۔اس لیے وہ دوبارہ چلنے لگی اس نے شہیر پہ اتنی جلدی یقین کیا ہی کیوں۔؟اس نے غم وغصے سے سوچا تھا۔اس نے اپنے آنسو بے دردی سے رگڑ کر پونچھے اور ٹیکسی لے کر

exponovels

اس میں بیٹھ گئی۔ڈوبتا سورج ویسے ہی اس کی پشت پہ تھا۔سورج ابھی مکمل غروب نہیں ہوا تھا لیکن عائشہ کو لگ رہا تھا کہ اس کے گرد رات بہت پہلے ہی

پھیل گئی تھی۔یہ رات اسی دن اس گرد پھیلی تھی جب اس نے شہیر کی محبت پہ آنکھیں بند کر لی تھیں اور اب جب اس کی آنکھیں کھلی تو اسے احساس ہوا کہ وہ ایک سیراب کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔عائشہ دل میں دعا کر رہی تھی کہ وہ مر جائے وہ تو اب امی سے نظر بھی ملنے لائق نہیں رہی۔۔۔اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا۔اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ اپنا گلہ بھی انہیں ہاتھوں سے دبا لے۔

عائشہ جب گھر آئی تو مغرب کی اذان ہو رہی تھی وہ خاموشی سے روش پہ چلتی اندر لاؤنج میں آئی۔لاؤنج خالی پڑا تھا اس نے امی کو ڈھونڈنا چاہا۔اسے محسوس ہو گیا تھا کہ وہ کچن میں ہیں اس لیے وہ مردہ قدم اٹھاتی کچن کی چوکھٹ میں پہنچ گئی

"امی۔؟"اس نے انہیں عقب سے پکارا امی فریج سے کچھ نکال رہی تھیں اس کی آواز پہ چونک کر پلٹیں اور ششدر سی رہ گئیں عائشہ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔وہ قدم قدم چلتی امی کے سامنے آئی

"آپ کا جب جہاں دل کرے میری شادی کر دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے"اس کا گلا رندھ گیا تھا اس کا سر گول گول گھوم رہا تھا۔وہ ہلکا سا ڈگمگائی ہی تھی کہ امی نے اسے شانوں سے پکڑ لیا

"کیا ہوا عائشہ۔؟"امی نے اسے پریشان نظروں سے دیکھ کر پوچھا اس نے خود پہ قابو کیا

exponovels

"میں ٹھیک ہوں امی "امی کے ہاتھ شانوں سے ہٹائے "میں شادی کے لیے تیار ہوں آپ جتنی جلدی ہوسکے میری شادی کردیں "وہ کہہ کر پلٹی اور کچن سے نکل گئی۔امی نے اس کی پشت کو یاسیت سے دیکھا ان کا اندازہ ٹھیک تھا وہ لڑکا صرف عائشہ کے ساتھ ٹائم پاس کررہا تھا دو دن میں رشتہ بھیجنے کی بات پہ وہ ضرور پیچھے ہٹ گیا ہوگا۔امی نے سوچا اور افسوس سے سرد آہ بھری۔۔۔

"چلو اچھا ہے میری بچی بچ گئی "انہوں نے خود کو تسلی دی اور اپنا کام کچن سے ختم کرکے نکل گئیں انہوں نے اب میمونہ آپی کو کہنا تھا کہ ارمان اور اس کی فیملی کو آنے کی دعوت دے دے تاکہ عائشہ کی شادی جلد ہو جائے۔

عائشہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازے کو لاک کیا اور اسی دروازے کے ساتھ وہ پشت لگا کر بیٹھتی چلی گئی۔ اندار درد کا طوفان چل رہا تھا اس کا دل کررہا تھا وہ چیخ چیخ کر روئے پر اس کا کمرہ ساؤنڈ پروف نہیں تھا اس نے اپنے ٹوٹے دل کا شور اور چیخوں کو منہ پہ ہاتھ رکھ کر ہی دبانا تھا

__________&&&&&&&&_______

امریکہ پہ صبح روشن اتری تھی۔آج آسمان پہ بادل نہ تھے۔سورج کی نرم کرنیں ہر چیز سے شناسائی برت رہی تھیں۔ ایسے میں زویا کا گھر بھی انہیں کرنوں میں نہایا کھڑا تھا۔جس کے اندر دیکھو تو شہیر کمرے سے نکل کر زینے اتر رہا ہے۔اس نے اپنا مخصوص لباس پہن رکھا تھا جینز کے ساتھ سی گرین بنیان نما شرٹ، بال اس کے ماتھے پہ بکھرے تھے۔آج اس کے چہرے پہ سکون اور اطمینان تھا۔وہ جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر نیچے اترنے لگا۔

exponovels

)یہ ایک گاؤں کا اسکول ہے جس کی چھٹی کی گھنٹی بجتے ہی بہت سے بچے اس اسکول کے دروازے سے شور کرتے ہوئے نکل کر باہر کی طرف بھاگے تھے۔ جب رش کچھ کم ہو گیا تو اس دروازے سے دو کم عمر بچے ایک دوسرا کا ہاتھ پکڑ کر نکلے۔ ان میں سے ایک کی عمر بارہ سال کی تھی جبکہ دوسرا تقریباً آٹھ کا لگتا تھا(

وہ آکر ڈائننگ ہال میں ناشتے کی غرض سے بیٹھ گیا تھا ملازم نے اس کے سامنے ناشتہ لا کر رکھا تو اس نے بریڈ پہ مکھن لگا کر اس کا ٹکڑا منہ میں ڈالا اور جوس کا گلاس بھر لیا تبھی دستگیر اس کے قریب آکر کھڑا ہوا تھا۔ شہیر کے اشارے سے اس نے شہیر کا موبائل اٹھایا اور بہرام کا وہ نمبر ملانے لگا جس سے شہیر کو رات میں کال آئی تھی

)وہ بچے اسکول کے گیٹ سے نکل کر کچھ آگے آئے ہی تھے کہ انہیں دور ایک آدمی نظر آیا جو ہاتھ میں ٹافیوں کا ڈبہ لیے کھڑا تھا اور وہاں سے گزرتے ہر بچے کو ایک ایک ٹافی دے رہا تھا وہ دونوں بھی کچھ دیر اسے دیکھتے رہے پھر چھوٹے بھائی نے بڑے کی طرف چہرہ کیا تو بڑا بھائی اس کا ہاتھ ویسے ہی پکڑ کر اس آدمی کی جانب اپنے چھوٹے بھائی کو لے کر بڑھ گیا(

پہلی بیل پہ ہی کال اٹھالی گئی تھی

"بہرام۔۔۔!" شہیر نے سرگوشی نما انداز میں کہا دوسری جانب بہرام جو بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹا تھا چونک کر سیدھا ہوا

"کون۔؟" اسے آواز پہچاننے میں دقت ہوئی۔ یا شاید وہ آواز پہچان گیا تھا پر اس آواز میں جتنی آسودگی تھی وہ اسے کچھ کھٹک گئی تھی۔

exponovels

"ارے تم مجھے بھول گئے میں شہیر ملک "اس نے کہہ کر جوس کا گلاس لبوں سے لگایا اور ایک گہرا گھونٹ بھر کر اس کو دوبارہ میز پہ رکھ کر بولا

"وہی شہیر ملک جسے تم نے رات کو دھمکیاں دی تھیں تو میں نے سوچا اب تمہیں کال کر کے بتا دوں کہ میں تمہاری دھمکیوں سے بہت بری طرح ڈر گیا ہوں میں اتنا ڈر گیا ہوں کہ میں نے تمہارے لیے ایک آفر سوچی ہے ابھی جب یہ کال بند ہو گی تو ٹھیک ایک منٹ بعد تم مجھے دوبارہ کال کرو گے "اس نے کہہ کر ٹھک سے کال کاٹ دی اور دستگیر کی طرف موبائل بڑھا دیا۔اس نے موبائل لیا اور اس پہ کچھ انگلیاں چلانے کے بعد دستگیر نے موبائل میز پہ رکھ دیا۔اب انہیں بہرام کی کال کا انتظار کرتھا

)وہ بچے اس آدمی کے پاس جب تک پہنچے تو اس کا ٹافیوں کا ڈبہ خالی ہو گیا تھا اس نے افسوس سے دونوں کو دیکھا پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر وہاں سے دو چاکلیٹ نکالیں اور ان دونوں کو دے دیں بچے وہ لیتے ہی پلٹ گئے تھے کچھ آگے جا کر انہوں نے اس چاکلیٹ کو کھولا اور منہ ڈال لیا۔منہ میں چاکلیٹ ڈالنے کے بعد ان سے چند قدم ہی چلا گیا تھا پھر وہ زمین پہ بے ہوش ہو کر گر گئے(

ٹھیک ایک منٹ بعد شہیر کا موبائل چیخا اور شہیر کے چہرے پہ مسکان دوڑ گئی

"میرے بچوں کو اگر تم نے ہاتھ بھی لگایا تو میں تمہاری کزن کی گردن اڑا دوں گا"شہیر اس کی بات پہ ہنسا

"میں جانتا ہوں تم ایسا بھول کر بھی نہیں کرو گے تم ایک جان کے بدلے دو معصوم جانوں کو کیسے قربان ہونے دے سکتے ہو۔؟"

exponovels

اس نے محظوظ لہجے میں حیرت بھر کر پوچھا۔ بہرام بیڈ سے اضطراب سے کھڑا ہوا۔

"تم انہیں درمیان میں مت لاؤ" شہیر کے تاثر اس کی بات پہ بدل گئے

"اپنی بکواس بند کرو تم نے سوچ بھی کیسے لیا تھا کہ تم شہیر ملک کو پھنسا لو گے تم جانتے نہیں میں کیا چیز ہوں" وہ ایک ایک لفظ پہ زور دیتا بول رہا تھا۔

"تم اب مجھ یہ بتاؤ کہ تم میرے پاس زویا کو لے کر کب آ رہے ہو کیونکہ تم جانتے ہو بچے زیادہ دیر بھو کے پیاسے نہیں رہ سکیں گے" اس نے بے رحمی سے کہا تو بہرام کے دل پہ کسی نے پیر رکھ کر مسل دیا۔ وہ کچھ بھی کہتا کہ شہیر نے اپنی بات جاری رکھی

"میں تمہیں کل ایک جگہ کا پتہ بھیجوں گا وہاں زویا کو لے کر آ جانا اور میری بات کان کھول کر سن لو اگر چالاکی کی تو میں تمہارے دونوں بچوں کو گولی تمہارے سامنے ماروں گا مجھے یہ کام کرتے ہوں بالکل ڈر یا رحم نہیں آئے گا" اس نے کہہ کر کال کاٹ دی اور دوبارہ جوس پینے لگا۔

بہرام جو کچھ دیر پہلے سو رہا تھا اس کی نیندیں اڑ گئی تھیں اس نے تو یہ سوچا ہی نہیں تھا کہ شہیر اس کی فیملی کو ڈھونڈ لے گا وہ اب جلدی جلدی کالز کر رہا تھا کہ زویا کو کوئی کچھ نہ کہے۔۔۔۔

یہ دو دن بعد کی بات ہے۔ جب ارمان کی ماں نے ان کے گھر منگنی کرنے آنا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں صبح سے موجود تھی۔ امی نے اسے کہا تھا کہ وہ ان کے ساتھ بازار چل لے پر اس نے سہولت سے انکار کر دیا

exponovels

"وہ بے وفا تھا اس لیے چھوڑ گیا، اس کے جانے کو جان کا روگ نہ بناؤ" امی نے اس کے گال پہ محبت سے ہاتھ رکھ کر کہا۔ عائشہ کی آنکھیں بھیگ گئیں

"مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ مجھے چھوڑ گیا اس نے مجھے دھوکا دیا امی" وہ کسی بچے کی طرح ہونٹ باہر نکال کر سسک کر روتے ہوئے بول رہی تھی گلے میں آنسوؤں کا غول پھر بھی اٹکا ہوا تھا بہت مشکل سے بولا جا رہا تھا اس سے

"امی اس کی آنکھیں سچ بولتی تھیں" اس نے ان مسکراتی، غصیلی، تو کبھی ناراض نیلی نگاہوں کو تصور میں لا کر کہا۔ اس کا حوصلہ لمحہ لمحہ بکھر رہا تھا۔ وہ بیڈ پہ سمٹی بیٹھی تھی

"وہ بولتا تھا تو مجھے اس کی ہر بات پہ یقین آ جاتا تھا" اس نے اپنے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں امی کے دل پہ بھی برچھیاں چل رہی تھیں۔ انہوں نے عائشہ کے گرد باہیں حائل کیں

"لعنت بھیجو اس پہ تم مت روؤ" امی نے ہچکیوں سے روتی لڑکی کو خود میں سمیٹ لینا چاہا پر وہ نہیں جانتی تھیں کہ اسے سنبھال اب شہیر اور اس کی محبت ہی سکتی ہے۔

وہ اسے بہت سمجھا کر کمرے سے چلیں گئیں عائشہ ان کے جانے کے بعد بیڈ کراؤن سے کمر ٹکا کر بیٹھ گئی۔ اس نے آنکھیں بند کیں تو شہیر سامنے آ گیا۔

"میں اب اس چہرے کو دوبارہ کبھی اپنی حقیقی زندگی میں نہ دیکھوں" اس نے دعا کی تھی پر ہر دعا قبول بھی نہیں ہوتی وہ جب اس کے سامنے آئے گا تو بہت بدل کر آئے گا۔ ایک خود غرض عاشق بن کر، جسے صرف اپنی محبت سے مطلب ہو گا اور کوئی

exponovels

کتنا برباد ہو رہا ہے اسے کوئی سروکار نہیں ہوگا وہ آکر تباہی مچائے گا۔۔۔۔

______&&&&&&______

ارمان ملک کے بنگلے پہ دوپہر باسی ہو رہی تھی آج پہلی بار اس بنگلے کی ساری روشنیاں جلی جگر جگر کرتی بھاگتے پھرتے ملازموں کو دیکھ رہی تھیں۔ جو کام میں مصروف لگتے تھے ماں بھی عجلت میں انہیں ہدایت دے رہی تھیں۔ جیا صوفے پہ پاؤں سمیٹ کر دلچسپی سے ماں کو دیکھ رہی تھی وہ دستگیر کی آنکھیں کچھ دیر کے لیے بھول گئی تھی۔

"ممی آپ بہت خوش ہیں۔؟" اس نے صوفے سے اٹھ کر ماں کے سامنے جا کر پوچھا۔ ماں اس کے سوال پہ دل سے ہنسیں

"ہاں میں بہت خوش ہوں میرے ارمان کی آج منگنی ہو جائے پھر اس کی شادی ہو گی" انہوں نے جیا کو شانوں سے تھام کر گھمادیا۔ وہ ہنسیں چلے جا رہی تھیں۔ جیا بھی ان کی کھنکھناتی ہنسی سے ہنسنے لگی تھی۔ جیا نے دل میں دعا کی تھی کہ ان کے گھر کو اب کسی کی نظر نہ لگے۔۔۔۔ پر میں کہہ رہا ہوں نا یہ وقت اب دعا قبول ہونے کا ہے ہی نہیں۔۔۔۔۔

______________&&&&&&_______

انابیہ حیران پریشان سی ان کے گھر کھڑی تھی

"پر یہ اچانک کیسے۔؟" وہ شہیر ملک کی محبت کو جانتی تھی عائشہ کی اس کے لیے تیاری وہ نہیں بھولی تھی

exponovels

"کیا اچانک خوشیاں یونہی اچانک آتی ہیں تم کیوں مرنے والی ہو رہی ہو۔؟"امی کچھ ٹھٹھک گئی۔خاص دوست، خاص باتیں جانتی ہوتی ہے۔۔۔۔۔تو کیا یہ بھی۔۔۔۔؟امی کی کسی نے روح قبض کرلی۔

"نہیں میں ویسے ہی حیران ہو رہی ہوں کل تک تو ایسی کوئی بات نہیں تھی نا اس لیے ورنہ میں بہت خوش ہوں" انابیہ ان کی نظروں کو سمجھتے ہی سنبھل گئی۔زبردستی مسکرا کر ان کے گلے لگی۔

"آپ کو بہت مبارک ہو"امی کے دل سے ڈر ہوا کی طرح نکلنے لگا۔انابیہ کچھ نہیں جانتی انہوں نے سکون کا سانس لیا اور اسے خود سے جدا کر کے کہا

"وہ کمرے میں ہے اسے تمہیں نے تیار کرنا ہے اور"امی کے تاثر کچھ سخت ہوئے"اس سے کوئی الٹا سیدھا سوال کرنے نہ کھڑی ہو جانا"وہ بڑی بے رحمی سے بولی تھیں۔انابیہ کا گلا سوکھنے لگا۔

"میں۔۔۔میں نے کیا سوال کرنے اس سے"وہ ان سے دور ہوئی سیڑھیوں کی طرف جانے لگی

"میں عائشہ کو تیار کرنے جاتی ہوں شام بھی ہونے والی"وہ کہہ کر سیڑھیاں تیزی سے چڑھنے لگی۔امی بھی کچن کی جانب بڑھ گئی تھیں

اس نے اوپر جا کر عائشہ کے کمرے کا دروازہ دھڑام سے کھولا۔عائشہ بیڈ پہ ویسے ہی کمر ٹکا کر گھٹنوں کے گرد بانہیں لپیٹے ان پہ چہرہ رکھ کر بیٹھی تھی۔اچانک سے دروازہ کھلنے پہ اس نے چہرہ اٹھا کر اوپر دیکھا۔وہ اب چونکا نہیں کرتی تھی۔محبت بچھڑ جائے تو انسان محتاط ہونا بھی چھوڑ دیتا ہے اس کے پاس چھپانے کے لیے کچھ بھی نہیں بچتا پھر زندگی ہو یا کمرہ اس میں کوئی بھی کبھی بھی آئے بھلا کیا فرق پڑتا ہے۔؟

exponovels

انابیہ نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا پھر کمرے کا دروازہ بند کیا اور اس کی طرف آئی

"یہ کیا تماشہ ہے۔؟" اسے دونوں پہ غصہ آیا عائشہ کے فیصلے پہ بھی اور اس کے حال پہ بھی۔ عائشہ زبردستی سا مسکرائی

"کوئی تماشہ نہیں ہے تماشہ جو تھا وہ پہلے تھا اور کچھ دنوں کا تھا اب تو حقیقت شروع ہوئی ہے" اس نے ظاہر کرنا چاہا کہ وہ خوش ہے اور بیڈ پہ استری شدہ اس کی منگنی کا سوٹ اسے بہت اچھا لگ رہا ہے تبھی تو وہ اس پہ ہاتھ پھر کر مسکرا کر بول رہی تھی۔ انابیہ نے وہ سوٹ ہی بے دردی سے اٹھایا اور کمرے میں رکھی کرسی پہ پھینک دیا۔ عائشہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں ناراضی در آئی

"استری خراب ہو جائے گی" وہ اسی انداز سے بولی پر آواز سے بھی وہ بہت بیمار لگ رہی تھی

"عائشہ اپنا حال دیکھو" وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی اس کے ہاتھ پکڑے "کیا آنٹی نہیں مان رہیں۔؟ تم نے انہیں بتایا کہ تم شہیر کو پسند کرتی ہو" عائشہ کی آنکھیں زخمی ہو گئیں

"میں اسے پسند کرتی تھی" اس نے تھی پہ زور دیا

"تو اب اچانک سے ایسا بھی کیا ہو گیا کہ تم نے منگنی اور انتہائی جلدی شادی کرنے کے لیے ہامی بھر لی" انابیہ کا لہجہ طنزیہ ہو گیا تھا۔ عائشہ کو تکلیف ہوئی پر وہ رونا نہیں چاہتی تھی

exponovels

"کچھ نہیں ہوا انابیہ میں بس اب تھک گئی ہوں سب چیزوں سے میرا دل کرتا ہے میں مر جاؤں پر کنواری نہیں مرنا چاہتی "اس نے ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے لہجے کو شریر کیا پر نہ ماحول خوشگوار ہوا۔نہ محبت بچھڑنے کا دکھ کمرے سے نکلا اور نہ ہی اس کے چہرے کی رعنائی لوٹی۔سب کچھ ویسا ہی رہا۔

"تم مجھے بھی نہیں بتاؤ گی کہ ایسا کیا ہو گیا عائشہ کہ تم نے اتنا بڑا فیصلہ لے لیا "اس نے اب اپنا لہجہ درست کیا۔عائشہ نے اسے نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو ان میں پانی بھی آ گیا۔انابیہ اور بے چین ہو گئی۔عائشہ کے لب تھر تھرانے لگے اور وہ ایک بار پھر سے ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔۔۔۔بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ رو رو کر نڈھال ہو گئی تھی۔انابیہ نے اسے خود سے لگا لیا

"اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی،اس نے میری پہلی محبت کا اس طرح سے مذاق بنایا انابیہ میں نے تو اس سے ہی محبت کی تھی بلکہ مجھے تو محبت سے آشنا ہی اس نے کروایا تھا پھر اس نے مجھے کیوں اتنا بڑا دھوکا دیا انابیہ۔؟"وہ سوال کر رہی تھی

پر جواب تو انابیہ کے پاس بھی نہیں تھا اس کے پاس تو اب تسلی دینے لائق الفاظ بھی نہیں بچے تھے وہ تو خود رونے لگی تھی

"عائشہ بس چپ ہو جاؤ اللہ سب بہتر کریں گے وہ تمہارے حق میں بہتر نہیں تھا اس لیے تمہیں نہیں ملا"

"پھر محبت انہی سے کیوں ہوتی ہے جو حق میں بہتر ہی نہیں ہوتے؟یہ دل انہیں سے لگنا چاہیے نا جن سے لگنے کے بعد ٹوٹے نہ "وہ کرب سے بولی کر کھڑی ہو گئی۔اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔گھڑی کو دیکھا

exponovels

"میں کپڑے بدل آتی ہوں پھر تم مجھے تیار کر دینے ان لوگوں نے کچھ دیر میں آجانا ہے اور اگر میں تب تک تیار نہ ہوئی تو امی بہت ناراض ہوں گی" انابیہ اسے نم آنکھوں میں یاس بھرے دیکھ رہی تھی عائشہ تکلیف سے مسکرائی

"ایسے تو نہ دیکھو مجھے لگتا ہے جیسے اس کی محبت ابھی بھی میرے چہرے پہ چھلک رہی ہے" انابیہ کھڑی ہوئی اس کے گال پہ ہاتھ رکھا

"اس کی محبت کا تو پتہ نہیں پر اس کے بچھڑنے کا دکھ تمہارے چہرے پہ اب صاف دکھائی دیتا ہے" انابیہ کی آنکھیں پھر سے بھر گئیں۔ عائشہ نے گیلی سانس کھینچ کر اس کے آنسو صاف کیے

"ہائے میری بھولی دوست ابھی وقت تھوڑا ہے مجھے تیار کر دو اس محبت کے بچھڑنا کے ماتم کے لیے تو پوری عمر پڑی ہے" انابیہ نے اس کے ہاتھ پکڑے

"دیکھنا تم وہاں بہت خوش رہو گی" عائشہ اداس سا ہنسی سر ناں میں ہلایا

"مشکل ہے" اس نے کہہ کر سوٹ اٹھایا اور واش روم میں گھس گئی۔ جب وہ گاجری کامدار سوٹ پہن کر باہر نکل تو اس کا چہرہ دھلا ہوا لگتا تھا۔ وہ کسی روبورٹ کی طرح چلتی سنگھار میز کے سامنے آ گئی

یہ دل بھی تو ڈوبے گا سمندر میں کسی کے
ہم بھی تو لکھے ہوں گے مقدر میں کسی کے

انابیہ اس کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئی تھی اس نے اس کے بال سلجھائے اور میک اپ کرنے لگی۔ اسفنج سے بیس سیٹ کرتے ہوئے اس کی شاید کوشش تھی کہ وہ اس تہہ کے نیچے عائشہ کے سارے دکھ چھپا دے پر اس کا دکھ آنکھوں

exponovels

سے جھلکنے لگا۔جب اس نے گالوں پہ بلیشر لگادیااور اس کے ہونٹوں پہ لپ اسٹیک لگانے لگی تو عائشہ نے اسے سنجیدگی سے ٹوکا

"تم میک اپ کرنا بھول گئی ہو سب سے پہلے آنکھوں کا میک اپ کرتے ہیں پھر باقی چہرے کااور لپ اسٹیک تو سب سے آخر میں لگاتے ہیں ورنہ یہ تمہارے ہی ہاتھ سے غلطی سے بگڑ جائے گی"اس کی بات پہ انابیہ نے لپ اسٹیک رکھ دی

"میں میک نہیں بھولی عائشہ، میرے ہاتھ اس لیے کانپ رہے ہیں کیونکہ میں آج پہلی بار کسی کے دکھ میک اپ سے چھپارہی ہوں اس لیے کنفیوز ہورہی ہوں کہ ایسا کیالگاؤں کہ تمہارے دکھ ان کے پیچھے چھپ جائیں"عائشہ نے سر جھٹکا

اِک شام بنامِ لبِ شریں دہناں ہم
چپکے سے اتر جائیں گے ساغر میں کسی کے

"یہ نہیں چھپتے تم تھک جاؤ گی محبت بچھڑ جائے تو یوں لگتا ہے جیسے بندے کی شکل ہی بگڑ گئی ہو دیکھو تو عجیب سا چہرہ لگتا ہے خوف سا آتا خود کو دیکھ کر،اور یہ سب میک اپ سے نہیں چھپتا"وہ کہہ کر خاموش ہو کر نظریں جھکا کر بیٹھ گئی تھی انابیہ نے اب نوٹس کیا تھا کہ عائشہ خود کو شیشے میں نہیں دیکھ رہی۔وہ پھر خاموشی سے میک اپ کرنے کے بعد اسے جیولری پہنانے لگی۔جب اس نے اسے مکمل تیار کر دیا تو انابیہ نے اس کے سر پہ دوپٹہ دیا

exponovels

"دیکھو بہت پیاری لگ رہی ہو دیکھنا تمہاری قسمت بھی اتنی ہی پیاری ہو جائے گی" عائشہ نے شیشہ پھر بھی نہ دیکھا سنگھار میز کے سامنے سے کھڑے ہو کر اس نے انابیہ کی طرف رخ کیا

"قسمت نے پیارا ہونا تھا تو پہلے ہوتی اب یہ جیسی بھی ہو مجھے فرق نہیں پڑتا" وہ بیڈ پہ بیٹھ گئی تھی اسے انتظار تھا کہ اب اسے کب بلایا جاتا ہے۔

پڑھتے ہوئے تمہیدِ کتاب لب ور خسار

مل جائیں گے ہم حسن کے دفتر میں کسی کے

جب شام نے عائشہ کی زندگی میں اندھیرا بن کر قدم رکھا تو نیچے لاؤنج میں شور سا اٹھا۔ کمرے میں بیٹھی عائشہ کا دل گھبرانے لگا۔ اس نے انابیہ کو دیکھا جو نیچے سے ابھی اوپر آئی تھی

"وہ لوگ آ گئے" عائشہ کا دل ڈوب گیا۔ اتنا بھی آسان نہیں تھا کسی کی محبت کو بھول کر کسی کے نے نام ہونے کی تیار کرنا۔ ٹھیک بیس منٹ بعد امی کمرے میں آئیں ان کے ساتھ آپی میمونہ بھی تھیں ان دونوں کی ہی آنکھیں عائشہ کو دیکھ کر بھیگ گئیں انہوں نے بڑھ کر اسے سینے سے لگایا اور نیچے لے جانے لگیں۔ عائشہ کی گھبراہٹ بڑھنے لگی تھی اس نے اپنا دوپٹہ مٹھی میں جکڑ لیا۔ دل یوں لگتا تھا جیسے باہر آ جائے گا۔

لاؤنج میں آتے ہی جن پہلی نظروں نے اسے دیکھا تھا وہ ارمان کی نظریں تھیں جو تیز نیلے ڈنر سوٹ میں ملبوس ہلکی شیو کے ساتھ بہت پر کشش لگتا تھا اس کے چہرے پہ عائشہ کو دیکھتے ہی مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔ ماں نے عائشہ کو اپنے سینے سے لگایا اور اس کا ماتھا چوم کر اسے ارمان کے پہلو میں بٹھا دیا۔

exponovels

ابو سفیان امی بھائی تنویر اور جیا سبھی وہاں موجود تھے انابیہ اس کے کچھ زیادہ ہی قریب کھڑی تھی اس نے عائشہ کے شانے پہ ہاتھ رکھا ہوا تھا۔عائشہ نے نظریں اٹھا کر زرا سی گردن ترچھی کر کے انابیہ کو دیکھا۔انابیہ نے فوراً گردن نہ میں ہلائی وہ عائشہ کے لرزتے وجود کو محسوس کر رہی تھی اس کی آنکھیں رو دینے کو تیار تھیں۔عائشہ نے صوفے کو مٹھی میں جکڑ لیا۔وہ جس کے قریب موجود تھی وہ اس کا نصیب نہیں بننا چاہتی تھی پر وہ آج بن رہی تھی۔۔

اس دل کے بہت پاس نہ اس دل سے بہت دور

بیٹھے ہوئے ہم ہوں گے برابر میں کسی کے

اس کے بعد اسے کچھ بھی نہ محسوس ہوا۔کب اس کا ہاتھ ارمان نے پکڑا اس میں انگوٹھی پہنائی اس نے کب ارمان کو پہنائی کب سب نے اسے محبت سے گلے لگا کر مبارک باد دی اسے ان میں سے ایک بات کا بھی پتہ نہ چلا پر جب ارمان کی ماں نے کہا کہ ہم شادی انہی دنوں میں کرنا چاہتے ہیں تو اس نے نظریں ضرور اٹھا کر امی کو دیکھا جو فوراً سے مان گئی تھیں۔کیونکہ عائشہ نے ہی کہا تھا کہ وہ شادی اب جلدی کرنا چاہتی ہے اور امی کے بھی دل میں کہیں نہ کہیں یہ ڈر تھا کہ کبھی وہ لڑکا دوبارہ لوٹ نہ آئے اس لیے انہوں نے تنویر بھائی کو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ شادی کے لیے وہ جلدی کا ہی کہیں ارمان کی فیملی کو اور اب ان کے منہ سے وہی بات سن کر ان کے کاندھوں سے بہت سا بوجھ اتر گیا تھا۔

ابو بس خاموشی سے کھڑے سب دیکھ رہے تھے انہیں بھی امی نے ہی کہا تھا کہ اس میں عائشہ کی رضامندی ہے اور اگر نہ ہوتی تو اب عائشہ انہیں کچھ حیرت یا پریشانی سے ضرور دیکھتی پر اس نے ایسا کچھ نہ کیا دوبارہ نظریں جھکا لیں اس لیے ابو بھی خاموش ہی رہے۔۔۔

exponovels

عائشہ کی جھکی نظریں اس کی ہیرے کے نگ والی انگوٹھی پہ تھیں جو اسے تمسخر سے دیکھ رہی تھی عائشہ کو لگا جیسے وہ انگوٹھی اسے کہہ رہی ہے کہ وہ اس کے ہاتھ کی انگوٹھی نہیں اس کے گلے کا طوق ہے

"مجھے فرق نہیں پڑتا" اس نے انگوٹھی سے نظریں ہٹالیں تبھی دل نے سوال کیا

"کیا اس کی محبت دل سے نکالنا آسان ہے۔؟" عائشہ نے دل کو دیکھ کر سر نہ میں ہلایا

"یہ انگوٹھی اگر میرے گلے کا طوق ہے تو اس کی محبت میرے پیروں میں زنجیر بن کر پڑ گئی ہے اب میں جہاں مرضی چلی جاؤں اس زنجیر سے آزاد نہیں ہو سکتی۔ میرے دل پہ اس کی محبت کے سائے ہمیشہ منڈلاتے رہیں گے "

"تو پھر ایسے جینا تو بہت مشکل ہو جائے گا "

"تو تم ہی مجھ پہ احسان کیوں نہیں کرتے اے دل تم ہی بند ہو جاؤ تا کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں" دل اس کے جواب پہ خاموش ہو گیا اور وہ تلخی سے مسکرا دی

"سب خود غرض ہیں" اس نے زیرِ لب کہا تھا۔۔۔

اس کی شادی ایک ہفتے بعد کی طے پائی تھی اور اب سے اس کا گھر سے نکلنا بند تھا کیونکہ وہ مایوں میں آج ہی سے بٹھا دی گئی تھی امی کی اس پہ اب کڑی پابندیاں تھیں دل پھرنے میں وقت نہیں لگتا اس لیے وہ عائشہ کو اپنے سامنے رکھنا چاہتی تھیں۔۔۔

________&&&&&&&__________

exponovels

امریکہ پہ شام عصر قطرہ قطرہ اتر رہی تھی۔وہ سب اس وقت ایک ویران جنگل نما جگہ موجود تھے جو شہر سے دور تھی وہاں ہر طرف اونچے اونچے درخت لگے تھے۔شہیر گاڑی کے بونٹ پہ بیٹھا تھا۔کالی شرٹ کے ساتھ اس نے سفید جینز پہن رکھی تھی۔

نیلی آنکھیں پر سکون تھیں اور بال ماتھے پہ بکھرے تھے اس کی

شیو کچھ کچھ بڑھ گئی تھی پر آج کے بعد سب کچھ اپنی جگہ پہ واپس آجائے گا۔دستگیر اس کے دائیں جانب کھڑا تھا۔

باقی کے گارڈز گاڑیوں کے باہر کھڑے ہاتھوں میں بندوقیں لیے ہوئے تھے وہ لوگ بالکل چوکنا تھے۔بہرام کو انہوں نے جو وقت دیا تھا اس میں صرف پانچ منٹ باقی تھے۔

شہیر نے موبائل پہ ٹائمر لگایا۔اور وقت دیکھنے لگا۔کیونکہ اس نے کہا تھا کہ جیتنی دیر بہرام آنے میں کرے گا اس کے بچے اتنی ہی تکلیف برداشت کریں گے۔موبائل پہ چلتے ٹائمر پہ وقت بھاگنے لگا اور ٹھیک پانچ منٹ بعد وہاں اس ویرانے میں ایک گاڑی زن سے داخل ہوئی جس نے خاموشی کو توڑا تھا۔درختوں پہ بیٹھے پرندے سب کچھ دیکھ رہے تھے عصر لمحہ لمحہ گزر رہی تھی۔

وہ گاڑی ان کے سامنے رکی اور اس میں سے بہرام باہر آیا اس کے باہر آتے ہی دستگیر نے اور باقی کے گارڈز نے اس پہ بندوقیں تان لیں

"میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے" اس کے لہجے سے ہی بے بسی ظاہر ہوتی تھی

"زویا کہاں ہے۔؟" شہیر نے بونٹ سے چھلانگ لگا کر پوچھا۔

exponovels

''گاڑی میں پر میرے بچے۔؟''اس کے چہرے پہ جو کچھ دنوں سے بھیانک تاثراور بے رحمی تھی اب وہ سب جیسے کہیں بہت

پیچھے رہ گیا تھااس وقت جو شہیر کے سامنے تھاوہ ایک بے بس باپ تھا۔ شہیر نے اس کے سوال کو نظرانداز کیااور دستگیر کواشارہ کیا۔وہ آگے بڑھ کر گاڑی کے پاس آیااوراس کادروازہ کھولاتوزویالپک کر باہر آئی۔اس کاوجود ناتواں تھاچہرے پہ ابھی بھی زخموں کے نشان تھے وہ کچھ دنوں میں ہی بہت کمزور ہوگئی تھی پراب جیسے ہی اس نے شہیر کو دیکھاتووہ بھاگ کراس کے پاس آئی اوراس کے سینے سے لگ گئی۔ شہیر نے اس کے گرد اپناایک بازو لپیٹااوراس کا ماتھاچوم کراس نے بلک بلک کرروتی زویاکودیکھا

''تمہیں اب رونے کی ضرورت نہیں ہے''وہ اسے کہہ کرزویاکوگاڑی میں بٹھاچکاتھازویاگاڑی میں بیٹھتے ہی پھر سے نیم بے ہوش سی ہوگئی تھی۔ شہیر بہرام کی طرف گھوم کراس کے مقابل آیا۔دستگیراس کے ماتھے پہ بندوق رکھے ہوئے تھا

''میرے بچے کہاں ہیں۔؟''وہ بے بسی سے چلایاتوشہیر نے اسے ایک لمحے کودیکھااوراس لمحے میں اسے زویاکے وہ سارے زخم یاد آگئے جو بہرام نے اسے دیے تھے۔ شہیر نے مٹھی بھینچی تواس میں سے انگلیوں کے چٹخنے کی آواز صاف آئی تھی اس کی رگیں ظاہر ہونے لگی تھیں۔اس نے اپنی ساری قوت اس مٹھی میں جمع کرکے وہ بند مٹھی بہرام کے جبڑے پہ ماری تووہ کراہ کرزمین پہ گر گیا۔اس کے منہ سے خون کافوارہ پھوٹاتھا۔شہیر خونخوار نظروں سے اسے دیکھتااس کی طرف جھکا

exponovels

"میں تم جیسا گھٹیا نہیں ہوں کہ کسی کی معصوم جان کو اذیت دوں تمہارے بچے پاکستان میں ہی ہیں اور وہ اب گھر بھی پہنچ گئے ہوں گے" بہرام اس کے ایک مکے سے ہی ادھ مرا ہو گیا تھا وہ زمین پہ گرا گہرے گہرے سانس لے رہا تھا وہ جانتا تھا کہ اب اس کے ساتھ کچھ بھی اچھا نہیں ہو گا

شہیر نے اس پہ نظریں رکھتے ہوئے دستگیر کی طرف ہاتھ پھیلایا تو اس نے فوراً اس کے ہاتھ میں پسٹل تھما دیا۔ شہیر نے اسے لوڈ کیا اور ٹریگر پہ انگلی رکھ کر اس نے وہ پسٹل بہرام کے ماتھے کے سامنے کیا

"جو کھیل تم نے شروع کیا تھا اسے میں شہیر ملک اب یہیں ختم کرتا ہوں" اس کے بعد فضاء میں گولی کی آواز گونجی، بہرام کی چیخ اور درختوں پہ بیٹھے پرندے انہیں آوازوں سے ڈر کر پھڑ پھڑا کر اڑ گئے۔ یکدم ہی پورے آسمان پہ پرندے اور اطراف میں ان کے پروں کی آوازیں پھیل گئی تھیں۔ سورج عصر سنگ ڈھل گیا تھا۔ اب رات کی سیاہی ان کا ساتھی بننے والے تھی۔۔۔

امریکہ پہ اس وقت رات پھیلی دکھائی دیتی تھی۔ فلک بوس عمارتوں کی روشنیاں جلتی آسمان کو بھی روشن کر رہی تھیں۔ آسمان پہ بادلوں سنگ تارے تھے۔ مدھم سا چاند بھی انہیں بادلوں میں سے چھپکے چھپکے اس ہاسپٹل کی عمارت میں موجود کمرے کی کھلی کھڑکی سے اندر جھانک رہا تھا جس میں زویا پژمردہ اور ناتواں وجود سے لیٹی آنکھیں موندے ہوئے تھی۔ اس میں اب بولنے کی ہمت بھی باقی نہیں تھی۔

شہیر اس کمرے میں خاموش قدم اٹھا کر اندر داخل ہوا اور زویا کے قریب کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔اس نے اس ماند نیلاہٹ کو دیکھا جو زویا کی آنکھوں کے نیچے تھے۔اس کے گورے رنگ پہ زخم کچھ زیادہ ہی واضح دکھائی دیتے تھے۔ ان زخموں کو شہیر نے جب بھی دیکھا اس کے دل پہ وار ہوا تھا۔اس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ اٹھ کر زویا کے گال پہ لگایا تو اس کی پلکیں لرزنے لگیں۔ شہیر نے اس کے گال سے ہاتھ نہ ہٹایا وہ شاید زویا سے بات کرنا چاہتا تھا۔

"ش۔۔۔ شہی۔۔۔۔ شہیر۔۔۔۔۔!"اس نے مدھم لہجے سے کہا اور اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ شہیر نے لب بھینچ کر اسے ناراضی سے دیکھا

"تم اب کیوں رو رہی ہو میں تمہارے پاس ہی ہوں"اس نے دوسرے ہاتھ سے زویا کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"میں۔۔۔ میں نے تمہا۔۔۔۔ تمہاری بات نہیں مانی"اسے اپنی غلطی کا اب احساس ہو رہا تھا"میں اپنی وجہ سے تمہیں بھی مشکل میں ڈال دیتی"وہ خود کو ملال کر رہی تھی

"چپ"اس نے ڈانٹنے والے انداز سے کہا پھر اس کے ہاتھ کو لبوں سے لگایا"اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتا۔؟ تم نے یہ نہیں سوچا پر اب تم میرے ساتھ پاکستان جاؤ گی جو کچھ کرنا ہے تم وہیں کرنا تمہارا بزنس اور گھر بھاڑ میں گیا اور یہ میری آخری بات ہے اس کے بعد میں اس بارے میں کوئی بات نہیں سنوں گا"

وہ دوٹوک انداز میں بول رہا تھا۔اس نے زویا کا ہاتھ ویسے ہی تھام رکھا تھا شہیر اس کے ہاتھ کی پشت پہ انگوٹھا رکھ کر سہلا رہا تھا یہ اس کی عادت تھی۔ وہ جس کو تکلیف میں دیکھتا تھا اس کے ہاتھ کو تھام کر وہ ایسے ہی سہلاتا تھا۔زویا نے شہیر کو نظر بھر کر دیکھا۔

exponovels

"یہ تمہارا نہیں ہے زویا" کہیں سے اسے آواز آئی تو اس کا دل کرلایا وہ پہلے اپنے دکھ پہ رو رہی تھی اب شہیر کی جدائی کا سوچ کر اس کے دل میں ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔اس کی آنکھوں سے آنسو روانی سے نکلنے لگے تو شہیر نے ماتھے پہ۔ مصنوعی بل ڈال لیے

"میں نے کہا نا زویا اب تمہیں کوئی کچھ بھی نہیں کہہ سکتا میں تمہارے پاس ہی ہوں "

"پر تم میرے تو نہیں ہونا" وہ یہ کہنا چاہتی تھی پر نہ کہہ سکی شہیر نے اس کے ہاتھ پہ دباؤ ڈالا

"اچھا بتاؤ میں ایسا کروں جس سے تم چپ ہو جاؤ" شہیر اسے کسی بچے کی طرح ٹریٹ کرنے لگا تھا۔وہ اسے بہلانا چاہتا تھا

"تم میرے ہو کر میرے پاس رہ جاؤ" زویا کی روتی آنکھوں نے یہ کہنا چاہا پر زبان جیسے بے جان ہو گئی تھی۔وہ بس شہیر کو

دیکھے جا رہی تھی پھر اس نے بہت ہمت کر کے خود کو رونے سے روکا اور گہرا سانس اندر کھینچا

"میں چاہتی ہوں تم مجھے جلدی پاکستان لے جاؤ تا کہ میں وہاں جا کر تمہاری شادہ کروا دوں" اس نے مسکرانے کی کوشش کی اندر کی تکلیف کو ہونٹوں کی مسکراہٹ تلے چھپالیا۔ شہیر اس کی بات پہ ہنس دیا۔

"پہلے تم اچھی طرح ٹھیک ہو جاؤ ڈاکٹر نے کہا ہے تم ایک ہفتے کہیں نہیں جاؤ گی" وہ کھڑا ہو گیا اس کا ہاتھ چھوڑا "تم اب آرام کرو میں باہر ہی ہوں" وہ کہہ کر اس کے گال کو آہستگی سے تھپک کر وہاں سے نکل گیا۔زویا اس کے جانے

exponovels

کے بعد ایک بار پھر سے رونے لگی تھی ابھی تو اس کے پاس زخموں کا بہانا تھا اس لیے وہ جی بھر کر ان کی آڑ میں شہیر کے لیے رو رہی تھی۔۔۔!

شہیر کمرے سے نکل کر باہر راہداری کی طرف آ گیا تھا۔زویا کے کمرے کے باہر دو گارڈز کھڑے تھے اس لیے وہ کچھ بے فکری سے آگے بڑھ آیا تھا۔اس نے اپنا موبائل نکالا۔زویا کے منہ سے عائشہ کا ذکر سن کر اسے یاد آیا تھا کہ اس نے بہت دنوں سے اس کی کوئی خبر نہیں لی۔

اس نے ریاض کا نمبر ملایا ہی تھا کہ دستگیر داخلی دروازے سے اندر آیا۔

"باس بہرام کچھ خاص بتا نہیں کر رہا بس خاموشی سے بیٹھا ہے آپ بتا دیں اب اس کا کیا کرنا۔؟" شہیر نے جو ابھی ریاض کو کال ملائی ہی تھی۔اس نے وہ کال کاٹی اور دستگیر کی طرف دیکھا

"ہم بس ایک بار پاکستان چلے جائیں پھر میں اس سے خود نمٹوں گا اور اسے کھانا پانی صرف اتنا دینا ہے جس سے وہ زندہ رہ سکے بس" وہ سرد مہری سے بولا۔دستگیر نے سر ہلا دیا۔

"باس آپ آرام کر لیں گھر جا کر میں ادھر ہی ہوں" شہیر نے سر نہ میں ہلایا

"نہیں وہ بہت ڈری ہوئی ہے میں ادھر ہی ٹھیک ہوں تم جا کر آرام کر لو" وہ کہہ کر دوبارہ کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔کمرے کے باہر رکھے بینچ پہ بیٹھ کر اس نے موبائل اپنے گھٹنے پہ رکھا ہی تھا کہ اس پہ میسج بیپ ہوئی۔شہیر نے موبائل اٹھا کر اپنے سامنے کیا۔میسج پڑھ کر اس نے جوابی میسج مسکرا کر لکھا اور دیوار سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

اس کی عائش ٹھیک ہے یہ بات ہی اس کے لیے راحتِ زیست تھی۔

exponovels

_____&&&&&&_____

عائشہ کے گھر میں اچانک سے ہی دھوم سی مچ گئی تھی۔ بازاروں چکر، نئے کپڑے، زیوروں کی خریداری سب کچھ اچانک سے ہی لیناپڑ رہا تھا اس لیے امی اور آپی میمونہ کو ایک لمحے کا بھی سکون نہیں تھا وہ دونوں صبح کی گئی شام میں لوٹتیں ان کے ساتھ سفیان جاتا تھا جو سارا سامان اٹھا کر لاتا تھا۔

جب اس کے ولیمے کا سوٹ لینے جانے لگے تو آپی نے امی کو کہا

"ہم عائشہ کو بھی لے چلتے ہیں یہ خود پسند کر لے گی" عائشہ اس وقت لاؤنج میں لاتعلق سی بیٹھی ٹی وی پہ نظریں جمائے ہوئے تھے پیلے سوٹ میں اس کا حسن سوگوار سا لگتا تھا۔ غزالی آنکھیں بجھی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔

"ہاں عاشہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو" امی نے اسے پکارا تو اس نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر انہیں دیکھا

"میرا دل نہیں کر رہا ہے آپ لوگ لے آئیں میں اعتراض نہیں کروں گی" وہ کہہ کر دھیرے سے صوفے سے اٹھی اور زینے چڑھنے لگی۔ امی اور آپی میمونہ اس کی پشت دیکھتی رہ گئی تھیں۔

وہ اپنے مردہ ہوتے وجود کو بڑی مشکل سے گھسیٹ کر کمرے میں لائی اور لائٹ روشن کر کے وہ بیڈ پہ دراز ہو گئی۔ کروٹ موڑنے پہ اس کی نظر گلابی بھالو پہ پڑی جو مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس بھالو کو اٹھایا اور اس کے گرد بانہیں حائل کر لیں۔ ابھی اس نے آنکھیں موندی ہی تھیں۔ کہ شہیر اس کے سامنے آگیا

"ایک دن میں بھی تمہیں یونہی ہگ کروں گا" عائشہ کی آنکھیں پٹ سے کھلیں۔۔۔ وہ باتوں سے ساحر پھونکتا تھا اور عائشہ پہ اس کا جادو اتنا برا چڑھا تھا کہ اس سے اب وہ لہجہ بھلائے نہیں بھولتا تھا۔ دو دن بعد اس کا نکاح تھا اور اس

کی پوری کوشش تھی کہ وہ شہیر کی محبت کو یہیں اس گھر میں ہی چھوڑ کر جائے اس کمرے میں کہیں چھپا جائے کہیں ایسی جگہ جہاں کبھی اس کے واپس آنے پہ وہ محبت بس عائشہ کو ہی دکھائی دے۔

اس نے آنکھیں کھول کر وہ جگہ ڈھونڈنی چاہی پر اسے ایسی کوئی جگہ نہ ملی۔ ملتی بھی کیسے نمی سے آنکھیں دھندلا گئی تھیں۔ کچھ بھی نہیں دکھائی دے رہا تھا اس لیے اس کوشش ترک کرکے آنکھیں دوبارہ موند لیں اور اپنا چہرہ اس نے اس بھالو میں چھپا لیا۔ شہیر اسے ہگ کرنا چاہتا تھا پر ایک خواہش عائشہ کے دل میں بھی کبھی اٹھی تھی کہ وہ شہیر کے فراخ سینے میں خود کو سیٹ کر اس کے دل کی دھڑکنیں سنے۔۔۔۔۔ پر وہ خواہش لاحاصل بن کر رہ گئی تھی۔۔۔۔

_____&&&&&&_____

ارمان ملک کے بنگلے پہ پریشانی پھیلی تھی ماں اپنے کمرے میں موجود بیڈ پہ نیم دراز تھیں۔ ارمان اور جیا انہیں کے قریب بیٹھے تھے۔

"ماں آپ اپنا خیال کیوں نہیں رکھتیں۔؟" ارمان ناراضی سے بولا تھا۔ صبح جب وہ تیار ہو کر کمرے سے باہر آئیں اور شادی کی خریداری کرنے مارکٹ جانے لگیں تو انہیں غش آیا اور انہیں لگا جیسے ان کے وجود سے کسی نے روح کھینچنا شروع کر دی ہے۔

exponovels

ان کے دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا اور جسم سُن ہوتا چلا گیا تھا وہ کب فرش پہ گریں انہیں معلوم ہی نہ ہوا۔ جیا ان کے ساتھ ہی تھی اس لیے وہ ملازمہ کو ساتھ مل کر انہیں ان کے کمرے میں لے آئی تھی۔ ارمان اس وقت آفس تھا لیکن جب اسے ماں کی علالت کی خبر ملی تو وہ دوڑا چلا آیا

"میں اپنا خیال رکھتی ہوں بس ویسے ہی چکر آ گیا ہو گا تم اتنے پریشان مت ہو جایا کرو" ماں نے مسکرانے کی کوشش کی پر ان سے مسکرایا نہ گیا۔ انہیں اپنی طبیعت پچھلے کچھ دنوں سے خراب محسوس ہو رہی تھی کبھی جسم کا کوئی حصہ سُن ہو جاتا تو کبھی کوئی۔ وہ پہلی بار تو ایسے ہونے پہ فکر مند ہوئی تھیں پر جب یہ سب چند منٹوں میں ہو کر ختم ہونے لگا تو انہوں نے اسے معمولی جان کر نظر انداز کر دیا لیکن آج جو ہوا وہ کچھ زیادہ ہی عجیب تھا پر ماں اب ارمان کے سامنے اپنی بیماری ظاہر کر کے اس کی خوشیوں کو برباد نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ وہ شادی کے بعد اپنا مکمل چیک اپ کروائیں گی انہوں نے سوچ لیا تھا۔

"ماں آپ ڈاکٹر کے پاس چلیں" ارمان ضد سے گویا ہوا۔ وہ بہت دیر سے انہیں اسی بات پہ راضی کرنا چاہ رہا تھا پر ماں نہیں مان رہی تھیں۔

"ہاں ممی بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ ایک بار ڈاکٹر کو دکھا لیں وہ کچھ ٹیسٹ کریں گے اس سے ہمارے دل کو تسلی ہو جائے گی" ماں نے ناک سے مکھی اڑائی

"اوہ کم آن جیا میں ٹھیک ہوں" انہوں نے خفگی سے کہہ کر ارمان کو دیکھا "میں نے ناشتہ نہیں کیا تھا صبح شاید اس لیے ایسا ہو گیا میں ابھی کچھ کھا لوں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی میں ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا چاہتی اور اب مجھے اس بات پہ

exponovels

کوئی راضی کرنے کی کوشش نہیں کرے گا" انہوں نے دوٹوک انداز میں کہا۔ ارمان انہیں بے بسی سے دیکھنے لگا پھر بولا

"اچھا پر اب آپ مارکیٹ نہیں جائیں گی جو بھی لینا ہو گا وہ آپ گھر بیٹھ کر لیں گی" ماں کو اس کی یہ بات ماننی پڑی ارمان ان کی پیشانی چوم کر کھڑا ہوا

"میری زندگی کا اتنا بڑا دن ہے اور میرا چھوٹا بھائی میرے ساتھ نہیں ہے مجھے کچھ اچھا محسوس نہیں ہو رہا" اس نے اپنے دل کی بات بھی کہہ دی۔ وہ چاہتا تھا کہ شادی شہیر کے آنے کے بعد ہو پر ماں نے صاف انکار کر دیا تھا انہیں پتہ نہیں کیوں لگ رہا تھا کہ شہیر آئے گا تو سب بگڑ جائے گا اور انہیں ابھی یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ بہرام پکڑا جا چکا ہے ورنہ اب تک وہ مر چکی ہوتیں۔

ماں کا حلق اس بات پہ اندر تک کڑوا ہو گیا۔ انہوں نے بدمزگی سے ارمان کو دیکھا

"اچھی بات ہے وہ جنونی اس ملک میں نہیں ہے ورنہ پتہ نہیں وہ اس دن بھی کوئی تماشا لگا کر کھڑا ہو جاتا" ماں جب ایسے بولتی تھیں تو ارمان کو ان کی بات سے تکلیف ہوتی تھی اور جیا کو غصہ آتا تھا پر اب صرف ارمان یاس سے ماں کو دیکھ رہا تھا۔ جیا کا غصہ اب ڈھنڈا ہوتا جا رہا تھا۔ اسے فرق نہیں پڑتا تھا کہ شہیر کے بار میں کیا بات ہو رہی ہے۔ جس کے ذکر سے اسے فرق پڑتا تھا اس کا ذکر کے گھر میں ہوتا ہی نہیں تھا۔

______&&&&&&______

exponovels

شہر پہ یہ دن جینے والوں کے بہت بھاری تھا۔ محبت میں ٹوٹے دل کے ساتھ آج ایک لڑکی رخصت ہونے کے لیے تیار بیٹھی تھی۔

عروسی جوڑے میں لپٹی وہ اپنے دکھ سے بھرتے نینوں کو بار بار پونچھ رہی تھی۔ ہال میں اسے ابھی لایا گیا تھا۔ مولوی جب اس کے قریب آکر بیٹھا تو اسے لگا جیسے موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے اس کی پہلو میں آگیا ہے۔ اس نے خوف سے مولوی کو دیکھا۔ جو اس کے سامنے خصوص جملے کہتا اس سے پوچھ رہا تھا کہ کیا اسے ارمان قبول ہے۔؟

"اب کیا کرو گی۔؟" دل نے پوچھا

"کیا کروں۔؟" اس نے بھی دل سے پوچھ تو وہ جز بز سا ہو گیا

"انکار کر دو۔ "!

"انکار کرنے سے وہ مل جائے گا۔؟" وہ انکار کر دینا چاہتی تھی پر اس بات کی گارنٹی بھی تو کوئی دے کے اسے شہیر مل جائے گا۔ دل جب اس کے سوال پہ چپ ہو گیا تو اس سے چپ نہ رہا گیا۔ اس نے کہا

"مجھے قبول ہے" اس سے تین بار پوچھا گیا کہ کیا تم مرنے کے لیے تیار ہو۔؟ اور اس نے تینوں بار ہی قبول ہے نامی تلوار اپنی شہ رگ پہ رکھ کر چلالی۔ آنکھوں میں دھواں بھر گیا تھا ماحول سارے کا سارا دھندلا گیا تھا۔

عائشہ کو زرہ برابر ہوش نہیں رہا اس کے بعد کہ کوئی اسے کیا کہہ رہا ہے۔ کون کیا کر رہا ہے۔ کون کب اس کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ وہ جو اس کے پہلو میں آکر بیٹھا تھا۔ اسے عائشہ نے گردن ترچھی کر کے دیکھا تو وہ مسکرا رہا تھا۔

exponovels

اسے اس شخص جیسا بھدا اور بد صورت آج تک کوئی نہیں لگا تھا۔اسے لگ رہا تھا جیسے اس کی سانس کی ڈور بھی ٹوٹ جائے گی

"ٹوٹ جائے تو کتنا اچھا ہو" اس نے حسرت سے سوچا تھا۔کچھ دیر بعد اسے اٹھایا گیا۔کاندھوں سے پکڑ اکر ٹھانے والے اسے لگا جیسے کاندھوں پہ اٹھا رہے ہوں۔اس نے اپنی امی کو خود کو پلٹ کر روتے دیکھا آپی میمونہ تو کبھی سفیان اس سے لپٹ کر رو رہے تھے۔وہ سب کو خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

جب عائشہ ابو تک پہنچی جنھوں نے اس کے سر پہ قرآن کا سایہ کیا تو اس نے ان کا چہرہ بغور دیکھا۔ان کی آنکھیں نم تھیں۔وہ ضبط سے اپنے لب بھینچ کر کھڑے تھے عائشہ دھیرے سے آگے بڑھی سب کو پیچھے چھوڑ کر وہ ان کے قریب آگئی۔ابو بڑے حوصلے سے اسے دیکھ رہے تھے۔انہوں نے اپنی آنکھوں کی نمی کو آنکھوں میں ہی جذب کرنا چاہا پر جب عائشہ ان کے سینے سے لگی تو ان کا وجود لرزنے لگا۔

عائشہ نے اس کپکپی کو محسوس کیا اس نے چہرہ اٹھا کر ابو کو دیکھا اس کے منہ اٹھاتے ہی اس کے گالوں پہ ابو کے آنسو ٹوٹ کر گر گئے۔عائشہ کی بھی آنکھیں اس کے بعد لمحوں میں بھر گئیں۔وہ دھند جیسے چھٹ گئی تھی جس نے اس کے دماغ کو اپنے قابو میں کیا ہوا تھا۔اس دھویں کے ہٹتے ہی وہ اپنے ابو کے مضبوطی سے لپٹ گئی اور پھر کب وہ سسکی، کب وہ سسکیاں ہچکیوں، اور پھر چیخوں میں بدل گئیں اسے معلوم ہی نہ ہوا۔وہ نہ اب قدم اٹھا رہی تھی نہ اپنے ابو کی قمیض کو چھوڑ رہی تھی۔سب اسے اس کے ابو سے دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے پر اس کی گرفت سخت تھی۔ابو نے بھی اس کے گرد اپنا بازو لپیٹ لیا تھا وہ اسے لے کر بڑی مشکل سے چل پا رہے تھے۔

exponovels

ان کا خود کا حوصلہ جواب دے گیا تھا۔بہت مشکل سے وہ اسے گاڑی تک لائے تھے عائشہ تب بھی ان کی قمیض نہیں چھوڑ رہی تھی۔امی اور آپی نے بہت سمجھایا اور ارمان کے ساتھ گاڑی میں بٹھا دیا۔وہ گاڑی میں بیٹھ کر بھی ویسے ہی رو رہی تھی۔ارمان نے اس کا ہاتھ دھیرے سے پکڑا۔اس نے اسے خاموش کروانا چاہا پر وہ اسی شدت سے روئے گئی تو اس کی طبیعت بگڑنے لگی۔

"بس کریں آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے" ارمان کی آواز پہ اس نے اکھڑتے سانسوں سے اسے دیکھا

"میں نے اپنے ابو کے پاس جانا ہے" اس سے یہ جملہ بھی پورا نہ بولا گیا اور وہ ارمان کی گود میں بے ہوش ہوتی چلی گئی۔۔۔ارمان کے رنگ ایک دم سے اڑ گئے تھے۔وہ گاڑی میں اکیلے ہی تھے ماں اور جیا دوسری گاڑی میں تھے۔اس نے ڈرائیور کو کہا

"گاڑی جلدی چلاؤ" ڈرائیور نے اس کے کہتے ہی گاڑی کی اسپیڈ بڑھا لی تھی اور ارمان خود اس کا گال دھیرے دھیرے تھپک کر اسے پکار رہا تھا اس نے پانی کی بوتل لے کر اس میں سے چند چھینٹے اس کے چہرے پہ ڈالے تو وہ ہوش میں آئی۔اس نے آنکھیں کھول کر ارمان کو یک ٹک دیکھنا شروع کر دیا اسے سب سمجھنے میں وقت لگا تھا ارمان بھی اس کی بڑی بڑی آنکھوں کو بس ایک ٹکٹکی سے دیکھے جا رہا تھا۔وہ سب کچھ ایک دم سے بھول گیا تھا۔جب عائشہ جلدی سے اس سے دور ہوئی تو وہ ہوش میں آیا تھا

"اب آپ نے نہیں رونا طبیعت خراب ہو جائے گی" اس نے کہہ کر اس کی طرف پانی کی بوتل بڑھائی۔عائشہ نے آہستگی سے بوتل تھام لی۔ارمان نے اس پہ نظریں ہٹالی تھیں۔

exponovels

______&&&&&&______

ارمان ملک کے بنگلے پہ روشنیوں کے قمقموں جلے تھے۔

رات دور کھڑی سب دیکھ رہی تھی۔اسے کا استقبال ارمان کے بنگلے میں بہت شاندار ہوا تھا ملازموں کی ایک پوری فوج تھی جو اس پہ پھول گرائے چلے جا رہی تھی۔ارمان نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔وہ جب اندر داخل ہو گئی تو اس نے ہلکی سی گردن ترچھی کر کے پیچھے دیکھا۔اسے چوکھٹ پہ شہیر کی محبت کھڑی دکھائی دی۔اس نے اس پہ سے نظریں پھیر لیں جیسے شہیر نے اس پہ سے پھیر لیں۔۔۔۔

اب تک ارمان نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا پر اب عائشہ نے بھی اس کے ہاتھ پہ اپنے ہاتھ کی انگلیاں لپیٹ لی تھیں۔

ارمان یک دم رکا

"آپ ٹھیک ہیں نا۔؟"اسے لگا عائشہ کی پھر سے طبیعت خراب ہو گئی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں"اس نے نظریں جھکا کر مدھم لہجے سے جواب دیا تھا۔ارمان نے سر ہلا کر اسے صوفے پہ بٹھایا ماں اور جیا بھی آ گئی تھیں۔وہ کچھ دیر لاؤنج میں بیٹھی رہی پھر جیا اسے ارمان کے کمرے میں بیڈ پہ بٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔

عائشہ نے ایک نظر پورے کمرے میں دوڑائی جہاں جلتی موم بتیوں نے نیم اندھیرا کیا ہوا تھا۔بیڈ پہ پھول بکھرے تھے جن کی مہک اس کی سانس میں گھل رہی تھی۔عائشہ نے سر بیڈ کراؤن سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں نیند کب اس پہ غالب آئی اسے احساس ہی نہ ہوا۔بس ذہن کے پردوں پہ ایک فلم سی چلنے لگی۔

exponovels

اس نے دیکھا۔۔۔۔

شہیر اس کے سامنے کھڑا ہے۔۔۔۔

اس کی آنکھیں جلتے شعلے جیسے لگتی تھیں۔۔۔۔

وہ قدم قدم چلتا عائشہ کے قریب آرہا تھا۔۔۔۔۔

اس کے ہر قدم پہ عائشہ دیوار کے ساتھ لگتی جارہی تھی۔۔۔۔۔

"عائش۔۔۔۔۔۔!" وہ اس کے بالکل قریب آکر بولا تھا۔عائشہ نے خوف سے آنکھیں موندلیں شہیر کی آواز میں سختی اور بے رحمی تھی

"تم میری امانت تھیں" اس نے عائشہ کے کان کے پاس آکر چبا چبا کر کہا۔عائشہ نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں۔شہیر کی نگاہوں کی تپش سے اس کا چہرہ جلنے لگا "میں نے تمہیں کہا تھا کہ تم صرف میری ہو پھر بھی تم نے۔۔۔۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی اور عائشہ کا منہ دبوچا "اب تم میرے جنون کو دیکھو گی تم نے میرے ساتھ غلط کیا اچھا اب تمہارے ساتھ بھی نہیں ہوگا" اس نے ایک جھٹکے سے عائشہ کا چہرہ چھوڑا۔ اور یہی عائشہ ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔اس نے ادھر ادھر دیکھا شہیر کہیں بھی نہیں تھا۔یہ سب ایک خواب تھا اس نے بے ساختہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔وہ شہیر کی محبت کو پیچھے چھوڑ آئی تھی پھر کیوں وہ اسے اب خوابوں میں دکھائی دے رہا۔؟اس نے کرب سے سوچا پر وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ شہیر کی محبت چھوڑ کر اس کی دیوانگی اور جنون کو اپنے ساتھ لے آئی ہے۔۔۔۔۔

exponovels

__________&&&&&&&______

رات ارمان سنگ کھڑی شہیر کے بنگلے کو دیکھ رہی تھی۔ جس کی کچھ روشنیاں جلی تھیں۔ بنگلے سے کچھ آگے بنے سروینٹ کواٹر البتہ روشن تھے اور داخلی بڑے لوہے کے دروازے کے ساتھ بنے چھوٹے سے آفس میں گارڈ بیٹھا تھا۔ ارمان کی گاڑی جب بنگلے کے پاس رکی تھی تو وہ اٹھ کر باہر آگیا تھا

"صاحب نہیں آئے ابھی تک۔؟" ارمان نے سوال کیا

"نہیں جناب وہ ابھی تو نہیں آئے کل آئیں گے" ارمان نے سر کو جنبش دی۔ "جب وہ آئیں تو تم مجھے کال کر دینا"

اس نے اپنا نمبر گارڈ کو نوٹ کروایا اور گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ ماں کو اگر پتہ لگ گیا کہ وہ اس وقت اپنی دلہن کو چھوڑ کر شہیر کا پتہ لینے آیا ہے تو وہ ضرور ارمان سے کبھی بات نہیں کریں گی تبھی وہ ان کی ناراضی سے ڈرتا گاڑی اسٹارٹ کر کے وہاں سے چلا گیا تھا۔

وہ جب اپنے بنگلے میں داخل ہوا تو ماں لاؤنج میں ہی موجود تھیں۔

"کہاں گئے تھے۔؟" ان کے لہجے میں سختی تھی۔ ارمان ان کے قریب آیا

"ماں میں اپنے دوست کے پاس گیا تھا" اس نے ان کے ہاتھ کی پشت کو چوم کر کہا تھا پر ماں اسے ویسی ہی کھوجتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں

"اس دوست کا نام شہیر ہوگا، ہیں نا۔؟" ارمان نے نرمی سے انہیں دیکھ کر سر ناں میں ہلایا

exponovels

"نہیں ماں میں سچ کہہ رہا ہوں میں شہیر کے پاس نہیں گیا تھا وہ تو ابھی پاکستان آیا ہی نہیں کل آئے گا تو جاؤں گا" وہ آخر میں ہلکی سی شرارت سے بولا تو ماں نے اپنا ہاتھ اس سے خفگی سے چھڑایا شہیر کے آنے کے خبر سے انکا دماغ بھک سے اڑا تھا

"تمہیں کس نے بتایا۔؟" وہ پوچھنے لگیں تو ارمان چپ سا ہو گیا کہ اب وہ ماں کو کیا کہے کیونکہ ابھی تو اس نے کہا کہ وہ شہیر سے ملنے نہیں گیا تھا۔اس نے تیزی سے اپنا دماغ چلایا

"بس میرا پرسوں اس کے گھر کے پاس سے گزر ہوا تھا تو گارڈ نے بتایا تھا" ماں کو دفعتاً سانس لینے میں مشکل ہوئی پر خود پہ قابو کرتیں وہ اسی ناراضی سے گویا ہوئیں

"ٹھیک ہے تم کرو اپنی مرضی وہ جب ہماری زندگیوں میں زہر اچھی طرح گھول دے گا نا پھر تمہیں احساس ہو گا "

"ماں ایسا نہیں ہو گا کچھ دنوں میں سب ٹھیک ہو جائے گا مجھے یقین ہے" وہ پر اعتمادی سے کہہ رہا تھا ماں خاموش ہو گئیں وہ جانتی تھیں کہ ارمان سے شہیر کے موضوع پہ بات صرف وقت کو ضائع کرنے کے مترادف ہے وہ شہیر کو نہیں چھوڑے گا۔اور اب

ماں خود بھی بہت پریشان ہو گئی تھیں انہوں نے جلد از جلد بہرام سے رابطہ کرنا تھا۔اس لیے وہ بات ختم کرتی ہوئیں کہنے لگیں

"پتہ نہیں میری اولاد اتنی کملائی ہوئی کیوں ہے" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی جانب جانے بڑھیں کہ پھر رک کر پلٹیں

exponovels

"اب اپنے کمرے میں چلے جاؤ وہ تمہارا انتظار کر رہی ہو گی" ماں زبردستی مسکرائیں تھیں۔ وہ ان کی بات پہ شرمیلا سا جوابی مسکرا کر زینوں کی جانب بڑھ گیا۔

_____&&&&&______

کمرے میں ویسے ہی پھولوں کی خوشبو بکھری تھی۔ نیم اندھیرے میں موم بتیاں جھلملا رہی تھیں۔ اس نے کھڑکی کو کھول لیا تھا

جہاں سے تازہ ہوا اندر داخل ہو رہی تھی چاند بادلوں کی اوٹ سے اسے دیکھ رہا تھا جو بیٹھے بیٹھے اب تھک چکی تھی۔

اسے پھر سے گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی۔ اس خواب نے ایک بار پھر سے اسے ہلا دیا تھا۔

"اگر شہیر لوٹ آیا تو۔؟" خواب کے بعد اس کے دل میں پہلا خیال یہی آیا تو اس نے سر نہ میں ہلایا

"ایسا کبھی نہیں ہو گا وہ اس ملک سے جا چکا ہے "

"فرض تو کرو وہ کبھی تمہارے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تو کیا کرو گی۔؟" اس کے قریب نجانے کب اسی جیسی لڑکی آکھڑی ہوئی تھی۔ عائشہ نے اس لڑکی کو گردن ترچھی کر کے دیکھا جو چاند کی روشنی میں نہائی ہوئی تھی اس کا لباس سفید تھا وہ عائشہ کا چہرہ لیے ہوئے تھی

"میں اسے پہچاننے سے انکار کر دوں گی" اس نے ہمت کر کے کہا

"محبت کو بھول جانا اتنا آسان ہوتا ہے۔؟" عائشہ کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔ اس کی آنکھوں میں برہم آگئی تھی

exponovels

"جو میرے ساتھ شہیر نے کیا ہے اس کے بعد میں انہیں دیکھنا بھی نہیں جانتی" وہ لڑکی کچھ بولنے لگی کہ عائشہ چیخی

"اور تم پلیز چلی جاؤ یہاں سے" چاند کی روشنی میں نہائی لڑکی اس کی بات پہ تلخی سے ہنس دی

"ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں پر آتی رہوں گی" دیکھتے ہی دیکھتے وہ لڑکی دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہو گئی۔عائشہ نے تھک کر گہرا سانس لیا اور بیڈ کراؤن سے سر ٹکا لیا۔

وہ کچھ دیر اسی حالت میں بیٹھی رہی کہ اسے کمرے کے دروازے پہ دستک سنائی دی۔وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ارمان کھنکار کر کمرے میں داخل ہوا۔

عائشہ نے کن اکھیوں سے بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس اونچے لمبے مضبوط اعصاب کے مالک شخص کو دیکھا جس کی رنگت صاف تھی چہرے پہ ہلکی ہلکی شیو اور چمکتی مقناطیسی آنکھیں کالے بال پف کی صورت ڈھلے تھے۔لبوں پہ مدھم سی مسکان تھی وہ پر کشش تھا پر شہیر جیسا نہیں تھا۔عائشہ نے اس پہ سے نظریں ہٹا لیں۔ارمان اس کے سامنے آ کر بیڈ کے کنارے پہ بیٹھ گیا تھا

"آپ کی طبیعت کیسی ہے اب۔؟"اس نے بات کا آغاز کیا عائشہ کے چہرے پہ دوپٹہ نہیں تھا اس لیے وہ اس مومی گڑیا کے نازک سراپے پہ نظریں جمائے پوچھ رہا تھا

"ٹھیک"اس نے آہستگی سے جواب دیا

"آپ بیٹھی بیٹھی تھک گئی ہوں گی میں دراصل اپنے چھوٹے بھائی کے پاس چلا گیا تھا" عائشہ اس کی بات پہ چونکی اس نے نظریں اٹھا کر ارمان کو دیکھا جو بول رہا تھا اس کے چہرے پہ عائشہ کو اداسی دکھائی دینے لگا

exponovels

"وہ میرے چاچو کا بیٹا ہے پر میرے لیے وہ میری جان کے برابر ہے جیا اور اسے میں نے اپنے بچوں کی طرح کھلایا ہے میری جان بستی ہے ان دونوں میں پر وہ مجھ سے تھوڑا سا ناراض ہو گیا ہے کوشش کر رہا ہوں کہ اسے جلد منا لوں وہ اس وقت ملک سے باہر ہے کل آئے گا تو آپ کو بھی ملواؤں گا" اس نے بات مکمل کر کے کوٹ کی اندر والی جیب میں ہاتھ ڈالا

"یہ آپ کی رونمائی" اس نے ایک مخملی لمبی ڈبیا اس کے سامنے کی عائشہ نے ہاتھ آہستگی سے آگے کیا

"میں پہنا دوں۔؟" وہ اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔اسے اس لڑکی میں کشش محسوس ہوتی تھی۔عائشہ کچھ لمحے اس کی خواہش پہ جز بز سی اسے دیکھتی رہی پھر اس نے اپنی کلائی آگے کر دی۔ارمان خوش ہو گیا اس نے اس ڈبیا کو کھولا اور اس میں سے ہیروں کا چمکتا براسلیٹ نکالا اور عائشہ کی کلائی میں ڈال کر اسے لاک کر دیا

"آپ کسی کو پسند کرتی تھیں۔؟" اس کا سوال اتنا بے ساختہ اور اچانک تھا کہ عائشہ دھک سے رہ گئی۔اس نے شاکڈ نظروں سے ارمان کو دیکھا اسے کس نے بتایا۔؟ عائشہ کی جان نکلنے لگی۔دل یوں ہو رہا تھا جیسے باہر آ جائے گا

"نہی۔۔۔ نہیں تو۔۔۔۔" اس سے بولا بہت مشکل سے گیا۔اس میں ارمان سے آنکھیں ملانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی وہ اس وقت اس کے تاثر نہیں دیکھنا چاہتی تھی پر پھر وہ ارمان کی اگلی بات پہ سنبھلی

"میں یہ بات اسے لیے پوچھ رہا ہوں کیونکہ میں ایک لڑکی کو اپنے کالج کے دنوں میں پسند کرتا تھا پر وہ کسی اور کو پسند کرتی اور اس نے شادی کر لی۔یوں میرا دل ٹوٹ گیا" وہ آخر میں ہنسا تھا عائشہ اس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔وہ دل ٹوٹنے پہ ہنس رہا تھا پر عائشہ کو تو لگ رہا ہے جیسے وہ پوری زندگی اب بس منہ چھپا کر روئے گی ہی۔

exponovels

"آپ کو دل ٹوٹنے پہ دکھ نہیں ہوا۔؟" عائشہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔ارمان نے سر ناں میں ہلا یا

"نہیں مجھے دکھ نہیں ہوا کیونکہ اگر میری اس سے شادی ہو جاتی تو میں آپ سے محروم ہو جاتا ہے" اس کے لہجے میں اتنی محبت تھی کہ عائشہ اس سے نظریں چرانے پہ مجبور ہو گئی۔

"آپ یہ سب اتار کر کچھ ریلیکس ہو جائیں" اس نے عائشہ کے چہرے پہ تھکن کو محسوس کیا تو کہہ دیا۔عائشہ بھی سر ہلا کر کھڑی ہوئی اور واش روم میں چلی گئی۔جب وہ واپس آئی تو ارمان پینٹ اور سفید شرٹ میں ملبوس تھا اس نے آستینیں موڑ کر کہنیوں تک کی ہوئی تھیں اور شرٹ کے اوپر کے کچھ بٹن کھلے تھے اس کی شرٹ کے کھلے بٹن دیکھ کر اسے شہیر کا خیال آیا۔عائشہ نے فوراً اس کی شرٹ سے نظریں ہٹالیں۔اور بیڈ پہ آکر بیٹھ گئی۔ارمان اس کے بیٹھتے ہی بیڈ کی دوسری جانب آکر لیٹ گیا اور اسے کہا" آپ بھی آرام کرلیں" وہ کہہ کر اس کے لیٹنے کا منتظر تھا عائشہ کا دل ڈوبنے لگا دل کی دھڑکنیں بڑھنے لگیں وہ بہت احتیاط سے بیڈ پہ ارمان سے کچھ دور ہو کر لیٹ گئی ارمان نے یہ بات شاید محسوس کر لی تھی اس لیے وہ اس سے اتنے ہی فاصلے پہ لیٹا رہا۔اور آنکھیں موند کر سو گیا۔ عائشہ لیٹ کر کھلی کھڑکی سے چاند کو دیکھنے لگی تھی۔اس کا شوہر اچھا تھا خوبصورت بھی اور خوب سیرت بھی پر پھر بھی وہ شہیر نہیں تھا۔۔۔۔۔۔

_______&&&&&&&______

صبح جب شہیر پہ روشن ہوئی تو ارمان کے کمرے کے گلاب کی مرجھائی پنکھڑیوں کو شرارت سے دیکھنے لگی۔کرنوں کے داخل ہوتے ہی عائشہ کی آنکھ پٹ سے کھلی اسے لگا جیسے وہ ایک بہت گہرے خواب سے اٹھی ہے شہیر کی بے

وفائی،اس کا شادی کے لیے مان جانا،ارمان سے شادی ہونا،اور اس کے کمرے میں موجودگی اس کی قربت میں سونا اسے سب کچھ ایک خواب لگا پر جیسے جیسے آنکھوں سے نیند کا خمار گیا تو اسے احساس ہوا وہ سب حقیقت تھی۔وہ آہستگی سے بیڈ پہ ہتھیلیوں کے سہارے سے بیٹھ گئی۔

اس نے اپنے کھلے بال سمیٹ کر انہیں جوڑے کی شکل میں باندھا اور تبھی اس کی نظر ارمان پہ پڑی جو بے خبر سو رہا تھا۔وہ سوتا ہوا بہت معصوم لگ رہا تھا۔عائشہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی

"تم اسے اور خود کو دھوکا دے رہی ہو" وہ آواز پہ اچھل پڑی اس نے گردن موڑی تو وہی لڑکی اسی لباس میں کھڑی تھی عائشہ کے چہرے پہ ناگواری پھیل گئی

"میں کسی کو دھوکا نہیں دے رہی" وہ لڑکی ہنسی

"پھر اس میں شہیر کو کیوں تلاش رہی ہو؟اور رات کو جھوٹ کیوں کہہ دیا کہ تم کسی کو پسند نہیں کرتی" وہ چلتی ہوئی عائشہ کے مقابل آگئی "کیا تم شہیر کو پسند نہیں کرتی تھیں۔؟" عائشہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں

"تم کیوں بار بار مجھے اذیت دینے چلی آتی ہو جبکہ میں سب کچھ بھولنا چاہتی ہوں" لڑکی نے سر نہ میں ہلایا

"تم اسے کبھی نہیں بھلا سکتیں" وہ کہہ کر یکدم سے غائب ہو گئی۔عائشہ نے اسے ڈھونڈا پر وہ جا چکی تھی اس کی آنکھیں اور روانی سے بہنے لگیں

"اگر وہ مجھے چھوڑ گیا تو اس میں میرا قصور ہے۔؟" اس نے زخمی دل کی تکلیف سے کرلا کر سوچا پر جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔نہ عائشہ کے پاس نہ سورج کی کمرے میں داخل ہونے والی کرنوں کے پاس اور نہ ہی ان چہکتیں

exponovels

چڑیاں کے پاس جولان کے درختوں کی شاخوں پہ بیٹھی تھیں۔اس لیے وہ خود سے ہی اپنے آنسو صاف کرتی بیڈ سے اٹھی اور واش روم میں چلی گئی۔۔۔۔۔

جب وہ واپس آئی تو ارمان اٹھ چکا تھا۔وہ جانتی تھی کہ ارمان اسے ہی دیکھ رہا ہے پر وہ نظر بچا کر ڈریسنگ کے سامنے آکر رک گئی۔عائشہ ٹی پنک ٹخنوں تک آتے فراک میں ملبوس تھی دوپٹہ اس نے ہمیشہ کی طرح کاندھے پہ ڈال رکھا تھا۔

وہ اپنی توجہ شیشے پہ رکھتی ہوئی اپنے ہلکے گیلے بال ڈرائیر سے سکھانے لگی کہ تبھی شیشے میں اس کے پیچھے ایک اور عکس بنا جو بالکل اس کی پشت پہ آرکا تھا۔عائشہ کا دل دھک سے رہ گیا۔اس کے ہاتھ ساکت رہ گئے۔وہ بھول گئی کہ وہ کیا کرنے کھڑی ہوئی تھی۔اس کی نظریں ارمان کے عکس پہ رک گئی تھیں۔جو مسکرا کر اسے شیشے میں دیکھ رہا تھا۔اس کے بال ماتھے پہ بکھرے تھے اور شرٹ کے بٹن ویسے ہی کھلے تھے۔اس نے عائشہ کے ہاتھ سے ڈرائیر لیا اور مجسمہ بنی عائشہ کے ہاتھوں کے نیچے اپنے ہاتھ رکھے۔

"میں رات کو ایک بات کہنا بھول گیا تھا" وہ ویسے ہی عائشہ کو شیشے میں دیکھتا ہوا بول رہا تھا۔اس کا فراخ سینہ عائشہ کی پشت کو مس کر رہا تھا۔عائشہ کا سانس تک اٹک گیا تھا پر وہ اپنی دھن میں بولے جا رہا تھا "کہ آپ بہت خوبصورت ہیں" اس نے دھیرے دھیرے عائشہ کے ہاتھوں کے نیچے اپنی ہتھیلیوں کو رکھتے ہوئے انہیں اوپر کیا اور اس کے کاندھے پہ اپنا چہرہ لا کر ان ہاتھوں کی مہندی کو دیکھنے لگا۔"مجھے آپ کے ہاتھوں پہ مہندی بہت اچھی لگ رہی ہے" وہ مہندی کو توجہ سے دیکھ رہا تھا عائشہ کو لگا جیسے وہ اس مہندی میں کچھ ڈھونڈ رہا ہے۔شاید اپنا نام جو عائشہ نے لکھنے سے

exponovels

منع کر دیا تھا۔وہ اس بات کو قبول نہیں کرنا چاہتی تھی کہ اس کی قسمت اور نصیب کی مہندی میں کسی اور کا نام لکھا ہے۔ارمان نے کچھ دیر اس کی ہتھیلیوں کو دیکھا پھر اس نے اس پہ سے نظریں ہٹائیں اور شوخ نظروں سے دوبارہ عائشہ کو دیکھنے لگا۔

"میں فریش ہونے جارہا ہوں پھر آپ کے گھر والے آجائیں گے آپ کو لینے میں نے بھی اپنے بھائی کے پاس جانا ہے دعا کیجئے گا کہ وہ مان جائے" وہ کہہ کر اس کا ہاتھ چھوڑتا واش روم کی جانب بڑھ گیا۔جب دروازہ ٹھک سے لاک ہوا تو عائشہ کا اٹکا سانس نکلا۔

اس کے ہاتھ پیر کانپنے لگے تھے۔وہ لرزتے وجود سے بیڈ پہ آ بیٹھی۔اسے ارمان کی قربتیں بے چین کرنے لگتی تھیں اس کا دل کرتا تھا وہ کہیں بھاگ جائے پر اب وہ کہاں اور کب تک بھاگے گی۔؟کب تک ارمان سے دور رہے گی۔ کب تک وہ ارمان کے بڑھتے قدموں کو اپنی جانب آنے سے روکتی رہے گی۔۔۔۔کب تک۔؟اس کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔اس کا تیار ہونے کا اب بالکل دل نہیں رہا تھا۔

______&&&&&_____

صبح جیسے ہی ہر سو اپنے جوبن پہ پھیلی اور ارمان ملک کے بنگلے کو کرنوں نے مکمل گھیر لیا تو عائشہ کو لینے آپی میمونہ، بھائی تنویر اور انابیہ آ گئے تھے۔وہ لوگ کچھ دیر وہاں بیٹھے تھے پھر عائشہ کو لے کر اپنے گھر واپس چلے گئے تھے۔ارمان بھی ان کے جانے کے بعد شہیر کی جانب جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔اس نے سرسری ساماں کو بتایا

"میں شہیر کے پاس جارہا ہوں وہ کچھ دیر پہلے ہی پاکستان آیا ہے" ماں اس کی بات پہ بھڑک اٹھیں۔

"کیا ہو گیا ہے ارمان تمہیں تم اسے کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔؟ "

"کیونکہ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا ماں وہ میرا بھائی ہے میرا خون" اس کا لہجہ نرم تھا پر اس میں مضبوطی تھی ماں نے بے بسی سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ ان کے سر پہ رات سے تلوار سوار تھی بہرام ان کی کال نہیں اٹھا رہا تھا اور اب شہیر کے واپس آنے کی خبر ان پہ بم کی طرح کا گری تھی پر وہ خود کو کمپوز کیے ہوئے تھیں۔

"میں تمہیں ایک بار پھر کہہ رہی ہوں ارمان وہ ہم سب کو برباد کر دے گا" انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ ارمان کو کیسے سمجھائیں جیا بھی وہیں موجود تھی پر وہ کچھ اور سوچ رہی تھی۔

"ماں ایسا کچھ نہیں ہو گا جو برا ہونا تھا ہو گیا اب سب اچھا ہو گا میں جا رہا ہوں" وہ کہہ کر جانے کے لیے پلٹا کہ اسے جیا کی آواز آئی

"بھائی۔؟" ارمان نے رخ موڑا

"جی میرا بیٹا" اس نے مسکرا جیا کو دیکھ کر پوچھا تھا جو تذبذب سے اس کے سامنے آ گئی تھی

"میں بھی چلوں۔؟" ارمان کی مسکان ماند پڑ گئی

"نہیں میرا بچہ تم وہاں نہیں جاؤ ابھی، وہ ایسے ہی تمہیں کچھ کہہ دے گا" ارمان کا دل ڈر رہا تھا جیا کو لے جاتے ہوئے شہیر نے اسے پھر کچھ کہہ دینا ہے اور جیا کی حالت جو ابھی ٹھیک سے سنبھلی ہے پھر سے بگڑ جائے گی

"بھائی میں اندر نہیں جاؤں گی میں بس گاڑی میں بیٹھی رہوں گی پلیز۔؟" اس کا لہجہ التجائیہ تھا۔ ارمان نے اسے الجھی نظروں سے دیکھا پھر جیسے ہار گیا۔ اس نے شانے اچکائے

exponovels

"ٹھیک ہے آجاؤ" ماں کا پارہ اور ہائی ہو گیا پر وہ دونوں جا چکے تھے اس لیے وہ اپنے کمرے میں آگئیں اور بہرام کو کالز کرنے لگیں وہ پوچھنا چاہتی تھیں کہ آخر شہیر واپس کیسے آگیا کیا اس نے زویا کو چھڑا لیا اور اگر چھڑا لیا ہے تو کیا بہرام پکڑا گیا ہے۔؟

"اوہ خدا ایسا نہ ہو" یہ سوچتے ہی ان کی جان نکلنے لگتی تھی۔ وہ اور شدت سے بہرام کو کالز کرنے لگیں پر نمبر ویسے ہی بند تھا اور باہر ارمان کے ساتھ بیٹھی جیا کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا

"کیا اب بھی اس کی آنکھیں اتنی ہی اداس ہوں گی۔؟" اس نے خود سے سوال کیا تھا۔ وہ دستگیر کو دیکھنا چاہتی کیوں۔؟ وہ یہ نہیں جانتی تھی پر اب ان کے واپس آنے کی خبر سے اس کے دل میں کھینچ پڑ رہی تھی اس لیے وہ وہاں جا رہی تھی۔ ارمان خاموشی سے سامنے سڑک پہ نظریں جما کر گاڑی چلا رہا تھا جیا نے بھی اپنا رخ کھڑکی کی جانب کر لیا تھا وہ باہر بھاگتے درختوں کو دیکھ رہی تھی جن پہ صبح کی روشنی بیٹھی تھی۔

__________&&&&&&_______

شہیر ملک کے بنگلے میں گہری خاموشی چھائی تھی۔ اندر ہر طرف نیم اندھیرا تھا۔ وہ لوگ صبح صبح ہی پاکستان آئے تھے۔ شہیر نے زویا کو اپنے ساتھ والے کمرے میں شفٹ کر دیا تھا۔ اس کے پاس وہ کچھ دیر بیٹھا تھا پھر وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگیا۔ کمرے میں آنے کے بعد وہ ایک بار سوچ میں پڑ گیا تھا کہ کیا سچ میں ارمان بے قصور ہے۔؟ اور جو کچھ اس کے ساتھ ہوا ہے وہ اس کی ماں نے کروایا ہے۔ شہیر اس بات پہ کبھی یقین نہ کرتا اگر اسے وہ دن یاد نہ

exponovels

ہوتا جب اس کی ممی اور ڈیڈ کو دفنا کر وہ آیا تھا۔تب ارمان اور اس کی فیملی اسی کے گھر پہ موجود تھے اس دن اس گھر سے تین جنازے اٹھے تھے۔ارمان کے ڈیڈ بھی یہیں سے لے کا جائے گئے تھے۔

وہ لوگ جب انہیں دفنا کر گھر لوٹے تھے تو اس نے بہرام کو ارمان کی ممی سے بات کرتے دیکھا تھا۔وہ دونوں آہستہ آہستہ بات کر رہے تھے۔اس وقت شہیر اس حالت میں نہیں تھا کہ بہرام کے بارے میں پوچھ سکے۔اسے بہرام کو دیکھتے ہی کچھ کھٹکا تھا پر پھر وہ خاموش ہو گیا اور بعد میں ارمان کے منہ سے اسے پتہ لگا تھا کہ بہرام ماں کا کوئی دور کا رشتہ دار ہے اور وہ بس افسوس کرنے آیا تھا اس لیے شہیر نے اسے تبھی بھلا دیا تھا۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی تائی نے ہی سب کیا ہے۔وہ کتنا بے وقوف تھا جو ارمان پہ شک کرتا رہا۔

اس نے تھک کر اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے تھے اسے ابھی بھی ٹھیک سے سمجھ نہیں آ رہا تھا ماں اور بہرام کے درمیان کڑی جڑنے کے بعد ارمان بے قصور لگتا تھا پر پھر جو کچھ اس نے محسوس کیا وہ سب اس کا وہم تھا۔؟

"یہ سب کیا ہو رہا ہے کون سچا ہے کون جھوٹا کچھ پتہ نہیں چل رہا" وہ بیڈ پہ لیٹ گیا تھا۔اس کے سر میں ویسے ہی سفر سے درد ہو رہا تھا۔پچھلے جتنے بھی دن گزرے ان میں وہ ایک رات بھی سکون سے سو نہیں سکا تھا۔اس لیے اب لیٹتے ہی اس پہ نیند غالب آنے لگی تھی۔وہ صبح تڑکے کا سویا ابھی بھی اسی گہری نیند میں تھا۔

اس کے کمرے کی کھڑکی کھلی تھی۔جہاں سے اگتا ہوا سورج اپنی کرنوں سنگ اسے پاس سے دیکھ رہا تھا۔انہیں شہیر پہ ترس سا آ رہا تھا یہ نیند بھی اس کی آخری سکون کی نیند ہے پھر اسے سکون کم ہی ملے گا۔

exponovels

سورج کی کرنیں لان میں بھی بکھری تھیں پر لان کے اونچے درخت اسے زیادہ ٹکنے نہیں دے رہے تھے اور ہوا تیز چل رہی تھی جس سے موسم بہت اچھا لگ رہا تھا۔لان میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پہ اس وقت دستگیر بیٹھا تھا۔ وہ جب آیا تھا تو اسے شہیر نے ادھر ہی روک لیا تھا۔دستگیر نے انکار بھی کیا پر شہیر کے سامنے اس کی کم ہی چلتی تھی اس لیے وہ وہیں رک گیا تھا۔ابھی کچھ دیر پہلے اس کی آنکھ کھلی تو وہ کمرے سے نکل کر باہر لان میں آگیا۔ہر وقت پینٹ کوٹ میں ملبوس رہنے والا دستگیر اس وقت ٹراؤزر اور ہاف آستینوں والی شرٹ میں ملبوس تھا۔یہ بھی اسے شہیر نے ہی دیے تھے تاکہ وہ فریش ہو کر پرسکون ہو جائے۔

اب وہ ٹانگ پہ ٹانگ جما کر موبائل میں نظریں جمائے ہوا تھا کہ تبھی گارڈ اس کے قریب آیا۔

"صاحب وہ ارمان صاحب آئے ہیں انہوں نے شہیر صاحب سے ملنا ہے مجھے نمبر دے کر گئے تھے کہ جب صاحب آئیں تو میں انہیں خبر کر دوں"

"اور تم نے کر دی۔؟"دستگیر نے تڑخ کر کہا تو وہ چپ سا ہو گیا۔دستگیر کھڑا ہوا۔

"باس کو پتہ لگ گیا نا کہ تم ان کی خبریں ارمان کو دیتے پھر رہے ہو تو وہ تمہیں سب سے پہلے گولی ماریں گے آئندہ ایسا نہ ہو"اس نے سخت لہجے سے تنبیہ کی گارڈ نے سر ہلایا پھر تذبذب سے پوچھا

"اب ان کو واپس بھیج دوں۔؟"دستگیر نے سر نہ میں ہلایا

"اب وہ آ ہی گئے ہیں تو وہ ملے بغیر نہیں جائیں گے تم انہیں اندر بھیجو"گارڈ سر ہلا کر چلا گیا

exponovels

اگلے ہی لمحے مین گیٹ کھلا جس میں سے ارمان کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔گاڑی کو دیکھنے والے دستگیر کی آنکھیں گاڑی میں فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی لڑکی پہ رک سی گئیں۔وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔دستگیر کے لیے اس پہ سے نظریں ہٹانا مشکل تھا پر خود پہ قابو کرتا وہ اس پہ سے نظریں ہٹا کر آگے بڑھا اور گاڑی کے پاس آگیا تب تک ارمان گاڑی سے نکل چکا تھا اس نے ارمان کو سلام کیا اور جیا کو مکمل نظر انداز۔۔۔۔

وہ ارمان کو لے کر اندر بڑھ گیا تھا وہ یوں ظاہر کر رہا تھا کہ ارمان کے علاوہ اس گھر میں کوئی آیا ہی نہیں۔جیا کے دل پہ نجانے کیوں چوٹ لگی۔اس نے لب بھینچ کر دستگیر کی پشت سے نظریں ہٹالیں وہ بھی اسے نہیں دیکھے گی۔۔۔اس نے فیصلہ کیا جو ابھی ناکام ہو جائے گا۔

ارمان دستگیر کے ساتھ لاؤنج میں آگیا تھا

"باس سو رہے ہیں میں انہیں دیکھتا ہوں بتاتا ہوں کہ آپ آئے ہیں" ارمان صوفے پہ بیٹھ گیا تھا۔اس نے زینوں کی جانب بڑھتے دستگیر سے پوچھا

"زویا مل گئیں۔؟" دستگیر کے قدم رکے

"ہاں جی ماشاءاللہ سے وہ مل گئی ہیں اور وہ بھی مل گیا ہے جس نے انہیں کڈنیپ کیا تھا" اس نے جانب بوجھ کر یہ کہا۔

وہ جانچتی نظروں سے ارمان کے تاثر دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پہ افسوس اور غصہ تھا

"تمہیں اس شخص سے سچ اگلوانا چاہیے کہ اس نے یہ سب کس کے کہنے پہ کیا" اس کے تاثر وہی تھے جیسے اس کے الفاظ تھے دستگیر نے اس پہ سے نظریں ہٹائیں اور زینے چڑھنے لگا۔

exponovels

"ارمان سچ میں بے قصور ہی ہے" اسے اب یقین ہو گیا تھا کیونکہ اگر یہ سب ارمان نے کروایا ہوتا تو وہ اس وقت یوں پر سکون ان کے گھر نہ بیٹھا ہوتا۔

وہ شہیر کے کمرے میں کے دروازے کے سامنے رک گیا تھا۔اس نے آہستگی سے دستک دی تو اندر سے فوراً آواز آئی وہ اندر داخل ہو کر بولا

"باس ارمان صاحب آئے ہیں" شہیر کی آنکھوں میں نیند کا خمار تھا۔وہ بغیر شرٹ کے بیڈ پہ لیٹا تھا۔بال الجھے بکھرے بے ترتیب تھے تکیے کو بازو پہ رکھ کر اس نے اس پہ سر رکھا ہوا تھا۔

"وہ" شہیر چونکا" وہ کیوں آیا ہے اور اسے کس نے بتایا کہ ہم آ گئے ہیں۔؟" وہ حیران سا بیٹھ گیا۔دستگیر نے گلا صاف کیا اور بتادیا کہ اسے گیٹ پہ موجود گارڈ نے خبر کی ہے۔شہیر کے ماتھے پہ بل پڑے

"میں نے اسے سمجھا دیا ہے اب دوبارہ نہیں کرے گا" دستگیر نے اس کے چہرے پہ غصہ پھیلتے دیکھا تو تیزی سے کہا۔ شہیر اب بیڈ پہ بیٹھ چکا تھا۔اس نے کچھ دیر سوچا کہ وہ ارمان سے ملے یا نہیں پھر اس نے دستگیر کو کہا

"تم جاؤ میں آرہا ہوں" دستگیر کو تعجب ہوا کہ شہیر ارمان سے ملنے کے لیے اتنی آسانی سے مان گیا پر وہ اپنی حیرانی کو چھپاتا خاموشی سے چلا گیا۔

اور شہیر کے دماغ میں اس وقت کچھ اور ہی چل رہا تھا وہ بھی اب ارمان سے ملنا چاہتا تھا تاکہ وہ اس کی ماں تک پہنچ سکے ان کے سامنے کھڑا ہو کر وہ بہرام کا موضوع شروع کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ ان کے اڑتے رنگ دیکھ سکے۔اس لیے وہ اٹھا اور فریش ہونے چلا گیا۔

exponovels

جب وہ نیچے لاؤنج میں آیا تو سرمئی سلیولیس شرٹ اور جینز کی پینٹ میں ملبوس تھا بال پف کی صورت ڈھلے تھے۔ چہرے کی شیو بھی اس نے چھوٹی کرلی تھی۔ وہ اس وقت نکھرا نکھرا حسین لگتا تھا۔ ارمان اسے آتا دیکھ کھڑا ہوا اور اس کے گلے لگ گیا۔ شہیر نے پہلی بار اسے روکا نہیں تھا۔ شاید وہ اپنے رویوں پہ پشیمان سا ہو رہا تھا وہ ارمان کو غلط سمجھ رہا تھا۔ اس نے ابھی اسے مکمل ٹھیک بھی نہیں سمجھا تھا پر وہ اب اپنے رویے پہ کچھ قابو رکھنا چاہتا تھا۔ دستگیر وہاں سے جا چکا تھا اس کا دل باہر لگنا تھا اس لیے وہ باہر کی جانب کھسک گیا۔

"مجھے خوشی ہوئی کہ تمہیں زویا مل گئی"

"ملنی ہی تھی میں اب اپنے سے جڑے کسی شخص کو خود سے دور ہونے ہی نہیں دوں گا پھر چاہیے اس کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے" وہ اس کے سامنے صوفے پہ ٹانگ پہ ٹانگ جما کر بے نیازی سے بیٹھ گیا تھا۔ ارمان نے اس کی بات پہ مسکرا کر سر ہلایا اور صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"میں پہلے تو تم سے معذرت کرنا چاہتا ہوں" شہیر کی بھنویں سمٹیں

"کس لیے۔؟ "

"میں نے تمہارے بغیر شادی کرلی" شہیر اچھل کر سیدھا ہوا۔

"کیا۔؟" وہ اسی انداز میں بولا

"ہاں بس ایک لڑکی پسند آگئی تھی یکطرفہ محبت اور کھو دینے کا ڈر اس لیے جلدی کروالی دوسرا لڑکی والوں کی طرف سے بھی جلدی کا اصرار تھا اس لیے" وہ شرمیلی سی مسکان سے شانے اچکا کر بولا۔ شہیر اس کی بات کے مکمل ہوتے

exponovels

ہی نارمل ہو گیا تھا اسے کیا ارمان شادی کرے یا نہ کرے اسے نہ ارمان سے سروکار تھا اور نہ ہی اس کی شادی سے۔

اس نے ارمان کو کہا

"تم شرمندہ مت ہو مجھے کوئی افسوس نہیں ہوا تمہاری شادی کی بریانی سے محروم ہو کر" ارمان اس کے بے ساختہ کہنے پہ بس کھلکھلا کر ہنس دیا شہیر نے یہ بات بھی اسی سپاٹ انداز سے کہی تھی پر ارمان کو بہت ہنسی آئی تھی۔

"پر مجھے تو ہے کہ میرا بھائی نہیں آیا میری شادی میں شہیر" وہ تھوڑا سا آگے ہوا۔ "میری ایک درخواست ہے تم سے" شہیر نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا

"تم اپنی بھابھی سے مل لو پر ملنا میرا بھائی بن کر میں نے اسے تمہارے بارے میں بتایا تھا وہ تم سے ملنا چاہتی ہے"

شہیر نے بیزاری سے ارمان کو دیکھا

"ہوئی کب ہے تمہاری شادی۔؟" بے دلی سے پوچھا

"کل" وہ خوشی سے بولا

"کب ملنا ہے۔؟" شہیر اب ان کے گھر جانا چاہتا تھا ماں سے بھی تو ملنا تھا اس نے پر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہاں جس سے شہیر ملے گا اسے دیکھنے کے بعد اس کی دنیا ہل جائے گی۔

"جب تم کہو" ارمان کے جواب پہ شہیر نے توقیر کو لہجے میں سوتے ہوئے کہا

"ابھی چلتے ہیں کھانا آج میں تمہاری طرف ہی کھاؤں گا" وہ ارمان اس کے جواب پہ ششدر رہ گیا۔ وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے شہیر کو دیکھ رہا تھا

exponovels

"کیا ہوا۔؟" شہیر جانتا تھا کہ وہ کیوں حیران ہے پر پھر بھی جان بوجھ کر پوچھ رہا تھا۔ ارمان فوراً سنبھلا

"نہیں کچھ نہیں ہوا میں بہت خوش ہوں" یہ بات وہ نہ بھی بتاتا تو بھی اس کے چہرے سے عیاں تھی پر پھر ایک دم سے اس کی مسکان ماند پڑی

"پر تمہاری بھابھی تو اپنی امی کے گھر گئی ہوئی ہے" شہیر نے شانے اچکا کر ہاتھ اٹھائے اور لب بھینچ کر ارمان کو دیکھا

"میں آج ہی جاؤں گا پھر نہیں جاؤں گا" اس نے فیصلہ سنایا اور ارمان مان گیا

"ٹھیک ہے میں انہیں بلا لیتا ہوں شام کو پھر چھوڑ آؤں گا تم اتنے تیار ہو جاؤ "

"میں تیار ہی ہوں" اس نے پر سکون ہو کر صوفے کی پشت سے کمر ٹکالی اور ارمان کو دیکھنے لگا۔ جو تیزی سے کھڑا ہو کر موبائل پہ انگلیاں چلاتا ہوا کچھ دور چلا گیا۔ شہیر کی نظریں اسی پہ تھیں

"تبھی یہ اتنا نکھرا اور کملایا ہوا لگ رہا تھا مجھے" اس نے ارمان کی مدہم مسکان کو اب ٹھیک سے پہچانا تھا۔ شادی کے بعد تقریباً ایک ہفتے تک مرد پہ سے دلہے والا روپ نہیں جاتا اس کی مسکان ہی اس کی نئی زندگی سے خوشی کی گواہی دیتی ہے۔

اور باہر دستگیر اپنی پہلی والی جگہ پہ آ کر بیٹھ چکا تھا۔ موبائل سامنے کر کے وہ اس پہ نظریں کیے ہوئے تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جیا گاڑی کے پاس کھڑی اسے ہی دیکھ رہی ہے۔ جیا کچھ دیر وہاں کھڑی رہی پھر اچانک اسے لان میں لگے پھول اتنے اچھے لگے کہ وہ ان کے پاس آ گئی۔

exponovels

"بہت پیارے پھول ہیں"اس نے تبصرہ کیا۔تائید چاہی۔پر نہ ملی وہ بے نیازی سے موبائل اسکرین کو دیکھتا رہا۔جیا نے گھوم کر اسے دیکھا۔

"تم یہاں کیوں بیٹھے ہو۔۔؟"انداز کو ایسا کیا جیسے اسے دستگیر کا یہاں ہونا پسند نہیں آیا۔دستگیر نے نظریں اٹھا کر اسے سپاٹ چہرے سے دیکھا

"پھر کہاں بیٹھوں۔؟"جیا قدم قدم چل کر اس کے سامنے آگئی

"اپنے گھر جا کر" گردن اکڑا کر کہا۔نظریں اس کی آنکھوں پہ ہی تھیں جن میں وہ محبت تلاش رہی تھی۔

دستگیر نے اس پہ سے نظریں ہٹا لیں

"آپ بھی اپنے گھر بیٹھا کریں"اس کی بات جیا کے سر پہ لگی اور تلووں پہ بجھی

"کیوں تمہیں میرے یہاں آنے سے کیا تکلیف ہے۔؟"اسے غصہ سا آیا دستگیر کی بات پہ لیکن دستگیر کو اس پہ اب کچھ بھی نہیں آرہا تھا نہ پیار نہ غصہ

"وہی جو آپ کو میرے یہاں بیٹھنے سے"اس کا لہجہ ٹھنڈا تھا پر جیا اندر تک جل گئی تھی۔دانت کچکچا کر وہ کچھ کہنے لگی پھر پیر پٹخا

"بہت اچھی بات ہے تم اس دن کے بعد دوبارہ میرے سامنے نہیں آئے اپنی محبت کا اظہار کرنے ورنہ اچھا نہ ہوتا۔"

جیا نے سینے پہ بازو لپیٹ لیے تھے وہ جانے کا ارادہ کر کے فرصت سے رک گئی تھی۔نظریں اور لہجہ طنزیہ تھا پر دل

exponovels

اندر ہی اندر ڈوب رہا تھا کہ اب وہ کیا جواب دے گا۔ دستگیر کرسی سے کھڑا ہوا۔ موبائل ٹراؤزر کی جیب میں ڈالا اور جیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا

"آپ فکر ہی نہ کریں میں اب کبھی آپ کے سامنے نہیں آؤں گا نہ اظہار کروں گا اور نہ آپ سے بات "

"پر کیوں۔؟" جیا نے خود کو یہ کہنے سے باز رکھا دل تو زخمی ہو گیا تھا۔ اندر تلخی نے سر اٹھا لیا تھا

"اچھی بات کیونکہ تمہاری محبت تھی ہی چار دن کی تبھی تو اتنی جلدی دم توڑ گئی" وہ پتہ نہیں کیا جتانا چاہ رہی تھی لیکن وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہیں سے ہی دستگیر کو ایک بار گھورا پھر سر جھٹکا کر شیشہ اوپر چڑھا لیا۔ دستگیر کے لبوں پہ بے ساختہ مسکان دوڑ گئی۔ جو جیا نہیں سمجھ پا رہی تھی وہ دستگیر سمجھ گیا تھا اور اس لمحے اسے لگا کہ وہ آسمانوں پہ پہنچ گیا ہے۔ دل اتنا خوش ہو گیا کہ وہ اندازہ ہی نہیں کر سکا لیکن اس نے ابھی فوراً اندر جانا تھا نجانے اندر کیا ہو رہا ہو گا۔ اس لیے اس نے اپنی خوشی پہ قابو کیا اور اندر بڑھ گیا۔ جیا کو لگا وہ اسے پھر سے نظر انداز کر گیا

"بھاڑ میں جائے" اس کا دل کر رہا تھا وہ دستگیر کا گریبان پکڑ لے اور پوچھے اس سے

"کیا۔؟" دل نے فوراً سوال کیا جس پہ وہ نظریں چرا گئی۔

__________&&&&&&________

عائشہ کو ارمان کی کال جب آئی تو اس وقت وہ آپی وغیرہ کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی تھی سب اس سے مختلف سوال کر رہے تھے جن کا وہ بے دلی سے جواب دے رہی تھی۔ جب ارمان کی کال آئی تو وہ وہاں سے اٹھ کر ایک طرف جانے لگی کہ اس نے آپی کی شریر نظروں کو دیکھا۔ جن سے اسے دکھ ہوا۔ اسے لگا جیسے اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔

ارمان نے اسے فون پہ بتایا کہ اس کا چھوٹا بھائی آج دوپہر کا کھانا انہی کے گھر کھائے گا اس لیے وہ واپس آجائے تا کہ وہ بھی اس سے مل لے ارمان نے اس سے معذرت بھی کی اور کہا کہ وہ اسے لازمی شام کو چھوڑ جائے گا عائشہ نے کوئی خاص اس بات پہ رد عمل نہ دیا وہ کوئی احتجاج یا اداس نہیں ہونا چاہتی تھی

"آپ ابو کو بتا دیں" اس نے کہہ کر فون آکر ابو کو دے دیا۔ارمان بہت شرمندہ لہجے سے بول رہا تھا بار بار معافی مانگ رہا تھا لیکن وہ چاہتا تھا کہ عائشہ کچھ دیر کے لیے واپس لازمی آجائے ابو نے اس کے حالات اور بات کو سمجھتے ہوئے اسے کہہ دیا

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے بیٹا میں چھوڑ جاتا ہوں عائشہ کو"

"نہیں نہیں انکل ایسے میں اور شرمندہ ہو جاؤں گا میں بس وہیں آرہا ہوں آپ عائشہ کا کہہ دیں کہ وہ بس ریڈی رہیں" ابو نے سر ہلا کر عائشہ کو جب فون واپس دیا تو اسے ارمان کی کہی بات بتا دی۔اس نے بھلا کیا تیار ہونا تھا وہ تیار ہی تھی بس انتظار میں بیٹھ گئی۔ٹھیک بیس منٹ بعد ارمان اسے آکر لے گیا تھا وہ اندر نہیں آیا تھا عجلت میں تھا اس لیے باہر سے ہی عائشہ کو لے کر چلا گیا پر وہ شام میں آنے کا وعدہ کر کے گیا تھا۔

________&&&&&_______

وہ پورے راستے عائشہ کو بتاتا آیا تھا

exponovels

کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی سے بہت محبت کرتا ہے اور اس کا چھوٹا بھائی کتنا غصے والا اور شرارتی تھا بچپن میں، وہ بار بار بھائی کہہ رہا تھا یہ میری جان کہہ رہا تھا۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی کا نام نہیں لے رہا تھا اور عائشہ کو بھی نہ اس کے بھائی میں دلچسپی تھی اور نہ ہی اس کے نام میں وہ تو بس خاموش بیٹھی زبردستی یہ سب سن رہی تھی۔

گھر پہنچی تو اسے گھر میں تناؤ محسوس ہوا۔ ماں کے چہرے سے لگتا تھا کہ وہ آنے والے کی آمد سے خوش نہیں ہیں پر ارمان کی وجہ سے خاموش تھیں۔ گھر میں ملازم ادھر ادھر بھاگ کر تیاریاں کر رہے تھے کچن میں موجود کک طرح طرح کے کھانے بنا رہا تھا۔ ارمان ایک ایک چیز کو اپنی نگرانی میں بنوا رہا تھا۔ عائشہ سب سے لاتعلق بیٹھی تھی۔ وہ وہاں ہو کر بھی وہاں موجود نہیں تھی۔

میز پہ جب کھانا لگنے لگا تو وہ بھی ملازمہ کے ساتھ آکر کھڑی ہو گئی۔ بیٹھے بیٹھے وہ تھک گئی تھی۔ جیا اپنے کمرے میں چلی گئی تھی اس نے کہہ دیا تھا کہ اس کے سر میں درد ہے اور ماں بھی بے دلی سے لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں جس پہ عائشہ بہت حیران تھی کہ اگر آنے والے سے اتنی ہی ناراضی ہے تو اسے بلایا ہی کیوں گیا۔ پر خیر اسے کیا۔ وہ ملازمہ کے ساتھ ٹیبل پہ کھانا سیٹ کروا رہی تھی جب اسے باہر ارمان کی آواز آئی

وہ عائشہ کو ہی آواز دے رہا تھا اس کے آواز دینے پہ شہیر نے شاکڈ نظروں سے ارمان کو دیکھا ایک پل کو تو اسے لگا کہ وہ جیسے اسی کی عائش کو آواز دے رہا پر پھر اس نے سر جھٹک کر اپنے وہم کو چپ کرایا اور جب ڈائننگ ہال سے قدموں کی چاپ کے بعد ڈی پینک فراک میں ملبوس ہلکے میک والا سراپا نظریں جھکا کر سامنے آیا تو شہیر کو لگا اس کا دل

exponovels

بند ہو جائے گا۔اس کی آنکھیں باہر گر جانے کو ہو رہی تھیں۔ارمان اس کے پاس سے عائشہ کے قریب آیا جو نظریں جھکا کر اپنے دوپٹے کو ٹھیک کر رہی تھی ارمان نے اس کے پاس آکر اپنا بازو اسکے گرد حائل کیا اور شہیر کو دیکھ کر کہا "شہیر یہ ہے میری بیوی عائشہ ارمان ملک" شہیر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے منہ پہ کسی نے کھینچ کر تھپڑ مارا ہے اور جو نام عائشہ نے ارمان کے منہ سے سنا اس سے اس کی روح قبض ہو گئی۔ارمان کے بازو لپیٹنے سے اس نے پہلے ارمان کو چونک کر دیکھا تھا اور اب اس میں اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ سامنے دیکھ سکے جہاں ارمان دیکھ رہا تھا۔

گھر میں سب کچھ رک گیا تھا ہر شور ہر آواز، عائشہ نے بڑی ہمت کر کے آہستہ آہستہ گردن گھمائی

اور جب اس کی نظریں ساکت کھڑے شہیر پہ پٹیں تو اس کے سامنے پوری دنیا گھوم گئی۔گھر کی دیواریں صوفے سب کچھ اس کے سامنے گول گول گھومنے لگے تھے۔عائشہ کا دم دفعتاً گھٹ گیا اس پہ تو پورا آسمان ہی ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کا پورا وجود لرزنے لگا۔سانس گہرے ہونے لگے۔وہ شہیر کی نیلی آنکھوں پہ اپنی نظریں جمانا چاہتی تھی وہ حساب کرنا چاہتی تھی کہ اب اس کی آنکھوں میں کونسا تاثر ہے بہت غور سے دیکھنے کے بعد اسے اپنے سامنے کسی بھوکے شیر کے کھڑے ہونے کا گمان ہوا جو اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم میری امانت ہو اگر اس میں خیانت ہوئی تو میں پوری دنیا کو آگ لگا دوں گا" عائشہ کا دماغ ماؤف ہونے لگا۔وہ ڈگمگا گئی اس نے ارمان کا بازو پکڑا پر کوئی فائدہ نہ ہوا۔شہیر اچانک سے پلٹا اور ایک خونخوار نظر عائشہ پہ ڈال کر وہاں سے چلا گیا اور پیچھے عائشہ کے لیے اپنا وجود سنبھالنا مشکل ہو گیا اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور وہ فرش پہ گرتی چلی گئی اسے لگا تھا کہ وہ اب کبھی اٹھ نہیں سکے گی اس نے اپنی روح کو خود سے جدا ہوتے پایا۔۔۔۔

exponovels

ارمان پہلے شہیر کے یوں اچانک پلٹ کر جانے پر حیران تھا وہ اسے آواز دیتا ابھی آگے بڑھا ہی تھا کہ پیچھے عائشہ بے ہوش ہو کر گئی اور وہ مزید پریشان ہو گیا۔ماں خود سب دیکھ تعجب میں مبتلا ہو گئی تھیں کہ یہ سب ہوا کیا ہے۔؟پر جواب کسی کے پاس نہیں تھا اور جن کے پاس تھا ان میں سے ایک جا چکا تھا اور دوسرا اب اس حالت میں نہیں تھا کہ کچھ بھی کہہ سکے۔۔۔

________&&&&&________

سڑک پہ دھوپ کی کرنیں بکھری ہیں۔وہ سڑک کے کنارے مشکوک نگاہیں اطراف میں ڈالتا تیزی سے چل رہا تھا کاندھوں پہ گو بیگ لٹکا تھا منہ پہ ماسک لگا کر اس نے کالا کوٹ پہن رکھا تھا سر پہ کیپ تھی۔پاس سے گزرنے والے لوگ اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے کہ دوپہر کی گرمی میں یہ اتنا کچھ کیسے پہن کر پھر رہا ہے پر انہیں کیا پتہ کہ اس مشکوک چال والے کو اب جان کا خطرہ ہے۔اس نے موبائل سامنے کیا تو اس پہ ایک میسج آیا ہوا تھا

"ریاض شہیر پاکستان واپس آچکا ہے اور اب تم نے اس ملک سے نکلنا ہے" یار ض کی آنکھیں پریشان ہو گئیں

"میں کہاں جاؤں گا اچانک سے۔۔؟"اس نے ٹائپ کر کے بھیج دیا۔جواب فوراً آیا

"ہم نے تمہارے اس ملک سے نکلنے کے سارے انتظام کر دیے ہیں اور وعدے کے مطابق ہم نے تمہارے اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ بھی ٹرانسفر دیے ہیں تمہارے ساتھ کام کرنے میں بہت مزا آیا تم سچ میں کام کے بندے ثابت ہوئے ہو"ریاض کی جن آنکھوں میں ابھی پریشانی تھی پیسوں کا ذکر سن کر وہ آنکھیں چمکنے لگیں اس نے جوابی میسج لکھا

exponovels

"آپ کا بہت شکریہ پر مجھے آپ بھیج کہاں رہے ہیں؟ "

"یہ تمہیں ائیر پورٹ پہ جا کر پتہ لگ جائے گا تم نے کل شام میں ائیر پورٹ پہنچ جانا وہاں تمہاری فلائٹ بک ہو گی اور تم باآسانی اس ملک سے اور شہیر سے دور چلے جاؤ گے "ریاض نے یہ میسج پڑھا تو اس کو سکون سا محسوس ہوا۔بس ایک دن کی ہی تو بات ہے پھر وہ یہاں سے چلا جائے گا اور اسے کبھی چھپ کر زندگی نہیں گزارنی پڑے گی۔

________&&&&&&_______

کچھ وقت پیچھے چلتے ہیں۔۔۔۔

اسی دن میں جب عائشہ شہیر ملک کے بنگلے کے پاس ٹیکسی سے اتر کر کرایہ دینے کے بعد پلٹنے پہ دھک سے رہ گئی تھی۔اس کی آنکھوں میں اچانک خوف نے سر اٹھایا تھا۔

"کیسی ہیں آپ میم۔؟"اس کے پیچھے ریاض کھڑا مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔عائشہ نے ایک دو بار پہلے بھی اسے دیکھا ہو تھا وہ جانتی تھی کہ یہ شہیر کا گارڈ ہے اس لیے وہ کچھ سنبھلی۔

"میں ٹھیک ہوں میں نے شہیر سے ملنا تھا وہ میری کال نہیں اٹھا رہے "ریاض نے سر ہلایا۔

"میں نے بھی آپ سے بات کرنی تھی کیا آپ میرے ساتھ کچھ دیر بیٹھ کر بات کر سکتی ہیں۔؟"عائشہ جز بز سی ہوئی اس کے اندر خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ریاض اس کے جوب کا منتظر کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا عائشہ کو کچھ وقت لگا فیصلہ لینے میں پھر اس نے سوچ سمجھ کر سر اثبات میں ہلا دیا

________&&&&&&&_________

exponovels

وہ ریاض کے ساتھ کیفے میں موجود تھی ریاض اس کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھا کہہ رہا تھا

"شہیر صاحب اس ملک سے جا چکے ہیں" عائشہ کو جھٹکا لگا

"پر کیوں۔؟" ریاض کے چہرے پہ افسوس پھیل گیا

"ان کی آج شادی ہو گئی ہے" عائشہ کو لگا وہ کرسی سے نیچے گر جائے گی اس نے سنبھلنے کے لیے ٹیبل کو تھام لیا۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی

"ضرور آپ کو اس بات پہ یقین نہیں آرہا ہو گا پر میں آپ کو ان کی تصویر دکھا سکتا ہوں" اس نے کہتے ساتھ ہی موبائل کی اسکرین عائشہ کے سامنے کی جس میں شہیر زویا کے ساتھ کھڑا تھا اس نے بلیک ڈنر سوٹ پہن رکھا تھا اور زویا سفید گاؤن میں ہاتھوں میں گلدستہ لیے کھڑی تھی وہ دونوں ہی تصویروں میں مسکرا رہے تھے ریاض ایک ایک تصویر اس کے سامنے کرتا جا رہا تھا جن میں کہیں شہیر نے زویا کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا تو کہیں زویا اس کی بانہوں میں جھول رہی تھی عائشہ کا دماغ ماؤف ہونے لگا۔

"یہ سب کیسے ہو سکتا ہے وہ تو مجھ سے۔۔۔۔" ریاض نے اس کی بات کاٹی

"نہیں وہ آپ سے محبت نہیں کرتے تھے وہ بس آپ کے ساتھ ٹائم پاس کر رہے تھے آپ کے اور ان کے اسٹیٹس میں بہت فرق ہے" یہ بات کہتے اس کا انداز جتانے والا تھا۔ عائشہ نے اسے بے یقینی سے دیکھا

"نہیں یہ تصویریں جھوٹی ہیں" اس نے ریاض کو کہا تو وہ اور آزردگی سے عائشہ کو دیکھنے لگا۔

exponovels

"تصویریں جھوٹی ہو سکتی ہیں پر ویڈیو تو جھوٹی نہیں ہو سکتی نا۔؟" اس نے کہہ کر موبائل کی اسکرین پہ ویڈیو چلادی جس میں شہیر زویا کو سرخ گاڑی میں بٹھا کر سب کو الوداعی ہاتھ ہلا کر لے گیا تھا عائشہ کے لیے اتنا کافی تھا اس کے اعصاب چٹخنے لگے۔اس نے ٹیبل پہ کہنیاں رکھ کر ان میں چہرہ گرا لیا ریاض نے اسے بغور دیکھا جب اسے یقین ہو گیا کہ عائشہ اس کی باتوں میں آگئی ہے تو اس نے مزید کہنا شروع کیا

"وہ تو بس آپ کے جذبات کے ساتھ کھیل رہے تھے وہ کچھ عرصے بعد واپس آجائیں گے اور آپ کو پھر سے ٹریپ کریں گے اپنی میٹھی باتوں میں پھنسائیں گے آپ کو کہیں گے کہ وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں پر ایسا نہیں ہے وہ آپ سے محبت نہیں کرتے اور شاید آپ کو یہ بات بھی نہیں پتہ کہ وہ ایک کرسچن ہیں" عائشہ پہ بجلی گری اس نے صدمے سے چہرہ اٹھا کر ریاض کو دیکھا

"کرسچن۔؟"

"ہاں جی وہ کرسچن ہیں ان کی ماں غیر مسلم تھیں زویا بھی انہیں کی خالہ زاد بہن ہے ان میں سے کسی نے بھی اسلام قبول نہیں کیا شہیر صاحب کے ڈیڈ اور ان کی ممی کے درمیان اسی شرط پہ شادی ہوئی تھی کہ وہ دونوں اپنے اپنے مذہب پہ رہیں گے اور بچے بڑے ہو کر جو بہتر سمجھیں گے وہی کریں گے اور شہیر صاحب نے عیسائیت قبول کرلی"

عائشہ کو اپنے کانوں پہ یقین نہیں آرہا تھا پر سب کچھ تو اس کے سامنے تھا چرچ میں شادی، شادی کی تصویریں، ویڈیو اور اسٹیٹس میں فرق سب کچھ ہی تو اس کے سامنے تھا اب وہ کس چیز کی بناء پہ ان سب کو جھٹلائے ریاض نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا

exponovels

"آپ میری بہنوں جیسی ہیں اس لیے میں نے آپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا سوچا ہے میں نہیں چاہتا کہ آپ کی زندگی برباد ہو اس لیے آپ کو سب سچ بتا دیا" عائشہ کے دل پہ کسی نے زنگ آلود چھری چلانا شروع کر دی تھی۔

ریاض جھوٹ نہیں کہہ رہا تھا جھوٹ شہیر کہہ کر رہا تھا وہ اسے دھوکا دے رہا تھا۔۔۔

"اتنا بڑا دھوکا" اس نے تکلیف سے آنکھیں میچ لیں۔ پھر وہ کرسی سے کھڑی ہوئی اور تیزی سے کیفے سے نکل گئی۔

اس کا دم گھٹنے لگا تھا اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے سینے پہ کسی نے بھاری سیل رکھ دی ہے۔

جب عائشہ وہاں سے نکل گئی تو پیچھے ریاض نے موبائل سامنے کیا اور اس پہ میسج لکھنے لگا

"کام ہو گیا ہے" اس کے چہرے پہ مسکان تھی ایک سفاک مسکان

__________&&&&&__________

دوبارہ ارمان ملک کے بنگلے میں آتے ہیں جہاں سے ہماری کہانی آگے بڑھے گی۔۔۔۔

اس نے ارمان کے بنگلے سے گاڑی نکالی اور سڑک پہ دوڑانے لگا۔ اس کا ذہن ابھی تک دھوئیں کی زد میں تھا۔ اسے سمجھ ہی نہیں آئی کہ یہ سب ہوا کیا ہے۔ عائشہ ارمان کی بیوی ہے۔؟ اس کی عائش ارمان کی۔۔۔

اس نے اسٹئیر نگ پہ ہاتھ مارا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس دنیا کو جلا کر راکھ کر دے۔ اسے اپنے ہر طرف ارمان کا وہ جملہ گونجتا ہوا سنائی دے رہا تھا جب اس نے عائشہ کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا تھا

exponovels

"شہیر یہ ہے میری بیوی عائشہ ارمان ملک "شہیر نے کرب سے آنکھیں میچ کر کھولیں اور اسپیڈ بڑھا لی نجانے اس نے کتنے ہی سگنل توڑے کتنے ہی لوگوں نے اس کی گاڑی کی پشت کو دیکھ کر گالیاں نکالیں پر وہ اس وقت زخمی شیر بنا ہوا تھا۔

______&&&&_____

شہیر اپنے بنگلے میں پہنچ چکا تھا وہ دستگیر کو اپنے ساتھ نہیں لے کر گیا تھا اور اب جس حال میں وہ پورچ میں گاڑی کھڑی کر کے گاڑی سے نکلا تھا

اسے دیکھ کر دستگیر کی ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔اس نے شہیر کی آنکھوں میں اس وقت صرف وحشت دیکھی۔وہ گاڑی کا دروازہ پوری قوت سے بند کرتا اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔دستگیر بھی اس کے پیچھے بھاگ کر اندر داخل ہوا۔شہیر نے اندر جاتے ہی لاؤنج میں رکھی میز پہ پڑے گلدان کو اٹھایا اور کھینچ کر دیوار میں مارا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا" وہ چلایا تھا۔اس کی آواز کسی زخمی شیر جیسی تھی دستگیر کو لگا جیسے گھر کی دیواریں اس کی آواز سے تھرائی ہیں اس کا خون سوکھ گیا وہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔شہیر جنون کی آخری حد میں پہنچا لاؤنج میں رکھی ساری چیزوں کو تہس نہس کر رہا تھا۔گھر میں ہونے والے شور کو سن کر زویا بھی اپنے کمرے سے باہر آئی جب اس نے شہیر کو نیچے چیزیں توڑتے دیکھا تو وہ بھاگ کر زینے اتر کر نیچے آ گئی۔

"کیا ہوا ہے شہیر۔؟" وہ اس کے قریب آ کر بولی تھی۔شہیر نے صوفے کے کشن اٹھا کر دور اچھالے اس نے زویا کے سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔اس کے ذہن میں بس وہ سب چل رہا تھا عائشہ کے گرد ارمان کا بازو۔۔۔۔۔

وہ سب جب دوبارسے اس کی آنکھوں کے سامنے آیا تواس کادل کٹ کر رہ گیاوہ دستگیر کی طرف آیا

"مجھے پسٹل دو میں ارمان کو جان سے ماردوں گا آج" دستگیر اس کی بات پہ شل رہ گیا کہ اب تو وہ ٹھیک ٹھاک یہاں سے ارمان کے ساتھ گیا تھااور اب وہ اس کی جان لیناچاہتا تھا۔دستگیر شش وپنج میں مبتلا ہو گیاپر وہ اس کا حکم نہیں ٹال سکتا تھا۔اس نے ابھی پسٹل شہیر کے ہاتھ میں رکھاہی تھا کہ زویانے آگے بڑھ کر پسٹل اٹھالیا

"نہیں تم ایساکچھ نہیں کروگے "شہیر نے جن نظروں سے اسے دیکھاان نظروں سے زویاکی روح اندر ہی اندر کانپ گئی پر وہ سامنے سے نہ ہٹی اور نہ ہی اس نے شہیر کو پسٹل دیا۔

"مجھے بتاؤ توسہی شہیر ہواکیاہے۔؟"اس نے شہیر کاہاتھ پکڑا۔شہیر کے اندر کاجلتالاوااس کی آنکھوں میں دکھائی دے رہاتھا۔اس کے لب پہلی بار زویانے لرزتے دیکھے تھے

"می۔۔۔۔میر۔۔۔۔میری عائش۔۔۔۔۔"وہ گھٹنوں کے بل بیٹھنے لگا۔جیسے کوئی بہت تھک گیاہو۔جیسے کوئی بالکل ٹوٹ گیاہو۔زویااس کویوں بیٹھتے دیکھ اور پریشان ہوگئی وہ شہیر کے سامنے بیٹھ گئی

"کیاہواہے عائشہ کو۔؟"اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھااسے لگاشایداس کی طرح عائشہ بھی۔۔۔۔۔

شہیر نے اپنے بال مٹھیوں میں دبوچے۔

"ارمان کی جس لڑکی سے شادی ہوئی ہے وہ میری عائش ہے"زویاکوجھٹکالگا۔دستگیر کوبھی اس کی بات پہ کرنٹ لگا تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتاہے"زویانے صدمے سے پوچھاشہیر نے فرش پہ مکامارا

exponovels

"ہوا ہے زویا میں اسے ارمان کے گھر دیکھ کر آرہا ہوں اس نے میرے سامنے عائش کے۔۔۔۔۔"اس سے جملہ بھی مکمل نہیں ہو پا رہا تھا اس کا گلا پہلی بار رندھا تھا۔زویا نے خود اپنا سر پکڑ لیا تھا پھر اسے جیسے کچھ یاد آیا تو اس نے شہیر کو دیکھا

"پر تم نے مجھے بتایا تھا کہ ریاض اس پہ نظر رکھے ہوئے ہے اور اتنا کچھ ہو گیا تو اس نے تمہیں خبر کیوں نہیں کی۔؟"

شہیر کو بھی اب ریاض کا خیال آیا تھا۔اس نے نظریں اٹھا کر دستگیر کو دیکھا

"ریاض کہاں ہے۔؟ "

"مجھے وہ صبح سے دکھائی نہیں دیا"اس نے جواب دیا تو شہیر کا دماغ مزید گھوم گیا۔

"تم لوگوں کو کسی چیز کو ہوش ہوتا ہے مجھے ابھی ریاض اپنے سامنے چاہیے"وہ دھاڑا تو دستگیر تیزی سے سر ہلا کر سروینٹ کوارٹرز کی جانب بھاگا تھا۔

جب وہ واپس آیا تو اس کے چہرے پہ اضطراب تھا شہیر کو زویا بہت مشکل سے اصرار کر کے صوفے پہ بٹھا چکی تھی۔ وہ پانی لے کر آئی تھی جب دستگیر نے شہیر کو بتایا

"جس دن ہم یہاں سے امریکہ گئے تھے ریاض بھی اسی رات یہاں سے چلا گیا اس نے گیٹ پہ موجود گارڈ کو یہ کہا تھا کہ وہ آپ سے چھٹی لے کر جا رہا ہے"شہیر کو لگا جیسے وہ ہر طرف سے پھنس گیا ہے یا پھنسایا گیا ہے سب کچھ اسے اپنے ہاتھوں سے نکلتا محسوس ہوا۔وہ صوفے سے کھڑا ہوا اور قدم قدم چلتا دستگیر کے سامنے آیا

exponovels

"مجھے ریاض کسی بھی قیمت پہ چاہیے "اس نے دستگیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے رحمی سے کہا دستگیر نے سر ہلایا اور وہاں سے چلا گیا۔ زویا نے پانی کا گلاس ٹیبل پہ رکھ کر شہیر کا ہاتھ پکڑا۔ اسے دوبارہ صوفے پہ بٹھایا

"شہیر پانی پیو" اس نے پانی کا گلاس اس کی جانب کیا شہیر نے سر نہ میں ہلایا

"میں پہلے ریاض سے ملوں گا" اس کا چہرہ سپاٹ ہو گیا تھا

"شہیر تم ہوش سے کام لینا دیکھو کچھ غلط مت کر بیٹھنا" وہ اس کے جنون سے واقف تھی اور ابھی جو شہیر کی آنکھوں میں تاثر تھے ان سے اس کا دل ڈر رہا تھا۔ اس نے زویا کو دیکھا

"اب کچھ ٹھیک نہیں ہو گا میں سب کو آگ لگا دوں گا میں ارمان کو جان سے مار دوں گا" زویا نے سر نہ میں ہلایا

"نہیں تم ایسا کچھ نہیں کرو گے وہ عائشہ۔۔۔۔" شہیر نے اس کی بات مکمل ہی نہ ہونے دی وہ چیخا

"اسے ارمان کی بیوی مت کہنا وہ صرف میری ہے میں یہ شادی نہیں مانتا" زویا اس کی آواز پہ سہمی تھی پر اس نے اسے سمجھانے والے انداز سے کہا

"دیکھو شہیر یہ سچ ہے میرے یا تمہارے نہ ماننے سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا اور کیا پتہ عائشہ نے کن حالات میں یہ شادی کی ہو تم اب ٹھنڈے دماغ سے کام لو اور "اس نے زویا کی بات ایک بار پھر کاٹی

"اور عائشہ سے دستبردار ہو جاؤں۔؟" اس کا انداز طنزیہ تھا زویا سے جواب نہ دیا گیا اور وہ جواب سننا بھی نہیں چاہتا تھا

exponovels

"میں اپنی چیزوں سے اتنی جلدی دستبردار نہیں ہوتا میں انہیں حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک چلا جاتا ہوں"
اس کا لہجہ سرد تھا زویا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی

"تم کیا کرنے والے ہو شہیر۔؟"اس نے کانپتی آواز سے پوچھا۔شہیر کی نظریں اب نیچے تھیں جب اس نے وہ نگاہیں اٹھائیں تو ان میں خون اترا ہوا تھا۔زویا کو اپنے دل کی دھڑکنیں سست ہوتی محسوس ہوئیں

"میں اب طوفان لاؤں گا میں سب کو برباد کردوں گا" وہ کہتا ہو کھڑا ہو گیا "میں ارمان کو جان سے ماردوں گا" شہیر نے سپاٹ لہجے سے کہا۔جتنا ماتم اس نے کرنا تھا کرلیا تھا اب وہ ایک بار پھر سے کھیل میں واپس آگیا تھا۔زویا نے چہرہ اٹھا کر اس کی جانب دیکھا

"وہ اب عائشہ کا شوہر ہے تم عائشہ کو دکھ پہنچاؤ گی۔؟"شہیر نے گردن ترچھی کی

"میں عائش کے معاملے میں بالکل سفاک ہوں مجھے فرق نہیں پڑے گا کہ کس کا کتنا نقصان ہو رہا ہے اس سب میں، میں بس اب اپنی عائش کو اپنے پاس واپس لاؤں گا پھر چاہے عائش بھی اپنا سب کچھ کھو دے مجھے فرق نہیں پڑے گا میرا مطلب اب صرف اپنی محبت سے ہے اور میں اپنا مطلب پورا کروں گا"اس نے لمحے کا توقف دیا پھر بولا"کسی کی بھی پرواکیے بغیر"اس نے آخری بات چبا چبا کر کہی تھی۔وہ کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔زویا نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا یہ سب کیا ہو رہا تھا ان کے ساتھ، جب بھی اسے لگتا تھا کہ اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے کوئی نہ کوئی مسئلہ پھر سے ان کے سامنے آکھڑا ہوتا تھا اسے بس شہیر کی پرواتھی اسے بھی عائشہ سے کوئی سروکار نہیں تھا اور کہیں نہ کہیں وہ دل میں دعا بھی کر رہی تھی کہ شہیر کو اب عائشہ نہ ملے۔۔۔۔۔

exponovels

______&&&&&&_______

ارمان ملک کے بنگلے میں گہری خاموشی چھائی تھی سب اس وقت ارمان کے کمرے میں بیڈ کے گرد کھڑے تھے۔

عائشہ کو پورے دو گھنٹے بعد ہوش آیا تھااور ہوش میں آتے ہی اسے دوبارہ شہیر کی آنکھیں اپنے سامنے دکھائی دینے لگی تھیں۔

"میں نے اپنے گھر جانا ہے" وہ رونے لگی اسے لگ رہا تھا جیسے ابھی پھر کہیں سے شہیر نکل کر اس کے سامنے آ کھڑا ہو گااور سب کو بتادے گا کہ عائشہ کا اس کے ساتھ تعلق تھا اگر اس نے یہ سب بتادیا تو اس کی کتنی بے عزتی ہو گی اس کے ابو تک یہ بات پہنچ جائے گی۔۔۔۔

"اوہ خدا۔!" اس نے بھیگی آنکھوں سے سوچا وہ بیٹھنے لگی تھی کہ ارمان نے اسے نرمی سے ٹوکا

"نہیں آپ لیٹی رہیں آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ کو بہت تیز بخار ہے آپ آرام کریں" عائشہ کو اس کے کہنے کے بعد احساس ہوا تھا کہ اس کا جسم جل رہا ہے۔یہ دوسری بار تھا کہ اسے صرف شہیر کے غصے سے دیکھنے پہ ہی اتنا تیز بخار ہو گیا تھا۔ارمان اس کے پاس بیٹھ گیا تھا

"آپ کو کیا ہوا تھا۔؟" جیا اور ماں بھی فکر مندی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔عائشہ ارمان کے سوال پہ خاموش ہو گئی۔

وہ ارمان کو کیا بتائے کہ اسے اب کون سا خوف ڈرا رہا ہے۔

exponovels

"مجھے میرے گھر چھوڑ آئیں مجھے ابو یاد آ رہے ہیں" اس کی آواز لرز رہی تھی اس سے بولا بھی ٹھیک سے نہیں جا رہا تھا۔ اسے کہیں نہ کہیں اندر ہی اندر ایسے لگ رہا تھا کہ شہیر دوبارہ لوٹے گا وہ خاموشی سے چلا گیا تھا پر اب وہ آئے گا تو ساتھ کوئی بہت بڑا طوفان لائے گا۔

"دیکھیں آپ کی طبیعت خراب ہے میں آپ کو کیسے وہاں چھوڑ آؤں میں انہیں بلا لیتا ہوں" عائشہ کی جان نکل گئی

"نہ۔۔ نہیں انہیں نہ بلائیں آپ مجھے چھوڑ آئیں" وہ اس کی منتیں کرنے لگی تھی ماں نے ارمان کے شانے پہ ہاتھ رکھا اور اسے باہر آنے کا اشارہ کیا ارمان ان کے ساتھ باہر چلا گیا تو جیا اس کے ساتھ کمرے میں رہ گئی۔ وہ عائشہ کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھی

"تم ٹھیک ہو جاؤ گی ہم سب یہیں ہیں" اس نے عائشہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے تسلی دی پر عائشہ کو اس وقت کچھ بھی تسلی بخش نہیں لگ رہا تھا وہ بس یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی

باہر ماں ارمان کو سمجھا رہی تھیں

"شاید عائشہ کو اس کے گھر والے یاد آ رہے ہوں تم نے اسے یوں ہی بلا یا اس شہیر کی وجہ سے جو پتہ نہیں کیا پھونک کر چلا گیا اور گھر میں اتنی پریشانی ہو گئی تم نے عائشہ کو رخصتی کے وقت بھی دیکھا تھا وہ کتنا رو رہی تھی اب تم نے اسے اچانک سے بلا لیا تو وہ یقیناً اداس ہو گئی ہے لڑکیاں ان معاملوں میں حساس ہوتی ہیں میری مانو اور اسے چھوڑ آؤ دیکھنا وہ کل تک ٹھیک ہو جائے گی" ماں کو اس وقت جو ٹھیک لگ رہا تھا انہوں نے کہہ دیا ارمان بھی ان کی بات پہ سوچ میں پڑ گیا تھا پھر اس نے سر ہلا یا

exponovels

"ٹھیک ہے میں انہیں کچھ دیر میں چھوڑ آؤں گا" وہ کہہ کر اندر کمرے میں ماں کے ساتھ واپس آگیا۔جب اس نے عائشہ کو کہا کہ وہ اسے کچھ دیر میں چھوڑ آئے گا تو پچھلے گزرے وقت میں پہلی بار اسے اتنا سکون محسوس ہوا تھا۔۔ پر دل کا ڈر ابھی بھی ویسا ہی تھا کہ اب شہیر کب اس کے سامنے آتا ہے اور وہ آکر کیا کرے گا اب۔۔۔۔۔۔عائشہ کے دل کی رفتار لمحوں کے ساتھ ساتھ سست پڑ رہی تھی کمرے کی کھلی کھڑکی سے عصر کے ساتھ سورج ڈوبتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

_________&&&&&&&_______

دھوپ کو سورج اپنے آنچل میں سمیٹ کر دور پہاڑوں میں چھپ جانے کو تھا۔زرد مائل سرخ رنگ سڑک پہ پھیلا تھا۔جس میں بھیگی ان کی گاڑی سورج کو اپنے پشت پہ لیے چل رہی تھی۔وہ گاڑی میں بھی لاغر و ناتواں سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر بیٹھی تھی۔ جسم میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔اسے لگ رہا تھا جیسے اس کی جان نکلنے والی ہو رہی ہے محبت کرنا آسان تھا اور اب یہ خیال جان نکال رہا تھا کہ اگر وہی محبت اس کے سامنے شادی کے بعد آگئی تو وہ کیا کرے گی۔؟اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ لڑکی کو محبت بھی بہت سوچ سمجھ کرنی پڑتی ہے اگر وہ اس میں نا سمجھی کر بیٹھے تو پوری زندگی رسوائی پیچھا کرتی ہے۔وہ اس سے ڈرتی چھپتی گھبراتی پھرتی رہتی ہے ہر آہٹ پہ سہمی تھی ہر لہجے سے خوف کھاتی ہے۔۔۔

exponovels

عائشہ بھی اسی حال سے گزر رہی تھی۔ پہلو میں شوہر بیٹھا گاڑی چلا رہا تھا اور دل ہر پاس سے گزرنے والی گاڑی پہ اچھل جاتا تھا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی انہیں دیکھنے لگتی تھی کہ کہیں انہی میں سے کسی گاڑی میں شہیر بیٹھا اس کا پیچھا تو نہیں کر رہا وہ خود کو بڑی مشکل سے اس بات پہ راضی کر سکی تھی کہ شہیر فلحال اس کا پیچھا نہیں کر رہا تھا اس کا ڈر بے معنی ہے اس لیے اس نے سیٹ سے سر ٹکا لیا۔ ارمان سامنے سڑک پہ نظریں جمائے ہوا تھا اس کے چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا۔ بس آنکھوں میں فکر تھی۔ لب خاموش ہوں تو آنکھیں بولتی ہیں اور یہ وہ کہتی ہیں جو کہنے کا نہیں ہوتا۔ دل کی زبان آنکھیں ہوتی ہیں یہ دل کی کہتی ہیں دل کی مانتی ہیں۔ دل کی وفادار آنکھیں۔۔۔۔۔

ارمان نے کچھ دیر گاڑی یونہی خاموشی سے چلائی پھر اس نے گردن ترچھی کر کے آنکھیں موندے بیٹھی عائشہ کے چہرے کو دیکھا

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔؟" اب عائشہ کے آنکھیں بند کر کے بیٹھنے سے اسے لگتا تھا کہ وہ پھر سے بے ہوش ہو گئی ہے۔ عائشہ اس کی آواز پہ چونکی

"ج۔۔۔جی۔؟" اس نے شاید سنا نہیں تھا

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے نا۔؟" ارمان نے اپنا سوال دہرایا تو اس نے دھیرے سے سر اثبات میں ہلا دیا

"اچھی بات ہے" اس نے اتنا کہہ کر نظریں سامنے کر لی تھیں اور عائشہ سمجھی اس کی بات مکمل ہو گئی پر وہ جب دوبارہ بولا تو عائشہ کا دم نکلنے لگا۔

exponovels

"شہیر کی طرف سے میں آپ سے معذرت کرتا ہوں میں آپ کو آپ کے گھر سے لے کر بھی آیا اور وہ اچانک سے بغیر ملے چلا بھی گیا ضرور آپ کو برا لگا ہو گا پر میں کیا کروں وہ ہے ہی ایسا پتہ نہیں اسے کب کون سی بات بری لگ جاتی ہے اور ناراض ہو کر چلا جاتا ہے" اس نے رک کر ایک بار پھر عائشہ کی طرف نگاہیں کیں جس کا رنگ زرد مائل ہو رہا تھا۔ جیسا اس کے عقب میں موجود ڈوبتے سورج کا تھا۔ جس کے آگے پرندے اڑ رہے تھے۔

ان کی پرواز اونچی تھی۔ وہ آزاد تھے بے فکر سے خوش، پر عائشہ نہ خوش تھی نہ ہی آزاد شہیر کی محبت سچ میں اس کے دل پہ کالے بادلوں کی طرح منڈلا رہی تھی۔ اس کے پیر کی رنجیر شہیر کی محبت اس کے ہاتھ میں موجود ارمان کی انگوٹھی سے بڑا طوق بن گئی تھی۔

عائشہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا وہ اس حال میں تھی ہی نہیں کہ جواب دے سکے ارمان اس کی رنگت بخار کی وجہ سے ایسی ہو رہی ہے سمجھ رہا تھا اس لیے اس نے اپنی بات جاری رکھی

"مجھے لگتا ہے اس نے ماں کو دیکھ لیا ہو گا کیونکہ وہ ناراض تھیں شہیر کے آنے سے اس لیے اسے اچھا محسوس نہیں ہوا ہو گا تبھی وہ واپس پلٹ گیا" وہ خود سے ہی اندازے لگا رہا تھا عائشہ غائب دماغ سے بس اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ شہیر کا موضوع وہ تو اپنی زندگی میں ختم کر کے آئی تھی پھر یہ کیوں اب بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے وہ بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔ ارمان نے ایک بار پھر نگاہیں سڑک پہ ڈال لی تھیں۔ عائشہ نے دوبارہ سر سیٹ سے ٹکا لیا تھا۔ اس نے اپنی جانب لگے شیشے میں دیکھا تو اسے سورج ڈوبتا دکھائی دینے لگا۔

exponovels

"کاش میں بھی آج اسی کے ساتھ ڈھل جاؤں آج کا سورج مجھے کل کا سورج دیکھنے کے لیے نہ چھوڑ کر جائے" اس نے نزبل (بے بس، کمزور) ہوتی ہمت سے سوچا۔

_____&&&&&&______

سورج تو اپنی کرنیں لے کر بادلوں سے اٹے دور پربتوں میں جا چھپا تھا پر عائشہ کل کا سورج اور ایسے بہت سے دوسرے آنے والے سورج دیکھنے کے لیے بچ گئی تھی۔ اسے بے ساختہ ڈوب جانے والے پہ رشک آیا اور نکل کر آنے والے پہ غصہ، جب ان کی گاڑی عائشہ کے گھر کے پورچ میں رکی تو شام نے اپنے پنکھ آسان کو اڑھائے ہوئے تھے۔ اس کے پروں پہ چمکتے ہیرے جگر جگر کر رہے تھے۔ نمایاں چاند ہلکا زرد تھا۔ اس نے باہر آکر بدر کو دیکھا۔ جو مسکرا رہا تھا۔ آسمان تیز نیلا تھا جس پہ ہلکے ہلکے بادل بھی ٹکڑوں میں موجود تھے۔ عائشہ عام دنوں میں یہ منظر دیکھتی تو مبہوت ہو جاتی پر آج اس کے ہوش پہلے ہی خطا تھے۔

ان کے استقبال کے لیے پہلے ہی داخلی دروازے سے آگے بنے اونچے زینوں پہ امی ابو اور سفیان کھڑے تھے آپی میمونہ اپنے گھر چلی گئی تھیں۔ بچوں کے اسکول کا مسئلہ تھا اس لیے ورنہ ان کا ابھی رہنے کا بہت دل تھا پر بس وہ دل مار کر چلی گئیں۔ عائشہ اپنے ابو کے گلے لگی تو وہ کچھ چونکے پھر اس کے جسم کو ہاتھ لگا کر تپش کو محسوس کیا

"تمہیں کیا ہوا ہے۔؟" انہوں نے اب اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا تو اسے مرجھایا ہوا پایا۔ امی ارمان کے سر پہ ہاتھ پھیر رہی تھیں۔ سفیان بھی انہی سے ملنے کے انتظار میں کھڑا تھا اور یوں یہ وقت باپ بیٹی کے نام چپکے سے ہو گیا۔ ان کے سوال پہ اسے پھر سے رونا آگیا پر اس نے ہمت کر کے لب ضبط سے بھینچے اور ان کے گلے پھر سے لگ گئی

exponovels

"بس ہلکا سا بخار ہو گیا ہے" ابو نے اس کے گرد بانہیں حائل کر لیں ان کا چہرہ بے چین سا ہو گیا تھا

"پر میرے بچے صبح تو تم ٹھیک تھیں اب اچانک۔؟ "

"صبح بھی ٹھیک نہیں تھی ابو بس میک اپ کی وجہ سے لگ رہی تھی اب میک اتر گیا ہے تو رونق نے بھی چہرے کا ساتھ چھوڑ دیا ہے" ابو اس کی بات پہ مطمئن نہ ہوئے

"کچھ ہوا ہے تو بتا دو میں سب سنبھال لوں گا" عائشہ کے دل پہ گھونسا لگا۔ کیا کہے وہ باپ کو کہ اس نے ایک محبت ان سے چھپ کر کی تھی جو نہ ملی تو اس نے آگے بڑھنے کا سوچا اور جب وہ آگے بڑھی تو اسے سب سے پہلے راستے میں جو ملی وہ وہی محبت تھی جسے وہ بھول کر آگے بڑھی تھی اور اب اس محبت کو سامنے کھڑا دیکھا وہ خود شل رہ گئی ہے نہ قدم اٹھتے ہیں نہ سانس چلتی ہے۔

"ابو کچھ بھی نہیں ہوا آپ پریشان نہ ہوں" اس کا گلا رندھ گیا تھا بھرائی آواز پہ قابو پانا مشکل تھا اس لیے وہ ابو سے جدا ہوئی اور نظریں چرا کر امی کی جانب بڑھ گئیں۔

ارمان اب ابو سے مل رہا تھا۔ ملنے ملانے کے بعد وہ لوگ اندر آ گئے تھے۔ امی نے بھی جب عائشہ کے وجود کی تپش محسوس کی تو وہ اس سے وجہ پوچھنے لگیں عائشہ نے وہی جواب دیا جو اس نے ابو کو دیکھا تھا امی بھی ابو کی طرح مطمئن نہیں ہوئی تھیں پر وہ کچھ بولی بھی نہیں تھیں۔ خاموشی سے رات کے کھانے کا انتظام کرنے چلی گئیں

_______&&&&&&&_______

For more visit (exponovels.com)

ٹیرس پہ کھڑی لڑکی کے کھلے سیدھے بال کمر پہ بکھرے تھے ان میں سے کچھ آزاد لٹیں اس کے چہرے پہ آ رہی تھیں۔ ملائم گوری رنگت والی زویا گہری ہوتی رات میں رات ہی کا حصہ لگ رہی تھی۔ سلیو لیس نیلے ٹاپ سنگ ٹراؤز پہنے وہ اپنے سے دور موجود چاند پہ نظر جمائے ہوئے تھی جو اس وقت لان میں بیٹھا تھا۔اس کا چاند شہیر۔۔۔۔جو پاس ہو کر بھی دور تھا۔۔۔۔وہ اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کی محبت کو آج پہچانی تھی فون پہ اس نے محبت سنی تھی اب حقیقت میں اس نے محبت دیکھی تھی

اور اسے عائشہ کی قسمت کی بلندی پر رشک آیا۔ وہ کتنی خوش قسمت تھی نا جسے کوئی اتنی شدت سے چاہنے والا میسر تھا۔ جو اس کے لیے اس وقت کھانے پینے سے منہ موڑ کر پریشان بیٹھا تھا۔

کھانے سے انکار شہیر نے کیا تھا بھوک اس انکار سے زویا کی مر گئی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ شہیر کھانا کھا لے پر کہنے اور اصرار کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ شہیر کے غصے سے ڈرتی تھی وہ اس لیے جو شہیر نے کہا وہ مان گئی اور لان میں بیٹھا شہیر دستگیر کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اس سے مسلسل رابطے میں تھا۔ وہ اسے بار بار کال کر کے ریاض کا پوچھ رہا تھا۔ دستگیر نے اسے بتایا تھا کہ ریاض کے گھر پہ تالا لگا ہے۔ گلی محلے میں پوچھنے پہ سب نے لاعلمی ظاہر کی ہے۔ شہیر نے تب بھی اسے یہی کہا تھا

"دستگیر مجھے وہ کسی بھی قیمت پہ چاہیے" اور تب سے دستگیر اسے جی جان سے ڈھونڈ رہا تھا۔ لیکن وہ جب شہیر کے سامنے آیا تو اس نے وہی جواب دیا جو وہ فون پہ دے رہا تھا

exponovels

"باس میں نے اسے ہر اس جگہ تلاش لیا ہے جہاں وہ جا سکتا تھا پر وہ کہیں نہیں تھا لیکن آپ فکر نہ کریں میرے کچھ آدمی اسے ڈھونڈ رہے ہیں امید ہے وہ جلد ہی مل جائے گا" شہیر کرسی سے کھڑا ہوا زویا کی طرف اس کی پشت تھی پر وہ اندازہ کر سکتی تھی کہ نیلی آنکھیں سپاٹ اور بے تاثر ہو کر بھی عائشہ کے لیے محبت چھائے ہوئے ہوں گی۔ شہیر دستگیر کے سامنے آ کر رک گیا تھا

"امید نہیں کہو تمہیں یقین ہے کہ تم اسے ڈھونڈ لاؤ گے" وہ ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بولا تھا شہیر کو اس نے پہلی بار اتنے غصے میں دیکھا تھا۔ دستگیر نے بغیر تامل سر ہلایا

"باس میں آپ کو یقین دلاتا ہوں میں ریاض کو بہت جلد آپ کے سامنے لا کھڑا کروں گا" شہیر نے گہرا سانس لیا اور اس کی پیٹھ ٹھونک کر آگے بڑھ گیا۔ پیچھے کھڑی زویا بے چین ہوئی تھی۔ وہ بھی ٹیرس سے پلٹ گئی۔

جب تک وہ نیچے پہنچی شہیر گاڑی لے کر جا چکا تھا

"کہاں گیا ہے شہیر۔؟" وہ شاید بھاگ کر آئی تھی اس لیے اس کا تنفس بے ترتیب تھا۔

"معلوم نہیں" دستگیر نے شانے اچکائے۔ زویا نے بے بسی سے اسے دیکھا

"تمہیں اس سے پوچھنا چاہیے تھا "

"میں باس سے سوال کیسے کر سکتا ہوں میم۔؟" وہ حیرت سے بولا تھا۔

"پھر تم اس کے ساتھ ہی چلے جاتے" اس نے سر کو چھو کر کہا تھا سانس آہستہ آہستہ سنبھل رہا تھا

exponovels

"میم میں ان کے فیصلے پہ چلتا ہوں میں ان کے لیے خود سے فیصلے نہیں لے سکتا" دستگیر نے اسے یاد کروایا تو وہ خاموش سی ہو گئی۔ دستگیر اسے ہی دیکھ رہا تھا جواب آہستگی سے پلٹ کر اندر کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اس کے اندر جانے کے بعد آسمان اور چاند سب کچھ تنہا رہ گئے تھے۔ رات گہری سیاہی سنگ سب کو تک رہی تھی۔ دستگیر بھی باہر کی جانب فون کان سے لگا کر بڑھ گیا تھا اس نے کسی بھی قیمت پہ ریاض کو جلد ہی ڈھونڈنا تھا۔

_______&&&&&&&_______

عائشہ کے گھر کے ڈائننگ ہال میں امی کے ہاتھ سے بننے کھانوں کی خوشبو بکھری تھی۔ ٹیبل کے عین اوپر لگے زرد قندیل نما لیمپس جو لوہے کی لمبی تاروں کے ساتھ لٹکے ہوئے جل رہے تھے۔ ہال میں جان بوجھ کر ان لیمپس کے علاوہ کچھ بھی روشن نہیں کیا گیا تھا۔ کھڑکی کو کھول کر وہاں سے چاند کی روشنی کو آنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

ارمان ابو کے سامنے والی سربراہی کرسی پہ بیٹھا تھا۔ سفیان بھی اسی کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھا تھا۔

کھانا امی اور عائشہ نے مل کر لگایا تھا۔ امی نے اسے منع کیا تھا کہ وہ بیٹھ جائے امی کر لیں گی پر وہ نہ مانی اور کام میں لگ گئی ارمان نے جب اسے نارمل انداز میں کام کرتے دیکھا تو وہ مطمئن ہو گیا کہ اب عائشہ کچھ بہتر محسوس کر رہی ہے۔ ماں ٹھیک کہہ رہی تھیں کہ عائشہ کو گھر والے ہی یاد آ رہے ہیں۔ عائشہ اس کی گہری بولتی نظریں خود پہ محسوس کر سکتی تھی

وہ جہاں جا رہی تھی ارمان کی نظریں اس کا تعاقب کر رہی تھیں اور یہی وہ نظریں تھیں جن سے عائشہ مزید شرمندہ ہو رہی تھی اس کا شوہر اس سے محبت کرتا تھا اور وہ کسی اور کی محبت میں گرفتار ہے۔۔۔

exponovels

وہ اپنی شرمندگی کی وجہ سے اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ کھانے کی ٹیبل پہ بھی وہ ابو کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھنے لگی کہ امی نے اسے ٹوک کر ارمان کے ساتھ والی کرسی پہ بٹھایا۔ وہ کھانا نہیں کھانا چاہتی تھی اس نے بس تھوڑے سے چاول اپنی پلیٹ میں ڈالے تھے

"مجھے لگتا ہے میری بیوی کو چاول بہت زیادہ ہی پسند ہیں" اس کے کانوں میں ارمان کی شریر سرگوشی پڑی تو اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ مسکان دبا کر اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے چاولوں والی ڈیش سے عائشہ کی پلیٹ میں اور چاول ڈالے۔

"آپ ٹھیک سے کھانا کھائیں طبیعت جلدی ٹھیک ہو گی" عائشہ اس کی چاول ڈالنے اور یوں براہِ راست خطاب پہ دنگ رہ گئی اس نے بے ساختہ ابو کو دیکھا جو نظریں جھکا کر کھانا کھا رہے تھے

اور عائشہ کا سر شرم سے جھک گیا۔ ٹیبل پہ موجود تین لوگوں نے اس بات کو ایسے نظرانداز کر دیا تھا جیسے ارمان نے عائشہ سے بات کی ہی نہیں اور اگر کی بھی ہے تو انہوں نے سنی نہیں۔ ارمان شاید نہیں جانتا تھا کہ عائشہ کے مڈل کلاس گھر میں بیویوں کو شادی کے فوراً ہی بعد اتنی اہمیت نہیں دیتے اور باپ اور بھائی کے سامنے اس طرح کی حرکتیں تو بالکل نہیں کرتے۔ لیکن جو ہونا تھا وہ تو چکا تھا

اس لیے وہ بادل نخواستہ چاول کھانے لگی۔ ابھی اس نے چمچ بھر کر منہ ڈالا ہی تھا کہ اس کا موبائل چیخ اٹھا اور وہ اچھل گئی۔ سب نے اس کے اس طرح موبائل کی بیل بجنے سے ڈرنے پہ اسے حیرت سے دیکھا جس کی اسکرین پہ چمکنے والا نام دیکھ کر اس کی جان نکل گئی تھی۔ اس کے حلق میں ہی چاول اٹک گئے۔ اس سے وہ بھی نہ نگلے گئے۔ سب اسے ہی

exponovels

دیکھ رہے ہیں جب یہ بات اس نے محسوس کی تو اس نے موبائل اٹھایا اور ٹاسک نامی نمبر سے آنے والی کال کو کاٹ دیا۔

"انابیہ ہے" اس نے ہنس کر کہنا چاہا تھا پر ہنس نہ سکی بس کہہ دیا۔ ارمان وغیرہ دوبارہ کھانا کھانے لگے تھے اور عائشہ کا موبائل بھی دوبارہ بجنے لگا تھا۔ اس نے ایک دو بار کال کاٹی پر کال مسلسل آتی رہی اس کا ارادہ اب فون بند کر دینے کا تھا

پر اس ڈر سے نہیں کیا کبھی شہیر ارمان کے گھر ہی نہ چلا جائے اور وہاں جا کر اس کی ممی کے سامنے کچھ بتا نہ دے اس لیے وہ کرسی کھسکا کر کھڑی ہوئی

"لگتا ہے کوئی ضروری بات کرنی ہے اس لیے بار بار کر رہی ہے میں کال سن کر آتی ہوں" وہ کہہ کر ہال سے تیزی سے نکل گئی۔ ہال سے نکلنے کے بعد اسے اب کوئی ایسی جگہ نہیں مل رہی تھی جہاں وہ کھڑی ہو کر شہیر سے بات کر سکے بہت ادھر ادھر پاگلوں کی طرح جانے کے بعد اس نے لان میں جانے کا فیصلہ کیا اس کے ہاتھ میں موجود موبائل اسی تیزی سے بج رہا تھا

"عائش۔۔۔۔۔۔!" دوسری طرف سے ہمیشہ جیسا لہجہ سنائی دیا

"مجھے کال کیوں کی ہے۔؟" اس نے تنفر سے پوچھا۔ شہیر کے لب بھینچ گئے وہ لہجے میں فرق محسوس کر گیا تھا

"کہاں ہو اس وقت۔؟" اس نے خود پہ قابو کرتے ہوئے سوال کیا عائشہ کا چہرہ تلخ ہو گیا

"آپ کو نہیں پتہ میں اس وقت کہاں ہوں؟ جبکہ آپ کی نظریں تو ہر وقت مجھے دیکھ رہی ہوتی ہیں" اس نے طنز کیا تھا۔ شہیر کے دل پہ چوٹ پڑی

"ناراض ہو مجھ سے۔؟" اس نے محبت سے پوچھا

"مجھے آپ سے نفرت ہے" محبت کا جواب نفرت سے ملا پر وہ یہ زہر بھی پی گیا۔

"مجھے بتاؤ جلدی کہاں ہو تم اس وقت۔؟"

"میں کیوں بتاؤں آپ کو آپ میری زندگی سے نکل چکے ہیں آپ اب میری جان چھوڑ دیں" اس کا گلا رندھنے لگا وہ اس سے زیادہ نہ طنز کر سکتی تھی اور نہ ہی تلخ ہو سکتی تھی

"میں تمہارا نمبر بھی ٹریس کروا سکتا ہوں" اس نے جتایا

"آپ اب بس میری زندگی عذاب بنا سکتے ہیں مجھ پہ مہربانی کریں مجھے تنگ مت کریں میں نے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی" وہ رونے لگی شہیر کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا

"سوال تو کرنے ہوں گے نا؟ میں تمہارے سارے سوالوں کے جواب دوں گا مجھے اب بتاؤ تم کہاں ہو "

"میں نہیں بتاؤں گی" اس کا لہجہ اٹل تھا اور شہیر کا دماغ گھوم گیا

"ٹھیک ہے مت بتاؤ میں پہلے اس جہنم میں آتا ہوں جہاں تم دوپہر میں موجود تھیں اگر تم مجھے وہاں نہ ملیں تو میں تمہارے گھر آ رہا ہوں کیونکہ میں نے تم سے بات کرنی ہے" اس کی بات پہ عائشہ کا دم خشک ہو گیا

"پر مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی" وہ عاجزی سے بولی

exponovels

"میں نے کرنی ہے" وہ ضدی بن گیا

"آپ چاہتے کیا ہیں میں مر جاؤں۔؟" وہ جھنجھلا گئی

"میں چاہتا تھا تم مجھ پہ مر جاؤ پر تم نے راستے بدل لیے اب میں مرنے والا ہو رہا ہوں بتادو کہاں ہو ورنہ آج تم قاتل بن جاؤ گی شہیر ملک کی قاتل میں گاڑی کہیں مار لوں گا" وہ پھنکار کر بولا تھا عائشہ کو سمجھ نہ آئی وہ اسے کیا کہے

"بتاؤ جلدی" وہ دوبارہ بولا عائشہ کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ گیا

"میں اپنے گھر ہوں اور یہ میں اس لیے بتا رہی ہوں کیونکہ میں آج آپ سے آخری بار ملوں گی اور اس کے بعد نہ ہم کبھی بات کریں گے اور نہ ہی ملاقات کریں گے" اس نے سرد لہجے سے کہا وہ آج شہیر سے مل کر محبت کی کہانی ختم کرنا چاہتی تھی وہ مل کر کہنا چاہتی تھی کہ اب وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے تو پہچانے بغیر آگے بڑھ جائیں گے پر شہیر کے جواب نے اسے پریشان کر دیا تھا

"ایک بات تم اپنے دماغ میں بٹھا لو ہماری نہ کبھی کوئی ملاقات آخری ہو گی اور نہ ہی بات میں تم سے اتنی آسانی سے دستبردار نہیں ہوں گا میں جہاں جاؤں گا تمہیں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا یاد رکھنا" اس نے کہہ کر عائشہ کا جواب سنے بغیر کال کاٹ دی اور عائشہ کا دل کیا وہ اپنا سر کسی دیوار میں دے مارے

"نہیں میں مزید ان کے جال میں نہیں پھنسوں گی میں آج ان سے ہر تعلق ختم کر دوں گی میں اپنے شوہر کو دھوکا نہیں دے سکتی" اس نے فیصلہ کیا اور اندر چلی گئی۔ پیچھے لان کے گھاس پہ بیٹھی رات نے یاس سے آنکھیں موندلی تھیں۔ رات کا سناٹا ہر سو پھیل گیا تھا۔

exponovels

_____&&&&____

ارمان ملک کے بنگلے پہ رات کے اندھیرے بکھرے تھے بنگلے کے باہر کی ساری روشنیاں جلی تھیں۔اور اندر بھی ہمیشہ جیسا نیم اندھیرا تھا۔ماں باہر جانے کا سوچ رہی تھیں پر اب پھر سے ان کے بازو کہنیوں تک سن ہو گئے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ان کے وجود سے کسی نے بازو آدھے کاٹ دیے ہیں۔وہ جانے کا ارادہ ترک کر کے بیڈ پہ بیٹھ گئیں اور گہرے گہرے سانس لینے لگیں۔انہیں اپنی طبیعت اب ہر وز ہی گرتی ہوئی محسوس ہوتی تھی دل گھبراتا رہتا تھا وہ اکثر کام کرتے کرتے بھول جاتی تھیں کہ آیا وہ کیا کام کر رہی تھیں۔بہت سوچنے کے بعد انہیں وہ کام یاد آتا تھا۔

)بنگلے کی پچھلی جانب دیوار پہ کوئی اکڑو بیٹھا احتیاط سے اطراف میں دیکھ رہا تھا اس کے ہاتھ میں موبائل تھا جس سے اس نے گھر کے کیمرے اور سکیورٹی الارمز کو ہیک کر لیا تھا اس نے کالی جینز کی جیب میں موبائل ڈالا اور سامنے دیکھا مین دروازے پہ کھڑے گارڈز کی اس کی جانب پشت تھی۔ماسک سے چھپے چہرے والے نے خاموشی سے لان میں چلانگ لگادی(

"مجھے اب ڈاکٹر سے چیک اپ کروا ہی لینا چاہیے" انہوں نے اپنے بازو دباتے ہوئے خود کلامی کی تھی۔وہ اٹھ کر واش روم کی جانب بڑھ گئی تھیں تا کہ چہرے پہ پانی کے چند چھینٹے ڈال سکیں۔وہ واش میں اندر جا کر اپنے چہرے پہ پانی کے چھینٹے ڈال کر انہوں نے چہرے کو ٹاول سے تھپکا اور اسے اسٹینڈ پہ لٹکا کر وہ باہر نکل آئیں۔

)وہ محتاط نظریں اطراف میں ڈالتا تیزی سے قدم اٹھاتا ایک دروازے کے آگے رک گیا۔جس پہ لکھا تھا اندر خطرہ ہے یہ وہ کمرہ تھا جہاں سے ارمان کے بنگلے کی بجلی سپلائی ہوتی تھی اس کمزور اور لمبی قامت والے نے ایک پین کو اس

exponovels

دروازے کے لاک میں ڈال کر گھمایا اور گنتی گننے لگا "ایک، دو، اور یہ تین" ٹک سے لاک کھلنے کی آواز سے اس نے دروازے کو ہاتھ سے دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اس نے اندر پہنچ کر سامنے دیکھا اس کے مقابل بہت سے سوئچ، بٹن اور بورڈز تھے وہ کچھ دیر انہیں دیکھتا رہا پھر اس نے آگے بڑھ کر تاروں اور بٹنوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی)

ماں جو ابھی واش روم سے نکل کر ڈیسنگ کے سامنے آئی تھیں اور ہتھیلی پہ لوشن ڈال کر اسے ہاتھوں پہ مل رہی تھیں کہ اچانک سے چونکی۔ ان کا کمرہ تاریک ہو گیا تھا۔ کمرے کی کھڑکی کھلی تھی جس سے چاند کی چاندنی باہر سے اندر آ رہی تھی

"لائٹ کیسے چلی گئی" انہوں نے تعجب سے سوچا یہ ان کے گھر میں شاز و نادر ہی ہوتا تھا۔ وہ لوشن کو مل کر ڈریسنگ سے سائیڈ ٹیبلز کی جانب آئیں۔ وہاں سے اپنا موبائل اٹھا کر کمرے سے نکل گئیں کمرے سے نکلتے ہی انہیں زینے اترتی جیا نظر آئی جس کے ہاتھ میں موبائل تھا اس کے موبائل کی بھی لائٹ جل رہی تھی

"ممی یہ لائٹ کو کیا ہوا۔؟" اس نے نیچے آ کر پوچھا ماں نے شانے اچکائے

"معلوم نہیں" ماں نے کہہ کر ملازم کو آوازیں دیں وہ ان کے سامنے جن کی طرح حاضر ہوا تھا

)وہ شخص اپنا کام مکمل کر کے کمرے سے نکلا اسے دوبارہ لاک کیا اور اسی دیوار پہ چڑھ گیا۔ جہاں سے وہ آیا تھا۔ دیوار پھلانگنے سے پہلے اس نے ایک مسکراتی نظر اندھیرے میں ڈوبے بنگلے پہ ڈالی تھی)

"یہ لائٹ کو کیا ہوا ہے۔؟" ماں نے برہمی سے پوچھا

exponovels

"میم وہی چیک کرنے گیا تھا میں نے کوشش کی پر شاید مسئلہ زیادہ ہے فیوز بھی ٹھیک ہے پھر بھی لائٹ نہیں آ رہی مجھے لگتا ہے الیکٹریشن کو بلاوانا پڑے گا" ماں کے چہرے پہ بیزاری پھیل گئی۔ جیا نے بھی کوفت سے ملازم کو دیکھا

"تم جلدی بلواؤ کسی کو مجھے یہ اندھیرے بہت برے لگتے ہیں گھر میں" ماں نے حکم دیا اور جیا کے ساتھ وہاں سے پلٹ گئیں۔ ملازم بھی عجلت میں باہر کی جانب گیا تھا

کچھ دیر بعد وہ ایک الیکٹریشن کے ساتھ گھر میں داخل ہوا ملازم پہلے اسے اسی کمرے میں لے کر گیا تھا وہاں الیکٹریشن نے کچھ دیر تاروں اور بورڈ کا جائزہ لیا پھر سر ناں میں ہلا کر کہا

"مجھے ایک بار پورے گھر کی وائرنگ چیک کرنے دو" اور پھر وہ ملازم کے ساتھ گھر میں داخل ہو گیا۔ وہ ایک ایک بورڈ کو چیک کر رہا تھا۔ کچھ کمروں میں بھی گیا۔ ملازم اس کے ساتھ ہی تھا جب وہ ارمان کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے ملازم کو کہا

"ایک گلاس پانی ملے گا۔؟" ملازم کچھ دیر اسے دیکھتا رہا اس کا دل نہیں تھا اسے اکیلے چھوڑ کر جانے کو اس لیے اس نے انکار کر دیں

"نہیں تم کر کے میرے ساتھ جب نیچے جاؤ گے تو پی لینا" کمزور لمبی قامت والے الیکٹریشن کے ماتھے پہ بل پڑے پر وہ خاموشی سے اپنے کام لگ گیا۔ اس نے ارمان کے کمرے کے سارے بورڈز چیک کیے پھر اس نے چہرہ اٹھا کر اوپر دیکھا وہاں لیمپ نما بلب تھا۔ اس نے کرسی آگے کی اور اس پہ چڑھ کر اس کا جائزہ لینے لگا۔

exponovels

"اس کا بٹن کونسا ہے۔؟"اس نے مصروف سے انداز میں پوچھا ملازم جو اس کی پشت پہ کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا اس نے جواب دیا

"یہ والا" دائیں جانب لگی دیوار کی طرف اس کا اشارہ تھا

"تم جا کر بٹن دباؤ" ملازم اس کے کہتے ہی پلٹا اور الیکٹریشن نے جیب سے ایک کالا بٹن جتنا کیمرہ نکال کر اس بلب کے لیمپ میں فکس کر دیا۔ ملازم نے اسے پیچھے سے آواز دی

"میں نے بٹن دبا دیا ہے""پر یہ نہیں چل رہا مجھے لگتا ہے ہمیں اب دوبارہ وہیں جانا پڑے گا جہاں سے ہم آئے تھے" وہ کہہ کر کرسی سے اترا اور اسی کمرے میں واپس آگیا جہاں سے گھر کی ساری بجلی کی سپلائی جاتی تھی اس نے دوبارہ کچھ تاروں کو چھیڑا۔ انہیں توڑ مروڑ کر جوڑا اور پھر بٹن پریس کیا تو لائٹ آگئی۔

ملازم کا چہرہ کھل گیا تھا اور الیکٹریشن کا بھی کام دونوں کا ہو گیا تھا ایک نے جو کروانا تھا وہ اس میں کامیاب ہو گیا تھا اور دوسرے نے جو کرنا وہ اس میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ ملازم سے اپنی اجرت لے کر ارمان ملک کے بنگلے سے نکل گیا تھا۔

"دستگیر صاحب کام ہو گیا ہے"اس الیکٹریشن نے باہر آکر دستگیر کو کال ملا کر کہا تھا

"بہت خوب اب تم نے کچھ دنوں روپوش ہو جانا ہے"اس نے سر ہلایا اور جیب میں موبائل ڈال کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ بنگلا پھر سے روشن ہو گیا تھا پر اب اس بنگلے میں موجود ارمان ملک کے کمرے کو شہیر کی آنکھیں ہر وقت دیکھیں گے وہ عائشہ پہ سے اب ایک لمحے کے لیے بھی نظریں نہیں ہٹانا چاہتا تھا۔

exponovels

_______&&&&&&&_______

عائشہ شہیر کا فون سننے کے بعد لان سے پہلے اپنے کمرے میں آ کر واش روم گئی وہاں جا کر اس نے اپنی روئی روئی آنکھوں

اور تکلیف زدہ چہرے کو چھپانے کے لیے منہ پہ پانی کے چھنٹے مارے۔کچھ دیر وہ نل کھول کر اپنے منہ پہ پانی ڈالتی رہی پھر اس نے ٹاول سے منہ صاف کیا اور خود کو شیشے میں دیکھا کچھ خاص فرق نہیں پڑا تھا پر گزارہ ہو سکتا تھا اس لیے وہ وہاں سے نکل کر دوبارہ ڈائننگ ہال میں کر اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی۔

"کیا کہہ رہی تھی انابیہ۔؟" امی نے اس کے بیٹھتے ہی پوچھا

"کہہ رہی تھی کہ وہ کل مجھ سے ملنے آئے گی" پچھلے بہت دنوں میں اس نے اتنے جھوٹ بولے تھے کہ اب اس کی زبان جھوٹ کی عادی ہو گئی تھی۔امی نے اس کے جواب پہ سر ہلایا اور کھانا کھانے لگیں

جب ان سب نے کھانا کھا لیا تو ارمان ابو اور سفیان کے ساتھ لاؤنج میں آ گیا تھا وہ امی کے ساتھ کچن میں تھی امی چائے بنا رہی تھیں ارمان نے منع بھی کیا تھا پر امی نے اصرار کیا تو وہ مان گیا۔امی نے چائے بنا کر عائشہ کو تھما دی۔وہ اسے لے کر لاؤنج میں آئی ارمان ابو سے ایسے باتیں کر رہا تھا جیسے وہ انہیں بہت پہلے سے جانتا ہو ابو بھی اس کی کمپنی میں خوش تھے

exponovels

سفیان اپنے موبائل میں لگا تھا۔عائشہ سب کو چائے دے کر جب ارمان کے پاس آئی۔ارمان نے اس پہ شوخ نگاہ ڈال کر لبوں کو ہلکی سی جنبش دے کر شکریہ کہا تو عائشہ سٹپٹا سی گئی۔وہ اس کے آگے سے تیزی سے ہٹی تھی ارمان اس کے گھبرا جانے پہ ہنسی دبا کر رہ گیا تھا۔

ارمان اس کے بعد کچھ دیر بیٹھا پھر جانے کے لیے کھڑا ہو گیا تھا۔ابو امی سے ملنے کے بعد وہ ڈرائیوے میں جا کر رک گیا۔اس کی نظریں متلاشی تھیں۔وہ پلٹ کر عائشہ کو دیکھنے لگا تھا جو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی باہر آگئی تھی۔اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا تو ارمان اسے ہی دیکھ رہا تھا۔عائشہ کو عجیب لگ رہا تھا اب اس کے پاس جانا اس لیے وہ ڈھیٹ بن کر اپنی جگہ پہ کھڑی رہی۔امی نے یہ بات محسوس کی تو وہ ابو اور سفیان کو بہانے سے اندر لے گئیں عائشہ اور شرمندہ ہو گئی پر وہ کیا کر سکتی تھی وہ ارمان کے پاس آئی

"میں آپ کو کل لینے آجاؤں گا اگر آپ کہیں گی تو "اس نے تو پہ زور دیا پھر آنکھوں میں مسخری بھر کے بولا "کیونکہ میں نہیں چاہتا آپ پھر سے بیمار ہو جائیں"

عائشہ اس کی بات پہ زبردستی سا مسکرائی تو اس نے عائشہ کے گال پہ نرمی سے ہاتھ رکھا عائشہ کا دل بری طرح دھڑکا ارمان اسے محبت سے دیکھ رہا تھا عائشہ سے نظریں نہ ملائی جا رہی تھیں۔لرزتی پلکوں کو جھکا کر وہ کھڑی تھی۔

"آپ اپنا خیال رکھیئے گا میں آپ کی طرف سے پریشان رہوں گا کوئی بھی مسئلہ ہو آپ نے مجھے کال کرنی ہے میں فوراً آجاؤں گا" وہ ایک منٹ کے لیے رکا اس کے گال کو تھپک کر بولا "ٹھیک ہے۔؟"اس نے تائید چاہی عائشہ نے سر

exponovels

اثبات میں ہلادیا تو وہ گاڑی میں بیٹھ کر الوداعی ہاتھ ہلا کر وہاں سے نکل گیا۔اس کے جانے کے بعد عائشہ کا اٹکا سانس خارج ہوا تھا۔اس کے ہاتھ میں موجود موبائل بار بار بیپ کر رہا تھا

"میں ابھی نہیں مل سکتی آپ کچھ دیر انتظار کریں ابھی ارمان گئے ہیں گھر سے ابو وغیر اندر میرا ہی انتظار کر رہے ہیں بار بار مجھے میسج کرکے پریشان مت کریں شہیر "اس نے لکھ کر بھیجا اور اندر بڑھ گئی۔یہ میسج ہواؤں سنگ اڑتا ہوا عائشہ کے گھر سے کچھ دور ایک سنسان سڑک پہ گاڑی کے بونٹ پر بیٹھے شہیر کے موبائل پہ جگمگایا تو اس کے ماتھے پہ شکنیں پڑ گئیں

"تم کرلو اپنی مرضی ،دل کھول کر کرو یہ کچھ دن ہی ہیں تمہارے پاس من مانی کے پھر دیکھ لوں گا تمہیں بھی "اسے عائشہ پہ اب غصہ آنے لگا تھا وہ شہیر کے حالات کیوں نہیں سمجھ رہی تھی۔وہ کتنا الجھ گیا ہے یہ بس شہیر ہی جانتا تھا کوئی دوسرا اس بات کا اندازہ ہی نہیں کر سکتا کہ شہیر کی زندگی کتنی مشکل ہے۔

_____________&&&&&&&&&__________

رات جب کچھ آگے بڑھی تو عائشہ لاؤنج سے کھڑی ہوگئی۔

"تم کہاں جارہی ہو۔؟"امی نے پوچھا ابو نے بھی اسے دیکھا سفیان سونے جا چکا تھا

"میرا دل کچھ گبھرا رہا ہے سوچ رہی ہوں باہر چہل قدمی کر لوں "

"اکیلی جاؤ گی۔؟"امی نے کچھ حیرت سے کہا

"ظاہر سی بات ہے مجھے کسی نے کھا تو لینا نہیں ہے گھر کے باہر ہی ہوں آپ پریشان نہ ہوں "امی کھڑی ہو گئیں

exponovels

"نہیں تمہاری ابھی نئی نئی شادی ہوئی ہے نئی دلہن ایسے راتوں میں باہر نہیں پھرا کرتیں آسیب چمٹ جاتے ہیں"
ان کی بات پہ ابو نے ہنسی دبائی تھی اور عائشہ نے بے بسی سے امی کو دیکھا اب وہ امی کو کیا کہے کہ وہ اس وقت ایک آسیب سے ہی ملنے جا رہی ہے جس کی وہ خود اسیر تھی، ہے اور شاید رہے گی بھی۔
وہ اس سے ناراض تھی خود کو کہہ رہی تھی کہ اسے شہیر سے نفرت ہے پر دل یہ مان ہی نہیں رہا تھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے
"امی کچھ بھی نہیں ہوتا میں ابھی آجاؤں گی انسان کو کبھی تنہائی کی بھی ضرورت ہوتی ہے میں آجاؤں گی امی" وہ التجائیہ انداز میں بولی تھی امی ماننے والی نہیں تھیں پر پھر ابو نے اس کی سفارش کی تو وہ سر جھٹک کر خاموش ہو گئیں
"جاؤ بہن تمہاری مرضی" امی نے ناک سے مکھی اڑائی تھی عائشہ ہلکا سا مسکا کر بولی
"ٹھیک ہے بہن میں ابھی آجاؤں گی" امی نے اسے گھورا تھا پر وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔

_______&&&&&&&________

سڑک بالکل سنسان پڑی تھی اس کے کنارے پہ وہ گاڑی کے بونٹ پہ ویسے ہی بیٹھا چاند کو دیکھ رہا تھا۔ سرمئی سلیو لیس شرٹ میں ملبوس وہ اداس لگتا تھا اس کی نیلی آنکھیں بجھی ہوئی تھیں۔ گاڑی کی ہیڈلائٹس سڑک پہ پھیلی تھی۔ شہیر نے قدموں کی چاپ سنی تو چاند سے نظر ہٹا کر سامنے دیکھا۔ اس کے مقابل کھڑی لڑکی اس کا سکون تھی۔ وہ اسے دیکھ بونٹ سے اترا اور اس کی جانب بڑھا۔ اس کے پاس جا کر رک گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کرے

For more visit (exponovels.com)

"کریں بات" عائشہ نے سپاٹ لہجے سے کہا

"سمجھ نہیں آرہی کہاں سے شروع کروں تم نے مجھ پہ سب کچھ ختم کر دیا ہے" اس کی آواز میں تکلیف تھی۔ عائشہ اس کی بات پہ تلخی سے مسکرائی

"آپ کو یقیناً کوئی جھوٹ سمجھ نہیں آرہا ہو گا جواب آپ میرے سامنے بول سکیں پر خیر جو ہونا تھا ہو گیا" شہیر اس کی جھوٹ والی بات پہ الجھا تھا وہ کچھ بولنے لگا تھا کہ عائشہ بولتی چلی گئی "اب آپ کا اور میرا کوئی تعلق نہیں ہے میری غلطی تھی جو میں نے آپ پہ اور آپ کی محبت پہ یقین کیا اب وہ یقین ٹوٹ چکا ہے اور آپ تو اب ہمارے درمیان موجود تعلق اور رشتے کو بھی آج جان چکے ہیں" اس کا انداز جتانے والا تھا شہیر کے لب بھینچ گئے۔

"میں اس تعلق اور رشتے کو نہیں مانتا "

"آپ کے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے" اس نے طنزیہ انداز میں کہا شہیر نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھنا چاہا اور جب ان آنکھوں کو پڑھا تو اس کے دل پہ گھونسا لگا عائشہ کی آنکھیں اجنبی تھیں

"تم مجھ سے یہ نہیں پوچھو گی کہ میں کہاں چلا گیا تھا۔؟" اسے لگا تھا کہ وہ اس سے لپٹ کر یہ پوچھے گی۔ اسے اتنا یقین تو تھا اپنی دیوانگی پہ کہ اس نے عائشہ کے دل پہ کوئی چھاپ تو ضرور چھوڑی ہو گی پر اب اسے لگ رہا تھا جیسے وہ بس اس کا گمان تھا

"نہیں نے آپ سے کچھ نہیں پوچھنا میں نے بس اب آپ کو یہ بتانا ہے کہ میں آپ کی بھابھی ہوں اور ہماری درمیان جو کچھ بھی تھا وہ میں نے بھلا دیا ہے آپ بھی بھلا دیں" شہیر اس کی بات اور اس کے لہجے پہ اس کا منہ دیکھتا

exponovels

رہ گیا اسے وقت لگا اس عائشہ کو پہچاننے میں۔اس کا ضبط اب جواب دے رہا تھا اس نے بڑھ کر عائشہ کا بازو دبوچا شہیر سمجھ گیا تھا کہ وہ جتنی عائشہ کے ساتھ نرمی برت رہا ہے عائشہ اتنا ہی لہجہ بدل کر بات کر رہی ہے۔اس نے عائشہ کو اپنے قریب کھینچ کر کیا۔وہ اس کے سینے سے جا لگی۔شہیر نے نظریں جھکا کر اس لڑکی کا چہرہ دیکھا جو کسمسا رہی تھی

"پہلی بات تم مجھ سے اب اسطرح بات نہیں کرو گی،دوسری بات تمہارے اور میرے درمیان میں بس محبت کا تعلق ہے تم صرف میری ہو اور تیسری اور آخری بات کہ تم نے نہ کرنے ہوں سوال پر میں نے کرنے ہیں"

"آپ یہ حق کھو چکے ہیں"اس نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑانا چاہا پر شہیر کی گرفت مضبوط تھی عائشہ کو اپنی کھال میں شہیر کی انگلیاں پیوست ہوتی محسوس ہو رہی تھیں اس کی آنکھوں میں تکلیف در آئی تھی پر شہیر کو فرق نہیں پڑ رہا تھا۔عائشہ کے جواب پہ اس کے چہرے پہ برہمی و بے رخی پھیلنے لگی۔

"میرے سارے حق میرے پاس ہیں تم مجھے بس یہ بتاؤ کہ تمہاری ہمت کیسے ہوئی کسی اور کا ہونے کی۔؟"وہ چبا چبا کر بولا تھا۔عائشہ کے بازو کی تکلیف بڑھنے لگی تھی

"مجھے درد ہو رہا ہے شہیر"اس نے جواب کے بجائے رندھے گلے سے کہا شہیر حلق کے بل کے چلایا

"مجھے فرق نہیں پڑتا مجھے میرے سوال کا جواب دو تم نے کیوں کیا یہ سب"اس نے عائشہ کو دانت پیس کر جھنجھوڑا تھا عائشہ سہمی گئی۔اس نے آج سے پہلے شہیر کا یہ انداز نہیں دیکھا تھا

"مجھے چھوڑ دیں شہیر"وہ رونے لگی

exponovels

"مجھے میرے سوال کا جواب دو" وہ اسی بے رحمی سے بولا تھا عائشہ کی آنکھوں میں چنگاریاں جلنے لگیں اس نے دوسرے ہاتھ کو شہیر کے سینے پہ رکھا اور اسے پوری قوت سے دھکا دیا اور اپنا بازو چھڑا لیا

"آپ پاگل ہو گئے ہیں" وہ اپنا بازو سہلاتی ہوئی نم آنکھوں سے بولی۔ شہیر نے سے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا

"میری بات کا جواب دو" وہ پھر سے پھنکارا تو عائشہ نے چلا کر کہا

"میں نہیں دوں گی کسی بھی بات کا جواب آپ ہوتے کون ہیں مجھ سے سوال کرنے والے میں آپ سے نفرت کرتی ہوں آپ دھوکے باز ہیں مجھے اب آپ سے صرف نفرت ہے" وہ اونچی آواز میں بول رہی تھی شہیر نے اس کے لہجے میں صرف نفرت ہی محسوس کی اسے یقین آنے لگا کہ عائشہ سچ کہہ رہی ہے

"میں اب آپ کا چہرہ دوبارہ دیکھنا نہیں چاہتی میرے سامنے اب کبھی مت آیئے گا" اس نے انگلی اٹھا کر کہا شہیر نے سپاٹ چہرے سے اسے دیکھا وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا۔

"میں تمہیں اب تمہارے ہر راستے میں نظر آؤں گا تمہارے پاس صرف پانچ دن ہیں تم خود سے میرے پاس لوٹ آؤ ورنہ میں تمہیں اٹھا کر اپنے پاس لے آؤں گا تم میری امانت تھیں میں نے کہا تھا اگر اس امانت میں خیانت ہو گی تو میں سب کو برباد کر دوں گا اور تم نے وہی کیا اب دیکھتی جاؤ میں کیا کرتا ہوں میں تمہیں اپنا بنا کر رہوں گا" شہیر کی بات پہ وہ جھنجھلا گئی۔ بازو کی تکلیف کم ہو گئی تھی پر آنکھیں ویسے ہی آنسو بہا رہی تھیں

"آپ کیوں نہیں سمجھ رہے میں اب شادی شدہ ہوں"

"میں نہیں مانتا اس شادی کو"

exponovels

"آپ کے ماننے سے کچھ نہیں ہو سکتا اب" شہیر اس کی بات پہ اس کا منہ کچھ لمحے دیکھتا رہا پھر وہ سرد سا مسکرایا عائشہ کی ریڈھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔اس کے گھٹنوں سے جان نکلنے لگی تھی۔

"میرے نا ماننے سے تم بھی دیکھنا اب کیا کیا ہوتا ہے تم طلاق لے کر یا تو خود میرے پاس آ جاؤ ورنہ اس کام میں، میں آسانی پیدا کر دوں گا" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہا تھا عائشہ اس کی بات پہ دم بخود سی اسے دیکھ رہی تھی

"میں چاہوں تو تمہارے اس نام نہاد شوہر کو اسی وقت ختم کر دوں پر میرے اس سے اور اس کی ماں سے کچھ پرانے حساب ہیں اس لیے اس کا زندہ رہنا ابھی ضروری ہے ورنہ میں تمہیں ان پانچ دنوں کی بھی مہلت نہ دیتا میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا تم صرف میری ہو صرف میری" اس کی آخری میں آواز اونچی ہو گئی تھی عائشہ کو اپنے ارد گرد اس کی آواز کی بازگشت ہوتی محسوس ہوئی اسے لگا جیسے زمین سے آسمان سے درختوں سے ہر طرف سے شہیر کی آواز ٹکرا کر واپس آ رہی ہے۔عائشہ کے وجود میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔اسے شہیر سے وحشت ہونے لگی تھی۔اس کی شعلہ اگلتی نظریں اس کا دم خشک کرنے لگی تھیں۔عائشہ نے سر نہ میں ہلایا۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے" اس نے کسی امید سے کہا

"میں ایسا ہی کروں گا" جو ٹوٹ گئی

"میں رسوا ہو جاؤں گی" اس نے التجا کی

"تم میری ہو جاؤ گی" جو نظر انداز ہو گئی

exponovels

"میں سب کچھ کھو دوں گی" اس نے اپنا ڈر بتایا

"میں تمہیں پالوں گا" جو سرد مہری کی نظر ہو گئ

"میں کسی کو منہ دکھانے لائق نہیں رہوں گی" اس کا گلا بھرا گیا

"میں کسی نظر کو تم تک آنے ہی نہیں دوں گا" شہیر کو اس کے سارے ڈر بے معنی لگ رہے تھے

"لوگ مجھ پہ انگلیاں اٹھائیں گے" عائشہ کے گلے میں آنسو پھنس گئے تھے

"میں تمہیں اپنے سینے میں چھپالوں گا" وہ بے نیازی سے بولا جیسے اس کے لیے یہ کوئی بڑی بات ہی نہیں تھی عائشہ رونے لگی

"میں برباد ہو جاؤں گی شہیر" اس نے رونے کے درمیان ہچکی لی اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ شہیر کا نہ تاثر بدلہ نہ لہجہ اور نہ ہی سپاٹ نظریں

"مجھے فرق نہیں پڑتا تم صرف میری ہو اور مجھے تم ہر حالت میں قبول ہو۔ میں چاہتا ہی یہی ہوں کہ تمہیں ساری دنیا چھوڑ دے اور تم صرف میری ہو کر رہو صرف میری" عائشہ سے مزید وہاں کھڑا نہ ہوا گیا وہ پلٹی اور بھاگنے لگی۔

"تم مجھ سے اب کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتیں عائش" اس نے اپنے عقب سے شہیر کی آواز سنی تھی پر وہ بھاگتی جا رہی تھی

exponovels

وہ والہانہ بس بھاگ رہی تھی۔اسے کے خواب، آسمان کے تارے، سب اسے اپنے گرد ٹوٹتے ہوئے گرتے دکھائی دیے چاند نے ماتم کرنا شروع کر دیا تھا ٹاسک لور کی کہانی شروع ہو گئی تھی اب عائشہ سے سب کچھ دور ہوتا چلا جائے گا اس کے پاس شہیر کے علاوہ کوئی بھی نہیں بچے گا۔۔۔۔۔۔

&&&&&&

یہ ایک بند کمرے کا منظر ہے جس میں وہ رسیوں سے بندہ بیٹھا ہے۔اس کی ایک ٹانگ پہ سفید پٹی بندھی ہے۔ جس پہ سامنے کی طرف سرخ دھبا لگا ہے۔ نیم بے ہوش گھنگریالے بالوں والا بہرام ہلکا ہلکا کراہ رہا ہے۔ تبھی اس بند کمرے روازہ کھلا اور وہاں سے دستگیر داخل ہوا۔اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا اس نے وہ یکدم ہی بہرام کے منہ پہ اچھال دیا۔وہ ہڑبڑا کر سیدھا ہوا۔

"تو تم نے سوچ لیا ہے کہ تم یونہی اذیت میں مبتلہ رہو گے پر اپنا منہ نہیں کھولو گے۔۔؟"اس نے بہرام کے بالوں کو مٹھی میں دبوچ کر جبڑے بھینچ کر کہا بہرام ہنسا۔

"میں نے تمہارے باس کو پہلے ہی کہا تھا کہ میں اپنے کام کو لے کر بے وفا نہیں ہوں" دستگیر نے اس کے منہ پر کھینچ کر تھپڑ مارا۔

"میں آخری بار تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔۔۔" بہرام نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے کہا

"میرا جواب نہ میں ہے تم مجھے جان سے مار سکتے ہو"ستگیر نے بے بسی بھرے غصے سے اسے گھورا وہ کچھ بھی کرتا کہ اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی۔دستگیر نے گردن ترچھی کی

exponovels

"باس۔" اس نے سر کو خم دیا اور پیچھے ہو گیا۔ شہیر کی آنکھوں میں سرخی تھی۔ وہ ابھی جو کچھ عائشہ کو کہہ کر آیا تھا اس کی تپش اب بہرام کے پاس آ کر مزید بڑھ گئی تھی۔ وہ قدم قدم چلتا اس اندھیر کمرے میں کرسی کھسکا کر بہرام کے سامنے بیٹھا گھٹنوں پہ کہناں جما کر اس نے بہرام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

"تم میری قید میں ہو تمہاری زندگی میرے ہاتھ میں ہے میں چاہوں تو تمہیں ختم کر دوں" بہرام اس کی بات پہ ہنسنے لگا وہ شہیر کو یہ جتانا چاہ رہا تھا کہ اسے نہ شہیر سے ڈر لگتا ہے اور نہ ہی موت سے، شہیر یہ بات سمجھ رہا تھا اس لیے اس نے اس کی ہنسی کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے مضبوط لہجے میں اپنی بات جاری رکھی۔

"پر میں ایسا نہیں کروں گا میں تمہیں زندہ رکھوں گا" بہرام کی ہنسی ایک لمحے کو تھم گئی۔۔۔۔ اندھیرا اور کاٹھ کباڑ سے بھرا کمرہ کان بنا سب سن رہا تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو کہ تمہیں موت سے ڈر نہیں لگتا پر اب لگے گا" وہ کھڑا ہوا بہرام کا چہرہ خود ہی اس کی جانب اٹھتا چلا گیا

"میں تم میں پہلے موت کا ڈر پیدا کروں گا میں تمہیں موت ہر بار بہت قریب سے دکھاؤں گا تم اس موت کو حاصل کرنا چاہو گے پر وہ تم سے دیکھتے ہی دیکھتے دور ہو جائے گی۔ تم موت مانگو گے پر تمہیں جینا پڑے گا تم ایک دن چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کا نام خود بتاؤ گے" اس نے بہرام کا جبڑا جھٹک کر دبوچا

"تمہیں لگ رہا ہے میں تمہارے بغیر ان تک پہنچ نہیں پاؤں گا پر تمہیں غلط لگ رہا ہے شہیر ملک کو کسی کی ضرور نہیں میں تم سمیت ہر اس شخص کو سزا دوں جس نے مجھے اور میری فیملی کو نقصان پہنچایا ہے تم اب اپنی موت دیکھنے

exponovels

کے لیے تیار ہو جاؤ" اس نے اس کے جبڑے کو پوری قوت سے دبوچ کر چھوڑ دیا اور باہر بڑھ گیا۔ دستگیر بھی اس کے پیچھے کمرے سے نکل گیا تھا جب اس نے اس کمرے کا دروازہ بند کیا تو بہرام کو احساس ہوا کہ جیسا اس نے زویا کے ساتھ کیا تھا اس کے ساتھ اب تک بالکل ویسا ہی ہو رہا تھا کمرے کو سیٹ اسی انداز سے کیا گیا جیسا زویا کے لیے تھا۔ وہی اندھیرا ویسی ہی رسیاں وہی دو کرسیاں اور وہی تکلیف بہرام کو بھی اب زویا کی طرح دروازہ بند ہونے پہ خود پر زندگی کے دروازے بھی بند ہوتے نظر آئے اب تک وہ موت سے نہیں ڈر رہا تھا پر شہیر کی باتوں کے بعد اس کا دل اندر ہی اندر دھنسنے لگا تھا شہیر نجانے اب بہرام کے ساتھ کیا کرے گا۔۔۔۔

________&&&&&________

وہ جب اپنے بنگلے میں داخل ہوا تو اس نے زویا کو صوفے پہ پیر اوپر کیے سمٹ کر بیٹھا دیکھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ شاید وہ سو رہی تھی شہیر خاموش قدم اٹھاتا اس کے پاس آیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اسے اٹھا کر ایسے ہی خاموشی سے اوپر اس کے کمرے میں لے جائے گا پر جیسے ہی وہ زویا کے قریب آیا زویا نے آنکھیں کھول لیں اس کی آنکھوں میں نیند کا خمار تھا۔ وہ آنکھیں مسلتی کھڑی ہوئی شہیر اس سے دو قدم پیچھے ہو گیا تھا

"یہاں کیوں سو رہی تھیں۔؟" وہ اپنی آواز کو نرم رکھ کر پوچھ رہا تھا۔

"تم نہیں آئے تھے تو پریشان ہو رہی تھی یہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کرنے لگی اور پھر مجھے نیند آ گئی" زویا کی آنکھوں سے نیند کا خمار گیا تو اس نے شہیر کی سرخ آنکھیں دیکھیں۔

"عائشہ کے پاس گئے تھے۔؟" اس نے اندازہ لگایا

exponovels

"تم نے کھانا کھایا۔؟" شہیر شاید عائشہ کے متعلق بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔اس کے بات بدلنے پہ زویا کو یقین ہو گیا کہ وہ وہیں سے ہو کر آ رہا ہے اس نے اس کا ہاتھ پکڑا

"شہیر کیوں خود کو اور اسے تکلیف دے رہے ہو وہ اب شادی شدہ اس کے لیے مسئلہ مت بنو" زویا ایک بار پھر سے سمجھانے لگی تھی۔اندر ہی اندر اس کا ضمیر اسے کہہ رہا تھا کہ وہ خود غرض بن رہی ہے پر وہ ضمیر سے آنکھیں بچا کر بول رہی تھی محبت میں سب جائز ہوتا ہے اور اس جائز میں پہلے نمبر پہ خود غرضی ہی آتی ہے محبت انسان کو ولی کا تو پتہ نہیں پر خود غرض پہلے بناتی ہے۔شہیر نے اسے سنجیدگی سے دیکھا

"میں نے پوچھا ہے تم نے کھانا کھایا ہے۔؟" وہ اپنی بات پہ زور دے کر بول رہا تھا۔زویا کو اس کا بات بدلنا برا لگا اسے برا لگا کہ وہ یہ کیوں نہیں کہہ رہا ہے کہ زویا ٹھیک بول رہی ہے وہ عائشہ کے دور ہونے پہ بھی اسی کے پیچھے کیوں بھاگ رہا ہے شہیر کو کیوں نہیں یہ بات سمجھ آتی کہ چاہنے سے زیادہ چاہے جانے کا احساس اچھا ہوتا پر شہیر۔۔۔۔۔ زویا کا دل تکلیف میں ڈوبنے لگا تو اس نے شہیر سے نظریں ہٹائیں اور پیروں میں سلیپر زاڑس کر وہ وہاں سے بات کا جواب دیے بغیر جانے لگی پر جا نہ سکی

"میں نے کچھ پوچھا" وہ اس کی کلائی تھام چکا تھا۔زویا کو لگا شہیر نے اس کا دل مٹھی میں دبا لیا ہے۔وہ دل بغیر کیسے آگے بڑھے گی۔؟اس لیے رک گئی پر جواب نہ دیا۔شہیر نے لب بھینچ کر اسے گھورا ہر لڑکی نے اسے آج ہی ایٹی ٹیوڈ دکھانا تھا۔؟اس کا ماتھا گھومنے لگا اس نے ملازم کو آواز لگائی اب کی بار وہ زویا سے سوال نہیں کرنا چاہتا تھا

"میڈم نے کھانا کھایا ہے۔؟" ملازم بے چارہ نیند سے اٹھ کر آیا تھا اس لیے اسے سمجھنے وقت لگا

"آں۔۔۔" اس نے سر کھجایا شہیر نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ تیزی سے بولا "نہیں صاحب میڈم کہہ رہی تھیں کہ آپ کے ساتھ کھائیں گی" شہیر نے اس پہ سے نظریں ہٹا کر زویا کو انہیں نظروں سے دیکھا "تم نے مار کھانی ہے۔؟" دھونس جمانے والا انداز۔۔۔۔۔۔زویا کو کبھی یہ انداز برا نہیں لگا تھا اسے اسی انداز سے ہی تو شہیر سے محبت ہوئی تھی اس کا یہ حق جتاتا لہجہ اسے بہت پسند تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کھانا میں نے سونا ہے مجھے نیند آرہی ہے" اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا جب شہیر ہی اس کا نہیں ہو رہا تو وہ اس کے ہاتھ میں اپنا دل اور اختیار کیوں دے۔۔۔۔ بھلا کیوں۔؟

"تمہیں لگتا ہے تم میری مانے بغیر چلی جاؤ گی۔؟" اس نے بھنوا چکا کر پوچھا

"شہیر میں نے نہیں کھانا کچھ مجھے چھوڑ دو"

"تم نے کھانا بھی کھانا ہے اور تمہیں یاد ہونا چاہے کہ تم نے دوائی بھی کھانی ہے جس کے لیے کھانا ضروری ہوتا ہے میں ابھی چیک بھی کروں گا تم اپنی میڈیسنز وقت پہ لی رہی ہو یا نہیں" وہ سنجیدگی سے کہہ کر اسے اپنے ساتھ لے جانے لگا تھا۔ ڈائننگ ہال میں کرسی پہ اسے بٹھا کر اس نے کرسی کی پشت پہ دونوں ہاتھ رکھے اور اٹھنے کی سعی کرتی زویا پہ جھکا جو دوبارہ بیٹھ گئی

"میں نہیں چاہتا کہ میں تمہارے ہاتھ پیر باندھ کر کھانا کھلاؤں اس لیے جو میں کہہ رہا ہوں کر لو ورنہ میں اپنے انداز میں جو کروں گا وہ اچھا نہیں ہوگا" وہ تنبیہ کرتا اس کے سامنے ہٹ گیا

exponovels

"تم نے کیوں نہیں کھایا کھانا پہلے یہ بتاؤ" زویا کے چہرے پہ اس کی دھمکی سے مسکراہٹ آگئی پر وہ اسے قابو میں کرتی ہوئی بولی تھی شہیر کرسی کھینچ کر اس کی طرف رخ کر کے بیٹھا

"میرا دل ٹوٹا ہے نا اس لیے، میرا آج سب کچھ دور ہوا ہے مجھے آج بھوک نہیں لگے گی" وہ ہنس کر بولا تھا اور اس ہنسی کے پیچھے کرب "اف" زویا کے اندر تک زخم پڑے تھے

وہ اس کی آنکھوں سے اندازہ کر سکتی تھی کہ وہ کن لمحوں سے گزر رہا ہے۔ زویا کچھ دیر اسے دیکھتی رہی اس کا دل کیا وہ بھی کہہ دے کہ پھر اسے تو مر جانا چاہیے کیونکہ اس کا تو دل کے ساتھ یقین بھی ٹوٹا ہے اس کا یہ یقین ٹوٹ کر بکھرا ہے کہ شہیر ہمیشہ سے اس کا تھا، ہے اور رہے گا پر وہ کہہ نہ سکی

"شہیر کیا تمہیں خود پہ یقین نہیں ہے۔؟" اس نے پہلے والی جیسی زویا بننے کی کوشش کی جو شہیر کے سامنے مثبت باتیں کرتی تھی جو اسے امید دیتی تھی

"مجھے خود پہ پورا یقین ہے" شہیر نے بے نیازی سے کہا شہیر کو اب زویا کی بات میں دلچسپی ہوئی تھی کیونکہ اسے ایسی ہی زویا اچھی لگتی تھی جس کے ہاتھ میں امید کا جگنو ہر وقت ہوتا تھا اس کی مسکراہٹ یہ احساس دلاتی تھی کہ دنیا میں تکلیفوں کے ساتھ بھی جیا جاتا ہے محبوب چیز کو کسی اور کا ہوتے دیکھ بھی مسکان نہیں جانی چاہیے چہرے سے، مضبوط بن کر اس گھڑی کا مقابل کرنا چاہیے۔ وہ بچہ تو نہیں تھا جو زویا کی آنکھیں نہ پڑھ سکتا ہو وہ سب جانتا تھا بس ظاہر نہیں کرتا یہ بات زویا بھی جانتی تھی اس لیے تو چپ رہتی تھی کیونکہ ان میں ایک فرق تھا جو وہ دونوں ہی مٹا نہیں سکتے تھے۔

"تو پھر اس یقین کو اعتماد بنالو کھانا چھوڑو گے تو لڑنے کی طاقت ختم ہو جائے گی" وہ ہنسی دبا کر بولی تھی شہیر نے اسے خفگی سے دیکھا

"میں بچہ نہیں ہوں جو تم مجھے ان باتوں سے بہلا رہی ہو" زویا نے سر ہلایا

"جانتی ہوں تم بہت بڑے ہو اس لیے تمہیں کہہ رہی ہوں امید نہ چھوڑو سب ٹھیک ہے اور سب ٹھیک ہی ہو گا"

شہیر اس کی بات پہ مسکرا دیا

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو سب ٹھیک ہے اور سب ٹھیک ہی ہو گا" اس نے کرسی کو ٹیبل کی جانب کر لیا اسے بھوک لگنے لگی تھی زویا نے اسے محبت سے دیکھا اسے کبھی کبھی شہیر بہت معصوم لگتا تھا بات بات پہ جو غصہ کرتے ہیں انہیں توجہ چاہیے ہوتی وہ اندر سے بہت اکیلے ہوتے ہیں اس لیے جب بھی کسی کو دور جاتے یا اپنے سے مختلف سوچتے یا کرتے دیکھتے ہیں تو ناراض ہوتے ہیں لڑتے ہیں غصہ کرتے ہیں اور ایسے لوگ بس محبت چاہتے ہیں جو بالکل مفت ہے آپ کے پاس آپ کی محبت بھری ایک ہاں کسی کا مان رکھ لیتی ہے

ملازم نے ٹیبل پہ ان دونوں کو بیٹھے دیکھا تو وہ خود سے ہی کھانا گرم کرنے چلا گیا تھا۔ اب وہ کھانا گرم کر کے ان کے سامنے رکھ رہا تھا۔ زویا نے پہلے کھانا شہیر کے لیے نکالا تھا پھر اس نے اپنی پلیٹ میں ڈالا اور کھانے لگی۔ شہیر کی نظریں کھانے پہ تھیں پر زویا کا دھیان کھانے سے زیادہ اس پہ تھا وہ اس شخص کو دیکھ کر سوچتی تھی کیا اس سے بھی کسی کو نفرت ہو سکتی ہے۔؟ جو بس محبت کے لیے لڑتا جھگڑتا ہے۔۔۔

______&&&&&&______

"ہاں ہوسکتی ہے بلکہ مجھے ہوگئی ہے شہیر ملک سے نفرت" زویا کی بات کا جواب اس لڑکی نے دیا جو نارمل کپڑوں میں اب بالکونی میں کھڑی مہراب پہ موجود پورے چاند کو دیکھ رہی تھی۔اس نے کمرے میں آکر سب سے پہلے اس گلابی بھالو کو قینچی سے کاٹنا شروع کیا تھا۔اسے بہت سے حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد اس نے اسے ایک بڑے سے شاپر میں ڈالا اور گھر کی چھت پہ لے جا کر اسے آگ لگا دی۔

اس نے اس آگ میں اپنے دل کے ٹکڑوں کو بھی جلتے پایا آج والا شہیر کا رویہ قابل قبول نہ تھا۔محبت پہلے تھی پر اب حالات بدل چکے ہیں وہ شادی شدہ ہوگئی ہے یہ شہیر کی کیسی محبت ہے جو اسے رسوا کرنا چاہ رہی ہے۔

بھالو کو راکھ میں بدلنے میں جتنی دیر لگی اتنی دیر اسے فیصلہ کرنے میں لگی کہ اب وہ شہیر ملک سے نرمی نہیں برتے گی اسے خود سے دور ہی رکھے گی وہ کچھ نہیں کر سکے گا اب جس گھر میں اس کی شادی ہوئی ہے وہ بھی اثر ورسوخ میں شہیر کے ہم پلا ہے وہ ارمان سے بات کرے گی اسے سچ بتا دے گی معافی مانگ لے گی پر شہیر کے پاس لوٹ کر نہیں جائے گی اس نے اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"میں شہیر ملک سے اب بس نفرت کرتی ہوں" اس نے چاند سے نظریں ہٹا کر خود کو یہ بات باور کروائی اور بالکونی سے ہٹ کر کمرے میں واپس آگئی۔

"میں اس سے اب دور رہنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی وہ ایک ٹاکسک شخص ہے ایک ذہنی مریض" اس کا جنون اس کی باتیں اور اس کے جملے عائشہ کو جب بھی یاد آرہے تھے

exponovels

اس کا خون کھول رہا تھا ایسے کیسے وہ عائشہ کی زندگی کے جملہ حقوق اپنی گرفت میں لے سکتا ہے وہ کسی کو اس بات کا اختیار نہیں دے گی۔ وہ سوچتے ہوئے بیڈ پہ آکر لیٹ گئی۔

"مجھے شہیر ملک سے ڈر نہیں لگتا" اگر سے نہ لگ رہا ہوتا تو اسے یہ بات خود کو بتانے کی ضرور پیش نہ آتی۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسا وہ سوچ رہی ہے ویسا ہی اب ہو گا شہیر ارمان سے الجھ نہیں سکتا پر وہ یہ نہیں جانتی کہ شہیر ارمان سے کیا اب اس وقت پوری دنیا سے بھی لڑ کر عائشہ کو حاصل کرے گا اور سب ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہ جائیں گے۔۔۔۔

_______&&&&&______

دستگیر کے گھر پہ رات کے اندھیرے بے نیازی سے پھیلے تھے۔ وہ اس وقت اپنے عام حلیے میں بیڈ پہ اوندھے منہ لیٹا سو رہا تھا۔ کمرے میں خواب ناک اندھیرا اور خاموشی تھی۔ سکون مافسوں ہر طرف موجود تھا کہ یہ فسوں موبائل کی بھدی آواز سے ٹوٹ گیا۔ وہ بے ساختہ اٹھا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا

"ریاض کا پتہ چل گیا ہے کل وہ آپ کے سامنے ہو گا" دوسری جانب سے بولے گئے جملے نے اس کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھیر دی تھی وہ فوراً بولا

"بہت خوب تم نے میرا دل خوش کر دیا اس پہ اب نظر رکھنا صبح تک وہ کہیں اور غائب نہ ہونے پائے" اس نے کہہ کر کال کاٹی اور موبائل سائیڈ پہ رکھ کر دوبارہ لیٹ گیا

exponovels

"کل باس کے سامنے ایک اوران کا دشمن پہنچ جائے گا" وہ خوشی سے سوچتا ہوا آنکھیں موند چکا تھا۔اب وہ اور سکون اور اطمینان سے سوئے گا۔خوابناک اندھیرے اور خاموشی کا فسوں ایک بار پھر ہر سو پھیلنے لگا۔رات شہر پہ آخرکار ڈھل رہی تھی۔۔۔۔

________&&&&&________

شہر کے آسمان پہ سورج نے چپکے سے قدم رکھے تو درختوں پہ بیٹھیں چڑیاں چہچہا اٹھیں۔ارمان ملک کے بنگلے کے وسیع لان کی سبز گھاس پہ شبنم کے قطرے موجود تھے۔گھر کے ملازم اٹھتے ہی اپنے کاموں میں لگ چکے تھے۔جیسے جیسے سورج آسمان پہ تندی سے اجاگر ہونے لگا اسی کے ساتھ بنگلے کے لوگ بھی اٹھ گئے تھے۔ہر روز کی طرح ماں اور ارمان ڈائننگ میں بیٹھے تھے ارمان ناشتہ کر رہا تھا اور ماں اس کے قریب بیٹھی تھیں۔وہ چہرے سے بیمار لگتی تھیں۔

"رات میرے کمرے میں کوئی گیا تھا۔؟"ارمان نے جوس کے گلاس کو لبوں سے لگ کر پوچھا۔ماں نے پہلے سر نہ میں ہلایا پھر یاد آنے پہ بولیں

"ارے ہاں یاد آیا وہ رات میں لائٹ چلی گئی تھی تو الیکٹریشن کو بلوایا تھا وہی کمروں میں لائٹ چک کرنے گیا تھا"

ارمان ان کی بات پہ چونکا

"لائٹ کیسے چلی گئی تھی۔؟"ماں نے شانے اچکائے

"پتہ نہیں خود ہی اچانک سے چلی گئی تھی پر تمہیں کیسے پتہ چلا کے تمہارے کمرے میں کوئی گیا تھا۔؟ "

"جب میں رات کو کمرے میں گیا تو کرسی بے ترتیبی سے رکھی تھی اور اس پہ جوتوں کے نشان تھے بس لیے مجھے احساس ہوا کہ کمرے میں کوئی آیا ہے" ماں نے سر ہلایا

"ہاں تم رات میں دیر سے آئے تھے اس سے پہلے ہی لائٹ والا مسئلہ حل ہو گیا تھا" ماں نے اس جملے کو مکمل کرتے ہی اگلی بات پوچھی "عائشہ ٹھیک تھی کب لینے جاؤ گے اسے۔؟" ارمان کے چہرے پہ مسکان در آئی

"جی وہ ٹھیک تھیں اب آپ صحیح کہہ رہی تھیں گھر جا کر ان کی طبیعت کافی سنبھل گئی تھی آج شام میں جاؤں گا لینے سوچ رہا ہوں ایک بار ان سے پوچھ لوں گا کہ لینے آؤں یا ابھی رہنے دوں" اس نے خالی جوس کے گلاس کو میز پہ رکھا اور ٹیشو سے ہاتھ صاف کرنے لگا۔

"اچھی بات ہے لے آنا میں بھی آج ڈاکٹر کے پاس جانے کا سوچ رہی ہوں" ارمان نے بھنویں سکڑیں کر انہیں دیکھا پھر اس نے ان کا ہاتھ تھاما

"آپ کی طبیعت کیا پھر سے خراب ہوئی تھی۔؟" ماں نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا

"نہیں اسی دن ہوئی تھی اب بس چیک اپ کے لیے جا رہی ہوں" ارمان نے سکون کا سانس لیا

"ٹھیک ہے میں ڈاکٹر سے آپ کی اپائمنٹ لے لوں گا اور دوپہر میں آ کر آپ کو وہاں لے جاؤں گا" میں نے سر نہ میں ہلایا

"نہیں ارمان میں چلی جاؤں گی"

exponovels

"ماں اس بات پہ بحث نہیں" وہ اپنی بات پہ زور دے کر بولا توماں خاموش ہو گئیں ارمان جانے کے لیے کھڑا ہو گیا تھا۔

"ہاں وہ ماں ایک خوش خبر ہے "

"کیا۔؟"ماں نے برجستہ پوچھا

"زویا مل گئی ہے میں شہیر کے گھر گیا تھا تو مجھے دستگیر نے بتایا تھا وہ آدمی بھی مل گیا ہے جس نے زویا کو کڈنیپ کیا تھا میں نے تو انہیں کہا اسے پولیس کے حوالے کر دینا چاہیے تا کہ وہ دوبارہ ایسا کرنے کا سوچ بھی نہ سکے"ارمان کی بات پہ ماں کا سارا خون جسم سے نچڑ گیا۔وہ دم بخود رہ گئیں۔ارمان ان کی جانب متوجہ نہ تھا وہ جیب سے موبائل نکال کر اس میں مصروف ہو گیا تھا اس لیے ماں کے فق ہوتے چہرے کو وہ دیکھ نہیں سکا تھا ماں سے کوئی جواب نہ دیا گیا وہ کچھ دیر ویسے ہی سکتے میں بیٹھیں رہیں پھر بڑی مشکل سے سنبھلیں

"ہمیں کیا اچھی بات ہے وہ پکڑا گیا چلو اب شہیر کی غلط فہمی تو دور ہو جائے گی کہ تم نے اس کی کزن کو کڈنیپ نہیں کیا تھا"ارمان نے مصروف سے انداز میں سر ہلایا

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں ایک بار یہ غلط فہمی دور ہو گئی تو شہیر ضرور سدھر جائے گا"اس نے موبائل جیب میں ڈالا

"میں کمرے سے اپنا والٹ اور گاڑی کی چابی لینے جا رہا ہوں پھر آفس جاؤں گا" وہ کہہ کر ہال سے نکل گیا تھا ماں پیچھے بے دم ہو کر کرسی پہ ڈھے سی گئیں ان کو اختلاجِ قلب ہونے لگا تھا۔

exponovels

"کہیں اس نے میرا نام لے تو نہیں دیا شہیر کے سامنے۔"ان کی جان نکلنے والی ہو رہی تھی وہ جانتی تھیں کہ اگر بہرام نے اپنی زبان کھولی تو ان پہ دنیا تنگ ہو جائے گی ان سے سب کچھ چھن جائے گا اور سب سے پہلے جوان سے دور ہو گا وہ ارمان ہو گا کیونکہ ارمان شہیر سے بہت محبت کرتا ہے

_______&&&&&&&_______

ائیر پورٹ کی عمارت بھی دھوپ میں نہائی تھی اندر آپا دھاپی کا عالم تھا بہت سے لوگ آ جا رہے تھے۔اسی اثنا ائیر پورٹ کے سامنے والی سڑک پہ ایک گاڑی رکی جس میں سے ریاض کاندھوں پہ گو بیگ لٹکا کر نکلا اس کے منہ پہ ماسک تھا اور نظریں محتاط اس نے ٹیکسی والے کو کرایا دیا اور ائیر پورٹ کی طرف پلٹ کر تیزی سے قدم اٹھانے لگا اس کی فلائٹ میں بس چند منٹ ہی باقی رہ گئے تھے وہ جلدی جلدی قدم اٹھاتا دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا کہ تبھی اس کے قریب آ کر کسی نے اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ ٹھٹھک گیا

"لگتا ہے بہت جلدی ہے تمہیں اس ملک سے جانے کی" مسکراتی آواز نے اس کی جان نکالدی تھی۔وہ اس آواز کو بہت اچھے سے پہچانتا تھا۔اس نے کانپتے وجود سے گردن ترچھی کرے اپنے قریب کھڑے دستگیر کو دیکھا۔جس کے چہرے پہ گہری مسکراہٹ تھی۔

"تمہاری منزل وہاں نہیں"اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا پھر اسے کاندھے سے پکڑ کر گھمایا اور گاڑی کی جانب اس کا رخ کر کے جملہ مکمل کیا" یہاں ہے باس تمہارا انتظار کر رہے ہیں"ریاض نے اسے دھکا دے کر بھاگنے

exponovels

کی کوشش کی پر اس کے حرکت کرتے ہی ارد گرد سے پانچ چھے گارڈز بندوقیں نکلا کر اس کے سامنے آئے تو اس کا دماغ چکرا گیا وہ ہر طرف سے پھنس چکا تھا۔

__________&&&&&&&________

یہ شہیر ملک کا شہر سے بہت دور بنا فارم ہاؤس ہے جس کے گرد ہر طرف سبزہ دکھائی دیتا ہے۔اس کے ڈیڈ کی خواہش تھی

کہ وہ اس زمین پہ فارم ہاؤس کے ساتھ ایک فیکٹری بنوائیں پر وہ اپنی زندگی میں ایسا نہ کر سکے اور یہاں یہ تنہا فارم ہاؤس ہی بنا رہ گیا۔جو بہت اداس لگتا تھا سبزے کے درمیان میں کھڑے اس فارم ہاؤس کے بیسمنٹ میں اس وقت بہرام بندھا بیٹھا تھا۔اس کے گرد صرف دیواریں تھیں بیسمنٹ بالکل خالی تھی۔وہاں سوائے کرسی کے اور کچھ بھی نہیں رکھا تھا۔جب دستگیر نے اسے یہاں لا کر باندھا تو وہ تلخی سے مسکرا دیا لیکن اس کی آنکھوں میں الجھنے تب سر اٹھایا جب اس کے سر کے عین اوپر ایک پانی کا بڑا سا ٹین لا کر لٹکا دیا اس ٹینک کی اونچائی بہرام کی کرسی سے پانچ فٹ کی تھی۔اس ٹین کے نچلے حصے میں ایک سوراخ تھا جہاں سے قطرہ قطرہ پانی بہرام کے سر پہ گر رہا تھا

بہرام نے سر اٹھا کر نا سمجھی سے اوپر موجود ٹینک کو دیکھا اس کے چہرہ اٹھاتے ہی وہ پانی اس کے منہ پہ گرنے لگا۔

بہرام کی کرسی فرش کے ساتھ فکس کی گئی تھی

وہ وہاں سے ہل کر کہیں جا یا کرسی کو گرا نہیں سکتا تھا۔بیسمنٹ میں خاموشی اور اس کے بالکل خالی ہونے کی وجہ سے وہ قطرے جب بہرام پہ گرتے تھے تو اسے ان کی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔بہرام نے دستگیر کو دیکھا اور ہنس دیا "مجھے

exponovels

اپنی موت بہت پسند آئی" وہ اندر سے تو ڈر رہا تھا پر خود کو مضبوط اور بے خوف ظاہر کرنے کے لیے ایسے بول رہا تھا۔

دستگیر نے اسے ترحم سے دیکھا

"مجھے نا تم پہ ترس آرہا ہے بہرام کے تم سزا کو پہچانے نہیں۔ یہ پرانے زمانے یعنی ہٹلر کے دور میں ذہنی ٹارچ کے لیے دی جانے والی ایک سزا ہے اس سے پتہ کیا ہو گا۔؟" وہ قدم قدم چلتا اس کے مقابل آگیا "اس سے تمہارا دماغ آہستہ آہستہ سن ہو جائے گا۔ یہ مسلسل گرتا پانی پہلے تمہاری نیند چھینے گا اس کا شور تمہاری بصارت میں رچ جائے گا۔ جب یہ قطرے تمہارے سر سے چلتے تمہارے کانوں اور چہرے تک پہنچیں گے تو تم بے چین ہو جاؤ گے۔ تم ان کو پونچھ نہیں سکو گے اور متواتر گرتے یہ قطرے تمہارے سر کی جلد گلا دیں گے

تمہارے سر میں زخم بننے لگیں گے تم جتنی دیر اس پانی کے نیچے بیٹھے رہو گے یہ تمہارے دماغ میں گھر کرتا جائے" وہ سانس لینے کو رکا بہرام کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہوگئی تھی وہ بالکل خاموش ہو کر دستگیر کو سن رہا تھا۔ "اس کے گھر کرنے سے تمہارے سر کے زخموں میں کیڑے پیدا ہونے لگیں گے تم آہستہ آہستہ اس اذیت میں پہنچ جاؤ گے جس میں لوگ چیخ چیخ کر موت مانگتے ہیں تمہارے سر کے کیڑے تمہارے دماغ میں جا کر اسے ناکارہ کر دیں اور تم پاگل ہو کر جان دے دو گے" بہرام کا گلا سوکھ گیا خوف کی ایک سرد لہر اس کے جسم میں سنسنی بن کر دوڑی تھی۔

دستگیر ویسے ہی افسوس سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہمارے پاس کو یہ سزا بہت انٹرسٹنگ لگی تھی وہ سوچ رہے تھے کہ یہ کس پہ آزمائی جائے اور دیکھو تم بلی کا بکرا بننے خود آگئے" وہ چپ ہوا تو بہرام نے تھوک نگل کر اپنے لرزتے لہجے پہ قابو پایا تھا

exponovels

"میں اس سزا سے نہیں ڈرتا" دستگیر نے فوراً سر ہلایا

"ہاں بالکل تم ابھی نہیں ڈرو گے پر یہ رات ڈھلنے کے ساتھ ساتھ تمہیں ڈر لگنے لگے گا" اور دستگیر ٹھیک کہہ کر گیا تھا بہرام کو رات رات میں ہی مسلسل گرتے پانی سے الجھن ہونے لگی تھی وہ پانی سر میں اب ہتھوڑے کی طرح لگ رہا تھا۔ وہ گردن کو پیچھے کرتا تو گردن دکھنے لگتی اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو وہ پانی اس پہ گرتا رہتا۔ بہرام کا حوصلہ ابھی سے جواب دینے لگا تھا پر ابھی تو یہ شروعات تھی

_________&&&&&&&________

اسے شہیر کے بنگلے کی حدود میں لایا جا رہا تھا گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی اس کی جان نکل رہی تھی گاڑی جب بنگلے کے سامنے رکی اور دستگیر نے ریاض کو گاڑی سے اتارا تو اسے اپنے کہے گئے جملے یاد آئے جو اس نے عائشہ کے سامنے کہے تھے سب کچھ اسکی آنکھوں کے سلو موشن میں چلنے لگا وہ ہر قدم پہ اپنی آواز سن رہا تھا

") نہیں وہ آپ سے محبت نہیں کرتے تھے وہ بس آپ کے ساتھ ٹائم پاس کر رہے تھے آپ کے اور ان کے اسٹیٹس میں بہت فرق ہے("

بنگلے میں داخل ہوا تو اسے شہیر لان میں رکھی کرسی پہ بیٹھا دکھائی دے گیا تھا وہ سپاٹ چہرہ اور سرد تاثر لے کر ٹانگ پہ ٹانگ جمائے ہوئے تھا ریاض اور اس کی نظریں ملیں اور ریاض کی ٹانگوں کی جان نکلنے لگی۔ اس میں قدم اٹھانے کی ہمت نہیں تھی دستگیر اسے گھسیٹتے ہوئے لے جا رہا تھا۔

")تصویریں جھوٹی ہو سکتی ہیں پر ویڈیو تو جھوٹی نہیں ہو سکتی نا۔؟("

For more visit (exponovels.com)

ان چند قدموں کا راستہ اسے پل سراط جیسا بھاری لگ رہا تھا ہر قدم پہ اسے اپنی موت صاف سامنے کھڑی دکھائی دے رہی تھی۔اس کی آنکھیں دھندلانے لگیں

")وہ تو بس آپ کے جذبات کے ساتھ کھیل رہے تھے وہ کچھ عرصے بعد واپس آجائیں گے اور آپ کو پھر سے ٹریپ کریں گے اپنی میٹھی باتوں میں پھنسائیں گے آپ کو کہیں گے کہ وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں پر ایسا نہیں ہے وہ آپ سے محبت نہیں کرتے اور شاید آپ کو یہ بات بھی نہیں پتہ کہ وہ ایک کرسچن ہیں("

اس نے دستگیر کو بھیگی آنکھوں سے رک کر دیکھنا چاہا وہ اس سے رحم کی بھیک مانگنا چاہ رہا تھا پر دستگیر اسے کالر سے پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا۔

")ہاں جی وہ کرسچن ہیں ان کی ماں غیر مسلم تھیں زویا بھی انہیں کی خالہ زاد بہن ہے ان میں سے کسی نے بھی اسلام قبول نہیں کیا شہیر صاحب کے ڈیڈ اور ان کی ممی کے درمیان اسی شرط پہ شادی ہوئی تھی کہ وہ دونوں اپنے اپنے مذہب پہ رہیں گے اور بچے بڑے ہو کر جو بہتر سمجھیں گے وہی کریں گے اور شہیر صاحب نے عیسائیت قبول کر لی("

جب اسے شہیر کے سامنے لا کر گدی سے پکڑ کر زمین پہ دھکیلا گیا تو اس کے چہرے پہ آنسو ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔

اسے اپنا آخری جھوٹ یاد آیا جو اس نے عائشہ کے سر پہ ہاتھ رکھ کر بولا تھا۔

")آپ میری بہنوں جیسی ہیں اس لیے میں نے آپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا سوچا ہے میں نہیں چاہتا کہ آپ کی زندگی برباد ہو اس لیے آپ کو سب سچ بتا دیا("

exponovels

شہیر نے اپنے قدموں میں بیٹھے ریاض کو دیکھا

"تم نے ایسا کیوں ریاض۔؟"اس کے سوال پہ وہ تھر تھرانے لگا وہ جانتا تھا اب اس کا کیا انجام ہو گا

"باس مج۔۔۔ مجھ۔۔۔ مجھے معاف کر دیں۔۔۔ مجھ سے غلطی۔۔۔۔۔"شہیر نے مٹھی بھینچ کر پوری قوت سے اس کے جبڑے پہ ماری تو وہ تیورا کر نیچے گرا اس کا سر زمین سے ٹکرایا تھا حرکتِ قلب ایک پل کے لیے رکا تھا شہیر نے اسے بالوں سے پکڑ کر اوپر کیا اور دھاڑ کر بولا

"وہ غلطی نہیں گناہ تھا تم نے جو کیا تم سوچ بھی نہیں سکتے اس سے میرا کتنا بڑا نقصان ہوا ہے"ریاض کے منہ سے خون نکل رہا تھا اسے سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی اس میں بولنے کی بھی ہمت نہیں رہی تھی اس کا گال اندر سے پھٹ گیا تھا اس نے شہیر کے پاؤں پکڑ لیے

"باس مجھ۔۔۔۔ مجھے معاف کر دیں میں لالچ میں آ گیا تھا باس مجھے معاف کر دیں"

"تم نے کس کے کہنے پہ کیا یہ سب۔؟"شہیر نے اسے پیروں سے جھٹکا دے کر گدی سے پکڑ کر اٹھایا وہ اس کو گردن سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہا تھا۔ریاض خوف کھاتے جان نکلتے لمحوں میں موجود تھا بولنے کی ہمت بھی نہ تھا بدقت اس نے کہنا شروع کیا

"جس روز آپ یہاں سے گئے مجھے اسی رات ایک عورت کی کال آئی تھی وہ بس یہ چاہتی تھی کہ میں میم کو آپ کے خلاف بھڑکادوں میں انہیں آپ سے بدگمان کر دوں اور اس کے بدلے وہ مجھے پچاس لاکھ دیں گی میں نے ان سے پوچھا کہ وہ کون ہیں پر انھوں نے نہیں بتایا باس مجھے پیسوں کی ضرورت تھی میری ماں بیمار ہیں مجھے ان کے علاج کے

لیے پیسے چاہیے تھے اور میں اس طرح لالچ میں آگیا" وہ بلک بلک کر رو رہا تھا شہیر لفظ عورت پہ ٹھہر گیا تھا تو یہ سب بھی ارمان کی ماں نے۔۔۔؟ اس کا خون کھولنے لگا اس نے ریاض کی گردن دبوچی

"تم مجھے یہ سب بتا سکتے تھے میں تمہاری مدد کرتا پر تم نے" شہیر نے اس کے منہ پہ ایک اور مکا مارا وہ اپنا توازن کھو رہا تھا وہ نڈھال ہو کر گرنے والا ہو گیا تھا پر شہیر اسے نہیں چھوڑ رہا تھا

"بس مجھے معاف کر دیں میں اس وقت پاگل ہو گیا تھا" شہیر نے اسے زمین پہ دے مارا۔

"غلطی کی معافی ہوتی ہے گناہ کی بس سزا ہوتی ہے اور شہیر ملک سے غداری کا مطلب بس موت ہوتا ہے" اس نے دستگیر سے پسٹل لی ریاض نے زور زور سے رونا اور سر نہ میں ہلانا شروع کر دیا

"باس مجھے معاف کر دیں مجھے مت ماریں" اس نے شہیر کے پیر پکڑ لیے تھے شہیر نے پسٹل کو لوڈ کیا اور اسے کے ماتھے پہ رکھا دیا۔ ریاض نے اس کے پیر اور شدت سے پکڑے ابھی شہیر ٹریگر دبتا ہی کہ ریاض نے کہا

"باس آپ کو میم کی قسم مجھے ان کی جان کے صدقے بخش دیں" شہیر کے ہاتھ وہیں رک گئے۔ دستگیر نے چونک کر ریاض کو دیکھا شہیر نے بھی اس پہ سرد نظر ڈالی پر ان آنکھوں میں کچھ تھا جو دستگیر جان گیا تھا۔

"باس مجھے میم عائشہ کی جان کے صدقے معاف کر دیں" شہیر نے پسٹل اس کے ماتھے پہ کھینچ کر مارا

"کم بخت نے بے بس کر دیا مجھے" اس نے کہہ کر پسٹل دستگیر کی طرف اچھالا اور بولا

"اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر ایسی جگہ پھینک آؤ جہاں سے اسے واپس آنے میں ایک عمر لگ جائے" پھر اس نے نیم بے ہوش ریاض پہ نظر ڈالی

exponovels

"میں نے تمہاری جان اپنی جان کے صدقے بخش دی" اس نے کہہ کر قدم اندر کی جانب بڑھا دیے تھے دستگیر نے اسے اٹھایا اور وہاں سے نکل گیا۔

_______&&&&&_______

شہر پہ دوپہر گہری ہو رہی تھی۔ارمان ماں کو ڈاکٹر سے چیک کروا کر گھر لے آیا تھا۔ڈاکٹر نے ماں کو کہا تھا کہ انہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ بالکل ٹھیک ہیں اور یہ بس خوراک کی کمی کا نتیجہ ہے وہ بس اپنی خوراک کا دھیان رکھیں ڈاکٹر نے انہیں کچھ دوائیاں لکھ دی تھیں اور اب جب وہ انہیں گھر ان کے کمرے میں لایا تو اس نے چہرے پہ مصنوعی سخت تاثر لا کر کہا

"اب آپ کچھ دنوں کہیں باہر نہیں جائیں گی اپنا بہت سارا خیال رکھیں گی ورنہ میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گا"

ماں اس کے نداز پہ ہنس دیں

"میری جان میں اپنا خیال رکھوں گی" ارمان نے ان کا ماتھا چوم کر ہاتھ تھام لیے اور ان کے قریب بیٹھا ہی تھا کہ ماں نے اسے ٹوکا

"تم بیٹھو مت تم نے عائشہ کو لینے جانا ہے وہ تمہارا انتظار کر رہی ہو گی" ارمان نے ماتھا چھوا

"میں تو بھول ہی گیا تھا میں فریش ہو کر انہیں لینے جاتا ہوں پھر آ کر آپ سے باتیں کروں گا" وہ عجلت میں کھڑا ہوا تھا

ماں نے اس کی بات پہ سر نہ میں ہلا یا

"تم اسے لا کر اس سے باتیں کرنا۔میرے پاس مت آ جانا" وہ ہنسی دبا کر بولیں تو وہ جھینپ گیا۔

exponovels

"ماں آپ بھی" ارمان کہہ کر کمرے سے نکل گیا تھا۔ماں بیڈ پہ اوپر پاؤں کر کے نیم دراز ہو گئیں اور آنکھیں موند لیں۔ان کے کمرے کی روشنیاں بجھی تھیں اور کھڑکی پہ پردے ڈلے تھے ہر طرف ایک خاموشی بکھری تھی سائیڈ ٹیبل پہ رکھا ارمان کا لایا گیا ننھا گلدان انہیں دیکھ رہا تھا۔

_______&&&&&&&________

عصر شہر پہ ڈھل رہی تھی عائشہ کے گھر کی عمارت اس ڈھلتی شام کے سنگ روشن ہو گئی تھی۔لان میں لگے سفید بلب روشن ہو کر شام کے اندھیروں کو مٹانے کی سعی کر رہے تھے۔وہ ارمان کے ساتھ پورچ میں کھڑی تھی۔امی آبدیدہ نگاہوں سے اسے گاڑی میں بیٹھتے دیکھ رہی تھیں۔ابو اور سفیان کے چہرے پہ اداس مسکان تھی۔عائشہ بھی بھیگی پلوں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ارمان پہلے ہی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا ہوا تھا۔عائشہ کے گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے گاڑی چلالی تھی۔عائشہ کی نظروں نے دور تک اپنے گھر کے دروازے کو دیکھا تھا۔اس کی گردن بھی پیچھے کی جانب مڑی تھی۔جب اس کی آنکھوں سے دروازہ اوجھل ہو گیا تو اس نے سامنے نظریں کیں اور چونک گئی

"یہ لیں آنسو صاف کر لیں" ارمان کے ہاتھ میں رومال تھا۔عائشہ کو اور رونا آ گیا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ آپ اور رونے لگ جائیں" وہ گھبرا کر بولا تھا۔عائشہ نے چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔ارمان نے گاڑی کو بریک لگائی اس نے سڑک کے کنارے پہ گاڑی روک دی۔

"واپس جانا ہے آپ نے۔؟" وہ شاید اسے روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر عائشہ کے چہرے سے اس کے ہاتھ ہٹائے۔عائشہ نے بھیگی آنکھوں سے ارمان کا متفکر چہرہ دیکھا

exponovels

"بتائیں جانا ہے واپس۔؟" وہ اسی نرمی سے پوچھ رہا تھا عائشہ نے سر نہ میں ہلا دیا بے شک وہ دل ہی دل میں جانا چاہتی تھی واپس

"تو پھر رونا بند کریں" ارمان اس کی غزالی آنکھوں کی نمی اپنے انگوٹھے سے صاف کرنا چاہتا تھا پر نجانے کیوں ایک جھجھک تھی جو اسے یہ کرنے سے روک رہی تھی۔ عائشہ نے اس کے ہاتھ سے رومال لیا اور اس سے آنکھیں رگڑنے لگی۔

ہلکے بادمی رنگ کے کرتے اور سفید شلوار میں ملبوس شخص کو اس نے اب توجہ سے دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پہ مسکان تھی اور آنکھوں میں چمک، بال پف کی صورت جمے تھے۔ ہلکی بڑھی کالی شیو سے اس کی سفید رنگت اور بھی واضح ہو رہی تھی۔ اس نے جب آنکھوں کے آنسو صاف کیے تب اس نے ارمان کو آنکھ بھر کر دیکھا تھا۔ اس کی نظر اس کے بادامی رنگ کے کرتے پہ رک گئی تھی

"آپ ایسی شرٹیں پہنا کریں" کہیں قریب سے اسے اس پرانی عائشہ کی آواز آئی جو اسی رنگ کی شرٹ شہیر کے لیے لائی تھی۔ اس آواز پہ عائشہ کا دل کرلایا۔ اس نے اس رنگ سے نظریں چرا لیں اسے وہ رنگ شہیر کی محبت کا احساس دلاتا تھا ارمان نے گاڑی پھر سے چلا لی تھی۔

"جاتی گرمیوں کا موسم ہے سرما آنے والا ہے اس موسم میں آئسکریم نقصان دے ہوتی ہے ورنہ میں آپ کو ضرور کھلاتا کچھ اور کھانا ہے تو آپ بتا دیں۔؟" اس نے سامنے نظریں رکھتے ہوئے اس سے سوال کیا

exponovels

"میں نے تمہیں منع کیا تھا نا کہ تم آئسکریم نہیں کھاؤ گی۔؟"غصہ بھارا گھمبیر لہجہ عائشہ کے سر میں ٹیسیں اٹھنے لگیں شہیر کی محبت اس کا پہلو نجانے کیوں نہیں چھوڑ دیتی اس طرح ہر بات میں اس کے لہجے کی آہٹ، تپش اور محبت وہ محسوس کرتی رہی تو زندگی اس پہ بہت تنگ ہو جائے گی۔

"نہیں میں نے کچھ نہیں کھانا"عائشہ نے دھیرے سے انکار کر دیا۔ارمان نے سر کو خم دے دیا تھا اس کی ایک بات جواب تک عائشہ کو بہت اچھی لگی تھی وہ یہی تھی کہ ارمان بات جلدی سمجھ جاتا تھا اس میں ضد کرنے کا عنصر نہ ہونے کے برابر تھا

"اور شہیر۔۔۔۔"اس کے دل نے اس سے شہیر کے بارے میں باتیں کرنا چاہیں تو وہ ایسے ہو گئی جیسے اس نے دل کی آواز سنی ہی نہیں۔۔۔۔

_________&&&&&&&_______

وہ لوگ جب ارمان کے بنگلے میں پہنچے اس وقت شام مکمل ہر طرف پھیل چکی تھی سورج کب کا ڈوب چکا تھا۔وہ ارمان کے ساتھ اندر داخل ہو گئی تھی گھر کے لاؤنج میں نیم تاریکی تھی زرد جلتے لیمپس اور چھت کا فانوس ان کے اندر داخل ہوتے ہی انہیں آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔ارمان کی نظریں متلاشی تھیں پر اسے کوئی نظر نہ آیا تو اس نے کچھ فاصلے پہ کھڑے ملازم سے سوال کیا

"ماں اور جیا کہاں ہیں۔؟ "

exponovels

"صاحب بڑی مالکن باہر گئی ہیں اور جیا بی بی اپنے کمرے میں ہیں" ارمان کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا تھا اس نے ماں کو منع بھی کیا تھا کہ وہ باہر نہیں جائیں گی پر انہوں نے اس کی بات نہیں مانی اسے دکھ ہوا پر پھر وہ زبردستی سا مسکرا کر عائشہ کی طرف متوجہ ہوا جو نظریں جھکا کر کھڑی تھی

"ضرور ان کی کسی دوست کے ہاں پارٹی ہو گی اس لیے چلی گئی ہوں گی آپ آجائیں ہم کمرے میں چلتے ہیں" وہ عائشہ کو یہ کہہ کر جلدی لایا تھا کہ ماں کی طبیعت خراب ہے اور وہ گھر آرام کر رہی ہیں پر اب گھر میں داخل ہو کر اسے جو خبر مل اس سے وہ خفت میں مبتلہ ہو گیا تھا عائشہ نے سر کو جنبش دی اور اس کے ساتھ زینے چڑھنے لگی۔ جب وہ اپنے سے کچھ دور تھے تو انہیں پیچھے سے کسی کے کھنکارنے کی آواز آئی وہ دونوں ایک ساتھ پلٹے تو سامنے جیا کھڑی تھی

"آج کل تو کوئی لفٹ ہی نہیں ہے بھائی جبکہ میں نے آپ کی شادی اس لیے کروائی تھی تاکہ آپ میرے لیے ایک دوست لائیں پر آپ لگتا ہے بس بیوی لائے ہیں یعنی اب میں کباب میں ہڈی بننے کا خیال دل سے نکال دوں" وہ مصنوعی اداسی چہرے پہ لا کر بولی تو ارمان نے قہقہہ لگایا۔

"میرا بیٹا" وہ اس کی جانب بے ساختہ بڑھا اور اسے سینے لگا لیا۔ "میرا بچہ ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ کی دوست آپ ہی کی ہے آپ ایسے خیال دل میں نہ لائیں" اس نے جیا کا ماتھا چوما اور عائشہ کو دیکھا

"عائشہ یہ میرا بیٹا ہے میری جان، میرا بہت پیارا سا بچہ" وہ جیا کو ایسے سینے سے لگا کر اس کے ماتھے کو چوم چوم کر بتا رہا تھا جیسے جیا سے بہت دنوں بعد ملا ہو "شادی اتنی جلدی میں ہوئی کہ میں آپ کو یہ بتانا ہی بھول گیا کہ جیا میری جان ہے آپ ایک وقت میں مجھے نظرانداز کر سکتی ہیں پر جیا کو نہیں" اس نے یہ بات ویسے ہی کہہ دی تھی پر عائشہ کو

exponovels

دھکا سا لگا۔ اسے جیا سے دفعتاً خوف آیا یعنی اب اسے نند کے ناز نکھرے ہر صورت اٹھنے پڑیں گے۔ اسے سمجھ ہی نہ آئی کہ اب اس بات پہ وہ کیا جواب دے۔

"نہیں عائشہ ایسی کوئی بات نہیں تم میرے بھائی کو سیریئس مت لینا" وہ ارمان سے الگ ہو کر عائشہ کی طرف آ گئی تھی "تم مجھے اپنی دوست سمجھو تم مجھے بھائی کی شکایتیں لگایا کرنا میں پھر ان کی خبر لیا کروں گی" اس نے آ کر عائشہ کے گرد اپنا بازو حائل کیا اور مسکرا کر کہا اس کے لہجے میں اپنائیت تھی عائشہ کو اپنی سوچ پہ شرمندگی ہوئی وہ بہت جلد ہی غلط سوچنے لگتی تھی۔ اسے اپنی عادت کا ابھی اور پچھتاوا ابھی ہو گا جب وہ شہیر کے منہ سے سچ سنے گی پر وہ سچ کو مانے گی دیر سے اتنی دیر سے کے حالات ایک بار پھر سے بدل جائیں گے

"تم بہت تیز ہو گئی ہو جیا" ارمان نے اسے گھورا۔ جیا نے ہنس کر شانے اچکا دیے ارمان بھی ان کی طرف آ گیا تھا

"ویسے میں نے آپ سے آپ کی بیوی کی ایک شام کی چھٹی لینی تھی وہ دراصل میری دوستیں میری بھابھی دیکھنا چاہتی ہیں اس لیے میں سوچ رہی تھی کہ عائشہ کے لیے ایک ڈنر آرگنائز کر لوں اس لیے آپ سے پوچھنے آ گئی آپ بتا دیں کب دے رہے ہیں میری دوست کو چھٹی۔؟" ارمان نے اسے محبت سے دیکھا

"میری جان جب تم چاہو لے جانا بس عائشہ سے ضرور پوچھ لینا کہ اس کا موڈ ہے یا نہیں ورنہ مجھے کبھی کوئی اعتراض نہیں ہو گا" جیا عائشہ کی طرف فوراً گھومی

"تمہیں ہو گا کوئی اعتراض۔؟" عائشہ نے ابھی کچھ دیر پہلے والی ارمان کی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے برجستگی سے سر نہ میں ہلا دیا

exponovels

"نہیں جب تم کہو میں چل پڑوں گی" جیاخوش ہو گئی۔

" چلیں ٹھیک ہے میں اب زرا باہر جارہی ہوں آپ لوگ بھی کہیں چلے جائیں گھر میں بور ہو جائیں گے" وہ انہیں مشورہ دے کر وہاں سے چلی گئی تو ارمان عائش کے ساتھ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

)وہ اسی کمرے میں کرسی پہ بیٹھا تھا جس میں عائشہ کی تصویریں لگی تھیں نیلی سرخ نیم روشن جلتی لائٹوں کے ہالے میں وہ سامنے رکھی میز پہ ٹانگیں پھیلائے ہوئے تھا۔اس کی نظریں دیوار پہ موجود اسکرین پہ تھیں جہاں ایک کمرہ دکھائی دیتا تھا اس کمرے کا اسی اثنا دروازہ کھلا(

وہ لوگ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تھے ارمان نے آکر جیب سے موبائل اور والٹ نکال کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور واش کی جانب بڑھ گیا۔عائشہ پہلے کچھ دیر بیڈ پہ بیٹھی رہی پھر وہ اٹھ کر ڈریسنگ کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی ارمان بھی کچھ دیر میں باہر آگیا تھا اس کا چہرہ بھیگا تھا بال اب ماتھے پہ چپکے تھے۔وہ آکر بیڈ پہ بیٹھ کر اپنے موبائل میں لگ گیا عائشہ کا موبائل اس کے پاس ڈریسنگ پہ رکھا تھا جہاں وہ جیولری اتار کر رکھ رہی تھی۔

)شہیر کی نظریں اسی پہ تھیں۔اس کے ہاتھ میں اس کا موبائل تھا۔اس نے اس کی اسکرین روشن کی اور اس پہ میسج ٹائپ کرنے لگا(

"عائش۔۔۔۔۔!" میسج بیپ کے ساتھ ہی عائشہ کی نظر اسکرین پہ پڑی اور اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔اس نے فوراً گردن ترچھی کر کے ارمان کو دیکھا وہ اپنے موبائل میں ای میلز چیک کرنے میں مصروف تھا عائشہ نے سکون کا سانس لیا۔اور موبائل سے میسج ڈلیٹ کر کے دوبارہ اپنے کام میں لگ گئی

)کمرے میں بیٹھے شخص کے ماتھے پہ بل پڑے اس نے دوسرا میسج ٹائپ کیا(

"میں تم سے بات کرر ہاہوں" عائشہ نے کوئی جواب نہ بھیجا وہ اپنے بالوں میں کنگھا کرنے لگی تھی

)شہیر نے لب بھینچ کر دیوار آویزاں اسکرین پہ بال کھولتی لڑکی کو دیکھا اس کا ضبط جواب دے گیا تھا اب اس نے شہیر ملک والے لہجے میں اس سے بات کرنی تھی اس نے تیسرا میسج لکھنا شروع کیا(

"بال مت باندھنا مجھے تم پہ کھلے بال پسند ہیں" وہ نہیں چاہتی تھی موبائل اسکرین کو دیکھنا پر دل سے مجبور ہوتی نے جب اسکرین کو دیکھا تو وہ ششدر رہ گئی اس نے بغیر تامل موبائل اٹھایا اور اس میسج کو تین چار بار پڑھا

)کمرے میں بیٹھے شہیر کے چہرے پہ مسکراہٹ در آئی وہ جان گیا تھا کہ اب چوتھے میسج کے بعد عائشہ ضرور رپلائے کرے گی اس نے لکھنا شروع کیا(

"تم مجھ سے اتنا ڈرتی کیوں ہو جبکہ میں نے ایک فرمائش ہی تو کی ہے" عائشہ کا سر گول گول گھومنے لگا اس کا وجود لرزنے لگا

"آپ کو کیسے پتہ کہ میں بال باندھ رہی ہوں" اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اس سے لکھا بہت مشکل سے گیا تھا کچھ لفظ غلط بھی تھے اس میسج میں پر شہیر کو سمجھ آ گیا تھا

) وہ کرسی سے اٹھا اور چلتا ہوا اسکرین کے پاس آ گیا اس نے اسکرین پہ ہاتھ رکھا بالکل عائشہ کے اوپر(

"کیونکہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں" عائشہ کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔اس کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر اس کی گود میں گر گیا اس نے موبائل اٹھا کر اطراف میں دیکھا وہ کہاں سے عائشہ کو دیکھ رہا تھا۔

exponovels

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں نا۔؟"شہیر کا میسج فوراً آیا

"میں جھوٹ نہیں بولتا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں تم اس وقت ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی ہو اور تمہارے رنگ اڑے ہوئے ہیں تم بلاوجہ مجھ سے ڈر رہی ہو جبکہ تمہیں تو پہلے سے ہی پتہ ہے کہ میں تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہوتا ہوں"

اس نے عائشہ کی پچھلی رات والی بات پہ چوٹ کی تھی۔عائشہ کو لگا جیسے اسے سانس لینے میں دقت ہو رہی ہے وہ ڈریسنگ کے سامنے سے کھڑی ہو گئی اور بالکونی کی طرف بہانے سے گئی۔اسے لگا جیسے وہ باہر کہیں کھڑا ہے۔پر ان کے کمرے کی بالکونی سے جو سڑک دکھائی دیتی تھی وہ سنسان پڑی تھی

"میں اپنے گھر ہوں باہر ڈھونڈنے سے نہیں ملوں گا"عائشہ کی پل پل جان نکل رہی تھی وہ رعشہ وجود سے اندر آئی اور دوبارہ ڈریسنگ کے سامنے بیٹھ گئی وہ اپنی اڑی ہوئی رنگت ارمان کو نہیں دکھانا چاہتی تھی

"آپ میری جان کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔؟"اس نے جھنجھلا کر پوچھا

)وہ دوبارہ کرسی پہ آ بیٹھا تھا پر نظریں اسکرین پہ ہی تھیں دیواروں پہ لگی عائشہ کی تصویریں مسکرا رہی تھیں(

"میں اپنی جان کو کسی صورت نہیں چھوڑ سکتا میں بس تمہیں یہ یاد دلانا چاہ رہا تھا کہ ایک دن گزر گیا ہے تمہارے پاس چار دن رہ گئے ہیں تم اس سے خود طلاق لے لو ورنہ میں آسانی پیدا کر دوں گا"

"شہیر آپ جانتے ہیں میں ایسا کچھ بھی نہیں کروں گی"

"تو پھر تم بھی اب تک اتنا تو جان ہی گئی ہو گی کہ میں کیا کیا کر سکتا ہوں جو کچھ ہوا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا اس بات کی صفائی میں تمہیں دے دوں گا اور یہ میری طرف سے آخری صفائی ہو گی جو میں اپنی غلطی پہ دے رہا ہوں مانا نہ مانا

exponovels

تمہارا اپنا مسئلہ اس کے بعد میں تمہاری منتیں نہیں کروں گا بس تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا اور کوئی میرا کچھ نہیں کر سکے گا" اس کے پورے میسج کو پڑھ کر اس کے دل کی دھڑکنیں بند ہو گئی تھیں۔

وہ بالکل لاغر اور ناتواں ہو گئی اس میں اب بال باندھنے کی بھی ہمت نہیں بچی تھی۔ اچانک ہی اس کے کاندھوں پہ زمانوں کا بوجھ آ گیا وہ آہستگی سے ڈریسنگ سے اٹھی اور بیڈ پہ آ کر لیٹ گئی۔

)اسکرین پہ نظریں رکھنے والے شہیر کو آگ لگ گئی اس نے فوراً میسج لکھا(

"وہاں سے اٹھو بے شک اسے دھکے دے کر کمرے سے نکال دو یا خود نکل جاؤ پر تم مجھے اسے کے قریب نظر نہ آ جاؤ ورنہ میں ابھی وہاں آ جاؤں گا اس بات کو مذاق مت سمجھنا" عائشہ نے اس کا یہ میسج پڑھا تو دھک سے رہ گئی۔ اب وہ ارمان کو کیا کہے کر کمرے سے نکالے یا خود نکلے۔؟

"شہیر آپ کا دماغ خراب ہے" وہ چڑ گئی

"ہاں میرا دماغ خراب ہے تم اگر اس بات کی تصدیق چاہتی ہو تو میں وہاں آ جاتا ہوں"

"آپ دعا کریں میں مر جاؤں "

"میں بے وقوف لوگوں کے لیے دعائیں نہیں کرتا اٹھو اب وہاں سے" اس کے میسج سے عائشہ کی آنکھیں بھیگ گئیں پھر وہ اٹھی کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں شہیر سچ میں نہ آ جائے اس لیے آنکھوں کی نمی کو آنکھوں میں جذب کرتی وہ اٹھی اور ارمان کو کہا

"میں صوفے پہ سونا چاہتی ہوں" ارمان اس کی بات پہ چونکا

For more visit (exponovels.com)

"اتنی جلدی اور صوفے پہ کیوں۔؟" اس نے پہلے وقت دیکھا پھر حیرت سے پوچھا۔ عائشہ کو کچھ سمجھ نہ آیا کہ اب وہ کیا جواب دے۔ دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا بہت دماغ لڑانے کے بعد وہ بولی

"میری طبیعت خراب ہے میں بس صوفے پہ سونا چاہتی ہوں پلیز" وہ منت بھرے لہجے سے بولی ارمان اسے ویسے ہی نا سمجھی اور حیرت سے دیکھ رہا تھا پر عائشہ آہستگی سے جا کر صوفے پہ دراز ہو گئی

"میری گندی مجھے تم سے عشق ہے" اس کے لیٹتے ہی شہیر کا مسیج آیا اس کا دل کیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ جائے

"اور مجھے آپ سے بس نفرت ہے "

)کمرے میں چلتی اسکرین سے نظریں ہٹا کر وہ کھڑا ہوا اور عائشہ کو میسج کا جواب لکھ کر کمرے سے نکل گیا(

"مجھے تمہاری نفرت سے فرق نہیں پڑتا مجھے بس میری محبت سے فرق پڑتا ہے جو دن بدن بڑھتی جا رہی ہے" عائشہ کا دل کیا وہ دیوار میں موبائل دے مارے پر اپنے آپ کو قابو میں کرتا

اس نے آنکھیں موند لیں اب آنے والی کچھ راتیں اس پہ ایسے ہی بھاری گزریں گی۔۔۔۔

ارمان کی ممی رات گئے گھر لوٹی تھیں۔ انہیں لگا تھا کہ باہر جانے سے ان کی پریشانی کچھ کم ہو جائے گی پر ایسا نہ ہوا۔ انہیں ہر موڑ پہ یوں لگا جیسے شہیر ہاتھ میں پستول لے کر کھڑا انہیں ہی دیکھ رہا ہے۔ وہ کلب میں بھی الجھے ذہن سے بیٹھی تھیں۔ ہر آہٹ پہ ان کے کان کھڑے ہو جاتے تھے۔ انہوں نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنا دل بہلا لیں پر وہ

exponovels

ناکام رہیں اور گھر لوٹ آئیں۔اب اپنے کمرے میں اندھیرے میں چھپی ارمان کی ممی بیڈ پہ گھٹنے سمیٹ کر بیٹھی تھیں ان کی آنکھیں نم تھیں۔ان کے دل کی دھڑکنیں کبھی سست ہوتی تو کبھی دوڑنے لگتیں۔

"کیا میں نے اپنی اولاد کے حق کے لیے لڑ کر غلط کیا۔؟"انہوں نے خود سے سوال کیا تھا پر جواب ان کے پاس نہیں تھا ان کا سوال یوں لگا جیسے دیوار سے ٹکرا کر واپس آ گیا۔انہیں اب پھر سے یوں احساس ہو رہا تھا جیسے ان کے جسم سے جان آہستہ آہستہ نکل رہی ہے۔ان کا وجود سن پڑنے لگا تھا۔وہ بیڈ پہ دراز ہوتی چلی گئیں۔انہوں نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھے ارمان کے لائے گلدان کو اٹھا کا اپنے سینے پہ رکھ لیا۔وہ اس کی خوشبو محسوس کرتی نیند کے آغوش میں چلی گئی تھیں۔رات آہستہ آہستہ شہر پہ ڈھلتی جا رہی تھی۔۔۔۔

______&&&&______

اگلے دن جب عائشہ اٹھی تو اس کا سر بھاری ہو رہا تھا

اٹھتے ہی اسے شہیر یاد آ گیا اور خوف اس کے جسم میں پھر سے سرائیت کرنے لگا۔وہ صوفے سے اٹھنا ہی نہیں چاہتی تھی اس نے بیڈ پہ بھی دھیان نہ دیا جہاں ارمان نہ تھا۔وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔آفس کے لیے تیار وہ خوبرو شخص جب بال بنا کر پلٹا تو محبت سے مسکرا دیا

"اٹھ گئیں آپ۔؟"عائشہ اس کی آواز پہ چونکی تھی ارمان قدم قدم چلتا اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔عائشہ صوفے پہ بیٹھ گئی۔اس نے خمار آلود آنکھوں اور بھاری سر سے ارمان کے وجود پہ نظریں ٹکانا چاہیں

"طبیعت کیسی ہے اب۔؟"اس نے کہہ کر عائشہ کے ماتھے پہ ہاتھ کی پشت رکھ کر تپش محسوس کی اس کا ماتھا ٹھنڈا تھا۔وہ بیمار تھی ہی نہیں وہ بس ڈری ہوئی تھی اور عائشہ یہ ڈر ارمان کو بتا ہی نہیں پا رہی تھی جبکہ وہ گھر سے سوچ کر آئی تھی کہ وہ ارمان کو سب سچ بتا دے گی لیکن رات جو کچھ ہوا اس نے ایک بار پھر عائشہ کے اعصاب شل کر دیے تھے۔

"میں ٹھیک ہوں" عائشہ نے اس کے ہاتھ کو ماتھے سے ہٹایا ارمان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا عائشہ کا دل بری طرح سے دھڑکنے لگا تھا اسے ڈر تھا کہ کہیں پھر سے شہیر اسے نہ دیکھ رہا ہو وہ بے چین سی ہو گئی

"میں آفس جا رہا ہوں آپ جا کر بیڈ پہ آرام کر لیں" وہ اسے کھڑا کر چکا تھا۔عائشہ کا دل ارمان کی فکر اور محبت پہ رو دینے کو کرنے لگا وہ کس شخص کو دھوکا دے رہی ہے جو بس اسے عزت اور محبت دے رہا ہے اسے ایک لمحہ لگا فیصلہ کرنے میں

"ارمان۔؟"عائشہ نے ارمان کو پکارا اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ ابھی ارمان کو سب کچھ بتا دے گی۔ارمان فوراً اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"جی" عائشہ نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا اسے ان آنکھوں میں اپنا عکس دکھائی دیا جو اسے منہ کھولنے سے منع کر رہا تھا۔وہ اسے کہہ رہا تھا کہ کیا ارمان کو سب کچھ بتانے سے شہیر پیچھے ہٹ جائے گا۔؟کیا وہ شہیر کے جنون سے واقف نہیں اگر اس نے ارمان ہی کو نقصان پہنچا دیا تو۔؟اس خیال کے آتے ہی اس کا دل کانپ گیا۔

"کچھ نہیں"اس نے ارمان کی آنکھوں سے نظریں ہٹا لیں اس کا عکس ان آنکھوں سے غائب ہو گیا۔

exponovels

"کوئی بات ہے تو بتا دیں عائشہ۔؟" ارمان اس کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ عائشہ نے اپنے آپ پہ قابو کیا اور نظریں اٹھائیں

"آپ شام میں جلدی آجائیں گے۔؟" ارمان اس کے سوال پہ کچھ حیرانی سے مسکرایا

"کیوں سب ٹھیک ہے آپ نے کہیں جانا تھا۔؟" عائشہ نے سر نہ میں ہلایا

"نہیں ویسے ہی پوچھ رہی تھی" اس نے ارمان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ ارمان نے سر ہلایا

"جی میں جلدی آجاؤں گا آپ کو کچھ چاہیے ہو تو مجھ کال کر دیجئے گا میں لیتا آؤں گا" وہ کہہ کر اس کا گال تھپک کر بیڈ کے پاس لے آیا

"اب آپ آرام کریں ناشتہ ماں اور جیا دیر سے ہی کرتی ہیں میں ملازم کو بتا دوں گا وہ آپ کو بھی تب جگا دے گا ٹھیک ہے۔؟" عائشہ نے سر کو جنبش دی اور بیڈ پہ لیٹ گئی۔ ارمان کچھ دیر اسے دیکھتا رہا عائشہ کو لگا جیسے وہ رات والے رویے پہ کوئی سوال کرنا چاہتا ہے

"میری رات طبیعت خراب تھی اس لیے صوفے پہ جا کر سو گئی تھی" وہ خود سے ہی صفائی دینے لگی تو ارمان نے سر ناں میں ہلایا

"میں سمجھ سکتا ہوں ہوتا ہے کبھی کبھی ایسے کہ انسان کا اکیلے رہنے کو دل کرتا ہے کوئی بات نہیں یہ پورا کمرہ آپ کا ہے آپ جہاں چاہیں سو سکتی ہیں" وہ مسکرا کر کہتا کمرے سے نکل گیا عائشہ نے بے بسی سے سر کی پشت تکیے پہ ماری وہ شہیر کا کیا کرے اس سے کیسے جان چھڑائے۔؟ آخری کیسے۔۔۔۔

exponovels

_____&&&&&&_____

ارمان شام میں جلدی ہی آگیا تھا وہ رات کے کھانے کے بعد جب اپنے کمرے میں آئی تو آ کر صوفے پہ بیٹھ گئی۔

ارمان نے اسے صوفے پہ بیٹھتے دیکھا تو خاموشی سے بیڈ پہ دراز ہو گیا۔

عائشہ کا دل کسی نے مٹھی میں لیا تھا پر وہ خاموشی سے بیٹھی سب دیکھتی رہی پھر وہ بھی صوفے پہ لیٹ گئی ارمان نے کمرے کی روشنیاں بجھا دی تھیں۔ کمرے میں نیم اندھیرا چھا گیا۔ کھلی کھڑکی سے چاند کی چاندنی کمرے میں داخل ہو رہی تھی جگر جگر کرتے تارے اندر جھانک رہے تھے۔ ارمان شاید سو گیا تھا پر عائشہ سو نہ سکی کیونکہ اس کے موبائل پہ بار بار میسج آ رہے تھے۔ اس نے موبائل اٹھا کر سامنے کیا

"بالکونی میں آؤ" وہ بالکل چپ چاپ اٹھی اور جا کر بالکونی میں کھڑی ہو گئی۔ چاند عائشہ کے ماتھے پہ تھا اور اس کی پشت پہ جو گاڑی کو سڑک پہ کھڑی کر کے اس کے بونٹ پہ چوکڑی مار کر بیٹھا تھا

شہیر چہرہ اٹھا کر بالکونی میں کھڑی لڑکی کو دیکھ رہا تھا جس کے بال کھلے تھے۔ ریشمی زلفیں ہلکی ہوا کے زور سے اڑ اڑ جاتی تھیں۔ سپاٹ چہرے والی عائشہ کسی زندہ لاش کی طرح کھڑی تھی۔ چہرے پہ ہلکا ہلکا میک اپ تھا اور ہمیشہ کی طرح اس کے کاندھے پہ دوپٹہ تھا۔ شہیر نے چہرہ جھکا کر موبائل سامنے کیا اور میسج لکھنے لگا

"بیٹھ جاؤ تھک جاؤ گی" اس کے موبائل پہ میسج روشن ہوا وہ میسج پڑھ کر کرسی کھسکا کر بیٹھ گئی اور شہیر کو دیکھنے لگی۔

ایک پل کے لیے تو اس کے دل سے یہ ڈر بھی نکل گیا تھا کہ اگر ارمان نے اسے دیکھ لیا تو۔؟

جب شہیر نے اسے کہا تھا کہ وہ آج شام میں آئے گا تب اس نے شہیر کو کہا

"کوئی دیکھ لے گا آپ کو آپ کیوں مجھے برباد کرنے پہ تل گئے ہیں۔؟"اس نے فوراً جواب دیا

"میں تو بس اپنا دل آباد کرنا چاہتا ہوں عائشہ کیا تم نہیں چاہتیں کہ تم اور میں ایک ہو جائیں۔؟"عائشہ کا خون کھولنے لگا

"میں شہیر اب اس لمحے کو روتی ہوں جب میرا ٹکراؤ آپ سے ہوا تھا۔وہ دن میری زندگی کا بہت برا دن تھا اس دن نے میرے بخت سے ساری خوشیاں چھین لیں"شہیر کو اس کی بات پہ غصہ آیا

"یہ سب تمہاری غلطی ہے تم نے پورے دس دن بھی میرا انتظار نہیں کیا"وہ شکوہ کرتے ہوئے بولا

"میں آپ کا ایک لمحے اور انتظار نہیں کرنا چاہتی تھی آپ نے جو میرے ساتھ کیا وہی میرے لیے کافی ہے"

"وہ سب جھوٹ تھا عائشہ"

"میں کیسے مان لوں۔؟"

"میرے پاس ثبوت ہیں"

"میرے پاس اب وقت نہیں ہے کہ آپ کے کسی اور جھوٹ کو سنوں"شہیر کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔

"میں تمہیں ثبوت ایک بار لازمی دکھاؤں گا ماننا نہ ماننا تمہاری مرضی ہے اور تم میری چاہت ہو میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا اب تو تم میری ضد بن چکی ہو"عائشہ کو رونا آ گیا

"چاہیے اس ضد میں،میں سب کچھ کھو دوں۔؟"

"میرے ملنے کے بعد بھی تمہیں کسی چیز کی چاہت ہو گی عائشہ ؟"اس نے رک کر سوال کیا جواب نہ ملا وہ سننا بھی نہیں چاہتا وہ بس اپنی کہنا چاہتا تھا" تمہیں میرے بعد کسی کی چاہت نہیں ہونی چاہیے جیسے مجھے صرف تمہاری چاہت ہے میں تمہیں پا کر کچھ بھی صاحل نہیں کرنا چاہتا"اس کی یہ محبت عائشہ کے لیے بے حسی تھی۔وہ اس کے بعد خاموش آنسو بہاتی کال کاٹ کر بیٹھ گئی۔بالکل ایسے جیسے وہ اب اس وقت شہیر کے سامنے بیٹھی تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو تک رہے تھے چاند کی چاندنی ان دونوں پہ ہی تھی رات ریت کی طرح آنکھوں ہی آنکھوں میں گزرنے لگی تارے کب بجھے چاند کب چلتا شہیر کی پشت سے عائشہ کی پشت پہ آگیا اسے پتہ ہی نہ چلا۔ کیونکہ عائشہ سو چکی تھی۔کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر وہ کب سو گئی اسے احساس ہی نہ ہوا جب اس کی آنکھ کھلی تو سامنے سے چاند غائب تھا آسمان سے تارے بھی جا چکے تھے پر وہ سڑک پہ ویسے ہی بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔بس فرق یہ تھا کہ اب وہ بونٹ کے پیچھے لگے گاڑی کی ونڈ اسکرین سے کمر ٹکا کر اپنے دونوں ہاتھ سر کی پشت پہ رکھ کر تقریباً لیٹا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔جب اس نے عائشہ کو اٹھ کر خود کو دیکھتے پایا تو وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

"سونے والوں نے یہ رات کر سو کر گزاری دی اور میں نے تمہیں دیکھ کر،انہیں سو کر سکون ملا مجھے تمہیں دیکھ کر یہ رات میں کبھی بھول نہیں سکتا تم سوتے ہوئے بہت معصوم لگتی ہو"اس کے میسج کو پڑھ کر عائشہ نے سر اٹھا کر سڑک کو دیکھا جہاں وہ اب بونٹ سے اتر کر گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔عائشہ کو سمجھ نہ آئی وہ اس بات کا جواب دے بھی تو کیا دے۔

زویا سے شادی کی ویڈیو، شہیر کا کر سچن ہونا اس کے ذہن میں رچ بس گیا تھا۔ وہ اس کی بے وفائی کو بھول بھی جائے تو کیا ان دو باتوں کو بھول سکتی ہے۔؟

"نہیں" اس نے جواب دیا اور اٹھ کر کمرے میں آگئی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر ارمان پہ پڑی جو بے خبر سو رہا تھا۔ اس نے ارمان سے نظریں چرائیں اور جا کر صوفے پہ لیٹ گئی۔ اور ارمان کے آفس جانے تک وہ ایسے ہی جان بوجھ کر آنکھیں موند کر پڑی رہی۔ ایک رات اور اس کی مہلت کی گزر گئی تھی اسے لگ رہا تھا جیسے دن گزر رہے ہیں اس کی موت قریب آرہی ہے

________&&&&&&&_______

ارمان آفس جانے کے لیے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر گھر سے نکل رہا تھا جب دروازے پہ موجود گارڈ اس کے پاس آیا

"صاحب آپ آفس جا رہے ہیں" وہ شش و پنج میں تھا ارمان نے اسے حیرت سے دیکھا

"تم جانتے ہو میں اس وقت آفس ہی جاتا ہوں" گارڈ شرمندہ ہو گیا پھر اس نے دھڑکتے دل پہ قابو پا کر ارمان کو دیکھا

"صاحب آپ کو ایک بات بتانی تھی" ارمان نے بھنویں سکوڑ کر اسے دیکھا گارڈ کے چہرے پہ کچھ عجیب سا تھا

"بتاؤ"

"صاحب وہ رات میں شہیر صاحب آئے تھے" ارمان اس کی بات پہ چونکا

"شہیر آیا تھا پر کس وقت۔؟"

exponovels

"صاحب کافی رات ہو گئی تھی وہ یہاں سامنے سڑک پہ گاڑی کھڑی کر کے اس پہ بیٹھے آپ کے کمرے کو دیکھ رہے تھے مجھے پہلے تو عجیب لگا پر جب میں نے گردن ترچھی کر کے دیکھا تو وہاں بالکونی میں "اس نے اشارہ کر کے بتایا" بی بی جی بھی بیٹھی تھیں دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے "آخری میں اس کی آواز ہلکی ہو گئی تھی جیسے اس نے بہت بڑا راز ارمان کو بتایا ہو ارمان کو اس کی بات پہ دھکا تو لگا پر وہ ملازموں کے ساتھ گھریا گھر والوں کو ڈسکس نہیں کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا یہ لوگ ایک کی چار کر کے بتاتے ہیں

"تم رات میں چائے پیا کرو مجھے لگتا ہے تم نیند میں خواب زیادہ دیکھنے لگے ہو شہیر آتا تو مجھ سے لازمی ملتا" اس نے عائشہ والا پارٹ ایسے کر دیا جیسے کہانی میں تھا ہی نہیں اور گاڑی اسٹارٹ کر کے وہ وہاں سے چلا گیا۔ گارڈ نے کچھ کہنے لیے لب وا کیے تھے پر ارمان جا چکا تھا اس لیے وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

"بھلائی کا زمانہ ہی نہیں ہے" وہ بڑبڑاتا ہوا اپنی جگہ پہ جا کر دوبارہ بیٹھ گیا۔

________&&&&&_______

آفس کی عمارت دھوپ سے نہائی کھڑی تھی۔ ارمان کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہا تھا۔ گارڈ کی باتیں اس کے ذہن سے نہیں نکل رہی تھیں۔ گارڈ کہہ رہا تھا کہ اس نے عائشہ کو بالکونی میں بیٹھے دیکھا تھا پر ارمان نے سونے سے پہلے جب اسے دیکھا تھا

تو تب وہ صوفے پہ لیٹی تھی اور صبح بھی وہ اسی جگہ پہ تھی۔

exponovels

"شاید اسے غلط فہمی ہوئی ہو" اس نے اپنے دل کو سمجھانا چاہا پر دل سمجھنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔اس نے ٹائی ڈھیلی کی اور اوپر کا بٹن کھول لیا۔وہ کچھ دیر ویسے ہی بے چین سا بیٹھا رہا پھر اس نے سب کچھ ذہن سے جھٹک کر خود کو کام میں مصروف کر لیا

شام کو جب وہ گھر آیا تو اسے سب کچھ پھر سے یاد آ گیا۔آج وہ عائشہ کو کچھ زیادہ ہی توجہ سے دیکھ رہا تھا پر عائشہ آج نارمل تھی اس نے کمرے میں آ کر ارمان کو کہا

"جیا کہہ رہی تھی وہ مجھے کل شام میں اپنے ساتھ لے کر جائے گی" اس نے یہ ارمان سے اجازت لینے کے لیے بتائی تھی۔ارمان نے سر ہلا یا

"ٹھیک ہے آپ چلی جایئے گا" وہ کہہ کر بیڈ پہ دراز ہو گیا عائشہ بھی صوفے پہ لیٹ گئی تھی اس نے لیٹتے ہی آنکھیں موندیں اور سو گئی پر ارمان اٹھا ہوا تھا وہ نیم اندھیرے میں عائشہ کو دیکھ رہا تھا کہ شاید آج بھی وہ اٹھے اور بالکونی میں جائے پر یہ ایک اتفاق ہی تھا کہ عائشہ کو آج شہیر کی طرف سے کوئی ڈیمانٹ بھرا میسج موصول نہیں ہوا تھا اس لیے وہ آج بے فکری سے لیٹتے ہی سو گئی۔ارمان بہت دیر تک اٹھا رہا پھر وہ اپنی ہی سوچ پہ شرمندہ ہو گیا

"میں بھی ملازم کی بات میں آ کر اپنی بیوی پہ شک کر رہا ہوں مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے" اس نے خود کو ملال کیا اور کروٹ موڑ کر سو گیا۔یوں ایک رات اور شہر پہ ڈھل گئی۔اب رہ گئی تھیں دو راتیں کل اور پرسوں کی انہیں راتوں میں کہانی بالکل بدل جائے گی۔۔۔

________&&&&&&________

exponovels

اس روز وہ اٹھی تو ارمان کا موڈ کافی خوشگوار تھا۔شاید وہ شرمندہ تھا کہ اس نے عائشہ پہ شک کیا۔

"ملازم تو پتہ نہیں کیا کیا کہتے رہتے ہیں"اس نے سر جھٹک کر سوچا تھا۔عائشہ جب فریش ہو کر آئی تو وہ کمرے میں ہی تھا۔

"آج آپ میرے ساتھ ناشتہ کریں گی۔؟"وہ پوچھ رہ تھا پر عائشہ کو لگا بتا رہا ہے۔عائشہ نے دھیرے سے سر ہلا یا اور بال خشک کر کے اس نے انہیں سلجھایا اور چہرے پہ ہلکا سا میک اپ کر کے وہ ارمان کے ساتھ کمرے سے نکل گئ جب وہ لوگ زینے اتر رہے تھے تو ارمان نے آہستگی سے عائشہ کے قریب ہو کر اس کا ہاتھ تھاما تو وہ چونکی۔اس نے ارمان کو دیکھا جو دل فریب سا مسکرا رہا تھا۔عائشہ بھی جبراً مسکا دی۔

ڈائننگ میں ماں پہلے ہی موجود تھیں پر جب انہوں نے ارمان کے ساتھ عائشہ کو دیکھا تو بہت سہولت سے وہاں سے چلی گئیں۔

"یہ تم دنوں کا وقت ہے تم دونوں یہ ساتھ گزارو"جب ارمان انہیں رکنے کا کہہ رہا تھا تب انہوں نے اس کے کان میں سر گوشی کی اور وہاں سے چلی گئیں۔ان کے جانے کے بعد ارمان نے عائشہ کو اپنے ساتھ والی کرسی پہ بٹھایا اور ناشتہ کرنے لگا۔ارمان اسے ایک ایک چیز کھانے کے لیے فورس کر رہا تھا اس کے لہجے میں رسان اور محبت تھی۔

عائشہ خاموشی سے ناشتہ کرتی رہی۔جب ارمان نے ناشتہ کر لیا اور وہ آفس جانے لگا تو اس نے اپنا والٹ نکلا

"یہ پیسے رکھ لیں"عائشہ نے اسے کچھ حیرت سے دیکھا

"کس لیے۔؟ "

exponovels

"آپ آج جیا کے ساتھ جائیں گی نا تو یہ رکھ لیں" عائشہ نے ہاتھ پیچھے کر لیا

"پر مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے میرے پاس ہیں" ارمان نے سر ہلایا

"میں جانتا ہوں آپ کے پاس ہیں پر آپ یہ پھر بھی رکھ لیں میں ایک دو دن تک اپنے اکاؤنٹس بھی جوائنٹ کروا لوں گا تا کہ آپ وہاں سے آرام سے پیسے نکال سکیں" اس نے عائشہ کا ہاتھ پکڑا اور اس میں پیسے تھما دیے عائشہ نجانے کیوں شرمندہ سی ہو گئی پر ارمان نے اس کے سرخ ہوتے چہرے پہ زیادہ توجہ نہ دی بس اس کے گال کو تھپک کر وہ گھر سے نکل گیا تھا اور عائشہ نڈھال ہو کر صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"مجھ میں اتنی ہمت کیوں نہیں پیدا ہو رہی کہ میں ارمان کو سب کچھ سچ بتا دوں" اس نے بے بسی سے سوچا اس کا چہرہ جھکا تھا۔ جب اس نے چہرہ اٹھایا تو اسے لگا جیسے اس کے گرد دھند پھیلی ہے اور اس دھند سے وہی اس کی ہم شکل لڑکی نکل کر اس کے سامنے آ گئی

"تم ارمان کو اس سب میں مت گھسیٹو تم چاہتی ہو کہ اس کی زندگی کو نقصان پہنچے۔؟" عائشہ نے سر نہ میں ہلایا

"تو بس پھر خاموش رہو تم جانتی ہو شہیر کو اگر تم ارمان کو سب بتا بھی دو گی تو وہ کیا کر لے گا۔؟ پہلے یہ بات ٹھنڈے دماغ سے سوچو کہ کیا وہ اس بات کے بعد بھی تمہیں قبول کرے گا کہ تم پہلے اس کے کزن کے ساتھ انوالو تھیں" اس لڑکی نے سر نفی میں ہلایا "نہیں وہ کبھی اس بات کو قبول نہیں کرے گا ان کے اونچے خاندان میں تمہاری کوئی جگہ باقی نہیں رہے گی"

"پھر میں کیا کروں۔؟" وہ دبا دبا سا چلائی

For more visit (exponovels.com)

"شہیر کی مان جاؤ" عائشہ نے اس لڑکی کو صدمے سے دیکھا اسے وہ لڑکی اپنے دل کی عکاسی کرتی دکھائی دی اسے لگا جیسے اس کے سامنے اس کا دل کھڑا ہے

"نہیں میں ایسا کچھ نہیں کروں گی شہیر ایک غیر مسلم ہیں اور وہ شادی شدہ بھی ہیں"

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو۔؟ "

"میں نے تصویریں اور ویڈ ویو دیکھی ہے" اس نے گردن اکڑا کر کہا سامنے کھڑی ہم شکل لڑکی کے چہرے پہ افسوس پھیل گیا

"وہ جھوٹی بھی تو ہو سکتی ہیں" عائشہ تلخی سے مسکرائی

"تصویریں جھوٹی ہو سکتی ہیں پر ویڈیو نہیں" عائشہ کی بات پہ لڑکی کے چہرے کا افسوس دکھ میں بدل گیا

"عائشہ تم کس زمانے میں جی رہی ہو؟ تم پڑھی لکھی ہو تمہیں اتنا تو پتہ ہونا چاہیے کہ آجکل ہر چیز جھوٹی بنائی جا سکتی ہے تصویریں ہوں یا پھر ویڈیو" عائشہ کا دماغ اس کی بات پہ بھک سے اڑا۔

"نہیں وہ ویڈیو سچی تھی"

"تم بس اپنی بے وقوفی کو تسلیم نہیں کرنا چاہتیں "

"ہاں میں نہیں کرنا چاہتی تم چلی جاؤ" وہ اپنے خیال میں موجود لڑکی پہ چیخنے لگی تھی۔ "تم چلی جاؤ میں نے کچھ نہیں سننا تمہارے منہ سے شہیر جھوٹے ہیں بس" وہ اپنی بات پہ مصر تھی

exponovels

For more visit (exponovels.com)

اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا تھاہر طرف موت ساسناٹا پھیل گیا۔جب اس نے چہرہ اٹھایاتو دھند چھٹ گئی تھی وہ لڑکی بھی جاچکی تھی پر عائشہ کے دل کو بے چین ضرور کر گئی تھی

"کیامیں نے جلدی بازی کی ہے۔؟"اسے اب احساس ہونے لگا تھا۔

______&&&&_______

شام جیسے ہی گہری ہونے لگی اسے جیااپنے ساتھ شاپنگ پہ لے گئی تھی۔عائشہ نے منع بھی کیاکہ اس کے پاس کپڑے ہیں پر جیااسے زبردستی لے گئی۔ان دونوں نے کوئی دو گھنٹے لگا کر مال میں شاپنگ کی جب وہ لوگ گھر لوٹیں تو جیانے عائشہ کو کہا

"تم خود سے تیار ہو جاؤ گی یامیں مدد کروں۔؟"عائشہ کو اس کا یہ اپنائیت بھراانداز اچھالگا۔

"نہیں تمہارابہت شکریہ میں تیار ہو جاؤں گی"جیانے سرہلایااوراپنے کمرے میں چلی گئی۔عائشہ نے جب اپنے کمرے کارخ کیاتواس کادل دھڑکنے لگا تھا۔اسے اب اپنے کمرے سے بھی وحشت محسوس ہوتی تھی۔اب تو کمرے کی ہر چیزیوں لگتا تھاجیسے شہیر کی آنکھ بن کراسے ہی دیکھ رہی ہے۔وہ دل کی دھڑکنوں کو قابو میں کرتی اپنے کمرے میں آگئی۔بیڈپہ شاپنگ بیگزرکھ کروہ اس میں سے اپناجوڑانکالا کرواش روم میں چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ گیلے بالوں کے ساتھ باہر نکلی تواس کے وجود پہ ٹخنوں تک کاسلک کا تیز چمکتے کپڑے کابنافراک تھا۔جو پیروں کو چھورہاتھا۔فراک بالکل سمپل تھا۔تنگ آستینوں والے فراک کے ساتھ ایک موتیوں کی مالا تھی جسے اس نے ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہو کر گلے میں ڈال لیا۔اس نے بالوں کو سکھایااوران میں کنگھا کرنے لگی۔کنگھا

کر کے وہ ایک لمحے کو سوچ میں پڑ گئی کے ان بالوں کا اب وہ کیا اسٹائل بنائے بہت دیر سوچنے کے بعد اس نے انہیں کھلا ہی چھوڑ دیا۔ بالوں کے بعد اس نے اسفنج اٹھایا اور چہرے پہ بیس سیٹ کرنے

لگی بیس کو چہرے پہ سیٹ کر کے اس نے گالوں پہ بلیشر آنکھوں پہ آئی شیڈ واور باریک ہونٹوں پہ لپ گلوز لگائی۔ غزالی آنکھوں کی پلکوں پہ مسکارا اور لائنر لگا کر اس نے ان میں کاجل لگایا جن سے وہ گہری کالی غلافی بڑی آنکھیں مزید بڑی بڑی دکھائی دینے لگیں۔ اس نے سبز نگوں والے بندے کانوں میں ڈالے۔ ان کی چین لمبی تھی اور وہ نگ کاندھوں کو چھو رہے تھے۔

اس نے بالوں کی دو موٹی لٹیں نکال کر سینے پہ ڈالیں اور اونچی ہیلز نکال کر اس نے جھک کر ان کو پیروں میں پہن کر اسٹریپس بند کیے عائشہ کے کھلے بال اس کے چہرے پہ اس کے جھکتے ہی چلمن کی طرح آ گئے تھے اس نے انہیں چہرہ اٹھانے سے پہلے کان کے پیچھے اڑسا۔ اسی ہاتھ میں اس نے ارمان کی منگنی والی ہیرے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ وہ تیار ہو کر ناخنوں پہ بیڈ پر بیٹھ کر نیل پینٹ لگانے لگی۔ جب اس نے نیل پینٹ لگا لیا تو اس نے ڈریسنگ ٹیبل پہ اس نیل پینٹ کو رکھ کر خود پہ ایک تنقیدی نگاہ ڈالی اس نے نیچے سے اوپر تک خود کو دیکھا۔ وہ جب مطمئن ہو گئی تو اپنا کلچ اٹھا کر کمرے سے نکل گئی۔ اس کی باریک ہیل کی آواز خاموش گھر میں ٹک ٹک کا شور کر رہی تھی۔

عائشہ نے جیا کے کمرے کے سامنے رک کر دروازہ ناک کیا۔

"آجاؤ" جیا کی آواز پہ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ جیا بھی تقریباً تیار تھی وہ اپنا کلچ اٹھا کر پلٹی اور وہیں تھم گئی۔ اس کی نظریں حیرت سے پھیلنے لگیں اس نے نیچے سے اوپر تک عائشہ کو دیکھا۔ اس کی گوری گلابی رنگت تیز سبز

exponovels

رنگ میں اور بھی دمک رہی تھی۔عائشہ اس کے یوں دیکھنے سے پزل ہو گئی۔جیا تحیر میں مبتلہ بس اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی۔عائشہ کو لگ رہا تھا جیسے وہ اچھی نہیں لگ رہی اس نے آہستگی سے پوچھا

"کیا ہوا؟"اس کے پوچھنے پہ جیا تیزی سے اس کے پاس آئی اور اس کی مخروطی انگلوں والے ہاتھوں کو پکڑ کر بولی

"عائشہ تم کتنی پیاری لگ رہی ہو"اس نے کتنی کو کھینچ کر اور اس پہ زور دے کر کہا اس کی آنکھوں سے ہی اس کے لہجے کی سچائی چھلکتی تھی۔عائشہ جھینپ گئی۔

"تم بھی پیاری لگ رہی ہو"ہمیشہ جیسے ٹاپ جینز میں ملبوس جیا آج بھی پیار لگ رہی تھی پر عائشہ سے کم

"نہیں عائشہ آج تم بہت پیاری لگ رہی ہو میں بھائی کو کہتی ہوں کہ وہ ابھی آئیں آفس سے"وہ کہہ کر کلچ سے موبائل نکالنے لگی۔عائشہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا پر وہ اسے منع نہ کر سکی۔جیا ارمان کو کال کر کے عائشہ کے ساتھ نیچے آگئی۔ماں اس وقت لاؤنج میں موجود تھیں عائشہ کو دیکھ کر وہ بھی لمحے کے لیے پلکیں جھپکنا بھول گئی تھیں پھر انہوں نے اس کا ماتھا محبت سے چوما اور اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ارمان کو آنے میں کچھ وقت لگا جب اس کی گاڑی پورچ میں رکی تو جیا فوری باہر کی طرف گئی۔

"آپ اپنی آنکھیں بند کر لیں"ارمان اندر داخل ہو رہا تھا کہ وہ سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔

"پھر میں اندر کیسے جاؤں گا۔؟"اس نے حیرت سے پوچھا جیا نے سینے پہ ہاتھ رکھا

exponovels

"میں لے کر جاؤں گی اب آنکھیں بند کریں" اس نے ضدی لہجے سے کہا تو ارمان کو مجبوراً اس کی بات ماننی پڑی اس نے آنکھیں بند کیں اور جیا کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ اسے آہستہ آہستہ لاؤنج میں لے آئی تھی۔ عائشہ کو سامنے کھڑا کر کے اس نے ارمان کو کہا

"اب آنکھیں کھولیں" ارمان نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں تو اس کے لمحے وہیں رک گئے۔ وہ نظریں تک ہٹانا بھول گیا تھا۔ جیا ہنسی دبا کر اسے اور عائشہ کو دیکھ رہی تھیں۔ عائشہ اس کی گہری نظروں سے جزبز ہو رہی تھی

"بھائی تعریف بھی کر دیں" جیا نے ارمان کے آگے چٹکی بجائی اور شرارت سے کہا تو وہ ہوش میں آیا۔

"آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں" اس کا لہجہ ابھی بھی کھویا ہوا تھا وہ بس ان کاجل سے لبریز آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جو خاموش ہو کر بھی بولے جا رہی تھیں۔

جب جیا اور وہ گھر سے کلب جانے کے لیے نکل رہی تھیں تو ارمان نجانے کب اس کے قریب آکر کھڑا ہو کر سرگوشی میں بولا

"میرا اپنہ کیا دل کر رہا ہے۔؟" عائشہ اس کے گھمبیر لہجے سے چونکی اس نے پہلو میں کھڑے خوبرو شخص کو دیکھا وہ اسے ہاں ناں بھی نہ کر سکی بس اس کی نظروں کی تپش کی وجہ سے نگاہیں جھکا کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی پلکیں لرزنے لگی تھیں۔ وجود بھی ہلکا ہلکا کانپ رہا تھا جیا باہر گاڑی کی طرف بڑھ گئی

تھی اس وقت وہ دونوں اکیلے ہی داخلی دروازے میں کھڑے تھے ممی اپنے کمرے میں جا چکی تھیں۔ ارمان اس کے مزید قریب ہوا اور اس کے ہاتھوں کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسا کر وہ اس کی جانب جھکا

exponovels

"کہ آپ کو کہیں چھپالوں تاکہ آپ کو میرے علاوہ کوئی بھی نہ دیکھ سکے" عائشہ کا دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا جیسے وہ اس کے سینے سے باہر آ جائے گا۔ارمان نے اس کے ہاتھ چھوڑے اور اس کے چہرے پہ آتی لٹوں کو کان کے پیچھے کیا۔عائشہ کو وہ آہستگی سے سینے سے لگا ہی رہا تھا کہ جیا کی آواز آئی وہ عائشہ کو بلا رہی تھی۔عائشہ جلدی سے ارمان سے دور ہوئی

"مجھے جیا بلا رہی ہے" وہ بے ترتیب ہوتی سانسوں کو قابو میں کرتی وہاں سے بھاگنے والے انداز سے گئی اور پیچھے ارمان بے ساختہ ہنس دیا۔

_______&&&&&________

کلب میں وہ اس وقت گولڈن واک چائنز ہال میں موجود تھی۔

چائنز ہال کی تھیم سرخ اور گولڈ تھی۔آمنے سامنے کی دیواروں پہ بڑے بڑے شیشے لگے تھے۔وہ جیا کے ساتھ چھ لوگوں کے لیے تیار ٹیبل پہ جیا کی دوستوں کے معنی خیز سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔وہ سب مل کر خوب اسے تنگ کر رہی تھیں۔کوئی ہنسی دبا کر کچھ کہتی تو کوئی شریر لہجے میں کوئی شوشہ چھوڑ دیتی۔

"بس کرو تم سب کیا میری بھابھی کے پیچھے پڑ گئیں" جیا نے عائشہ کی گھبراہٹ کو محسوس کیا تو ان سب کو ٹوکتی ہوئی بولی۔

"لو ہم تو بس انہیں کہہ رہے تھے کہ یہ بہت پیاری ہیں ارمان بھائی کی پسند ویسے کمال کی ہے" ان میں سے ایک نے داد دینے والے انداز میں کہا۔

exponovels

"ہاں تو بھائی کس کے ہیں۔" جیا نے اپنی ہی پشت ٹھونکی وہ سب ہنسیں تو عائشہ بھی مسکرا دی۔ کچھ دیر میں آرڈر ٹیکر نے جیا کو آ کر کہا کہ ان کا آرڈر تیار ہے جیا کہے تو وہ سور کر دے۔

"ہاں جی آپ سور کر دیں" آرڈر ٹیکر سر ہلا کر چلا گیا اور منٹوں میں ہی اس نے آ کر ویٹرز کی مدد سے اسٹارٹر لا کر ان کے سامنے رکھ دیا جس میں سوپ، فیش کریکرز تھے

سب نے سوپ کے پیالے میں سوپ بھرا اور پینے لگیں۔ عائشہ ٹیبل پہ اس طرح بیٹھی تھی کہ اسکا رخ داخلی دروازے کی طرف تھا۔ جیا اور اس کی دوستیں کسی برانڈ کے ہیروں پہ بحث کر رہی تھیں اور عائشہ خاموشی سے انہیں سنتی ہوئی ساتھ ساتھ سوپ پی رہی تھی۔ اس نے سوپ اسپون کو چہرہ جھکا کر بھرا اور جب اس نے اپنا چہرہ اٹھایا تو اس کا دم نکل گیا۔ سامنے دروازے سے شہیر دستگیر کے ساتھ داخل ہوا تھا۔ وہ بلیک آفس ڈریس میں ملبوس تھا یہ اس ہال کا ڈریس کوڈ تھا اس کے علاوہ کسی دوسرے لباس والے کی انٹر کی اجازت نہیں تھی۔ شہیر نے داخل ہوتے ہی اسے دیکھا جس کے ہاتھ پیر کانپنے لگے تھے۔ اس نے اسپون دوبارہ پیلے میں ڈال کر پہلو بدلا۔ وہ شہیر کی طرف سے اپنا رخ موڑ چکی تھی۔ شہیر بالکل اس کے سامنے والی ٹیبل پہ آ کر بیٹھ گیا تھا۔

دوستوں سے بحث میں الجھی جیا کی بھی گردن مڑی تو وہ چونک گئی۔ شہیر کے ساتھ کھڑے دستگیر پہ اس کی نظریں ٹھہر گئی تھیں البتہ دستگیر نے یہ ظاہر کیا جیسے اس نے جیا کو دیکھا ہی نہیں۔ عائشہ نے کنکھیوں سے جیا کو دیکھا اور اس کی مزید جان پہ بن گئی جیا شہیر اور دستگیر پہ ہی نظریں جمائے ہوئے تھی اور شہیر کی نظریں عائشہ پہ تھیں۔

عائشہ کا دل پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ شہیر کچھ لمحے سبز چمکتے فراک میں ملبوس لڑکی کے اڑے ہوئے رنگ دیکھتا رہا

exponovels

پھر اس نے ویٹر کو اشارہ کیا اور عائشہ پہ سے نظریں ہٹالیں۔ عائشہ نے ابھی سکون کا سانس لیا ہی تھی کہ اس نے جیا کو اٹھتے دیکھا

"میں شہیر سے مل کر آتی ہوں" اس سے رہا نہ گیا وہ دستگیر کو قریب سے دیکھنا چاہتی تھی وہ شہیر کے پاس جا کر دستگیر کو نظر بھر کر دیکھنا چاہتی۔ جیا جو جا رہی ایک دم سے رکی

"تم بھی چلو گی۔؟" اس نے رسمی سا پوچھا ورنہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ عائشہ اس کے ساتھ جائے شہیر منہ پھٹ تھا ایویں ہی اس نے جیا کو کچھ کہہ دیا تو اس کی عائشہ کے سامنے بے عزتی ہو جائے گی۔ عائشہ اس کے سوال پہ تذبذب ہو گئی۔

"اگر آنا چاہو تو آ جاؤ ورنہ ضروری نہیں ہے" جیا اس کے یوں ہونقوں کی طرح اس کا چہرہ دیکھنے میں کوفت میں مبتلا ہو رہی تھی۔ عائشہ نے سر نہ میں ہلا دیا

"چلو ٹھیک ہے میں آتی ہوں" جیا شہیر کی طرف بڑھ گئی تھی اور اپنے ساتھ عائشہ کا سکون بھی لے گئی تھی۔ وہ منتشر چہرے سے اب جیا کو دیکھ رہی تھی جو شہیر کی ٹیبل کے پاس جا کر رک گئی تھی۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم ہمارا پیچھا کر رہے ہو" وہ ان کے سروں پہ جا کر سینے پہ ہاتھ باندھ کر بولی تھی اس نے کہا شہیر کو تھا پر نظریں دستگیر پہ تھیں۔ شہیر نے اس کے سوال پہ شانتی سے نظریں اٹھا کر جیا کو دیکھا

"تم پتہ نہیں ایسی شکل پہ اتنے وہم کیسے پال لیتی ہوں کہ میں تمہارا پیچھا کروں گا" اس نے سینے پہ انگلی رکھی کر کہا پھر قہقہہ لگایا اور اپنی سیٹ سے کھڑا ہو گیا۔

exponovels

"مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے کہ میں تمہارے پیچھے آؤں گا جبکہ تم خود میرے ہر راستے میں آکر کھڑی ہو جاتی ہو" اس کا انداز جتانے والا تھا دستگیر کو جیا کی اس بے عزتی پہ ہنسی سی آگئی۔جیا کے چہرے پہ سائے لہرانے لگے اس نے دستگیر کی آنکھوں میں سر اٹھاتی مسکراہٹ کو دیکھ لیا تھا۔

"تم انتہائی بد تمیز ہو" جیا نے پیر پٹخا اور پلٹ گئی۔شہیر نے سر جھٹکا اور موبائل سامنے کر کے اس پہ انگلیاں چلاتا وہ ہال سے نکل گیا۔ان کے آرڈر میں وقت تھا فلحال وہ عائشہ سے ملنا چاہتا تھا۔

جیا تن فن کرتی اپنی جگہ پہ آکر بیٹھ گئی تھی۔اس کے بیٹھتے ہی عائشہ کا موبائل بجا۔

"واش رومز کی طرف آؤ" عائشہ کا دل حلق میں اٹک گیا۔یہ شخص کسی جگہ اسے سکون بھی لینے دے گا۔؟

"میں نہیں آؤں گی"

"ٹھیک ہے پھر میں آجاتا ہوں" اس کا جوابی میسج پڑھ کر عائشہ کا سر بھک سے اڑ گیا۔

"میں آرہی ہوں" اس نے میسج بھیجنے کے بعد سوپ کا پیالا اپنے اوپر گود میں چھوڑ دیا۔

"اوہ شٹ" وہ تیزی سے کھڑی ہوئی تھی۔سب نے چونک کر اسے دیکھا جیا متفکر سی کھڑی ہوئی

"تم ٹھیک ہو عائشہ۔؟" عائشہ اپنا چہرہ جھکا کر افسوس سے اپنے فراک پہ گرے سوپ کو دیکھ رہی تھی۔اس کے بال اس کے چہرے پہ آگئے تھے اس نے انہیں کان کے پیچھے اڑسا اور جیا کو دیکھا

"میں ٹھیک ہوں پر فراک۔۔۔۔!" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی

"کوئی بات نہیں تم واش میں اسے صاف کر لو میں چلتی ہوں تمہارے ساتھ"

exponovels

"نہیں نہیں میں چلی جاؤں گی" جیا نے اسے دیکھا

"تمہیں واش رومز کا پتہ ہے۔؟" عائشہ نے سر زور سے ہلایا

"ہاں مجھے پتہ ہے میں ابھی آتی ہوں" وہ کہہ کر اپنا موبائل اٹھا کر فراک کو دونوں اطراف سے پکڑتی جلدی جلدی قدم اٹھا کر ہال سے نکل گئی۔ پیچھے جیا دوبارہ اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی تھی۔ اس کی دوستیں اس سے باتیں کر رہی تھیں پر وہ دستگیر کو ملال سے دیکھ رہی تھی

"ایک ہی بار محبت کا اظہار کرنا تھا۔؟" اس کی نظریں دستگیر سے یہ کہہ رہی تھیں۔ دستگیر یہ سطر پڑھ رہا تھا پر وہ بے پروا بنا کھڑا اسے نظرانداز کرتا رہا۔

______&&&&______

وہ واش رومز کی جانب آ گئی تھی وہ جیسے ہی اس ہال میں داخل ہوئی جہاں قطار سے واش بنے تھے۔ اسے کسی نے کلائی سے کھینچ کر اپنی جانب کیا اور دووازے کی کنڈی لگا کر اس کی پشت اسی دروازے سے لگا دی۔ وہ عائشہ کے اطراف میں اپنے ہاتھ رکھ کر اس پہ چہرہ جھک کر کھڑا تھا۔ نیلی آنکھیں عائشہ کے چہرے پہ جمی تھیں۔ عائشہ کی سانسوں میں شہیر کے پرفیوم کی خوشبو آہستہ آہستہ اتر رہی تھی۔ اس نے پلکیں اٹھا کر شہیر کو دیکھا۔ اس کی پلکیں نم تھیں۔ شہیر نے سنجیدگی سے ان نم پلکوں کو دیکھا

"تم میرے سامنے رویا مت کرو" وہ بولا تو عائشہ کو اور رونا آگیا۔ وہ ناتواں سی ہو گئی تھی اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اور زارو قطار رونے لگی وہ تھک گئی تھی ایسے ڈر ڈر کر زندگی گزارتے۔ اسے اس طرح شدت سے روتے دیکھ شہیر کا دل کسی نے مٹھی میں لیا

"چپ ہو جاؤ" اس نے عائشہ کو شانوں سے پکڑا اور اپنے قریب کر کے سینے سے لگا لیا "کیوں رو رہی ہو۔؟" وہ اس کے کان کی لو پہ اپنے لب مس کرتا گھمبیر لہجے میں پوچھ رہا تھا

"میں تھک گئی ہوں شہیر مجھ سے اب اور اس طرح زندگی نہیں گزاری جاتی ہر وقت پکڑے جانے کا ڈر لگا رہتا ہے مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں سب کو دھوکا دے رہی ہوں" اس نے شہیر کے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ وہ سسکیوں سے روتی ہوئی اپنے حالات بیان کر رہی تھی۔ "میں پاگل ہو جاؤں گی۔۔۔ می۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ میں مر جاؤں گی شہیر" شہیر نے اس کے گرد اپنی بانہوں کا حصار مضبوط کر لیا۔

"میں تمہیں کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا یہ سب بس اب ختم ہو جائے گا" اس کے لب جب دوبارہ عائشہ کے کان سے ٹکرائے تو اسے ان قربتوں کا احساس ہوا۔ وہ اس کی بانہوں سے نکل کر دو قدم پیچھے ہوئی۔ واش روم کا ہال خالی پڑا تھا دیواروں میں لگے شیشے میں ان کا عکس دکھائی دیتا تھا۔

"شہیر" اس نے موہوم سی امید سے شہیر کو دیکھ کر کہنا شروع کیا

"آپ اب مجھے بھول جائیں" شہیر کو اس کے منہ سے یہ جدائی کی باتیں زہر لگتی تھیں

" عائش وہ سب ریاض نے تم سے جھوٹ بولا تھا "

exponovels

"جو بھی تھا شھیر میں ان سب کے بارے میں اب بات نہیں کرنا چاہتی" شھیر کو اس کی بات پہ غصہ آیا

"میں کرنا چاہتا ہوں" وہ دانت کچکچا کر بولا تھا

"پر میں نہیں کرنا چاہتی" عائشہ نے جھنجھلا کر جواب دیا تو شھیر نے آگے بڑھ کر اس کا بازو بے دردی سے دبوچا

"تمہیں کرنی پڑے گی تمہیں کیا پتہ میرا کتنا نقصان ہوا ہے اس سب میں" شھیر لے لہجے سے ابھی کچھ دیر پہلے والی محبت گم ہو گئی تھی عائشہ نے اسے تلخی سے دیکھا

"یہ آپ کے جھوٹ کی سزا ہے" شھیر اس کی بات پہ زچ ہو گیا

"تمہیں یقین کیوں نہیں آ رہا کہ وہ سب ریاض نے جھوٹ کہا تھا"

اس نے جیب سے موبائل نکالا "یہ دیکھو" اس نے اسکرین پہ انگلیاں چلا کر عائشہ کے موبائل سامنے کیا جس میں ریاض زخموں سے چور اپنے جھوٹ کا اعتراف کر رہا تھا

"کسی کو اتنا مار پیٹ کر اس سے جو کہا جائے وہ وہی بولتا ہے پھر چاہے اس سے جھوٹ ہی کیوں نا بلوا لیا جائے" ریاض کو زخموں سے کراہتے دیکھ عائشہ کا دل کانپ گیا تھا۔ شھیر نے اسے حیرت سے دیکھا وہ اس ویڈیو پہ بھی یقین نہیں کر رہی تھی

"کسی نے میرا سب کچھ چھین لیا میں اسے ماروں بھی نہ۔؟" اس نے صدمے سے پوچھا۔

"آپ کو شھیر آتا ہی کیا ہے مار پیٹ کے علاوہ۔ لوگوں پہ اپنی فیصلے تھوپنا ان پہ اپنی مرضی چلانا نہیں ڈرانا دھمکانا تو آپ کا محبوب مشغلہ ہے اگر میں آپ کو اچھے سے نہ جانتی ہوتی تو اس جھوٹی کہانی پہ ضرور یقین کر لیتی" اس کا اشارہ

exponovels

اس ثبوت کی طرف تھاجو شہیر یہ سوچ کر لیا تھا کہ اس کے بعد ضرور عائشہ اس کے پاس لوٹ آئے گی پر جب ایسا نہ ہوا تو اس کے اندر کا جانور جاگنے لگا۔اس نے موبائل جیب میں ڈالا ضبط کرنے کے باوجود بھی اس نے اپنی انگلیاں عائشہ کے بازو میں پیوست کر دیں عائشہ سسکی تھی

پر وہ بے پروائی سے بولنے لگا

"تم مجھے اچھے سے جانتی ہو نا" شہیر نے عائشہ کو جھنجھوڑا اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے تھے۔"تو پھر تو تم یہ بھی جانتی ہو گی کہ میں اب تمہیں نہیں چھوڑوں گا" عائشہ کے بازو کی تکلیف بڑھنے لگی تو اس نے شہیر کو دھکا دیا۔اور اس سے اپنا بازو چھڑا کر اسے تنفر سے دیکھا

"آپ پاگل ہو چکے ہیں یہ کیوں نہیں سمجھ رہے کہ ہم میں اب دریا کے کناروں جتنا فصلہ آگیا ہے جو آپ یا میں کبھی مٹا نہیں سکتے" شہیر نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا۔

"میں سب کر سکتا ہوں" وہ سپاٹ لہجے سے بولا

"آپ اب کچھ بھی نہیں کریں گے آپ اب بس مجھ سے دور رہیں گے" عائشہ کا لہجہ تنبیہ کرتا تھا شہیر نے اس کی جانب قدم اٹھائے۔عائشہ کے پیر خود ہی پیچھے اٹھنے لگی وہ ایک بار پھر دروازے سے جا لگی۔

"اور اگر میں ایسا نہ کروں تو تم کیا کر لو گی۔؟" اس نے سرد مہری سے پوچھا۔اس کی آنکھوں میں شعلے جلنے لگے تھے عائشہ کو اس سے خوف محسوس ہونے لگا تھا

exponovels

"می۔۔۔میں۔۔۔۔میں ارمان کو سب بتادوں گی" اس نے شہیر کو ڈرانا چاہا پر وہ اس میں بری طرح سے ناکام ہوگئی۔شہیر نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا پھر وہ ہنسنے لگا۔ہنسنے لگا اور ہنستا ہی چلا گیا اس کی ہنسی اتنی سرد تھی کہ عائشہ کے رونگٹے کھڑے ہوگئے

"تم مجھے دھمکی دے رہی ہو۔؟" وہ عائشہ پہ جھکا "شہیر ملک کو دھمکی۔؟" چبا چبا کر پوچھا عائشہ کی بولتی بند ہوگئی۔

"تم بتادو ارمان کو میں دیکھ لوں گا وہ میرا کیا بگڑا سکتا ہے اب میں تمہیں اس کی موجودگی میں ہی اٹھا کر لے کر جاؤں گا میں دیکھ لوں گا وہ میرا کیا کر سکتا ہے طلاق اور دوسری شادی کے لیے تیار ہو جاؤ" اس نے کہہ کر عائشہ کے گال پہ بہتے آنسوؤں کو انگوٹھوں سے صاف کیا اور ہال کا دروازہ کھول کر کوٹ درست کرتا نکل گیا اور پیچھے عائشہ پتھر کی بنی رہ گئی۔اس نے شہیر کے جنون کو انجانے میں ہوا دے دی تھی۔اب اس کے مہلت دن ختم ہوگئے تھے۔

_____&&&&_____

جب وہ واپس ہال میں داخل ہوئی تو شہیر اسی جگہ پہ بیٹھا تھا

لیکن بس فرق یہ تھا کہ اب وہ عائشہ کو نہیں دیکھ رہا تھا اس کا آرڈر آگیا تھا اور وہ چہرہ جھکا کر دستگیر کے ساتھ کھانا کھانے میں مصروف تھا عائشہ کا رنگ زرد پڑا ہوا تھا دل شہیر کی کہی گئی باتوں سے سستی سے ڈھڑک رہا تھا اس کا ہر چیز سے دل اچاٹ ہوگیا تھا وہ اب بے دلی سے بیٹھ کر کھانا کھا رہی تھی۔جیا بھی خاموش تھی۔اس نے عائشہ سے کوئی سوال نہ کیا یا شاید اس نے عائشہ پہ توجہ ہی نہیں دی تھی۔اس کے پاس اپنے دکھ بہت تھے جس بھی مرد میں وہ

دلچسپی لینے لگتی تھی اس کے نکھرے شروع ہو جاتے تھے جیا نے دستگیر کو جب کھانے پہ ہاتھ صاف کرتے دیکھا تو جل کر سوچا تھا۔

جیا وغیرہ کے جانے سے پہلے شہیر کلب سے چلا گیا تھا۔ یہ پہلی بار ہوا تھا کہ شہیر کے جانے پہ عائشہ مطمئن نہیں ہوئی وہ اس کے خاموشی سے جانے پہ اور پریشان ہو گئی۔ شہیر نے جاتے وقت بھی اس پہ نظر تک نہیں ڈالی تھی۔

______&&&&&______

رات شہر پہ مکمل گہری ہونے لگی تھی وہ بھی جیا کے ساتھ گھر واپس آگئی تھی

جب وہ اپنے کمرے میں پہنچی تو ارمان وہیں موجود تھا۔ وہ بیڈ پہ نیم دراز ہو کر سینے پہ لیپ ٹاپ رکھے اس پہ انگلیاں چلا رہا تھا۔ جب اس نے عائشہ کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تو مسکرا دیا۔ عائشہ بھی پھیکا سا مسکرا کر بیڈ پہ کلچ رکھ کر ڈریسنگ کے سامنے رکھے کاؤچ پہ بیٹھ گئی اور جیولری اتارنے لگی۔ ارمان نے لیپ ٹاپ بند کر کے ایک طرف رکھ دیا تھا۔ کروٹ موڑ کر وہ عائشہ کا عکس شیشے میں دیکھنے لگا۔ عائشہ جانتی تھی کہ وہ اسے ہی دیکھ رہا ہے پر پھر بھی وہ نظریں نہیں ملا رہی تھی اندر ہی اندر اس کے وجود میں ایک جنگ چھڑی تھی وہ اس شش و پنج میں تھی کہ شہیر والا قصہ وہ ارمان کو بتا دے یا رہنے دے۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ غائب دماغی سے اپنے بندے اتار رہی تھی جب اسے ارمان کی آواز نے چونکنے پہ مجبور کیا

"عائشہ۔؟" اس کی پکار پہ عائشہ نے شیشے میں بنے ارمان کے عکس کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"جی" وہ دھیرے سے بولی

"میں چاہتاہوں کہ آپ کل پھر ایسے ہی تیار ہوں" وہ بولتے ہوئے بیڈ پہ سیدھا ہوا اور پھر بیڈ سے اتر کر عائشہ کی طرف بڑھنے لگا ارمان اس کی پشت پہ آر کا تھا اس نے عائشہ کے کاندھوں پہ ہاتھ رکھے

"میں آپ کو کل ساحل سمندر پہ لے کر جاؤں گا" عائشہ کاندھوں پہ دھرے اس کے ہاتھوں کی تپش اس شدت سے محسوس کر رہی تھی کہ وہ نظریں جھکا کر بیٹھ گئی ارمان کی نظریں ہمیشہ کی طرح اس کو اپنے حصار میں لے کر بے چین کر رہی تھیں۔

"چلیں گی نا؟" جب عائشہ نے کچھ دیر کوئی جواب نہ دیا تو ارمان نے پوچھا۔ عائشہ نے نظریں اٹھا کر ارمان کی نگاہوں میں سر اٹھاتے محبت کے خوابوں کو دیکھا تو وہ انکار نہ کر سکی اور عائشہ انکار کرتی بھی تو کس جواز پہ کرتی یہ کہتی کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو یہ بہانہ وہ شادی کے بعد سے ہی کر رہی تھی اب تو اسے یہ کہتے ہوئی بھی شرم آتی تھی

"جی ٹھیک ہے" عائشہ کے جواب پہ ارمان دل سے مسکرا دیا اس نے عائشہ کے کاندھوں پہ دباؤ دیا

"میری بہت اچھی بیوی" وہ کہہ کر بیڈ پہ جا لیٹا تھا اور عائشہ ہلنا تک بھول گئی تھی یہ الفاظ کہتے جو ارمان کے لہجے میں رسان و محبت تھی اس نے عائشہ کو شرم سے مر جانے پہ مجبور کر دیا تھا وہ اس شخص کو دھوکا دے رہی ہے جو اس کے لیے دن بدن پاگل ہوتا جا رہا ہے جو اس کا ہر طرح سے خیال رکھ رہا ہے۔ عائشہ میں اٹھنے تک کی ہمت باقی نہیں رہی تھی وہ بہت مشکل سے اپنے وجود کو گھسیٹ کر واش روم میں گئی تھی۔ واش روم میں لگے شیشے میں جب اس نے اپنا چہرہ دیکھا تو اسے وہ مکروہ دکھائی دیا اسے خود سے نفرت محسوس ہوئی تھی اور خود سے زیادہ شہیر سے۔۔۔۔

__________&&&&&&______

exponovels

اگلا دن شہر پہ بوجھل اترا تھا۔ارمان نے آج آفس سے چھٹی کی تھی وہ دیر سے اٹھا تھا جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو عائشہ تیار ہو کر صوفے پہ بیٹھی تھی۔

"آپ نے ناشتہ کر لیا۔؟"وہ خمار آلود آنکھوں کو مسلتے بیڈ کراؤن سے کمر ٹکا کر بیٹھ گیا عائشہ نے سر نہ میں ہلایا

"پر کیوں۔؟"ارمان کو جھٹکا لگا

"آج آپ گھر تھے اس لیے میں نے سوچا۔۔۔"اس نے اپنی بات کچھ ہچکچاتے ادھوری چھوڑ دی تھی اور یہ ادھوری بات ادھوری ہو کر بھی ارمان کے سامنے بہت کچھ بیان کر گئی تھی ارمان کو سمجھ نہ آئی کہ وہ خوش ہو یا شرمندہ عائشہ اس کی وجہ سے اتنی دیر بھوکی بیٹھی تھی

"اف"اس نے اپنا سر پیٹ لیا پھر وہ معذرت کرتا جلدی سے کھڑا ہوا اور فریش ہو کر عائشہ کے ساتھ ڈائننگ میں آگیا۔ماں اور جیا شاید ناشتہ کر چکی تھیں اس لیے ان دونوں نے ہی بیٹھ کر ناشتہ کیا پھر ارمان تیار ہو کر کسی کام سے باہر چلا گیا جب وہ گھر واپس آیا تو اس وقت عصر باسی ہو رہی تھی سورج زرد مائل سرخ ہو کر پہاڑوں میں جا چھپنے کو تھا۔ اس نے کال کر کے عائشہ کو کہہ دیا تھا کہ وہ تیار رہے وہ اب آ کر اسے سمندر پہ لے جائے گا اور عائشہ اس کے آنے سے پہلے تیار ہو گئی تھی۔

ارمان آج بھی اسے دیکھتا ہی رہ گیا تھا ارمان کو انداز کرنے میں مشکل ہو رہی تھی کہ عائشہ آج زیادہ خوبصورت لگ رہی ہے یا کل لگ رہی تھی جبکہ اس نے لباس اور میک اپ بالکل کل جیسا ہی کر رکھا تھا۔

exponovels

"آپ کی خوبصورتی ہر بار مجھے حیران کر دیتی ہے مجھ سے میرے سارے الفاظ چھین لیتی ہے ایسے لگتا ہے جیسے میرے پاس آپ کی تعریف کرنے کو کچھ بھی نہیں بچا" جب وہ لوگ سمندر کے ساحل پہ کھڑے چھوٹی لہروں کے بوسے اپنے قدموں پہ محسوس کر رہے تھے تب ارمان نے یہ کہا تھا۔ وہ دونوں ہی ننگے پاؤں گیلی ریت پہ کھڑے تھے سورج ڈوب چکا تھا اطراف میں اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ عائشہ کا فراک نیچے سے گیلا ہو گیا تھا وہ ارمان کی اس اچانک تعریف پہ سمیٹ گئی ارمان نے دھیرے سے قریب کھڑی لڑکی کا ہاتھ پکڑا

"آئسکریم کھائیں گی۔؟" اس نے سوال کیا عائشہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا وہ ابھی کچھ بھی کہتی کہ ارمان بولنے لگا

"میں جانتا ہوں یہ موسم آئسکریم والا نہیں ہے پر کیا کروں میرا دل کر رہا ہے کہ میں آپ کے ناک پہ آئسکریم لگاؤں" وہ شرارت سے گویا ہوا تو عائشہ جھینپ گئی اور ارمان اس کے شرما جانے پہ ہنس دیا

"میں ابھی آئسکریم لاتا ہوں" اس نے عائشہ کا ہاتھ چھوڑا اور کچھ دور کھڑے آئسکریم والے کی جانب بڑھ گیا وہ جا ہی رہا تھا کہ اسے ایک عجیب سا احساس ہوا جیسے کوئی اس دیکھ رہا ہے ارمان نے رک کر عائشہ کو گردن ترچھی کر کے دیکھا پر وہ سامنے اٹھتی لہروں کو دیکھ رہی تھی پھر اس نے اطراف میں دیکھا وہاں دو چار لوگ ہی موجود تھے جو اپنے موبائلوں میں مصروف تھے پر پھر بھی اسے کچھ کھٹک رہا تھا خیر وہ پھر بھی آئسکریم والی کی جانب آ گیا۔

)ایک گاڑی ساحل سمندر سے دور سڑک پہ رکی جس میں سے چھیر اور دستگیر باہر آئے ان کا رخ سمندر کی جانب تھا(

exponovels

جب وہ اس کے قریب پہنچا تو ارمان کو لگا جیسے کوئی بالکل اس کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا ہے وہ پلٹا تو اس کے پیچھے تین چار لڑکے کھڑے تھے جو دیکھتے ہی دیکھتے لڑنے لگے اور اس لڑائی کے شروع ہوتے ہی ارد گرد کے جتنے بھی لوگ تھے وہ گروہ کی صورت وہاں جمع ہو گئے۔ وہاں اچانک ہی انتشار ش ہو گیا تھا کہ ارمان عائشہ کو دیکھ نہیں پا رہا تھا)عائشہ ویسے ہی سمندر کی جانب رخ کیے کھڑی تھی اسے احساس ہی نہ ہوا کہ اس کے عین پیچھے شہیر آرکا ہے وہ تب دھک سے رہ گئی جب اسے اپنے کان کے پاس گرم سانسوں کی تپش محسوس ہوئی وہ بالکل اس کے کان کے پاس اپنے لب مس کرتا بولا "عائش۔۔۔۔۔!" عائشہ پتھر کی بن گئی وہ پلٹتی کہ اس نے شہیر کو کہتے سنا "میں تمہیں لینے آگیا ہوں" اسے لگا جیسے موت کے فرشتے نے اس کے کان میں صور پھونکی ہے اس کے بعد عائشہ کے ناک پہ شہیر نے ہاتھ رکھا اور عائشہ کسمسائی پر اس کا دماغ اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا وہ اپنا توازن کھو کر شہیر کی بانہوں میں جھول گئی تھی(

ارمان کے اندر خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی اسے لگا جیسے یہ سب کچھ جان بوجھ کر کوئی کروا رہا ہے اس خیال کے آتے ہی تیزی سے اس رش کو چیرتے ہوئے عائشہ کی طرف جانے لگا اسے شاید پانچ منٹ لگے ہوں گے اس رش سے نکلنے میں جب وہ رش سے نکل کر آیا اور سامنے نظریں دوڑائیں تو وہاں عائشہ موجود نہ تھی۔ عائشہ کے قدموں کے نشان بھی سمندر کی لہروں نے مٹا دیے تھے۔ ارمان کو لگا جسے اس پہ آسمان آ گرا ہو اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا اس نے گردن ترچھی کر کے اس لڑائی کو دیکھا جو اب اچانک سے ختم ہو گئی تھی لوگ وہاں سے چلے گئے تھے ارمان اس ساحل سمندر پہ اکیلا رہ گیا تھا اس کے ارد گرد اب بس لہروں شور اور اندھیرا تھا۔

exponovels

_____&&&&&_____

وہ ریت پہ کھڑا پتھر بن گیا تھا۔اس نے والہانہ بھاگ کر عائشہ کو ڈھونڈنا شروع کیا۔سمندر پہ وہ اب بالکل تنہا رہ گیا تھا ارد گرد کے لوگ بھی جا چکے تھے اسے پہلی بار تنہائی سے خوف آیا تھا۔اس نے جب ہر طرف بھاگ دوڑ کر عائشہ کو دیکھ لیا تو وہ ایک جگہ رک گیا۔ارمان کا سانس پھول رہا تھا پیٹ میں بل پڑنے لگے تھے اس نے تھکن سے گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے اور جھک کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔اس کے سانس کی ڈور ابھی اسکے ہاتھ میں بھی نہ آئی تھی کہ اس کا موبائل تھرتھرایا۔

"ہی۔۔۔ہیلو۔۔۔؟"ارمان سے بامشکل بولا گیا تھا۔سانس ویسے ہی اکھڑ رہے تھے فون پہ دوسری طرف جیا رو رہی تھی وہ کہہ رہی تھی

"بھا۔۔۔بھائی۔۔۔آپ۔۔۔آپ کہاں ہیں۔؟"جیا کے رونے سے اس کا ماتھا ٹھنکا۔

"کیا ہوا جیا۔؟"جیا اس کے سوال پہ اور شدت سے رونے لگی

"بھائی ممی کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے وہ بس مجھے دیکھ رہی ہیں نہ بات کر رہی ہے نا ہی میرا ہاتھ پکڑ رہی ہیں بھائی مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے"وہ اپنی ممی کے ساکت وجود کو ہلا ہلا کر روتی ہوئی کہہ رہی تھی اور ساحل پہ کھڑے لڑکے کو سمجھ نہ آئی وہ اب پہلے کس کے پاس جائے۔۔۔ماں کے پاس جائے یا عائشہ کو ڈھونڈے۔؟

_____&&&&_____

exponovels

یہ وہی بیسمنٹ ہے جہاں بہرام کو باندھا گیا تھا اس بیسمنٹ میں نیم اندھیرا بکھرا تھا اور اس تیرگی کو بہرام کی آواز چیر رہی تھی۔اس کے الفاظ دیواروں سے ٹکرا کر بازگشت کر رہے تھے۔

"مجھے۔۔۔۔مجھے یہاں سے باہر نکالو" وہ پچھلے دو دنوں سے ایسے ہی چیخ رہا تھا جب بھی دستگیر اس کے سامنے آکر کہتا کہ کیا وہ اپنے مالک کا نام بتانے کو تیار ہے تو وہ خاموش ہو جاتا لیکن آج اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔اس نے چیخ چیخ کر پورے بیسمنٹ کو سر پہ اٹھا رکھا تھا بے خوابی اور مسلسل گرتے پانی نے اس کا حشر بگاڑ دیا تھا اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے سر میں زخم ہو گئے ہیں۔وہ جھنجھلا بھی نہیں پا رہا تھا نیند نہ پوری ہونے کی وجہ سے وہ بالکل ناتواں اور لاغر ہو گیا تھا

"مجھے یہاں سے باہر نکلنا ہے" اس نے جب قدموں کی چاپ سنی تو بے ساختہ بولا۔اس نیم تاریکی میں دیکھتے ہی دیکھتے دو نفوس ظاہر ہوئے جن میں سے پہلا شہیر ملک کا تھا

"تم نے فیصلہ کر لیا۔؟" وہ مدعے پہ آیا

"ہاں میں سب کچھ سچ بتا دوں گا تمہیں" وہ رو دینے کو ہو رہا تھا شہیر نے اس پہ محظوظ نظر ڈالی

"تو تم اپنی وفا بیچنے کو تیار ہو گئے" اس نے بھرپور طنز کیا اور اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔دستگیر اس سے دو قدموں کے فاصلے پہ رک چکا تھا اس نے موبائل نکال لیا تھا وہ اس ثبوت کو فوری ریکارڈ کرنا چاہتا تھا۔ویسے تو جزا اور سزا کا اختیار شہیر ملک کو ہی تھا پر پھر بھی دستگیر اب کوئی غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

exponovels

"میں نے ہی تمہارے ماں باپ کا قتل کیا تھااور زویا کو بھی میں نے ہی کڈنیپ کیا تھا" وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ سے کہنے لگا شہیر کے اندر ہی اندر وہ پرانے زخم پھر سے تازہ ہونے لگے۔

"میں ہی ہوں جس نے تمہارے رشتے اور سب کچھ تم سے چھین لیا تھا ریاض کو بھی میں نے ہی ٹریپ کیا تھااور وہ میرے جال میں پھنس بھی گیا" شہیر نے ضبط سے مٹھی بند کی اس کی انگلیوں کے چٹخنے کی آواز بہرام کو سنائی دے گی تھی وہ ایک لمحے کو رکا اور اسی لمحے شہیر نے پوری قوت سے اس کے منہ پہ مکا رسید کیا اس کے منہ سے خون کا فوارہ نکال تھا ایک دانت بھی اڑتا ہوا باہر جا گرتھا

"تمہیں یہ سب کرنے کا کس نے کہا تھا۔؟" شہیر نے بہرام کا منہ دبوچا وہ کراہ رہا تھا پر شہیر کا تغافل اس وقت اس عروج پہ تھا کہ اس کے اندر کا سارا احساس اور انسانیت دم توڑ گئی تھی وہ بپھرے ہوئے شہیر کی طرح اسے دیکھ رہا تھا

"مجھے یہ سب۔۔۔۔" بہرام سے بدقت بولا جا رہا تھا وہ گہرے گہرے سانس لیتا ہوا رک رک کر بول رہا تھا" مجھے یہ سب ارمان۔۔۔۔ارمان کی ممی نے کرنے کا کہا تھا انہیں ڈر تھا کہ ان کا شوہر اپنی ساری پراپرٹی اپنے چھوٹے بھائی یعنی تمہارے ڈیڈ کے نام کر دیں گے اس لیے انہوں نے اپنے شوہر کو مروانا کے لیے مجھے ہائر کیا پر اس دن اس گاڑی میں تمہارے ممی ڈیڈ بھی تھے اور وہ بھی ان کے ساتھ ہی" شہیر سے مزید نہ سنا گیا۔اس نے اپنے کوٹ کو پیچھے کیا اور وہاں سے گن نکالا کر بہرام کے ماتھے پہ رکھ کر چلادی۔اس بار بہرام چیخ بھی نہ سکا تھا۔دستگیر نے ویڈیو پہلے ہی بند کر دی تھی۔اب جب شہیر نے گولی چلادی تو اسے ویڈیو ریکارڈ کرنا فضول لگا۔

exponovels

"اس کی لاش کسی گٹر میں پھینک دو" شہیر نے تنفر بھری نظر بہرام کے مردہ وجود پہ ڈالی اور بڑے بڑے ڈگ بھرتا وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔۔۔۔

بسیمنٹ میں بکھرا نیم اندھیرا سمٹ کر دستگیر کو خوف سے دیکھ رہا تھا جو بہرام کے ہاتھ پیر کھول رہا تھا

________&&&&&&_______

کمرے کے دروازے کھلے تھے اور کھڑکیوں سے پردے ہٹے تھے وہاں سے ہوا کے جھونکے تیزی سے اندر داخل ہو رہے تھے وہ بیڈ پہ بے ہوش پڑی تھی۔ کمرے کی روشنیاں روشن ہو کر اسے دیکھ رہی تھیں ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔ تبھی اس کمرے میں شہیر داخل ہوا اور عائشہ کے سرہانے آکر کھڑا ہو گیا۔

ابھی کچھ دیر پہلے والے شعلے جو اس کی آنکھوں میں جل رہے تھے اب وہ شانت تھے اور اس نے خود کو شانت ہی رکھنا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اس نے ابھی عائشہ کی بہت ساری باتیں برداشت کرنی ہیں

وہ کرسی کھسکا کر اس کے سرہانے بیٹھ گیا وہ اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے بہت دنوں بعد دیکھا ہو۔ شہیر نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اس کے ماتھے پہ رکھا تو وہ کسمسائی۔۔۔ عائشہ کی پلکیں لرزنے لگی تھیں شہیر نے اس کے ماتھے سے ہاتھ نہ ہٹایا وہ ویسے ہی نرمی سے اس کے ماتھے پہ ہاتھ رکھ کر انگوٹھے اس کا ماتھا سہلا رہا تھا عائشہ نے دھندلائی نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

exponovels

عائشہ کا سر بھاری ہو رہا تھا اسے اپنی آنکھوں پہ بھی بوجھ محسوس ہو رہا تھا اس نے اپنے ڈگمگاتے دماغ کو سنبھال کر شہیر پہ نظریں جمائیں اور ایک خوف کی سرد لہر اس کے اندر پورے وجود میں دوڑ گئی۔اس نے شہیر کے ہاتھ کو بدک کر ماتھے سے ہٹایا اور اس سے دور ہو کر بیٹھ گئی۔

"شہیر۔۔۔۔!"اس نے شہیر سے دور ہو کر ایک نظر جب کمرے پہ ڈالی تو بے بس ہو کر گئی تھی وہ سب کچھ سمجھ گئی تھی

"عائش۔۔۔۔!"وہ کرسی سے اٹھ کر اس کی طرف آنے لگا جو بیڈ سے اتر کر اب دیوار کے کونے سے جا لگی تھی

"میری طرف مت آیئے گا"اس نے وحشت بھری نظروں سے شہیر کے اٹھتے قدموں کو دیکھا

"دیکھو میں نے سارے فاصلے مٹا دیے ہمارے درمیان سے"اس نے قدم روکے نہیں تھے وہ اس کے پاس اس کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔اس کی بات پہ عائشہ نے اسے غم و غصے سے دیکھا

"میں نے واپس جانا ہے"وہ سخت لہجے سے بولی تھی۔شہیر کے ماتھے پہ بل پڑے

"تم جاتی ہو تم اب یہاں سے کہیں نہیں جا سکتیں"وہ بالکل اس کے مقابل آ کھڑا ہوا اس نے عائشہ کو شانوں سے تھاما عائشہ کو اس کے چھونے سے کراہت محسوس ہو رہی تھی

"میں اور تم اب بہت جلد ایک ہو جائیں گے"وہ اسے سینے سے لگا ہی رہا تھا کہ عائشہ نے اس کے ہاتھوں کو جھٹک کر اسے دھکا دیا

exponovels

"مجھے آپ سے نفرت ہے اور میں واپس جاؤں گی ابھی اور اسی وقت" وہ کہہ کر جانے بھی لگی کہ شہیر نے اس کی کلائی تھامی

"میں نے کہا ہے تمہیں کہ تم نہیں جاؤ گی" اس کی کلائی پہ شہیر کی گرفت مضبوط تھی وہ خود اس کے سامنے آ گیا تھا چہرہ اور لہجہ سپاٹ تھا

"میں آپ کو واپس جا کر دکھاؤں گی" عائشہ اپنی کلائی چھڑانے کی سعی کر رہی تھی۔ شہیر نے گہرا سانس لیا اپنے غصے کو قابو میں کیا

"میں تمہیں اب خود سے دور نہیں جانے دوں گا تم بہت جلد ارمان سے طلاق لو گی "

"میں خود کو ختم کر لوں گی" شہیر نے سرد مہری سے اسے دیکھا جو اشتعال سے بولی تھی

"تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گی" شہیر نے اعتماد سے کہا عائشہ کی بھنویں تن گئیں

"پھر آج آپ کی یہ غلط فہمی بھی میں دور کر دوں گی چھوڑیں میرا ہاتھ" شہیر نے اس کے کہتے ہی اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ تیزی سے داخلی دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ پیچھے سے شہیر کے الفاظ نے اس کو برف کا پتلا بنا دیا۔

"تم یہ تو نہیں چاہو گی کہ اسی وقت تمہارے ابو کا ایکسڈینٹ ہو جائے تمہارے بھائی کو کوئی گولی مار جائے اور تمہارے گھر میں آگ لگ جائے" عائشہ کا دماغ بھک سے اڑ گیا وہ صدمے سے پلٹ بھی نہ سکی جہاں تھی وہیں ٹھہر گئی۔ شہیر قدم قدم چلتا اس کے سامنے ایک بار پھر آ گیا تھا اس نے عائشہ کے ہاتھ پکڑے

exponovels

"بتاؤ تم چاہتی ہو میں یہ سب کروں۔؟" اس کا لہجہ نرم ہو گیا تھا اور عائشہ سانس لینا تک بھول گئی تھی اسے یقین نہیں آرہا تھا کے اس کے سامنے شہیر ہی کھڑا ہے جو کہتا تھا کہ اسے عائشہ سے محبت ہے

"آپ ایسا نہیں کر سکتے" وہ دم توڑتے یقین سے گویا ہوئی

"میں اپنی محبت پانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں میرے آدمی تمہارے گھر والوں کو فولو کر رہے ہیں میرے ایک اشارے پہ ان پہ قیامت آجائے گی" اس نے عائشہ کا ہاتھ چھوڑا اور اسے اپنے سینے سے لگا کر بولا

"پر میں ایسا نہیں ہونے دوں گا لیکن اس صورت میں جب تم خود کو ایک خراش تک نہیں پہنچاؤ گی" اس نے عائشہ کو اپنے سینے سے جدا کیا اور تھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر کیا

"اس لیے میری بات مان جاؤ میں ابھی جا رہا ہوں کچھ دیر میں واپس آجاؤں گا اپنا خیال رکھنا" وہ کمرے سے نکلتا ہوا پلٹا "اور اس بات کا دھیان رکھنا کہ تمہیں میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں اور تمہارے ہاتھ میں ہی تمہارے گھر والوں کی زندگیاں ہیں" اس کے لہجے میں کچھ بھی نہ تھا بس سفاکی تھی

شہیر کہہ کر کمرے سے نکل گیا تھا اور پیچھے کھڑی عائشہ کو اپنے گرد ہر چیز گھومتی ہوئی دکھائی دینے لگی وہ ماؤف ہوتے دماغ سے فرش پہ بیٹھتی چلی گئی۔ اس نے بیٹھ کر خود کو چھپا لینا چاہا وہ اپنے گھٹنوں کے گرد اپنی بانہیں حائل کر کے بیٹھ گئی تھی اسے یہ بھی سمجھ نہیں آرہی تھی روئے یا چیخے یا پھر بھاگنے کی کوشش ہی کر لے۔۔۔۔

وہ اس کے لیے فرار کے سارے رستے کھلے چھوڑ کر گیا تھا پر وہ بھاگنے کا انجام عائشہ کو بتا کر گیا اس لیے فرش پہ بیٹھی لڑکی کے اعصاب شل ہو گئے تھے۔۔۔

exponovels

________&&&&&&_________

ارمان کی گاڑی کے ساتھ ساتھ کالی رات بھی چل رہی تھی جیا پچھلی سیٹ پہ بیٹھی ماں کو تھپک کر رو رہی تھی۔

ماں سب کو دیکھ تو رہی تھیں پر نہ بول رہی تھیں اور نہ ہی ہل پا رہی تھیں ارمان نے گاڑی کی اسپیڈ تیز کی ہوئی تھی

جب وہ لوگ ہسپتال پہنچے تو ماں کو فوری ایمرجینسی میں لے جایا گیا ڈاکٹرز کی ایک قطار تھی تو ارمان ملک کی ماں کو

چیک کرنے کھڑی تھی۔

جیا اور ارمان باہر پریشانی سے کھڑے تھے جیا ابھی بھی رو رہی تھی ارمان نے دھیرے سے اسے اپنے سینے سے لگایا

"جیا روتے نہیں" اس نے اس کی پیشانی چوم کر کہا۔ جیا نے بلکتے ہوئے جواب دیا

"بھائی میں ممی کے بغیر نہیں رہ سکتی وہ ٹھیک تو ہو جائیں گی نا۔؟" وہ ارمان سے کوئی امید یا دلاسہ چاہتی تھی۔ ارمان کو

اپنا جسم برف بنتا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے لگا جیسے اس کی ساری حسیات آج ختم ہو گئی ہیں اسے اپنے اندر کچھ بھی محسوس

نہیں ہو رہا تھا دل بھی یوں لگتا تھا جیسے کوئی پتھر سینے سے ٹکرا رہا ہو۔

"کیا ہم بابا کے بغیر نہیں رہے۔؟" جیا نے اسے صدمے سے دیکھا ارمان کا چہرہ سپاٹ تھا وہ ماں کی حالت دیکھ چکا تھا

ارمان کی ایک عادت جو جیا کو بری لگتی تھی وہ یہ تھی کہ وہ سب کو ہر طرح سے تیار کرتا تھا اچھے انجام کے ساتھ برے

پہلو کو بھی دکھاتا تھا جیا اس کی اس بات پہ چڑ جاتی تھی وہ کہتی تھی کہ

"ہمیشہ اچھا سوچنا چاہیے بھائی پھر اچھا ہی ہوتا ہے" ارمان سر نہ میں ہلا کر اسے نرمی سے کہتا

"میری جان اگر تمہیں تیرنا نہیں آتا اور تم اچھے گمان کے ساتھ سمندر میں کود جاؤ گی تو بچو گی نہیں سمندر تمہیں خود سنگ لے جائے گا انسان کو ہر اس چیز کے بار میں سوچنا چاہیے جو ہونا ممکن ہے اچھا سوچو پر یہ بھی خود کو بار بار یاد کرواتے رہو کہ اگر کچھ برا ہو گیا تو ہم نے کیا کرنا ہے ایسے پریشانی کا حل نکل آتا ہے اور پریشانی تک پہنچنے سے پہلے ہی ہمارے پاس اس سے لڑنے کی ہمت آ جاتی ہے تم اچھا سوچتی رہی اور برا ہو گیا تو تم ٹوٹ جاؤ گی اور لڑ نہیں سکو گی" جیا کو اس کی یہ بات کبھی سمجھ نہیں آئی تھی کیونکہ وہ اتنی میچور نہیں تھی

"بھائی آپ ایسے نہ کہیں میں مر جاؤں گی می کے بغیر" ارمان اس کا سر سہلانے لگا

"کوئی مرنے والے کے لیے نہیں مرتا اسے زیادہ رہنے والوں کے لیے زندہ رہنا پڑتا ہے اللہ نے رشتے اسی لیے بنائے ہیں تاکہ انسان ان میں الجھ جائے پہلے ہمیں لگتا ہے کہ ہم ماں باپ کے بغیر مر جائیں گے پر ان کے گزر جانے سے پہلے ہم اپنے ہمسفر کے ساتھ خوش رہنے لگتے ہیں اور ماں باپ کے جانے پہ دکھی ضرور ہوتے ہیں لیکن ہمسفر کے لیے زندہ رہنا چاہتے ہیں پھر ہمسفر کے بعد ہمیں اولاد سے اتنی محبت ہو جاتی ہے یوں لگتا ہے کہ ہم ان کے بغیر نہیں رہ سکیں گے پر ہم پھر بھی زندہ بچ جاتے ہیں کیونکہ ہمارے سامنے اس وقت اولاد کی اولاد ہوتی ہے جن میں ہماری جان بستی ہے" وہ بہت دھیرے دھیرے سے اسے سچائی بتا رہا تھا۔ جیا جھنجھلا گئی

"نہیں میری می کو کچھ بھی نہیں ہوگا میں انہیں کچھ بھی نہیں ہونے دوں گی" اس نے ایک جھٹکے سے خود کو ارمان سے دور کیا اور آنکھیں رگڑ کر بولی ارمان نے اسے انہیں سرد نظروں سے دیکھا

exponovels

"میں اور تم دعا کریں گے جیا انہیں کچھ نہ ہو" جیا کی آنکھیں ایک بار پھر ڈبڈبا گئیں وہ ارمان کی طرح زندگی کو ہر پہلو سے نہیں دیکھنا چاہتی تھی وہ خوش گمان رہنا چاہتی تھی۔ارمان نے اس کی بھیگی پلکیں دیکھیں تو انہیں صاف کر تا وہ ڈاکٹرز کے آنے کا انتظار کرنے لگا جب اس نے جیا کی طرف سے چہرہ موڑا تو اس کی آنکھوں میں بھی نمی ظاہر ہونے لگی تھی اس کی آنکھوں میں پانی ٹھہر گیا تھا پر وہ ہمت کر کے کھڑا تھا۔رات باہر ہسپتال کی عمارت پہ ٹھہر گئی تھی اس رات میں بہت پر اسرائیت تھی۔۔۔

______&&&&&&________

شہیر ملک کے بنگلے کے لاؤنج میں زویا صوفے پہ بیٹھی کان سے فون لگا کر کسی سے بات کر رہی تھی

"میں ٹھیک ہوں لائم بس ویسے ہی پاکستان آگئی تھی" دوسری جانب موجود لڑکا ماننے کو تیار ہی نہ تھا

"تم بتا کر بھی آسکتی تھیں ایسے اچانک ہی کیوں" وہ ایسا ہی تھا نہ ماننے والا ضدی سا۔۔۔۔زویا کے لیے کچھ زیادہ ہی زویا اس سے دور دور رہتی تھی اگر لائم اس کا بزنس پارٹنر نہ ہوتا تو وہ اسے کبھی منہ نہ لگاتی بس یہ اس کی مجبوری تھی جو لائم کو وہ جھیل رہی تھی جو اس کے پیچھے نہا دھو کر پڑ گیا تھا۔

"تمہیں سمجھ کیوں نہیں آرہی کہ میں ٹھیک ہوں اور خوش ہوں" وہ جھڑک کر بولی۔دوسری جانب موجود مغربی نقوش گوری رنگت اسمارٹ اور شہد رنگ آنکھوں والا لڑکا گڑبڑا گیا

"اچھا ٹھیک ہے تم غصہ مت کرو میں تم سے ملنے آؤں گا بہت جلد" زویا کا دل کیا وہ الناسر پیٹ لے

"کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں آنے کی "

"ایک دو ہفتے سے پہلے ہی میری فلائٹ ہو جائے گی پاکستان کی" لائم نے یوں جواب دیا جیسے اس نے زویا کو سنا ہی نہیں زویا مزید تپ گئی وہ ابھی کچھ کہتی کہ اس نے شہیر کو گھر میں داخل ہوتے دیکھا اور اس نے لائم کو بائے کہنا بھی ضروری نہیں سمجھا اور کال کاٹ دی

"کہاں تھے تم۔؟" وہ فون صوفے پہ رکھ کر کھڑی ہو گئی ننگے پیر فرش پہ جما کر وہ شہیر کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

شہیر جو زینوں کی طرف بڑھ رہا تھا اس کے سوال پہ رک گیا

"فارم ہاؤس گیا تھا" زویا کا ماتھا ٹھنکا

"سب ٹھیک ہے نا۔؟" زویا نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا شہیر کے سپاٹ چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا بس آنکھوں میں ایک سفاکی تھی۔

"ڈیڈ اور ممی کی قاتلہ ارمان کی ماں ہے" زویا کا دل دھک سے رہ گیا۔اسے اندازہ تھا کہ قاتل انہیں کے گھر سے کوئی ہے پر ماں۔۔۔۔! شہیر ابھی بھی بول رہا تھا

"انہیں ڈر تھا کہ بڑے پاپا ڈیڈ کے نام سب کچھ نہ کر دیں اس لیے انہوں نے اپنے بچوں کے حق کے لیے اپنے شوہر کو مروا دیا بد قسمتی سے اس دن ڈیڈ اور ممی بھی انہیں کے ساتھ گاڑی میں تھے اور وہ بھی انہی کے ساتھ۔۔۔۔"

شہیر کا گلا رندھ گیا تھا وہ رونا نہیں چاہتا تھا اس نے آنسوؤں کا غول نگلا اور گہرا سانس لے کر بولا

"میں اب انہیں نہیں چھوڑوں گا "

exponovels

"پر تم کیا کرو گے اب۔؟"زویا کی نظریں شہیر پہ ہی جمی تھیں وہ ان آنکھوں میں سر اٹھاتے شعلوں کو دیکھ سکتی تھی

"جان کا بدلہ جان بر بادی کا بدلہ بر بادی" وہ کہہ کر بڑے بڑے ڈگ بھرتا زینے چھڑ کر اوپر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

زویا اپنا سر پکڑ کر صوفے پہ بیٹھ گئی وہ نہیں چاہتی تھی اب شہیر اس سب میں پڑ کر اپنی زندگی اور مشکل کرے ابھی تو وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ شہیر بہرام کو مار چکا ہے اور عائشہ اس کے قبضے میں ہے۔ جس کی اطلاع وہ ارمان کو ابھی کچھ دیر میں دے گا۔

________&&&&&&&________

ڈاکٹرز نے ماں کا اچھی طرح چیک اپ کر لیا تھا جو کچھ وہ کر سکتے تھے انہوں نے وہ سب کر لیا تھا پر ماں کی حالت ویسی ہی تھی اس لیے انہیں فلحال ایمر جنسی میں ہی رکھا گیا تھا۔ جیا بہت دیر سے رو رہی تھی اس کی خود کی حالت بھی اب خراب ہونے لگی تو ارمان نے اسے بہت سمجھا بجھا کر گھر بھیج دیا اس وقت انہیں یہ یاد ہی نہیں تھا کہ ان کے گھر میں ایک عائشہ بھی تھی جو لا پتہ ہے جیا نے ارمان سے عائشہ کے متعلق کوئی سوال نہ کیا تھا وہ اس حالت میں ہی نہیں تھی کہ کوئی سوال کر سکے

جن کی مائیں بسترِ مرگ پہ اپنی آخری سانسیں لے رہی ہوں ان کا دنیا سے مطلب بالکل ختم ہو جاتا ہے وہ اپنے سامنے جب پالنے والی کو مرتے دیکھتے ہیں تو ان کی روح شل اور اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں ماں باپ کی موت اولاد کو وقت سے پہلے بوڑھا کر دیتی ہیں

exponovels

ارمان ماں کے سرہانے بیٹھا تھا اس کی آنکھیں ابھی بھی نم تھیں ماں کو ابھی ہوش آیا تھا پہلے وہ دوائیوں کے زیرِاثر نیم غنودگی میں تھیں پر اب وہ پوری توجہ سے ارمان کو دیکھ رہی تھیں۔ جس کے ہاتھ میں پکڑے موبائل پہ میسج ٹون بجی اس نے موبائل سامنے کیا اور اس کے دل پہ کسی نے گھونسا دے مارا جبکہ وہ اس سب کے لیے بھی تیار تھا پر پھر بھی اسے دکھ ہوا۔

"ماں۔۔۔۔!"اس نے بھرائی ہوئی آواز میں ماں کو پکارا ماں کی یکا یک آنکھیں بھیگ گئیں ان کا ارمان کبھی رویا نہیں تھا پر وہ آج رو رہا تھا۔ ماں بولنا چاہتی تھیں اسے اپنے سینے سے لگانا چاہتی تھیں پر وہ بے بس تھیں ارمان ان کی بے بسی محسوس کر سکتا تھا وہ بھیگی پلکوں سے بول رہا تھا

"ماں عائشہ کو شہر اٹھا کر لے گیا ہے"اس نے ابھی جو میسج اپنے موبائل پہ موصول کیا تھا وہ پڑھ کر وہ ماں کو سنا رہا تھا

"ماں شہیر کہہ رہا ہے کہ میں اس کے اور عائشہ کے درمیان آیا ہوں وہ عائشہ سے بہت پہلے سے محبت کرتا ہے اور ماں آپ نے اسے عائشہ سے دور کر دیا شہیر کہہ رہا ہے کہ وہ سب کچھ جان گیا ہے وہ جان گیا ہے کہ آپ نے ہی زویا کو کڈنیپ کیا تھا اور عائشہ کو شہیر کے خلاف ورغلایا بھی آپ ہی نے تھا اب وہ آپ کو نہیں چھوڑے گا"وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور ماں کا ماتھا چوم کر جب وہ دوبارہ ماں کے سامنے بیٹھا تو اس کی آنکھوں میں نمی تو ضرور تھی پر اس کے لبوں پہ جو تھا وہ دیکھ کر ماں کا دل دھنس گیا تھا

"ماں شہیر کتنا بے وقوف ہے نا وہ آپ کو اس سب کا ذمہ دار سمجھ رہا ہے جبکہ یہ سب تو میں نے کیا ہے"اس کے لبوں پہ سرد مسکان تھی اس نے اپنے آنسو صاف کیے

)میرا نام ارمان ملک مار گریٹ ہے میں ہیلن مار گیٹ کا بیٹا ہوں اپنی ماں کا شیری میں اسی ہیلن مار گیٹ کا بیٹا ہوں جو اب اس دنیا میں نہیں ہے اس کی موت کے ذمہ دار میرے ماں اور باپ ہیں جنھوں نے میری اصل ماں کو پل پل اس پہ زندگی تنگ کر کے اسے موت کے منہ میں اتار دیا (

"میں ہی تو وہ ہوں جس نے آپ کو یہ سب کرنے پہ اکسایا پہلے میں نے آپ کے ہاتھوں سے ڈیڈ کو قتل کروایا پر میں شہیر کے ممی ڈیڈ کو نہیں مارنا چاہتا تھا بس اس دن ان کی قسمت خراب تھی جو ڈیڈ کے ساتھ گاڑی میں موجود تھے میرے پاس وہ آخری موقع تھا اس لیے میں نے اسے ہاتھ سے نہ جانے دیا" اس کے چہرے پہ شہیر کے ممی اور ڈیڈ کے بارے میں بات کرتے افسوس ضرور تھا پر اس کی آنکھوں میں نمی کے ساتھ وہ نفرت بھی تھی جو اس کے دل میں اپنی ماں اور ڈیڈ کے لیے تھی۔

"میں ملک کو بھی اپنا باپ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ وہ ایک گھٹیا انسان تھا اس نے میری اصل ماں سے چھپ کر شادی کی اس سے بچے پیدا کیے اور انہیں اپنا اور آپ کا نام دے دیا میں یہ سب بچپن سے جانتا تھا میں اس وقت بھی بہت رویا تھا جب میری ماں ملک سے اپنا حق مانگ رہی تھی اور اس شخص نے اور آپ نے انہیں دھکے دے کر نکال دیا تھا میں اپنی ممی کے لیے اس وقت بھی لڑ سکتا تھا پر انہوں نے مجھے اپنی جان کی قسم دی تھی تاکہ میں خاموش رہوں اور میرے خاموش رہنے سے میرا سب کچھ مجھ سے چھن گیا "

)جس دن میرے نام نہاد باپ نے میری ممی کو گھر سے نکالا تھا میں نے سوچ لیا تھا کہ میں ایک دن اپنی ممی کو واپس ضرور لاؤں گا پر میرے اس لائق ہونے سے پہلے ہی میری ممی اس دنیا کو چھوڑ کر چلی گئیں اور تب میں نے ان کو قبر

exponovels

میں اتارتے یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں کسی کو بھی کبھی معاف نہیں کروں گا اور اس کے بعد سے میں اچھا بن کر خود اس کھیل میں پیچھے رہا اور اپنی ماں سے سب کچھ کرواتا چلا گیا میں نے انہیں موت دکھا کر بخار پہ راضی کیا ان کے سامنے بے بس ہو کر کہتا رہا کہ ڈیڈ سب کچھ اپنے بھائی کے نام کر رہے ہیں وہ اپنے بزنس کے شئیر زاپنے بھائی کو دے رہیں میں نے اپنی ماں کو وہ دکھایا جس سے یہ وہ ڈرتی تھیں غربت اور مفلسی کی زندگی)

اس نے اپنی آنکھوں سے وہ ہلکی سی نمی بھی صاف کی جو پلکوں پہ ٹھہری تھی پھر وہ ماں پہ جھکا

"بہرام میرا ہی آدمی تھا جسے میں نے آپ کے پاس بھیجا میں نے اسے آپ تک کا راستہ دکھایا اور میں نے ڈیڈ کو آپ کے ہاتھوں سے مروا دیا اس دن میرا آدھا انتقام پورا ہو گیا تھا اور اب نمبر ہے آپ کا آپ بہت پہلے اس دنیا سے جا چکی ہوتیں پر یہ شہیر ہر بار بیچ میں آ جاتا ہے پتہ نہیں شہیر کو مجھ پہ کیسے شک ہوا اور وہ میرے خلاف ثبوت ڈھونڈنے لگ گیا اس کے ہاتھ ثبوت لگ بھی گئے تھے پر پھر اس نے انہیں کھو دیا اور میں نے اس لیے آپ کو زندہ رکھا تاکہ بہرام جب پکڑا جائے تو وہ آپ کا نام لے اور میں بالکل اس معاملے سے بچ جاؤں آپ کے ساتھ شہیر کا شک بھی ختم ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا شہیر بہرام کو پکڑ لے گا اس لیے میں نے اس سے اس کی وفا پہلے ہی خرید لی تھی میں نے اس کی جان کے بدلے اس کے خاندان کی جان بخش دی وہ جانتا تھا اگر اس نے شہیر کے سامنے میرا نام لیا تو میں اس کے پورے خاندان کو مار دوں گا اسی لیے اس نے میری بات مان کر سب کا ذمہ دار آپ کو بنا دیا" وہ سانس لینے کو رکا پھر بولا

"پر میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کو شہیر مارے کیونکہ میرا زیادہ نقصان آپ نے کیا ہے میں آپ کو اپنے ہاتھوں سے مارنا چاہتا تھا آپ کو میں نے اس طرح مارنا تھا کہ مجھ پہ کسی کو رتی برابر بھی شک نہ ہو اس لیے آپ کو کیسے مارنا ہے اس کے لیے مجھے بہت دماغ لڑانا پڑا پھر میں نے ایک ایسے پودے کا سنا جس کی گروتھ ایک زہریلی گیس میں کی جاتی ہے اس کی ہر شاخ میں وہ زہریلی گیس بھری جاتی ہے آپ کو وہ گملہ تو یاد ہی ہو گا جو میں نے آپ کو تحفے میں دیا تھا" اس نے توقف دیا اور ماں کی حیرت سے پھٹی آنکھیں اور زرد پڑتے چہرے کو دیکھنے لگا پھر تلخی سے مسکرا کر اس نے اپنی بات جاری کی

"وہ گملہ ایک خاص گیس کے زیرِ اثر تیار ہوتا تھا جو انتہائی زہریلی ہوتی ہے اس گملے میں لگے پودے کی گروتھ بڑھنے پہ جب آپ اس کی شاخیں کاٹتی تھیں تو وہ زہریلی گیس آپ کے سانس کے ذریعے آپ کے جسم میں داخل ہو کر آپ کے دل اور دماغ کو کھوکھلا کر رہی تھی۔ آپ آہستہ آہستہ موت کے قریب آتیں آج اس بستر تک پہنچ گئیں جہاں آپ اب بس چند گھنٹوں کی مہمان ہیں" ماں کی آنکھیں بھیگ گئیں ان کی آنکھوں میں خوف در آیا تھا

(میں نے ماں کے پیچھے رہ کر پورا کھیل کھیلا اور اب میں شہیر کی نظروں میں بھی دھول جھونک چکا ہوں میں اس کھیل میں جتنی صفائی سے آیا تھا اتنی ہی صفائی سے نکل جاؤں گا اور میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا)

اس نے ماں کی آنکھوں میں خوف دیکھا تو اس نے قہقہہ لگایا

"ارے آپ تو ڈر رہی ہیں" اس نے ماں کے گال کو نرمی سے تھپکا "آپ مت ڈریں آپ کو مرتے وقت بالکل تکلیف نہیں ہو گی" وہ کہہ کر کھڑا ہوا "میں اپنی ممی کے پاس جا رہا ہوں میں ان کی قبر پہ جا کر انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ

exponovels

میں نے آج ان سب سے بدلہ لے لیا جنہوں نے انہیں دکھ دیا تھا اور میرے آنے تک آپ بھی اس دنیا سے جا چکی ہوں گی سیف جرنی ماں" وہ مسکرا کر کہتا ایمر جنسی وارڈ سے نکل گیا۔ماں کی رگوں سے سارا خود نچڑ گیا تھا وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں بول پا رہی تھیں۔۔۔۔۔

____________&&&&&&&&____________

رات کے دوسرے پہر کی تیر گی قبرستان کی قبروں پہ بیٹھی تھی چاروں جانب گہری خاموشی تھی درختوں سے سائیں سائیں کی آوازیں آرہی تھیں۔ارمان کی گاڑی اس قبرستان کے سامنے بنی سڑک کے کنارے رکی وہ گاڑی سے اتر کر قبرستان میں داخل ہو گیا۔اس کا رخ اس قبر کی جانب تھا جس کے اوپر ہولی کراس بنا تھا اور اس ہولی کراس پہ لکھا تھا ہیلن مارگیٹ

وہ ہیلن کی قبر کے سامنے آرکا تھا اس نے اس قبر پہ لکھے نام کو دیکھا

"آج آپ کے شیری نے آپ کی موت کا بدلہ لے لیا ہر اس ظلم کا بدلہ میں نے ان کی جان سے لیا ہے جو ان لوگوں نے آپ پہ کیے تھے ممی آپ کا شیری جیت گیا پر یہ جیت مجھے "اس کا وجود لرزنے لگا تھا اس کی آنکھوں میں نمی ابھر آئی تھی وہ گھٹنوں کے بل بیٹھتا چلا گیا اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا "پر یہ جیت مجھے آپ کو ہار کر ملی ہے ممی میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں آپ کے بغیر رہنا بہت مشکل ہے پر میں اپنی بہن کے لیے زندہ رہوں گا وہ میرے پاس آپ کی آخری نشانی ہے میں اسے ہر طرح کی خوشیاں دوں گا" اس نے بھیگا چہرہ اٹھایا

exponovels

"لیکن میں وہ دن بھی نہیں بھول سکتا جب آپ ہم سے جدا ہوئی تھیں وہ دن میری زندگی کا سب سے برا دن تھا وہ دن سچ میں بہت برا دن تھا" ارمان کے سامنے ماضی کسی فلم کی طرح چلنے لگا جب ان کے بنگلے پہ تڑاتڑ برسات ہو رہی تھی اور ان کے لاؤنج میں سب کو سانپ سونگھا ہوا تھا ارمان اس وقت اٹھارہ کا تھا وہ اپنے کمرے کے دروازے کی اوٹ سے لاؤنج کو دیکھ رہا تھا جہاں ہیلن کھڑی اس کے باپ کو کہہ رہی تھی

"میں آپ کی بیوی ہوں میں اپنی اولاد کے بغیر نہیں رہ سکتی مجھے میری اولاد سے دور نہ کریں" وہ رو رو کر کہہ رہی تھی کالی آنکھوں سفید رنگت والی ہیلن دراز قد اور خوبصورت عورت تھی اس کے تیز بھورے بال جوڑے کی صورت بندھے تھے وہ کالی اسکرٹ اور سفید شرٹ میں ملبوس تھی یہ کپڑے ارمان کے گھر ملازمائیں پہنا کرتی تھیں۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا بکواس کر رہی ہو۔؟" ارمان کی ممی نے ہیلن کو پیچھے سے آکر اپنے سامنے کیا اور دانت کچکچا کر کہا

"میں بکواس نہیں کر رہی یہ بات آپ بھی جانتی ہیں کہ ارمان اور جیا میرے بچے ہیں انہوں نے" اس نے ارمان کے ڈیڈ کی طرف اشارہ کیا" مجھ سے چھپ کر شادی کی اور اب یہ میرے بچے مجھ سے چھین کر مجھے اس گھر سے نکال رہے ہیں اور یہ سب یہ آپ کی وجہ سے کر رہے ہیں آپ کیوں نہیں مان جاتیں سچ کو" ہیلن نے ارمان کی ماں کے سامنے ہاتھ جوڑ لیے" مجھ پہ مہربانی کریں مجھے میری اولاد سے دور نہ کریں" ارمان کی ماں کا اب ضبط جواب دے گیا تھا انہوں نے کھینچ کر ہیلن کے منہ پہ تھپڑ مارا

exponovels

"بے غیرت تم نے ہماری وفا کا یہ صلہ دیا کہ تم آج ہمارے ہی منہ کو آرہی ہو۔؟"انھوں نے ہیلن کو بالوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا ہیلن اور شدت سے رونے لگی ارمان دل گرفتی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا وہ جاکر ہیلن کو چھڑوانا چاہتا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ ہیلن کو اس کا حق دلوائے پر اسے ہیلن نے منع کیا تھا اس نے ارمان کو اپنی قسم دی تھی کہ ارمان اس سب سے دور رہے گا کیونکہ ارمان ابھی چھوٹا ہے اور وہ اپنے ڈیڈ سے الجھ نہیں سکتا اس لیے وہ فلحال خاموش رہے ارمان کی آنکھیں لاؤنج میں ہیلن کو مار کھاتے دیکھ بھر گئی تھیں۔ارمان کی ممی ہیلن کو مار رہی تھیں ہیلن ان کے پیر پکڑ رہی تھی کہ وہ اسے گھر سے نہ نکالیں وہ ہیلن کو اس کی اولاد سے دور نہ کریں ارمان کے ڈیڈ سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہے تھے ارمان کی ماں نے ہیلن کو مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا اور وہ اس خوفناک برستی بارش میں بے سہارا ہو کر رہ گئی تھی۔

اس وقت اس کے پاس کہیں جانے کا ٹھکانا نہیں تھا ارمان دروازے کی اوٹ سے ہٹ کر کھڑکی کی طرف بھاگا تھا اس نے وہاں سے ہیلن کے بکھرے بال اور ٹوٹے پھوٹ وجود کو سڑک پہ چلتے بھیگتے دیکھا وہ ارمان سے دور ہوتی جارہی تھیں ارمان کی آنکھیں میں وہ رات نفرت بن کر ٹھہر گئی تھی اس نے اسی دن ٹھان لی تھی کہ وہ ان دونوں کو ختم کر دے گا جس نے اس کی ممی سے سب کچھ چھین لیا۔اور آج ارمان نے اپنا انتقام پورا کر لیا تھا

وہ ہیلن کی قبر کے سامنے سے اٹھا اپنے آنسو صاف کیے اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔وہ وہاں سے چرچ آیا تھا۔اس نے چرچ میں داخل ہوتے ہی اپنی شرٹ کے اوپر کے بٹن کھولے اس کے گلے میں ایک چین تھا جسے اس نے پکڑ کر آگے کیا اس چین میں ہولی کراس لٹکا تھا۔اس کی ممی ہیلن کی خواہش تھی کہ ارمان ان کے مذہب پہ چلے اور ارمان نے

چھوٹی عمر سے ہی ہیلن کے ساتھ چرچ جانا شروع کر دیا تھا ہیلن جب تک اس کے ساتھ رہی وہ ارمان کو اپنے مذہب اور کتابوں کے بارے میں اچھے سے بتاتی رہی تھی۔

ارمان نے جب تک ہوش سنبھالا وہ عسائیت کو بہت اچھے سے جان چکا تھا وہ اس پہ پوری طرح سے ایمان لا چکا تھا پر ہیلن نے یہ بات بھی اسے چھپانے کے لیے کہی تھی

"تمہارے بابا نہیں چاہتے تم میرے مذہب پہ چلو اگر انہیں یہ بات پتہ چل گئی تو وہ مجھ سے بہت ناراض ہو جائیں گے "ہیلن نے ایک دن چرچ کے باہر کھڑے ہو کر ارمان کو کہا تو اس نے ہیلن کے ہاتھ تھامے

"میں کبھی انہیں اس کا پتہ نہیں لگنے دوں گا "ہیلن اس کی بات پہ مسکرا دی

"میرا سمجھدار بچہ میری جان "اس نے ارمان کو گلے سے لگایا اور اس کا ماتھا چوما "میرا شیری "وہ اس کا ماتھا پھر چہرہ چومتی چلی گئی وہ ارمان سے بہت محبت کرتی تھی آخر وہ اس کے پیٹ کی اولاد تھی۔

ارمان چرچ میں جیزیز کے پتلے کے سامنے جا کر رک گیا تھا اس نے اس پتلے کے سامنے موبتیوں کو جلایا اور پھر انگلیوں کو باہم ملا کر اس نے دعا مانگی پھر وہ کنفیشن روم کی طرف بڑھ گیا۔

کنفیشن روم چرچ میں ایک چھوٹے سا کمرہ ہوتا ہے جس میں فادر یعنی پادری بیٹھا ہوتا ہے اور اس کے دوسری جانب کوئی بھی شخص بیٹھا اپنے دل کی بات، کوئی راز جو وہ کسی سے نہیں کہنا چاہتا ایسا گناہ جو وہ کر چکا ہوتا۔ اس گناہ کو وہ فادر کے سامنے مان جاتا ہے اس سب میں فادر کو ہمراز تصور کیا جاتا ہے اور فادر بھی وہ راز کبھی کسی پہ افشاں نہیں کرتا۔ وہ شخص اپنا گناہ قبول کر کے خود کو اس گناہ کے بوجھ سے ہلکا پھلکا محسوس کرتا ہے۔

ارمان بھی اس فیشن روم کے دوسری طرف رکھے کاؤچ پہ بیٹھ گیااور اس چھوٹے جالی دار دوازے کو دیکھتے ہوئے بولنے لگا۔

"فادر"اس نے اپنی بات جاری کی یہ رات کا دوسرا پہر تھا اس وقت جو پادری چرچ میں موجود تھا وہ ارمان کی بات کو توجہ سے سن رہا تھا

"میں نے تین قتل کیے تھے اور آج میں نے چوتھا بھی کر دیا میں یہ سب نہیں کرنا چاہتا مجھے یہ سب کرنے پہ لوگوں نے مجبور کیا ہے انہوں نے میری ماں کو موت کے منہ اتارا ان سے ہمیں دور کر دیا اور میری ماں کو برباد کر دیا میں ان پہ ہونے والے ہر ظلم کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور آج میں نے فادر وہ جنگ جیت لی جو میں اتنے سالوں سے جیتنا چاہتا تھا پر اس میں مجھ سے ایک چیز چھین گئی اور وہ ہے میری محبت"اس کا گلا رندھ گیا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے عائشہ کا چہرہ آرکا تھا

"میں نے عائشہ کو کھو دیا میں اس سے محبت کرنے لگا تھا میں نہیں چاہتا تھا کہ میں اس سے محبت کروں میں نے بس شہیر کو تنگ کرنے کے لیے اسے عائشہ سے دور کیا تھا پر میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کھیل میرا اتنا بڑا نقصان کر دے گا میں اس کھیل میں دل سے جاؤں گا"اس کی آنکھیں دھندلا گئیں اس نے ہاتھ کی پشت سے انہیں رگڑا اور گیلی سانس اندر کھینچی "میرا دل کرتا تھا میں عائشہ کو چھپالوں لیکن میں یہ بات جانتا تھا کہ میں کچھ بھی کر لوں شہیر ایک دن اسے لے جائے گا میں پہلے دن سے ہی سب کچھ جانتا تھا پر ظاہر یہ کرتا تھا کہ مجھے کچھ بھی نہیں پتہ میں ہر طرح سے تیار تھا لیکن پھر بھی میری دنیا وہیں اس سمندر کے ساحل پہ ہی رک گئی جہاں سے عائشہ کو شہیر لے گیا میں وہیں

exponovels

ٹوٹ کر بکھر گیا ہوں" آنکھیں بار بار صاف کرنے سے بھی ان کی نمی صاف نہیں ہو رہی تھی اس کا دل تکلیف سے پھٹنے کو ہو رہا تھا محبت بچھڑنے کا دکھ بہت اذیت ناک ہوتا ہے

"میں اب عائشہ کو چاہ کر بھی واپس نہیں لا سکوں گا" وہ اپنے آپ پہ قابو کرتا کاؤچ سے کھڑا ہوا گہرے گہرے سانس لے کر خود کو کمپوز کیا

"بس میں نے یہ ہی کہنا تھا فادر مجھے لگ رہا تھا کہ میں اس بوجھ تلے دب کر مر جاؤں گا لیکن اب میں بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں" وہ کہہ کر وہاں سے آگے بڑھ گیا اور چرچ سے نکل گیا۔ جب وہ گاڑی میں بیٹھا تو اس کا موبائل چیخ اٹھا

"ہیلو" اس نے فون کان سے لگایا کال ہسپتال سے تھی دوسری جانب موجود نرس اسے افسوس سے بتا رہی تھی کہ ارمان کی ماں اس دنیا میں نہیں رہی پر ارمان کو رتی برابر بھی دکھ نہیں ہوا تھا اس نے اب اس عورت کو مٹی تلے دفنانا تھا جس نے اس کی ممی کو مٹی میں روند دیا تھا۔ ارمان نے گاڑی چلا کر ہسپتال کی طرف موڑ لی۔۔۔۔۔

__________&&&&&&&&________

یہ صبح تڑکے کا وقت تھا جب دستگیر نے شہیر کے دروازے پہ دستک دی۔ وہ شاید اندر سو رہا تھا۔ اس کی خمار آلود آواز جب دستگیر کے کانوں میں گونجی تو اسے اس بات کا احساس ہوا۔ وہ ہچکچاتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"باس آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی"

"عائش ٹھیک ہے۔؟"اس کا ماتھا ٹھنکا تو اسے پہلا خیال عائشہ کا ہی آیا۔دستگیر نے فوراًسر اثبات میں ہلایا۔

"جی جی باس وہ بالکل ٹھیک ہے"

"پھر۔؟"وہ بیڈ کراؤن سے کمر ٹکا بیٹھ گیا تھا۔

"باس ارمان صاحب کی ممی کی ڈیتھ ہو گئی ہے"شہیر کو دھکا لگا۔

"کیا۔؟ "

"جی ابھی مجھے اس بات کا پتہ لگا تھا میں نے سوچا آپ کو فوری انفارم کر دوں"

"پر کیسے۔؟"اس نے تعجب سے پوچھا

"میں نے اپنے ذرایعے سے جو معلوم کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کی طبیعت پچھلے کچھ دنوں سے خراب تھی اور وہ ڈاکٹرز سے علاج بھی کروا رہی تھیں اسی علالت سے ان کی جان گئی ہے"شہیر دستگیر کی بات پہ مطمئن نہ ہوا تھا۔وہ بیڈ سے کھڑا ہو گیا۔

"تم گاڑی نکالو"وہ دستگیر کو کہہ کر واش روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔کچھ غلط ہونے کا الارم اس کے اندر بجنے لگا تھا اس کے اپنے ممی ڈیڈ کے قاتل کے قریب پہنچتے ہی اس کی موت۔۔۔۔!

"یہ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا مجھے"وہ واش میں شیشے کے سامنے کھڑا سوچ رہا تھا۔اس نے اپنی آنکھیں بند کیں۔

"تم میرے بیٹے ہو شیری"اسے وہ ملازم نہیں بھولتی تھی جو ارمان کو اپنا بیٹا کہا کرتی تھی ہیلن کو لگتا تھا شہیر اس بات کو اتنی باریکی سے نہیں لے گا پر جب ہیلن نے یہ سب پہلے بار کہا تھا تو شہیر نے ارمان کی طرف سے جواب دیا تھا

exponovels

"یہ میرے بڑے پاپا کے بیٹے ہیں" ہیلن اس کی بات پہ گڑبڑائی تھی پر پھر سنبھل کر بولی

"ہاں میں جانتی ہوں پر مجھے ارمان بہت اچھا لگتا یہ مجھے اپنے بچوں کی طرح عزیز ہے" شہیر بچپن سے ہی نک چڑھا تھا اسے ملازمائیں اتنی سر پہ چڑھتی بالکل پسند نہیں تھیں۔اس بات کے بعد ارمان نے اسکول میں شہیر سے پورا دن بات نہیں کی تھی۔جس پہ شہیر کو بہت حیرت بھی ہوئی تھی اور یہ حیرت اور ارمان کا بلاوجہ کا ملازمہ کی طرف جھکاؤ ہی تھا جس نے شہیر کو مجبور کیا تھا کہ ارمان پہ نظر رکھے۔

شہیر نے آنکھیں کھولیں ان میں دکھ تھا۔اسے ارمان سے محبت تھی اس نے ہوش سنبھالنے کے بعد ارمان کو اپنے لیے ہر جگہ لڑتے دیکھا تھا پر پھر کب ان کے درمیان اتنی دوریاں آگئیں کہ شہیر کو وہ بالکل پرایا لگنے لگا۔

__________&&&&&__________

وہ فریش ہو کر گیلی گھاس والے لان پہ نیلے آسمان تلے کھڑا تھا۔اس کے سر پہ موجود آسمان پہ تیز چمکتے تارے تھے وہ چاند تیز چمک رہا تھا رات کی سیاہی ابھی بھی آسمان پہ موجود تھی پر آسمان کے کناروں سے روشنی پھوٹ رہی تھی

رات کے پہلے پہر سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔۔۔۔

دوسرے پہر کا چاند۔۔۔۔

چمکتا ہوا اور روشن۔۔۔۔

یہ ہی وہ پہر ہے جب آسمان بٹنے لگتا ہے۔۔۔

دو حصوں میں۔۔۔۔

exponovels

جب سیاہی چھوڑنے لگتی ہے آسمان کو۔۔۔۔

اور روشنی امید بن کر چھانے لگتی ہے۔۔۔۔

یہ اشارہ ہے ان سبھی کے لیے۔۔۔۔۔

جو سوچتے ہیں کہ اب اندھیرے۔۔۔

ختم نہیں ہوں گے۔۔۔۔۔

اس نے دو حصوں میں بنٹتے آسمان کو دیکھا جس سے سیاہی دور جا رہی تھی اس کے کناروں پہ امید روشنی کی صورت پھیلنے لگی تھی اس کا دل پہلی بار ارمان کے مقابل جاتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔اس کے دل میں ہمیشہ والے اندیشے تھے پر آج اسے ان اندیشوں سے خوف آ رہا تھا۔

)سات سالہ شہیر یونیفارم میں ملبوس ارمان کا ہاتھ تھام کر اسکول کا دروازہ عبور کر رہا ہے اسے ارمان کا ہاتھ تھام کر ہمیشہ تحافظ محسوس ہوتا تھا(

دستگیر گاڑی میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا جو آسمان تلے گم صم کھڑا تھا پھر وہ آہستگی سے قدم اٹھا کر گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔دستگیر نے گاڑی چلا لی تھی

)شہیر کو اپنے بڑے بھائی پہ مان تھا کہ وہ اس کے سارے مسئلے حل کر دے گا اور ارمان اس کا ہر مسئلہ حل کر بھی دیا کرتا تھا پھر ان میں دوریاں کچھ یوں آئیں کہ ارمان نے کالج جانا شروع کر دیا اور شہیر اسکول میں تنہا رہ گیا۔پھر ایک دن اس نے اپنے بھائی کو دیکھا (

exponovels

گاڑی خالی سڑک پہ دوڑتی جارہی ہر طرف خاموشی تھی سڑک کسی بیوہ کی اجڑی مانگ کی طرح ویران پڑی تھی بھاگتے درخت شہیر کو یاس سے دیکھ رہے تھے

)شہیر نے ارمان کو اپنے بڑے پاپا کی فائلز کے پرچوں کو چپکے چپکے پھاڑتے دیکھا۔ شہیر کو یہ سب عجیب لگا تھا پھر اس نے اکثر ارمان کو آنکھوں میں سرد مہری لیے بڑے پاپا کے کام خراب کرتے دیکھا شہیر اب اتنا بڑا اور سمجھدار ہو گیا تھا کہ وہ ارمان پہ خاموشی سے نظر رکھ رہا تھا(

شہیر کی گاڑی ارمان کے بنگلے کے سامنے رکی جس پہ صبح تو ہوئی تھی پر اس صبح میں ماتم تھا۔ بنگلے سے وحشت محسوس ہوتی تھی اسے وہ چیخ سنائی دینے لگیں جو کئی سال پہلے اس نے اپنے بڑے پاپا، ڈیڈ اور ممی کی موت پہ ان کے جنازوں پہ لوگوں کی سنی تھیں وہ تب بالکل خاموشی سے رشتے دار عورتوں کو چیختے چلاتے دیکھ رہا تھا۔

بنگلے کے گارڈ نے جب شہیر کو گاڑی سے باہر نکلتے دیکھا تو جلدی سے دروازہ کھول دیا شہیر پہ ارمان کے گھر کے دروازے کبھی بند نہیں ہوئے تھے وہ لان کے درمیان بنی سرخ اینٹوں کی روش پہ چل رہا تھا اس نے اس خالی پڑے لان میں خود کو بھاگتے دیکھا اس کے پیچھے ارمان اسے قہقہے لگتا پکڑنے کی سعی کر رہا تھا۔ شہیر کا دل کرلا یا تھا۔

)انہیں دونوں ارمان کو تعلیم کے سلسلے میں دوسرے ملک بھجوایا جارہا تھا اور وہ اپنے دوستوں سے ملنے کا کہہ کر گھر سے نکل کر ہیلن کے گھر آیا تھا اس گندی گلی کے ایک کمرے کے مکان میں تب ہیلن بیٹھی آنسو بہا رہی تھی اور ارمان اسے کہہ رہا تھا کہ وہ ہیلن کا بیٹا ہے اور وہ کسی کو نہیں چھوڑے گا جس جس نے ہیلن پہ ظلم کیے ہیں وہ ان سب سے بدلہ لے گا اس گھڑی ان دونوں کو لگ رہا تھا کہ اس وقت ان کے علاوہ وہاں کوئی تیسرا موجود نہیں ہے پر گھر کے

کھلے دروازے کی اوٹ میں شہیر کھڑا سب سن رہا تھا اور یہی وہ بات تھی جس نے شہیر کے دل میں گھر کر لیا تھا جب ارمان پڑھائی مکمل کر کے واپس آیا تو اسے وہ بدلہ بدلہ لگا تب تک شہیر ہیلن کے گھر اور ہیلن کو بھول چکا تھا پر اسے ارمان کے انداز نے حیران کیا تھا جو پہلے سے زیادہ سرد ہو گیا اپنے ڈیڈ کے ساتھ۔ شہیر اس کا باغی پن دیکھتا تو دنگ رہ جاتا تھا)

شہیر ارمان کے لاؤنج میں آ گیا تھا۔ لاؤنج میں کچھ رشتے دار پہلے موجود تھے اس نے جیا اور ارمان کو ان سب کے درمیان بیٹھے بلک بلک کر روتے دیکھا اس کی روح لرز گئی اسے اس جنازے کے ساتھ وہ تین جنازے پھر سے یاد آ گئے جو وہ پہلے دفنا چکا تھا پر وہ انہیں ذہن سے نہیں نکال پایا تھا۔ پھوٹ پھوٹ کر روتے ارمان نے جب شہیر کو سامنے کھڑے دیکھا تو اٹھ کر بے ساختہ اس سے لپٹ گیا۔ شہیر نے اس کے گرد بانہیں نہیں پھیلائی تھیں

)پھر ایک بعد سے اس کے بڑے پاپا پہ جان لیوا حملے ہونے لگے لیکن فرق بس اب اتنا آ گیا تھا کہ ارمان ضرورت سے زیادہ اچھا ہو گیا تھا وہ اپنے ڈیڈ کا بہت خیال رکھنے لگا پر شہیر کو یہ بات کھٹکنے لگی تھی وہ اکثر اپنے ڈیڈ کو کہتا تھا کہ اسے ارمان کچھ ٹھیک نہیں لگتا اسے ارمان کے انداز سے خوف آتا ہے اور شہیر کے ڈیڈ اسے جھڑک دیا کرتے تھے اور وہ بھی خاموش ہو جاتا تھا لیکن پھر جب اس نے اپنے ممی ڈیڈ اور بڑے پاپا کو کھو دیا تو اسے ارمان سے نفرت ہونے لگی تھی پچھلی ساری باتیں اسے ایک بار پھر سے یاد آ گئی تھیں(

ارمان اس سے لپٹ کر روئے چلے جا رہا تھا پر وہ بے تاثر چہرے سے اسے سینے سے لگا کر کھڑا تھا اس نے ہمدردی کا ایک جملہ بھی ارمان کے لیے نہیں کہا تھا ہاں اس کی نظر جب بے حال ہوتی جیا پہ پڑی تو اسے کے دل کو کچھ ہوا تھا اس

نے ارمان کو اپنے سینے سے جدا کیا اور چلتا ہوا جیا کے پاس آگیا۔اس کا پہلی بار دل کیا تھا کہ وہ جیا کو اپنے سینے سے لگ کر دلاسہ دے۔اس نے جیا کا ہاتھ دھیرے سے پکڑا اور اسے کھڑا کر کے اپنے سینے سے لگا کر اس کے سر کی پشت سہلانے لگا۔جیا اس کے انداز پہ روتے ہوئے بھی حیران ہوئی تھی لیکن ہمدردی کسے بری لگتی ہے شہیر کی ہمدردی نے اس کے غم دوہرا کر دیا وہ اور شدت سے رونے لگی تھی ارمان شہیر کے انداز سے ٹھٹک گیا تھا وہ شہیر کی پشت کو دیکھ رہا تھا اسے اچھی ویبز نہیں آ رہی تھیں شہیر سے

_______&&&&&&&________

ارمان کی ماں کی موت کی خبر عائشہ کے گھر بھی پہنچ چکی تھی ارمان کے گھر سے کسی ملازم نے کال کر کے انہیں اس بات سے آگاہ کیا تھا اور ان کے گھر میں پریشانی پھیل گئی عائشہ کے امی ابو فوراً تیار ہو کر ارمان کے بنگلے پہنچ گئے تھے انہیں امید تھی کہ جب وہ اندر داخل ہوں گے تو عائشہ انہیں سامنے ہی نظر آ جائے گی لیکن ایسا نہ ہوا عائشہ وہاں تھی ہی نہیں امی کو فکر ہوئی انہوں نے ان سبھی کمروں میں چپکے چپکے جھانک کر عائشہ کو دیکھا جہاں وہ آسانی سے جا سکتی تھیں پر عائشہ کہیں بھی نہ تھی۔وہ کسی سے پوچھنا چاہتی تھیں کہ ان کی عائشہ کہاں ہے۔؟پر ارمان باہر مردانے میں تھا اور جیا اس حال میں نہیں تھی کہ وہ کسی کو کچھ بتا سکے امی کا دل بری طرح گھبرانے لگا تھا۔

لوگ ارمان کی ممی کے جنازے کو اٹھا کر بھی لے گئے تھے پر انہیں عائشہ تب بھی کہیں نظر نہیں آئی تھی اتنی دیر سے جب انہیں عائشہ کہیں دکھائی نہ دی تو ان کا سر دکھنے لگا انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے ان کی بیٹی کسی مشکل میں ہے آخر وہ گئی کہاں یہ سوچ سوچ کر ان کا دماغ پھٹنے کو رہا تھا۔

exponovels

__________&&&&&&&&&&________

ارمان جب اپنی ممی کو دفنا کر آیا تو اس نے شہیر کو اپنے گھر ہی پایا۔وہ شہیر کے پاس آیا

"شہیر" اس نے شہیر کی پشت پہ آکر اسے پکارا۔شہیر اس کی طرف پلٹا۔

"ہمیں معاف کردو میری ماں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا میں ان کی طرف سے معافی مانگتا ہوں" وہ آنکھوں میں شرمندگی بھر کر کہہ رہا تھا شہیر اسے سپاٹ نظروں سے دیکھ رہا تھا

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم عائشہ سے محبت کرتے ہوں اگر مجھے اس بات کا رتی برابر بھی انداز ہوتا تو میں۔۔۔۔" شہیر نے ہاتھ جھلا کر اسے خاموش ہونے کا اشارہ کیا ارمان کی چلتی زبان یکدم رکی شہیر اس کی طرف بڑھا بالکل اس کے مقابل آکر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا

"تمہیں پتہ ہے ارمان کہ اگر مجھے پوری دنیا بھی یہ کہے نا کہ تم بے قصور ہو میں پھر بھی اس بات پہ شک میں ہی مبتلہ رہوں گا بے شک اس وقت سارے ثبوت تمہاری ماں کے خلاف ہیں لیکن میں پھر بھی یہ بات نہیں مان سکتا کہ یہ سب انہوں نے ہی کیا ہے ہاں جب مجھے ثبوت ان کے خلاف ملے تو مجھے ایک پل کو یقین آگیا تھا لیکن اب ان کی اچانک موت نے مجھے ایک بار پھر وہیں لا کر کھڑا کر دیا ہے جہاں میں پہلے کھڑا تھا یہ کھیل اتنی آسانی سے ختم ہونا نہیں چاہیے جتنی آسانی سے یہ ہو گیا ہے میری ایک بات کان کھول کر سن لو" وہ پتھریلے تاثر لے کر ارمان کو کہہ رہا تھا اس نے دانتوں پہ دانت جمائے اور چبا چبا کر بولنے لگا

"میری نظراب پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی ہے اور یہ تیز نظر تمہیں ہر وقت دیکھ رہی ہے تمہاری اب سانسوں تک پہ میری نظر ہے میں اس جاسوس کے جمع کیے ثبوت ڈھونڈنا بند نہیں کروں گا میں وہ ڈھونڈوں گا اور پھر فیصلہ کروں گا کہ میں نے تمہارے گھر میں سے کسے معاف کرنا ہے" اس نے ارمان کے سینے پہ ہلکا سا مکا مارا

"تیار ہو جاؤ اب ہم کھل کے کھیلیں گے اور عائشہ کو طلاق تم خود سے دو گے یا میں تم پہ دنیا تنگ کروں اس بات کا فیصلہ تم خود کر لو ایک دن کا وقت ہے کل شام عائشہ تم سے جڑے ہر رشتے سے آزاد ہو جانی چاہیے" وہ کہہ کر پلٹا اور لان سے داخلی دروازے کے پار کھڑی اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ پیچھے ارمان ساکت کھڑا رہ گیا تھا

________&&&&&&&_________

وہ ارمان کے بنگلے سے سیدھا اپنے فارم ہاؤس آیا تھا اس نے گاڑی ڈرائیوے میں کھڑی کی اور دستگیر کو وہیں چھوڑ کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ وہ پہلے اس کمرے میں آیا تھا جہاں عائشہ کو وہ رات میں چھوڑ کر گیا تھا دروازے رات جیسے وہ کھلا چھوڑ کر گیا ویسے ہی کھلا تھا شہیر جیسے ہی اندر داخل ہوا اسے عائشہ فرش پہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ کر بکھری بکھری روئی روئی سی دیوار سے پشت لگا کر آنکھیں موندے ہوئے دکھائی دے گئی اس کے چہرے پہ آنسوؤں کے مٹے مٹے سے نشان تھے وہ قدم قدم چلتا اپنے زیست کے محور کے پاس آکر رکا۔

شہیر اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کے چہرے کو دیکھنے لگا اس کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا وہ عائشہ کو اس حال میں نہیں دیکھ سکتا تھا وہ اس لڑکی کے ہر آنسوں کو اپنے دل پہ تیزاب کی طرح گرتا محسوس کرتا تھا اس سب میں اس عائشہ کا تو کوئی قصور تھا ہی نہیں وہ تو یونہی ہی بلاوجہ اس سب میں گھسیٹی گئی وہ جس لڑکی کو

For more visit (exponovels.com)

مسکراتے دیکھنا چاہتا تھا وہ ناچاہتے ہوئے بھی اسے رلائے گا۔ شہیر کا دل کیا وہ عائشہ کی جلتی پیشانی پہ اپنے لب رکھے اس تل کو اپنے لبوں سے چھوئے جو اس کی گردن پہ موجود تھا

شہیر کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر وہ سر جھٹک کر کھڑا ہو گیا اور انہیں خاموش قدموں سے کمرے سے نکل گیا جن سے وہ آیا تھا۔

کچھ دیر بعد جب وہ دوبارہ اندر داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں چائے کا مگ اور توس رکھے تھے اس نے انہیں سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور عائشہ کے پاس واپس آیا جو بے خبر سو رہی تھی اس نے آہستگی سے اس کے سامنے بیٹھ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا جو تپ رہا تھا۔ عائشہ ہڑبڑا کر اٹھی سامنے شہیر کو دیکھ کر اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے کھینچا

"آپ مجھ سے دور رہیں" اس نے نفرت سے کہا شہیر نے اسے سنجیدگی سے دیکھا

"کچھ اور مانگو" وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا

"مجھے جانے دیں شہیر" اس نے نرم پڑتے شہیر سے دل کی بات کہہ دی شہیر نے سر ناں میں ہلایا

"دور جانے، چھوڑ جانے اور محبت نہ کرنے والی بات کے علاوہ تم مجھے کچھ بھی کہہ سکتی ہو" عائشہ کو اس کی بات پہ غصہ آ گیا

"مجھے آپ سے اس سب کے علاوہ اب اگر کچھ ہے وہ بس نفرت ہے" شہیر کے دل پہ کسی نے گھونسا مارا پر وہ سنجیدگی اور محبت سے عائشہ کو دیکھتا رہا

exponovels

"تمہیں ایک دن مجھ سے عشق ہو جائے گا" عائشہ تلخی سے ہنسی

"یہ آپ کی غلط فہمی ہے "

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے" اس نے سر ناں میں ہلا کر عائشہ کا ہاتھ پکڑا

"یہ باتیں بعد میں کریں گے آؤ ناشتہ کرو پھر ڈاکٹر آئے گا تمہیں چیک کرنے" عائشہ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہ رہی تھی پر شہیر کی گرفت اس کے ہاتھ پہ مضبوط تھی وہ اسے بیڈ پہ لا کر بٹھا چکا تھا

"شہیر میں آپ کی بھابھی ہوں آپ یہ بات کیوں نہیں تسلیم کر لیتے" شہیر نے اس بات پہ کوئی خاص ردِ عمل نہ دیا سائیڈ ٹیبل سے توس اٹھایا اور بیڈ پہ بیٹھ کر عائشہ کے منہ کے پاس کیا

"کل شام میں تم اس رشتے سے آزاد ہو جاؤ گی" عائشہ کی پوری دنیا ہل گئی تھی اس نے صدمے سے شہیر کو دیکھا

"شہیر میں برباد ہو جاؤں گی" شہیر نے ہلکا سا سر نفی میں ہلایا

"تم وہ نہیں جانتیں جو میں جانتا ہوں"

"مجھے کچھ بھی نہیں جاننا مجھے واپس جانا میں آپ کی وجہ سے میں سب کچھ کھو دوں گی شہیر" اس کا گلا رندھ گیا تھا آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے

"ناشتہ کرو" اس نے عائشہ کی بات نظر انداز کر دی

"میں نہیں کھا رہی کچھ بھی" اس نے شہیر کے سامنے ہاتھ جوڑے

"مجھے جانے دیں آپ کو خدا کا واسطہ" شہیر کے لب بھینچ گئے اس نے عائشہ کے ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ سے پکڑے

exponovels

"میں بار بار ایک بات کرنے کا عادی نہیں ہوں میں نہیں چاہتا کہ میں تم پہ سختی کروں اس لیے میری باتیں ماننے کی عادت ڈال لو" اس نے اس کے ہونٹوں کے قریب توس کیا

"ناشتہ کرو" عائشہ نے اسے تنفر سے دیکھا شہیر اس کی بدلتی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا پر وہ ضبط کیے ہوئے تھا

"میں نہیں چاہتا عائش کے میں تمہارے گھر والوں کو نقصان پہنچاؤں تم میری ہو اور تم جب اس طرح سے اپنے ساتھ ظلم کرو گی خود کو اذیت دو گی تو میں ہر اس انسان کو تکلیف دوں گا جس نے تمہیں مجھ سے دور کیا اور اس میں سرِ فہرست تمہارے گھر والے آتے ہیں انہیں اتنی جلدی کیا تھی تمہاری شادی کی" اسے یہ نہیں پتہ تھا کہ یہ جلدی عائشہ نے کی تھی۔عائشہ کا دل کیا وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے یا وہ اپنے آپ کو ختم کر لے پر وہ بے بس تھی شہیر نے جب اس کی آنکھوں کو آنسوؤں سے بھرتے دیکھا تو ہتھیلی سے اس نے ان آنسوؤں کو صاف کیا اور بھنوں سے توس کی طرف اشارہ کیا۔عائشہ نے بے بسی سے منہ کھولا اور توس کا ٹکڑا توڑ کر منہ میں دبا لیا تبھی شہیر نے چائے کا مگ اٹھایا اس نے عائشہ کی طرف مگ کرنے سے پہلے اس مگ سے ایک سپ لی جب اسے اس بات کی تسلی ہو گئی کہ چائے زیادہ گرم نہیں ہے تو اس نے عائشہ کے سامنے وہ مگ کیا" گرم نہیں ہے زیادہ پی لو" وہ رسان سے بولا پر اس وقت یہ محبت عائشہ کو کوفت میں مبتلا کر رہی تھی اسے وہ سب سوچ کر خوف آ رہا تھا جو شہیر کہہ رہا تھا وہ ارمان سے طلاق کیسے لگی اور اس کے گھر والے۔؟ اس سوچ پہ اس کی روح لرز جاتی تھی۔۔۔۔

ارمان کے بنگلے پہ دھوپ اپنے پورے تاب پہ تھی۔اندر مہمان عورتوں کے نرغے میں بیٹھیں عائشہ کی امی خود کو بالکل انجان تصور کر رہی تھیں۔اس گھر میں انہیں جانتا ہی کون تھا۔جیا، ارمان اور اسکی ممی کے علاوہ عائشہ ہوتی تو

بات الگ تھی اب تو وہ بھی کہیں نہیں دکھائی دے رہی تھی۔امی اضطراب میں داخلی دروازے کو دیکھ رہی تھیں کہ ارمان کب اندر آئے اور وہ اس سے عائشہ کا پوچھیں۔جیا کی حالت زیادہ خراب تھی اس لیے اسے کمرے میں سونے کے لیے بھیج دیا گیا تھا اب وہ سلیپنگ پیلز لے کر کمرے میں بے ہوش پڑی تھی۔

کچھ دیر بعد گھر میں سے مہمان بھی ایک ایک کر کے جانے لگے جب ارمان کا بنگلہ بالکل خالی ہو گیا تو عائشہ کی امی کھڑی ہو کر داخلی دروازے کی طرف آئیں باہر مردانے میں انہیں اپنے شوہر دکھائی دے گئے تھے انہوں نے انہیں اشارے سے اپنی طرف آنے کا کہا جب وہ ان کے پاس آ گئے تو عائشہ کی امی پریشانی سے بولیں

"میں جب سے آئی ہوں عائشہ کو ڈھونڈ رہی ہوں وہ مجھے کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی آپ ارمان سے پوچھیں وہ ہے کہاں۔؟"ابو کو ان کی بات پہ حیرت ہوئی

"گھر ہی ہو گی"ان کی بات پہ امی جھنجھلا گئیں

"نہیں ہے میں نے ہر کمرے میں دیکھ لیا اور اگر اندر ہوتی تو مجھے ایک بار تو وہ نظر آتی میں نے اسے ایک بار بھی نہیں دیکھا"ابو خود متفکر ہو گئے انہوں نے سر ہلایا

"میں ارمان سے پوچھتا ہوں"وہ کہہ کر دوبارہ لان میں لگے شامیانوں کی جانب بڑھ گئے جہاں ارمان افسوس چہرے پہ سجا کر لوگوں سے ہمدردیاں وصول کر رہا تھا۔

"بیٹا۔؟"ارمان جب سب سے مل کر فارغ ہو گیا تو انہوں نے ارمان کو پکارا تھا

"جی انکل"اس کا لہجہ کچھ سرد تھا ابو یہ بات محسوس کر گئے تھے

"وہ عائشہ کہیں نظر نہیں آ رہی وہ کہاں ہے اس کی امی ملنا چاہ رہی تھیں" ابو کا دل نجانے کیوں زور زور سے دھڑکنے لگا تھا انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے کچھ برا ہو گیا ہے اور اب آگے بھی کچھ بہت برا ہونے والا ہے۔ ارمان ان کے سوال پہ کچھ دیر انہیں دیکھتا رہا پھر بولا

"میں نے بھی آپ سے اسی بارے میں بات کرنی تھی آپ اندر چلیں میں آتا ہوں" اس کا چہرہ سپاٹ تھا ابو کا حلق خشک ہو گیا۔ ان میں پلٹ کر اندر جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی پر وہ ہمت کر کے وہاں سے اندر چلے گئے۔ پیچھے لان میں کھڑے ارمان نے ان کی پشت کو دیکھا

"میں نے عائشہ سے محبت کی تھی میں نے سب جانتے ہوئے بھی اس کو اپنا سب کچھ مان لیا پر اس نے میرے ساتھ کیا کیا وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی اس نے ایک بار بھی مجھے یہ نہیں بتایا کہ شہیر اسے تنگ کر رہا ہے کیونکہ وہ مجھ سے کبھی محبت کرتی ہی نہیں تھی وہ بھی مجھے دھوکا دے رہی تھی

اب جب میں نے اسے چھوڑنا ہی ہے تو میں اسے ایسے چھوڑوں گا کہ وہ کہیں کی نہیں رہے گی" ارمان زہر خند لہجے میں بول رہا تھا" نہ کھیلوں گا اور نہ کھیلنے دوں گا" وہ کہہ کر اندر کی جانب جانے لگا تھا جلتا سورج اسے ناراضی سے دیکھ رہا تھا۔

_______&&&&&&_______

exponovels

لاؤنج میں خاموشی بکھری تھی امی ابو صوفے پہ بیٹھے ارمان کو دیکھ رہے تھے جس کے چہرے پہ سرد مہری اور آنکھوں میں برہمی تھی امی کا دل گھبرا رہا تھا وہ اپنے ہاتھ مسل رہی تھیں ابو بھی بہت ہمت کر کے بیٹھے ارمان کو دیکھ رہے تھے۔ارمان نے ان دونوں کو دیکھا اور ملال کرتے لہجے سے کہا

"جب آپ لوگوں کو پتہ تھا کہ عائشہ کسی اور پسند کرتی ہے پھر آپ لوگوں نے اس کی شادی مجھ سے کیوں۔؟"اس کے لہجے میں تکلیف تھی امی اس کی بات پہ ششدر رہ گئیں ان کا چہرہ فق ہو گیا تھا البتہ ابو اسے نا سمجھی سے دیکھ رہے تھے

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔؟"انہوں نے تعجب سے سوال کیا ارمان نے تلخ چہرے سے جواب دیا

"وہی جو سچ ہے آپ کی بیٹی میرے کزن کے ساتھ انولو تھی اور شاید وہ یہ بات جانتی تھی کہ شہیر میرا ہی کزن ہے اس لیے وہ مجھ سے شادی کے لیے مان گئی اور اب وہ اس کے ساتھ بھاگ گئی ہے"ابو اس کی بات پہ چیخے

"بکواس بند کرو تم میری بچی پہ الزام لگا رہے ہو"وہ آگے بڑھے اس کا گریبان پکڑ لیا" گھٹیا انسان تمہاری ہمت کیسے ہوئی"ارمان نے ضبط سے انہیں دیکھا اور اپنے گریبان سے ان کے ہاتھ ہٹائے

"میں الزام نہیں لگا رہا میرے پاس اس بات کے ثبوت ہیں"وہ کہہ کر تن فن کرتا وہاں سے گیا اور جا کر لیپ ٹاپ لے آیا اس نے ٹیبل پہ رکھ کر لیپ ٹاپ ان کیا تو اس پہ اسی دن کی ویڈیو چلنی لگی جب شہیر ان کے گھر باہر بیٹھا عائشہ کو دیکھ رہا تھا۔

exponovels

"یہ ہے میرا وہ کزن جو میری بیوی سے رات میں ملنے آتا تھا یہ یہاں بیٹھ کر میری بیوی کو دیکھا کرتا تھا جو ٹیرس پہ اس کے لیے کھڑی ہوتی تھی اس بات کا ملازم نے بھی مجھے بتایا تھا لیکن تب میں نے یقین نہیں کیا اور اب جب وہ مجھ چھوڑ کر اس کے ساتھ چلی گئی تو میں نے یہ فوٹیج دیکھی پھر مجھے یقین آیا کہ ملازم ٹھیک کہہ رہا تھا" ابو نے سر نہ میں ہلایا ارمان ان کا چہرہ دیکھ کر استہزائیہ انداز میں مسکرانے لگے ابو ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہہ رہے تھے

"نہیں یہ جھوٹ ہے میری عائشہ۔۔۔۔۔۔" ان کی بات ارمان نے کاٹی

"آپ ہی کی عائشہ نے مجھے دھوکا دیا ہے اور شاید آپ لوگوں کو بھی۔ وہ مجھے چھوڑ کر میرے کزن کے ساتھ چلی گئی ہے اور اب انہوں نے مجھے کل تک کا وقت دیا ہے کہ میں عائشہ کو طلاق دے دوں" امی ویسے ہی بے حس و حرکت بیٹھی سب سن رہی تھیں انہیں لگ رہا تھا ارمان کی باتیں لاوے کی طرح ان کے کان میں گر رہی ہیں وہ دھندلائی آنکھوں سے چہرہ جھکا کر بیٹھی تھیں

(میں کسی کو پسند کرتی ہوں) انہیں اپنے ارد گرد عائشہ کی آواز سنائی دینے لگی تھی ابو ابھی بھی یہ بات ماننے کو تیار نہ تھے انہوں نے پلٹ کر امی کو دیکھا

"یہ دیکھو یہ کیا بکواس کر رہا ہے ہماری عائشہ پہ الزام۔۔۔۔" ان کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی امی نے جھکا چہرہ اٹھایا تو ابو سانس لینا تک بھول گئے ان کے سارے سوالوں کے جواب امی کے آنسوؤں میں تھے انہوں نے سنبھلنے کے لیے صوفے کی پشت کو تھاما

For more visit (exponovels.com)

"گھر چلیں" امی کو اپنی آواز گہری کھائی سے آتی سنائی دی وہ جانے کے لیے کھڑی ہو گئی تھیں ابو میں تو اب چلنے تک کی ہمت باقی نہیں تھی امی زبردستی ان کا ہاتھ تھام کر وہاں سے نکل گئیں۔ارمان نے ان کے جانے کے بعد گہرا سانس لیا

"نفسیاتی اداکار" اس نے کہہ کر سر جھٹکا اور لیپ ٹاپ بجھا دیا۔اس کے پاس اور بھی مسئلے تھے محبت کے گزرے سانپ کی لکیر پیٹنے کے علاوہ اس نے اپنا موبائل نکالا

" مجھے اللہ رکھا فوری چاہیے" اس نے فون پہ کسی کو کہا اور کال کاٹ کر موبائل صوفے پہ اچھال دیا۔اسے لگا تھا کہ شہیر کا شک ماں کی موت کے ساتھ ہی مٹی تلے دب جائے گا پر وہ غلط تھا شہیر اتنی آسانی سے سب ماننے والوں میں سے نہیں تھا اس نے اب اللہ رکھا کو ڈھونڈنا تھا اسے اب بس اللہ رکھ کے پاکستان آنے کا انتظار تھا پھر وہ آخری ثبوت بھی مٹا دے گا جو اس کے خلاف ہے۔ارمان نے گہرا سانس لیا اور اٹھا کر جیا کے کمرے کی جانب بڑھ گیا

جیا کے کمرے میں نیم تاریکی تھی وہ بیڈ پہ آنکھیں موندے لیٹی تھی ارمان خاموش قدم اٹھا اس کے سرہانے بیٹھ گیا اس نے جیا کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا

"بھائی کی جان میرا بیٹا" جیا بخار میں تپ رہی تھی اس نے جیا کے ماتھے سے ہاتھ ہٹا کر اس کے ماتھے کو چوما اور اس کے گال کو انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے بولا

exponovels

"تم اس عورت کے لیے اپنی طبیعت خراب کر رہی جو ہماری کچھ تھی ہی نہیں جس نے ہم سے ہماری اصل ماں کو چھین لیا اگر تم یہ سچ جان جاؤ تو تمہیں بھی ان دونوں سے نفرت ہو گی جنہیں ہم ماں باپ کہتے آئے ہیں" اس نے زخمی لہجے سے کہا پھر جیا کا ہاتھ پکڑا

"پر میں نے جیا ان سے بدلہ لے لیا ہے اب ہم دونوں ہی ایک دوسرے کا سہارا ہیں میں تم پہ جان تک وار دوں گا میں تمہیں اب پورے زمانے کی خوشی دے دوں گا دیکھنا تم سب کچھ بھول جاؤ گی تمہارا بھائی تم تک کبھی کوئی دکھ نہیں آنے دے گا" اس نے جیا کے ہاتھ کو چوما اور کمرے سے نکل گیا۔جیا ویسے ہی آنکھیں موندے لیٹی تھی تیرگی اسے آنکھیں کھولے دیکھ رہی تھی۔

_______&&&&&&_______

عائشہ کے گھر پہ سورج آہستہ آہستہ ڈھل رہا تھا ابو لاؤنج میں والہانہ فون پہ عائشہ کا نمبر ملا رہے تھے وہ ایک بار عائشہ سے بار کرنا چاہتے تھے انہیں ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان کی عائشہ ایسا قدم اٹھا سکتی ہے

"وہ شخص پاگل ہو گیا ہے یقیناً تبھی اتنی بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا ابو نے امی کو دیکھ کر ایک موہوم سی امید سے کہا وہ چاہتے تھے ان کی بیوی سر ہلا کر کہے کہ ہاں ارمان پاگل ہو گیا ہے اس نے جو کچھ کہا وہ جھوٹ ہے امی کی نظریں ابھی بھی وہی کہہ رہی تھیں جو ارمان کے بنگلے میں کہہ رہی تھیں۔ابو کا اب ضبط جواب دینے لگا تھا سفیان امی کے پاس ان کا ہاتھ تھام کر بیٹھا تھا وہ خود پریشان تھا ابو نے گہرا سانس لیا غصے سے وہ پاگل ہو جانے کو ہو رہے تھے

exponovels

"مجھے سچ سچ بتاؤ بات کیا ہے۔؟" انہوں نے امی کو دیکھ کر کہا امی نے ڈبڈبائی نگاہیں اٹھائیں اور تھرتھراتے لبوں سے کہنے لگیں

"عائشہ نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کسی لڑکے کو پسند کرتی ہے" ابو کو لگا ان کا دل بند ہو جائے گا انہوں نے صدمے سے امی کو دیکھا

"میں نے اسے کہا بھی تھا کہ وہ اس لڑکے کو کہہ دے کہ رشتہ لے آئے پر تب عائشہ نے کہا کہ وہ شادی کے لیے تیار ہے" امی انہیں ایک ایک بات بتا رہی تھیں۔ابو کے سامنے ساری دنیا گھوم گئی

"تم مجھے یہ سب اب بتا رہی ہو۔؟" ان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"مجھے لگا تھا کہ۔۔۔۔۔" ابو دھاڑے

"کیا لگا تھا کہ تم یہ بات مجھ سے ہمیشہ چھپائے رکھو گی اور تم نے اتنا بڑا فیصلہ اکیلے کیسے لے لیا ہتھیلی پہ سرسو جمار کھا تھا تم نے عائشہ کی شادی کو لے کر" وہ اونچا اونچا بول رہے تھے امی کا دل کانپ رہا تھا

"مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ کوئی غلط قدم نہ اٹھا لے" ابو کا آج پہلی بار دل کر رہا تھا کہ وہ امی کے منہ پہ تھپڑ رسید کر دیں

"تو کیا اب اس نے یہ اچھا قدم اٹھایا ہے کس لیے تم نے اس پہ دباؤ ڈالا اور عائشہ۔۔۔۔" ان سے مزید بولا نہ گیا وہ صوفے پہ ڈھ سے گئے ان کے دل کی دھڑکنیں سست پڑنے لگی تھیں۔وہ گہرے گہرے سانس لے رہے تھے سفیان اور امی بے ساختہ ان کے پاس آئے ابو کا دماغ اندھیروں میں ڈوبنے لگا تھا انہیں لگ رہا تھا جیسے ان کی روح کوئی جسم سے کھینچ رہا ہے۔

_______&&&&&_________

شہیر تک بھی عائشہ کے ابو کی طبیعت کی خبر پہنچ چکی تھی

اس نے اپنے تیئں پتہ کروالیا تھا کہ اب وہ کیسے ہیں جب اسے اس بات کی تسلی ہو گئی کہ وہ ٹھیک ہیں تو اس نے عائشہ کو یہ بتانا ضروری نہ سمجھا ایک بار عائشہ کی ارمان سے طلاق ہو جائے وہ سب کچھ ٹھیک کر دے گا۔اس وقت اگر وہ کسی کے سامنے کوئی بھی صفائی دے گا تو سب اسے ہی غلط سمجھیں گے جیسے عائشہ سمجھ رہی ہے۔

شہیر عائشہ کو ڈاکٹر سے چیک کروا کر عصر کے بعد کچھ دیر کے لیے اپنے بنگلے میں واپس آیا تھا جہاں سے اس نے آفس کسی کام سے جانا تھا بنگلے میں زویا اس کا انتظار کر رہی تھی اسے بھی ارمان کی ماں کی موت کا پتہ چل گیا تھا۔جب شہیر اس کے سامنے آیا تو اس نے شہیر کو کہا

"یہ سب اچانک سے کیسے ہو گیا۔؟"شہیر نے شانے اچکائے

"معلوم نہیں مجھے ابھی خود کچھ سمجھ نہیں آرہا بہت الجھ گیا ہے سب کچھ "زویا نے اس کا ہاتھ پکڑا

"شہیر میری ایک بات مان لو"شہیر نے بیزاری سے اسے دیکھا

"تم جانتی ہو میں جب تک ممی اور ڈیڈ کے قاتل کو نہیں پکڑ لیتا میں سکون سے نہیں بیٹھوں گا"زویا اس کی بات پہ جھنجھلا گئی

exponovels

"اب تمہیں یقیناًارمان پہ شک ہورہا ہوگیا"شہیر بس خاموشی سے زویا کو دیکھ رہا تھا جو بول رہی تھی"تم اب ارمان کے پیچھے پھر پڑ جاؤ گے شہیر وہ لوگ بہت چالاک ہیں ہم اتنے عرصے سے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تو اب کیا کر لیں گے۔؟"وہ رکی جیسے اپنی بات کا جواب چاہتی ہو۔شہیر نے شانت لہجے سے کہا

"اگر اس سب کے پیچھے ارمان ہی ہے تو میں اسے اب نہیں چھوڑوں گا "

"اور اگر اس نے عائشہ کو نقصان پہنچا دیا تو"شہیر اس کی بات پہ ہنسا زویا نے حیرت سے اسے دیکھا

"اوہ زویا میں تمہیں ایک بات بتانا بھول گیا تھا"زویا اس کی مسکان سے ٹھٹک گئی وہ اس سے سوال بھی نہ کر سکی وہ بس خوف سے اسے دیکھ رہی تھی

"میں عائشہ کو کل ہی ارمان کے پاس سے لے آیا ہوں عائشہ اس وقت میرے پاس ہے میرے فارم ہاؤس میں"زویا پہ جیسے بجلی گری اس نے شاکی نظروں سے شہیر کو دیکھ

"میں اس لیے مطمئن ہوں کیونکہ ارمان کے پاس اب میری کوئی کمزوری نہیں ہے میں اس کے ساتھ اب کھل کے کھیلوں گا کل عائشہ اور اس کی طلاق ہو جائے گی اور میں پھر عائشہ سے شادی کر لوں گا"اس نے بڑے آرام سے اپنی پلاننگ زویا کو بتائی تھی زویا ہلنا تک بھول گئی تھی اس نے بہت مشکل سے کہا

"تم نے شہیر بہت غلط کیا تم نے عائشہ کے ساتھ ظلم کیا ہے"اسے بے ساختہ عائشہ پہ ترس آیا وہ جانتی تھی اس سب میں اب عائشہ کیا کچھ کھوئے گی۔شہیر نے اس کی بات پہ سرد مہری سے کہا

"سب کو یہی لگ رہا ہے کہ میں غلط کر رہا ہوں لیکن ایک وقت آئے گا جب سب کو اپنے سوالوں کے جواب مل جائیں گے میں ابھی کسی کے ساتھ بحث نہیں کرنا چاہتا" وہ زویا کے قریب ہوا اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا "میں اب اس موضوع پہ اور کوئی بحث یا ہدایت نہیں چاہتا میں جانتا ہوں میں نے کیا کرنا" وہ کہہ کر بڑے بڑے ڈگ بھرتا آفس کے لیے تیار ہونے چلا گیا تھا جب وہ آفس ڈریس میں ملبوس ہو کر نیچے آیا تو زویا گم صم سی صوفے پہ بیٹھی تھی اس نے شہیر کو نظریں اٹھا کر دیکھا پر شہیر اس پہ اچٹتی نظر ڈال کر وہاں سے چلا گیا تھا شہیر ملک کے بنگلے پہ عصر ٹھہر رہی تھی پر زویا کو لگ رہا تھا جیسے کالی رات اس میں بسیرا کرنے لگی ہے اس کی آج آخری امید بھی ٹوٹ گئی تھی اسے لگتا تھا کہ شہیر اس کے پاس لوٹ آئے پر شہیر عائشہ کو اپنے پاس لے آیا تھا

زویا آج مکمل طور پر ہار گئی تھی۔اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہو گیا تھا اسے اپنے گرد کی ہر چیز دھندلائی دکھائی دینے لگی تھی۔

________&&&&&&&&&________

اس نے خواب دیکھا

وہ اپنے گھر کے داخلی دروازے پہ کھڑی ہے ابو اسے تنفر سے دیکھ رہے ہیں عائشہ ان سے لپٹنا چاہ رہی ہے پر وہ اسے اپنے قریب بھی نہیں آنے دے رہے۔عائشہ روتے ہوئے اپنے ابو کو بلا رہی ہے پر وہ اپنا رخ موڑ کر کھڑے ہو گئے۔عائشہ کی طرف اب ان کی پشت تھی عائشہ نے اپنے ابو کے وجود کو لرزتے دیکھا وہ ان سے دور ہو کر بھی ان

exponovels

کے کانپتے وجود کو دیکھ رہی تھی وہ رونا بھول گئی۔ وہ اپنے ابو کو یک ٹک دیکھ رہی تھی جواب گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور پھر فرش پہ بے ہوش ہو کر گر گئے عائشہ نے دل خراش چیخ ماری تھی وہ اپنے ابو کی طرف بھاگی پر ان تک پہنچ نہ سکی اس کی کلائی کسی نے پکڑلی تھی عائشہ نے بھیگی آنکھوں سے رخ موڑ کر جب اپنے عقب میں دیکھا تو وہاں شہیر کھڑا تھا

عائشہ نے اسے التجائیہ نظروں سے دیکھا

"مجھے جانے دیں" اس نے کہا پر شہیر سپاٹ چہرے سے اسے کھینچنے لگا تھا وہ اسے اس کے ابو سے دور لے کر جارہا تھا عائشہ زارو قطار رونے لگی تھی وہ اپنے ابو کو چہرموڑ موڑ کر دیکھ رہی تھی جو بالکل بے حس و حرکت فرش پہ گرے ہوئے تھے شہیر اسے ان سے دور لے گیا تھا اتنی دور کہ اس کی آنکھوں کے سامنے سے اس کے ابو او جھل ہو گئے اور اس کی آنکھ پٹ سے کھل گئی

"ابو" وہ بے ساختہ بیڈ پہ بیٹھ کر چلائی تھی اس کا پورا چہرہ پسینے سے بھیگا ہوا تھا وہ بیڈ سے تیزی سے اٹھی پیروں میں جوتے اڑس کر وہ کمرے سے بھاگ کر نکلی اسے اپنے ابو کے پاس جانا تھا ابھی اور اسی وقت وہ بھاگ کر سیڑھیاں اتر کر لاؤنج میں آئی اور پھر وہ داخلی دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

وہ والہانہ بھاگ کر گھر سے نکل رہی تھی جب وہ شہیر کے سینے سے ٹکرائی اور لڑکھڑا گئی وہ گر جاتی پر شہیر نے اسے مضبوطی سے تھام کر اپنے سینے سے لگالیا تھا

exponovels

"کیا ہوا۔؟"اس نے اسے سینے سے لگائے ہوئے پوچھا تھا شہیر اس کی بے ترتیب اکھڑتی ہوئی سانسیں محسوس کر رہا تھا

"میں نے یہاں سے جانا مجھے یہاں نہیں رہنا" وہ بدقت بولی تھی اس کی آواز بھی بھرائی ہوئی تھی شہیر نے اس کے سر کی پشت پہ ہاتھ رکھا

"ٹھیک ہے بتاؤ کہاں جانا ہے۔؟" وہ نرمی سے بولا تھا عائشہ نے اس کے سینے سے سر اٹھایا

"مجھے میرے گھر جانا ہے میرے ابو ٹھیک نہیں ہیں "اس کی بات پہ شہیر دھک سے رہ گیا۔عائشہ کو کس نے بتایا کہ اس کے ابو کی طبیعت خراب ہے

"تمہیں یہ کس نے کہا۔؟" وہ انداز کو نارمل رکھ کر پوچھ رہا تھا فارم ہاؤس کے ملازم بھی یہ بات نہیں جانتے تھے کہ عائشہ کے ابو کی طبیعت خراب ہے سوائے دستگیر کے یہ بات کوئی بھی نہیں جانتا تھا اور دستگیر کبھی ایسی باتیں ادھر ادھر نہیں کر سکتا تو پھر عائشہ کو

"مجھے کسی نے نہیں بتایا مجھے بس اچھا محسوس نہیں ہو رہا میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں "اس نے شہیر کے بازو اپنی کمر سے ہٹائے اور اس کا چہرہ دیکھنے لگی شہیر جانتا تھا کہ عائشہ اس سے کیا مانگ رہی ہے جو وہ اسے ابھی فلحال نہیں دے سکتا

"تم ابھی وہاں نہیں جاؤ گی میں بعد میں لے جاؤں گا" عائشہ نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ لیے جو بلیک آفس سوٹ میں ملبوس تھا اس کی شرٹ کے اوپر کے بہت سے بٹن کھلے تھے جہاں سے اس کا فراخ سینہ دکھائی دے رہا تھا اس کے

گلے سے موٹا چین جھانک رہا تھا پر اس کے دل پہ لکھا عائشہ کا نام شرٹ سے چھپا ہوا تھا عائشہ نے نیلی آنکھوں والے کی سرد مہری سے عاجز آ کر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ لیے

"مجھے ایک بار وہاں لے جائیں میں کہیں نہیں بھاگ کر جاؤں گی میں آپ کو دھوکا نہیں دوں گا آپ مجھے ایک بار ابو کے پاس لے جائیں وہ ٹھیک نہیں ہے آپ کو خدا کا واسطہ "شہیر نے دل گرفتی سے بلک بلک کر روتی عائشہ کو دیکھا وہ جانتا وہاں جا کر کیا ہو گا اس کے گھر والے اسے برا بھلا کہیں گے ارمان نے اب تک انہیں سب کچھ بتا دیا ہو گا اور نجانے کس انداز میں۔ شہیر ابھی ذہنی طور پہ تیار نہیں تھا لیکن عائشہ اس کی بات ماننے کو تیار ہی نہیں تھی وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑی تھی

"اچھا ٹھیک ہے پہلے اندر آؤ "اس نے اس کے گرد بازو پھیلا یا وہ اسے اندر لے کر جانا چاہتا تھا پر عائشہ اپنی جگہ سے نہ ہلی

"نہیں مجھے پہلے اپنے ابو کے پاس جانا ہے "

"عائش۔۔۔"اس کی اگلی بات عائشہ نے کاٹی

"میں ابھی جاؤں گی پلیز "شہیر اسے اب کی بار انکار نہ کر سکا اس لیے اس کا ہاتھ تھام کر وہ گاڑی میں بیٹھا کر اسے اس کے گھر لے جانے لگا۔ ڈھلتی عصر سنگ سورج بجھ رہا تھا جب وہ لوگ واپس آئیں گے تو نئے اندھیرے ان کے ساتھ آئیں گے

__________&&&&&&&__________

exponovels

شہیر نے گاڑی عائشہ کے گھر کے بالکل سامنے روکی عائشہ نے اسے تشکر سے دیکھا

"میں ابھی واپس آجاؤں گی" وہ جانے لگی کہ شہیر نے اس کا ہاتھ پکڑا

"میں یہی پہ ہوں تمہیں کوئی کچھ بھی کہے تو فوراً میرے پاس آجانا ابھی اس وقت تم کسی کو کوئی صفائی نہیں دو گی میں تم سے وعدہ کرتا ہوں بعد میں، میں سب کچھ ٹھیک کر دوں گا" عائشہ اس کی بات سمجھی نہیں وہ ہونق کی طرح اسے دیکھتی رہی پر شہیر اپنی بات کہہ کر خاموش ہو گیا تھا اور عائشہ بھی فلحال کچھ بھی نہیں سننا چاہتی تھی وہ جلدی سے گاڑی سے نکلی اور دروازے کے سامنے کھڑ ہو گئی اس نے ایک دو بار بیل بجائی اس کے انداز میں پھرتی تھی وہ بے چینی سے کسی کے آنے کا انتظار کر رہی تھی کچھ لمحوں بعد دروازہ کھلا سامنے سفیان کھڑا تھا

"باجی" وہ بے یقینی سے بولا عائشہ نے اس سے فوراً سوال کیا

"ابو کہاں ہیں۔؟" سفیان سے کوئی جواب نہ دیا گیا عائشہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر اندر کی جانب بھاگ گئی سفیان بھی اس کے پیچھے تیزی سے اندر گیا تھا شہیر گاڑی میں بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا اس کا بالکل دل نہیں تھا عائشہ کو یہاں لانے کا پر وہ عائشہ کی منتوں سے ہار گیا تھا اور اب وہ مضطرب ہو کر اندر دیکھ رہا تھا جہاں اس وقت سناٹا چھایا ہوا تھا

________&&&&&&&_________

وہ اور سفیان تقریباً ایک ساتھ ہی لاؤنج میں داخل ہوئے تھے عائشہ سے پہلے سفیان بولا

"امی باجی آگئیں" عائشہ ابو اور امی کے کمرے کی طرف ہی جا رہی تھی سفیان اس کے پیچھے تھا کمرے میں نیم دراز پژمردہ ابو سفیان کی آواز پہ چونکے امی بے ساختہ کرسی سے کھڑی ہوئیں ان دونوں کے داخلی دروازے کو دیکھتے ہی

exponovels

عائشہ وہاں سے اندر داخل ہوئی وہ ایک لمحے کو رکی تھی اس نے ایک نظر امی اور ابو کو دیکھا ابو پہ اس کی نگاہ ٹھہر گئی تھی وہ اسے زمانوں کے بیمار لگے عائشہ کا دل کٹ کر رہ گیا وہ بھاگ کر ان کے سینے سے لگی

"ابو" وہ بلک بلک کر رو رہی تھی امی اور ابو ششدر تھے انہیں سنبھلنے میں وقت لگا۔ جب وہ سنبھل گئے تو امی نے آگے بڑھ کر عائشہ کو بازو سے پکڑا اور اپنے سامنے کیا

"آ گئیں منہ کالا کروا کر۔؟" ان کے لہجے کی اجنبیت اور نفرت عائشہ کا دل کرلا یا

"امی۔۔۔۔" اسے یقین نہ آیا کہ اس کی امی ہی یہ سب کہہ رہی ہیں ابو خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے ان کی آنکھوں میں سرد مہری تھی

"میں پوچھتی ہوں اگر تم نے ہمارے منہ پہ کالک ہی ملنی تھی تو اچھی اولاد بن کر ہماری بات کیوں مانی بھاگنا تھا تو پہلے ہی بھاگ جاتیں شادی کے بعد بھاگتے ہوئے تمہیں بالکل غیرت نہیں۔؟" عائشہ نے صدمے سے سر نہ میں ہلایا

"امی ایسا نہیں ہے۔۔۔۔" وہ ابھی کچھ اور بولتی کہ امی نے کھینچ کر اس کے منہ پہ تھپڑ مارا وہ تیورا گئی۔

"بکواس بند کرو ہم سب جان گئے ہیں تمہارا چکر ارمان کے کزن کے ساتھ اور تم شادی کے لیے بھی اس لیے مانی تھیں" انہوں نے اپنا سر تھاما "او خدا تم نے ہمیں کتنی صفائی سے دھوکا دیا ہم سمجھتے رہے تم ہماری مان کر شادی کر رہی ہو پر تمہاری اس گندے دماغ میں تو کچھ اور ہی چل رہا تھا" امی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ عائشہ کا منہ جوتیوں سے لال کر دیں۔ عائشہ انہیں بے یقینی سے دیکھ رہی تھی امی اشتعال سے بولے چلے جا رہی تھیں

"تم سوچ رہی ہو گی کہ ہمیں یہ سب کیسے پتہ چلا تو سنوار مان کی ماں کی موت ہو گئی ہے شاید تمہیں تو یہ بھی نہیں پتہ ہو گا آج ہم وہاں گئے تھے اور ہمیں وہاں تمہارے معاشقے۔۔۔۔" امی نے نفرت سے بات ادھوری چھوڑ کر سر جھٹکا

"تم دفع ہو جاؤ یہاں سے تم مر جا گئی ہو ہمارے لیے" امی نے اسے بازو سے پکڑا

"نہیں امی یہ سب جھوٹ ہے ہاں میں پسند کرتی تھی شہیر کو پر میں ان کے ساتھ بھاگ کر نہیں گئی" وہ اپنی طرف سے یہ کھوکھلی صفائیاں دینے لگی جن پہ کسی نے یقین نہیں کرنا تھا عائشہ ڈھیٹ کی طرح کھڑی بول رہی تھی اس نے اپنے ابو کو دیکھا

"ابو یہ سب جھوٹ ہے میں بہت مشکل میں پھنس گئی ہوں" امی نے اس کی بات بھی مکمل نہ ہونے دی اور اسے گھسیٹتی ہوئیں گھر سے باہر لان میں لا کر دھکیل دیا وہ تیورا کر گری تھی سفیان بے ساختہ اسے اٹھنے لپکا تھا اس نے سفیان کا بازو تھاما

"سفیان میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا" تبھی امی چلائیں

"میں کہہ رہی ہوں یہاں سے دفع ہو جاؤ وہیں چلی جاؤ جہاں سے تم آئی ہو" ان کی آواز اتنی اونچی تھی کہ سڑک پہ گاڑی میں بیٹھے شہیر کے کانوں میں بھی پڑ گئی تھی اس نے چونک کر عائشہ کے گھر کو دیکھا پھر اسٹیئرنگ پہ مکا مارا

"ڈیم" وہ جانتا تھا یہاں یہی سب تماشا ہو گیا وہ گاڑی سے نکلنے لگا تھا اور اندر عائشہ اپنی امی کے سامنے کھڑی کہہ رہی تھی

exponovels

"امی میری ایک بار بات سن لیں" وہ منتیں کر رہی تھی اس نے امی کے عقب میں جب ابو کو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر باہر آتے دیکھا تو وہ ان کی طرف بھاگی اس نے ابو کے ہاتھ پکڑ لیے

"ابو میں نے ایسا کچھ نہیں کیا" ابو نے دل گرفتی سے اسے دیکھا وہ ابھی کچھ بھی کہتے کہ ان کی نظر شہیر پہ پڑی جو گیٹ عبور کر کے اندر آ گیا تھا۔اس کے تاثر سخت تھے امی بھی اسے دیکھ چکی تھیں ان کا سر چکرا گیا عائشہ اس شخص کے ساتھ یہاں آئی ہے ان کا پارہ اور چڑھ گیا۔وہ پلٹیں اور عائشہ کو نوچنے والے انداز سے ابو سے دور کیا

"تم مر گئی ہو ہمارے لیے" انہوں نے عائشہ کو پوری قوت سے دھکا دیا تھا وہ اب کی بار اگر گرتی تو اسے سخت چوٹ آتی پر شہیر تیزی سے آگے بڑھ کر اسے سنبھال چکا تھا اس نے کھا جانے والی نظروں سے عائشہ کو دیکھا

"اب اسے کسی نے ہاتھ بھی لگایا تو میں اسے جان سے مار دوں گا" وہ کسی شیر کی طرح دھاڑا تھا ابو یک ٹک اسے دیکھ رہے تھے امی نے ہتک آمیز نظروں سے شہیر کو دیکھا عائشہ بھی تیزی سے اس سے دور ہوئی اس نے شہیر کو کہا

"آپ پلیز۔۔۔۔۔۔آپ پلیز شہیر چپ ہو جائیں میں بات کر رہی ہوں" وہ امی طرف بڑھی "امی میری ایک بات سن لیں میں نے سچ میں ایسا کچھ بھی نہیں کیا"

" نظر آ رہا ہے" امی اسی انداز سے بولیں عائشہ نے ابو کو دیکھا

"ابو آپ تو میری بات کا یقین کریں" وہ ابو کو ترحم سے دیکھ رہی تھی شہیر کو عائشہ یوں منتیں کرتی سب کو اپنی طرف متوجہ کرتی بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی اس نے آگے بڑھ کر عائشہ کا بازو پکڑا

"چلو ادھر سے" عائشہ جھنجھلا گئی

"آپ مجھے چھوڑ کیوں نہیں دیتے میں نے اپنے ابو سے بات کرنی ہے" شہیر کا ناک غصے سے پھولنے لگا وہ سب کے رخ بدلے دیکھ رہا تھا جو عائشہ کو نظر نہیں آ رہا تھا

"ابو میں تو آپ کی بیٹی ہوں نا مجھ پہ یقین کریں" اس نے ابو کا ہاتھ پکڑنا چاہا ابو اس کے ہاتھ بڑھاتے ہی اس سے یوں دور ہوئے جیسے عائشہ کو چھوت کی بیماری ہو

"سفیان اسے دھکے دے کر نکالو میں اس لڑکی کو نہیں جانتا میری عائشہ مر چکی ہے" عائشہ ان کی بات پہ پتھر کی بن کر رہ گئی اس کا بڑھا ہوا ہاتھ بے جان ہو کر اس کے پہلو میں گر گیا تھا

"ا۔۔۔ب۔۔۔اب۔۔۔ابو۔۔۔۔" وہ مدھم لہجے سے بولی اس کی آنکھوں میں ابو کا سایہ ٹھہر گیا ابو کہہ کر اندر بڑھ گئے تھے سفیان اسے

دھکے نہ دے سکا اس لیے اندر بڑھ گیا امی بھی ان دونوں پہ رمید گی بھری نظر ڈال کر اندر چلی گئیں اور عائشہ پہ ماں باپ کے گھر کے دروازے بند ہو گئے۔اسے ان بند دروازوں کو دیکھ کر آپی میمونہ کی بات یاد آئی

"لڑکیوں کو شادی گھر والوں کی مرضی سے کرنی چاہیے اگر وہ اس معاملے میں اپنی مرضی چلاتی ہیں تو ان پہ واپسی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں" آپی اکثر یہ بات کہا کرتی تھیں عائشہ کبھی اس بات کو اتنے اچھے سے نہیں سمجھی تھی جتنے اچھے سے اسے آج یہ بات سمجھ آئی تھی اس نے گھومتے سر سے شہیر کو دیکھا

"آپ نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا" اس کے چہرے پہ زخمی مسکراہٹ تھی شہیر کو اس پہ پاگل ہونے کا گمان ہوا

"چلو ادھر سے" اس نے کہا عائشہ نے سر ہلایا

"ہاں مجھے اب یہاں سے چلے ہی جانا چاہیے کیونکہ میں مر چکی ہوں" اس نے کہہ کر قہقہہ لگایا عائشہ نے اپنے بازو سے شہیر کا ہاتھ ہٹایا اور آگے بڑھنے لگی لان کی گھاس پہ مغرب کی سیاہی اتر رہی تھی شہیر نے اس لڑکی کو اسی تاریکی میں دھواں بن کر تحلیل ہوتے دیکھا عائشہ مردہ قدم اٹھاتی جا رہی تھی اس کا دکھ کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا خاص کر شہیر کیونکہ وہ "لڑکی" نہیں تھا۔۔۔

عائشہ شہیر کے دیکھتے ہی دیکھتے دروازہ عبور کر گئی تھی وہ بھی اس کے پیچھے گیا جب وہ باہر پہنچا تو عائشہ گاڑی میں بیٹھی تھی شہیر نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور سیٹ پہ بیٹھ کر عائشہ کو دیکھا۔آنسوؤں سے بھیگے چہرے والی لڑکی نے آنکھیں موند کر سیٹ کی پشت سے سر ٹکایا ہوا تھا شہیر اسے کچھ لمحے دیکھتا رہا۔یوں لگ رہا تھا جیسے عائشہ سانس بھی نہیں لے رہی شہیر نے اس کا شانہ ہلانے کے لیے ہاتھ بڑھایا پھر اس نے سر جھٹک کر گاڑی اسٹارٹ کر لی ان کی گاڑی جیسے ہی چلی عائشہ نے پٹ سے آنکھیں کھولیں اور گردن ترچھی کر کے اپنے گھر کو دیکھنے لگی اس کا گھر اس کے سارے رشتوں کو اپنے ساتھ لے کر اس سے دور ہوتا چلا گیا۔گھر اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو وہ دوبارہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر بیٹھ گئی وہ یوں ظاہر کر رہی تھی جیسے شہیر اس کے قریب موجود ہی نہیں ہے۔

شہیر نے بھی اس وقت اس سے کوئی بات کرنے کی کوشش نہ کی وہ خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتا رہا ان کی گاڑی پہ کی تیرگی سیاہی کی طرح قطرہ قطرہ گر رہی تھی۔۔۔۔

exponovels

آسمان پہ شام نے اپنے پنکھ پھیلا لیے تھے ہر طرف سر اٹھاتا اندھیرا دکھائی دیتا تھا۔شہیر عائشہ کو لے کر فارم ہاؤس واپس آگیا تھا اس نے گاڑی پورچ میں روکی۔عائشہ نے آہستگی سے دروازہ کھولا اور نکل کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔ شہیر گاڑی لاک کر کے تیزی سے اس کے پیچھے گیا تھا۔عائشہ کو اس وقت ایسے کاندھے کی ضرورت تھی جس پہ وہ سر رکھ کر اپنا دکھ کہہ سکے ان ہاتھوں کی ضرورت تھی جو اس کے آنسو پونچھ سکے وہ بڑے بڑے قدم اٹھا کر عائشہ کے قریب آگیا تھا۔اس نے زینے چڑھتی عائشہ کا ہاتھ آہستگی سے تھاما عائشہ نے رک کر اسے نہیں دیکھا تھا نہ ہی وہ چونکی تھی اور نہ ہی اس نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تھی۔وہ سپاٹ چہرے سے بس سیڑھیاں چڑھتی جاتی تھی۔

جب وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو شہیر نے اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑا اور اس کے سامنے آکر بولا۔

"میری جان میں سب ٹھیک کر دوں گا تم مجھ پہ یقین رکھو" اس نے نرمی سے کہا عائشہ نے کوئی جواب نہ دیا وہ بس سرد نظروں سے شہیر کو دیکھ رہی تھی

"میں تمہارے لیے پانی لاتا ہوں" وہ کہہ کر جانے لگا کہ اب کی بار اس کی کلائی عائشہ نے پکڑی تھی شہیر ٹھٹک کر رکا عائشہ قدم قدم چلتی اس کے مقابل آئی۔اس نے دو قدم پیچھے اٹھائے اور پلٹ کر دروازہ بند کر کے وہ دوبارہ شہیر کی طرف گھومی آنکھوں کے گوشے ابھی بھی بھیگے تھے اس نے شہیر کو دیکھ کر مسکرانا چاہا پر وہ ناکام ہو رہی تھی شہیر اسے ناسمجھی سے دیکھ رہا تھا اور پھر شہیر کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی جب عائشہ اس کے قریب ہو کر اس کی شرٹ کے بٹن کھولنے لگی۔

exponovels

"یہ کیا کر رہی ہو۔" وہ بدک کر پیچھے ہوا عائشہ کے ہاتھ پکڑ کر بولا

"وہی جو آپ کرنا چاہتے ہیں آج آپ بجھا لیں اپنی ہوس میں تیار ہوں میرا سب کچھ تو لٹ ہی گیا ہے اب میرے پاس کھونے کے لیے کچھ بھی نہیں بچا آپ کے ہوس آپ کی خود غرضی نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا آپ آج مجھے جی بھر کر استعمال کر لیں اور تب تک استعمال کرتے رہیں جب تک آپ کا دل نہیں بھر جاتا پھر تو آپ مجھے چھوڑ دیں گے نا۔؟" اس نے ایک پل رک کر پوچھا پھر وہ دوبارہ شہیر کی طرف بڑھی اور اس کا کوٹ اتارنے لگی شہیر نے اس کے ہاتھ پکڑے

"کیا پاگل ہو گئی ہو یہ سب کیا بکواس کر رہی ہو۔؟" عائشہ تلخی سے ہنسی حیرت سے بولی

"یہ وہی پاگل پن ہے جو میں اب تک آپ کا برداشت کرتی آ رہی ہوں جس سے میں آج تک ڈرتی آئی تھی لیکن اب میرا ہر ڈر ختم ہو گیا ہے" اس نے اپنے بال پیچھے کیا اور شہیر کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا وہ اس کے چہرے کے قریب ہو رہی تھی کہ شہیر کا ضبط جواب دے گیا اس نے عائشہ کو بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑ کر خود سے دور کیا۔ وہ اس کے منہ پہ تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھا چکا تھا عائشہ ویسے ہی اسے دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پہ زرہ برابر بھی خوف نہیں تھا

"ماریں نا" اس نے شہیر کے ہوا میں اٹھے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے کہا وہ اس کے اور قریب ہو گئی اس نے شہیر کے گریبان کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور اسے کھینچ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولنے لگی اس نے آج بھی اس کے سینے پہ لکھے اپنے نام کو نہیں دیکھا تھا

"مجھے آپ سے نفرت ہے اتنی نفرت کے آپ سوچ نہیں سکتے آپ نے مجھے حاصل کر لیا کل آپ مجھے مکمل حاصل کر لیں گے شادی کا ٹائٹل دے کر آپ اپنی ہوس کو پورا کریں گے جبکہ میں آپ کو ابھی اجازت دے رہی ہوں کہ آپ اتنے تکلف مت کریں میری اب کوئی اوقات نہیں ہے آپ کے علاوہ بھلا میرے پاس کوئی بچا ہے جو میں آپ کو چھوڑنے کا سوچوں گی بھی۔؟"اس نے بھرائی آواز سے کہہ کر سر نہ میں ہلایا

"نہیں میرے پاس آج کوئی بھی نہیں بچا ماں باپ تک کے لیے میں مر گئی اب اگر میں یہاں سے نکل بھی گئی تو کہاں جاؤں گی اس لیے آپ مجھے جس بھی حال میں رکھیں گے میں رہ لوں گی میری بات مانیں"اس نے شہیر سے اپنا بازو چھڑا کر اس کا چہرہ پھر پکڑ لیا

"شادی رہنے دیتے ہیں آپ کر لیں نا جو کرنا میں تیار ہوں"شہیر کی آنکھوں میں شعلے جلنے لگے تھے اس نے دانت کچکچا کر عائشہ کا بازو پھر سے پکڑا اور چبا چبا کر بولا

"میں تم پہ ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتا اور تم یہ گھٹیا حرکتیں کر کے یہ سوچ رہی ہو کہ میں تمہیں استعمال کر کے چھوڑنے کی غرض سے تمہارے پیچھے ہوں تو اس بات کو اپنے اس دماغ سے نکال دو میں مر تو سکتا ہوں اب تمہیں چھوڑ نہیں سکتا"اس کی انگلیاں عائشہ کے بازو میں پیوست ہو رہی تھیں عائشہ کو تکلیف ہو رہی تھی پر وہ لب بھینچ کر نم آنکھوں سے شہیر کو دیکھ رہی تھی

"تم میری تھیں،ہو اور میری ہی رہو گی میں نے دنیا سے ٹکر تمہیں استعمال کر کے چھوڑنے کے لیے نہیں لی میں اگر ایسا کرنا چاہتا تو اسی دن کر لیتا جب تم مجھ سے کیفے میں ٹکرائی تھیں تم میرے 1

ایک اشارے سے میرے بستر پہ ہوتیں پر میں نے تمہیں محبت سے پہلے عزت دی ہے اور اب تم میری محبت دیکھو گی تم نے جو کرنا ہے کرو" اتنا کہہ کر رکا کمرے کی کھڑکی سے ہوا کے جھونکے اندر آ رہے تھے اس کی شرٹ پھڑ پھڑا رہی تھی عائشہ کی نظر ایک لمحے کو اس کے سینے پہ رکی تھی "بس ایک حد تک میں نہیں چاہتا کہ میں تم پہ ہاتھ اٹھاؤں تمہیں تکلیف پہنچاؤں اس لیے اپنی حد میں رہو" اس نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا اور کمرے سے نکل گیا عائشہ جہاں تھی وہیں رہ گئی تھی وہ کسی پتھر کی طرح کھڑی تھی اس نے اس کے سینے پہ عین دل کے اوپر اپنا نام لکھا دیکھ لیا شہیر کے دل پہ "عائش" لکھا تھا کوئی ہوس کو دل میں نہیں رکھتا یہ دماغ کا فتور ہوتا ہے دل کا نہیں۔۔۔۔پر عائشہ یہ بات ابھی نہیں سمجھے گی اسے سمجھنے میں وقت لگے گا اس نے آج ماتم کرنا تھا اپنی ہی موت پہ ماتم وہ فرش پہ بیٹھ کر اپنا چہرہ بازوؤں میں چھپا کر زور زور سے رونے لگی تھی۔ کھلی کھڑکی سے گہری ہونے والی رات اسے آزردگی سے دیکھ رہی تھی اور ہوا کے جھونکے ویسے ہی چل رہے تھے۔

_____&&&&&&_____

یہ سعودی عرب کی ایک زیرِ تعمیر عمارت ہے جس پہ گرم سورج کھڑا اسے آنکھیں دکھا رہا ہے وہیں اس عمارت میں بہت سے ورکرز اس میں کام رہے ہیں۔ سب اپنے کام میں مصروف ہیں کہ تبھی ان میں سے ایک کے فون کی گھنٹی بجی اس نے کام کو چھوڑ کر فون نکال کر سامنے کیا۔ چہرے پہ تبسم بکھر گیا

"میں کال سن کر آتا ہوں" وہ اپنے ساتھی کو کہہ کر آگے بڑھ آیا اور عمارت کے ایک خالی گوشے میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے فون کان سے لگا لیا تھا

exponovels

"ہائے میری جند میں صدقے تجھے ہی ابھی یاد کر رہا تھا" وہ موٹی مونچھوں اور دبتی رنگت والا آدمی تھا جس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی وہ فون کان سے لگا کر دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا دوسری جانب نسوانی آواز اس کے کان میں گونجی

"اللہ رکھے تو کب آئے گا تیرے پلوں نے میرا خون پینا شروع کرر کھا ہے تو خود تو سعودی عرب جا کر بیٹھ گیا اور مجھ پہ اپنی ماں سمیت یہ پلے چھوڑ گیا جنہیں ٹھسوا ٹھسوا کر میں مرنے والی ہو رہی ہوں" اللہ رکھے کا ناک پھول گیا

"جاہل عورت سارے موڈ کا ستیاناس کر دیا تیری اسی زبان کی وجہ سے میرا آنے کو دل نہیں کرتا نہاتی دھوتی ہے نہیں بس بھونکنے سے دھیان ہے" وہ پھنکارا تھا سعودی عرب میں دکھائی دینے والی عورتوں نے اس کی پسند بدل کر رکھ دی تھی اسے جس بیوی سے کبھی دھواں دھار عشق تھا اب وہی اسے زہر لگتی تھی پر کبھی کبھی

"ہاں مجھ میں تو کیڑے نظر آئیں گے ہی تجھے اب تو وہاں کسی عربی کے چکر میں پڑ گیا ہو گا ہائے اللہ میں یہاں مرنے اور چولہے میں جھلسنے کو رہ گئی تو وہاں عیش کرتا پھر رہا ہے میں کہہ رہی ہوں اللہ رکھے جلدی آجا واپس ورنہ میں تیری اس ناگن ماں کو زہر دے دوں گی بڑھی مرتی ہے نا نہ جان چھوڑتی ہے" اللہ رکھا اس کی بات پہ جھلا گیا

"کتے کی بچی بکواس کرتی ہے میں بہت جلد واپس آرہا ہوں تیری یہ زبان ہی کاٹوں گا تو بس صبر کر جا حرام زادی میری ماں کو گالیاں دے رہی ہے" دوسری طرف اللہ رکھے کی بیوی کے ماتھے پہ تیوری چڑھ گئی

"ہاں اور تو جو میرے باپ کو گالیاں دے رہا ہے وہ تجھے ٹھیک لگتا ہے۔؟ شادی کو اتنے سال ہو گئے ایک پل بھی مجھے سکون کا نصیب نہیں ہوا میری تو ڈلیوریوں سے ہی جان نہیں چھوٹتی ایسے سانپ پیدا کیے ہیں بات بات پہ کھانے کو

آتے ہیں مجھے کھا کھا کر ختم کر دیا ہے اور تو بھی مجھے ہی سناتا ہے تیری ماں کا آگے سے آگے کرتی ہوں پھر بھی وہ مجھے آج بھی جوتی اٹھا کر مار دیتی ہے میں ماریں کھانے کے لیے رہ گئی کبھی تجھ سے پٹوں تو کبھی تیری اولاد سے اور کبھی تیری ماں سے مجھے انسان سمجھا ہے کبھی تو نے۔؟"اس کا گلا رندھ گیا اللہ رکھے نے گہرا سانس لیا اسے ایک بار پھر اپنی بیوی پہ ترس آگیا تھا

"میں نے تجھے کتنی بار کہا ہے کہ تو جواب دے دیا کر اپنی جان نہ جلایا کر" جو ابھی ماں کی طرفداری کر رہا تھا بیوی کے آنسوں محسوس کرتے ہوئے اپنا بیاں بدل گیا

"ہاں کچھ کہہ دو سارے منہ کو آتے ہیں تیری ماں تیری بہنوں کو کال کر کے مجھے کوستی ہے میں کسے اپنا دکھڑا سناؤں" وہ اب رونے لگی تھی اللہ رکھے کا اور دل پگھل گیا اس نے کہا

"میں اب بس ایک دو دنوں میں آجاؤں گا پھر کروں گا سب کو سیدھا تو پریشان نہ ہو" اس نے اتنا کہہ کر اپنی بات میں وقفہ دیا پھر بولا

"اچھا کہہ آئی لو یو" دوسری طرف اس کی بیوی جھنیپ گئی آنسو صاف کیے۔

"میں نہیں کہتی مجھے شرم آتی ہے" وہ شرماتے ہوئے لہجے سے بولی اللہ رکھا اور اترا گیا وہ کچھ اور اس سے کہہ کر رہا تھا پر ہم ان کی "وہ" والی باتیں نہیں سنتے کیونکہ وہ ان کی پرائیوٹ باتیں ہیں اور کسی کی پرائیوٹ باتیں سننا بری بات ہوتی ہے اس لیے ہم اللہ رکھے اور اس عمارت سے دور ہوتے جا رہے ہیں وہ ہمیں اب مٹی کے زرے کی طرح دکھائی دے رہا ہے اور کچھ دیر بعد وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

exponovels

جہاں اللہ رکھے کی بیوی اس کا بے صبری سے انتظار کر رہی ہے وہیں ارمان بھی اس کا انتظار رہا ہے اللہ رکھا اس کی آخری امید تھی وہ اسے ہاتھ سے نہیں نکلنے دے گا

___________&&&&&&&&_________

ارمان کے بنگلے پہ رات کا دوسرا پہر چھایا تھا آسمان پہ بکھرے تارے ٹیرس پہ کھڑے ارمان کو دیکھ رہے تھے اسے لگ رہا تھا جیسے یہ رات اسے زبان چڑاتی ہوئی گزر رہی ہے وہ کہہ رہی ہے کہ شہیر نے اس سے اس کی محبت چھین لی

"وہ میری محبت نہیں تھی "اس نے رات سے کہا رات نے اسے افسوس سے دیکھا

"تم جھوٹ کہہ رہے ہو "ارمان نے شانے اچکائے

"ظاہر سی بات ہے میں جھوٹ بول رہا ہوں مجھے عائشہ سے محبت تھی لیکن اس نے میرے ساتھ غلط کیا "

"اچھا تو تم نے بھی اس کے ساتھ نہیں کیا "رات نے ملال سے کہا

"مجھے ایسا کرنا پڑا میں اس شخص کو نہیں چھوڑتا جو مجھے دھوکا دیتا ہے عائشہ نے مجھے دھوکا دیا ہے اور مجھے اس بات کا اندازہ تھا کہ ایک دن میں اسے کھودوں گا میں نے اسے شادی کی پہلی رات ہی اپنی کہانی سنادی تھی کہ میں ایک لڑکی سے محبت کرتا تھا لیکن وہ کسی اور سے محبت کرتی تھی اور اس لڑکی نے اس سے شادی کرلی اور میرا دل ٹوٹ گیا "وہ خود کو نارمل رکھے رات سے باتیں کر رہا تھا اس نے سب کچھ جیا کو بھی بتادیا تھا جیا کو اس کی بات پہ صدمہ ہوا تھا وہ ماننے کو تیار نہیں تھی لیکن پھر جب ارمان نے اسے کہا کہ شہیر عائشہ کا پیچھا کرتا تھا تو اسے وہ کلب والا دن یاد آیا اور وہ چپ سی

ہو گئی لیکن اسے اس بات پہ ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ عائشہ اپنی مرضی سے شہیر کے پاس گئی ہے پر اس نے ارمان سے اس بارے میں اور کوئی بات نہ کی تھی۔

ارمان جو آسمان پہ چمکتے تاروں کو دیکھ رہا تھا گہرا سانس لے کر بولا

"تو کل ہم اپنی محبت سے پوری طرح سے ہار جائیں گے میں نے کیا کچھ سوچا تھا کہ میں ایک دن عائشہ کے دل میں اپنا مقام بنالوں گا اور پھر میں اسے سب کچھ سچ بتادوں گا کہ میں کر سچن ہوں میں نے اسی لیے اس سے کوئی تعلق بھی قائم نہیں کیا تھا میں اس لیے اپنے حقوق سے دستبردار رہا تھا کیونکہ میں اپنے باپ کی طرح کوئی بھی تعلق جھوٹ پہ قائم نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن میرا تعلق قائم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا" اس کے لہجے میں تکلیف در آئی تھی اس نے آسمان سے نظریں ہٹائیں اور سر جھٹک کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔ اسے اب اس فیز سے نکلنا ہے اس نے سوچ لیا تھا۔

_________&&&&&&&&&_________

اگلا روز عائشہ پہ قیامت کی طرح طلوع ہوا تھا جب وہ اٹھی تو کچھ دیر میں شہیر آ گیا تھا اس نے عائشہ کو آ کر بس اتنا کہا "ناشتہ کر لو پھر میں نے تم سے سائن کروانے ہیں" ارمان کی طرف سے عائشہ کی آزادی کا پروانا صبح ہی آ گیا تھا اس بات پہ شہیر کو بھی حیرت ہوئی تھی اس نے ارمان کو کال کی

"تم اتنی جلدی مان جاؤ گے میں نے سوچا نہیں تھا" ارمان نے اس کی بات کے جواب میں کہا

"پر میں نے سوچ لیا تھا کہ وہ میری نہیں ہے اس لیے میں اس سے دستبر دار ہو رہا ہوں میں تم سے ایک بار ملنا چاہتا ہوں" شہیر نے سر ہلا یا

"میری شادی پہ بریانی کھانے آجانا" اس کا انداز مذاق اڑنے والا تھا ارمان کے دل پہ گھونسا لگا پر وہ ضبط کر گیا اس نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا کہ

"میں ایک دو دن میں تم سے ملوں گا" اپنے کمرے میں بیٹھے ارمان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔اس کے چہرے پہ انتقامی تاثر تھے شہیر نے اسے کہا تھا کہ اب وہ اس کے ساتھ کھل کر کھیلے گا تو وہ بھی اب یہ اچھائی کا لبادہ اتار کر اس کے سامنے آئے گا وہ تھک گیا ہے سب کے لیے اچھا بنتے بنتے ارمان نے کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔اور شہیر بھی فریش ہو کر اس کی طرف سے آنے والا طلاق کا پرچہ لے کر اب عائشہ کے سامنے کھڑا تھا۔اس نے عائشہ کو اپنے سامنے بٹھا کر ناشتہ کروایا اور پھر اسی ٹیبل پہ وہ کاغذ رکھ دیا جس پہ لکھا تھا کہ ارمان ملک عائشہ کو طلاق دے رہا ہے ارمان کے سائن اس پرچے پہ ہوئے ہوئے تھے عائشہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اس نے شہیر کو دیکھا

"آپ۔۔۔۔!" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کے سارے الفاظ ختم ہو گئے تھے شہیر نے اس کے ہاتھ میں پین پکڑا یا

"کرو سائن" عائشہ کے ہاتھ کانپ رہے تھے لیکن اس کے پاس اس کے علاوہ اب کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا اس نے لرزتے وجود سے اپنا سائن گھسیٹ دیا۔شہیر نے سکون کا سانس لیا اسے عائشہ سے بھی اتنی شرافت کی امید نہیں تھی پر آج سب کچھ اس کی امید کے بر خلاف ہو رہا تھا اسے دفعتاً عائشہ پہ پیار آیا

exponovels

"عائش۔۔۔۔۔!"اس نے اس کے آنسو صاف کیے عائشہ نے اس کا ہاتھ جھٹکا

"مجھے ہاتھ مت لگائیں آپ قاتل ہیں"شہیر کا دماغ بھک سے اڑ گیا اس نے حیرت سے عائشہ کو دیکھا

"کس کا۔؟"اس نے اسی حیرت سے پوچھا

"ارمان کی ماں کے"شہیر کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے مطلب اس لڑکی نے ٹھان رکھی ہے کہ وہ شہیر کو کوئی نہ کوئی الزام دیتی رہی گی

"میرا نا عائشہ موڈ خراب نہ کرو میں خوش ہوں آج تمہارے ان بے وقوفانہ الزاموں کی صفائی میں بعد میں دوں گا آج نہیں اور میری بات سنو"وہ کرسی پہ بیٹھی لڑکی پہ جھکا

"اب عدت والا ڈرامہ مت کرنے بیٹھ جانا ہماری کل شادی ہے آج میرے ساتھ چلنا میں تمہیں شاپنگ کرواؤں گا"وہ چہک کر بول رہا تھا عائشہ نے اسے تنفر سے دیکھا اسے اپنے سامنے ہٹایا اور کھڑی ہو کر بولی

"آپ خود جا کر میرے لیے کفن کا انتظار کر لیجیئے گا میں اس تماشے میں کوئی حصہ نہیں لوں گی"وہ کہہ کر چلی گئی۔ شہیر نے لب بھینچ کر اسے گھورا تھا لیکن اسے کچھ کہا نہیں تھا اور وہ فلحال اسے کچھ کہنا بھی نہیں چاہتا تھا وہ عائشہ کو لازمی اپنے ساتھ شاپنگ پہ لے کر جائے گا اس نے سوچ لیا تھا

"میں دیکھوں گا یہ مجھے کیسے انکار کرتی ہے"اس نے کہہ کر سر جھٹکا اور طلاق کے پیپرز اٹھا کر وہ ڈائننگ سے نکل گیا تھا۔ان کے جانے کے بعد ڈائننگ ویران ہو کر رہ گئی تھی اس کا فانوس اداس سا ہو گیا تھا ہر طرف خاموشی چھا گئی تھی۔

exponovels

__________&&&&&&&&_________

شہیر ملک کے بنگلے پہ صبح کی کرنیں بکھری دکھائی دیتی ہیں۔لان میں گاس پہ شبنم کے قطرے دم توڑتے جارہے تھے ان پہ کام کرتے ملازم قدم رکھتے تو وہ لڑھک کر زمین میں جذب ہو جاتے۔ایسے میں اپنے کمرے کے ٹیرس میں کرسی رکھ کر زویا بیٹھی طلوع ہوتے سورج کو دیکھ رہی تھی جس کے آگے کبھی بادل آجاتے تو لان میں اندھیرا چھانے لگتا۔پرندے بے پرواسے اڑرہے تھے۔وہ ڈھیلے ٹراؤزر کے ساتھ بلیک ہاف آستیوں والی شرٹ میں ملبوس تھی بال ڈھیلے جوڑے کی شکل کیچر میں بندھے تھے چہرے پہ بھی کچھ آزاد لٹیں رقصاں تھیں۔کل جب اسے پتہ چلا تھا کہ شہیر عائشہ کو اٹھا کر لے آیا ہے تو تب سے اس کا ہر چیز سے دل اچاٹ ہو گیا تھا وہ اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔وہ شہیر کے سامنے یہ سوگوار چہرہ لے کر نہیں جان چاہتی اسے وقت چاہیے تھے۔جو اسے ملے گا نہیں۔ اداس آنکھیں بے نور لگتی تھیں۔وہ برسنا چاہتی تھیں کہ کمرے میں رکھا اس کا موبائل چیخنے لگا اور اسے نہ چاہتے ہوئے بھی آسمان سے نظر ہٹانی پڑی وہ بے دلی سے اٹھ کر کمرے میں آئی اور موبائل اٹھا کر سامنے کیا تو اس پہ لائم لکھا جگمگا کر رہا تھا وہ اندر تک جھنجھلا گئی۔اس نے کال کاٹ دی۔موبائل رکھ کر جانے لگی کہ وہ پھر بجنے لگا اس نے کوفت سے موبائل کو دیکھا

"کیا ہے۔؟"وہ کھا جانے والے انداز میں بولی۔

"میں پاکستان آگیا ہوں تم کب فری ہو گی میں تم سے ملنے آنا چاہ رہا تھا"زویا کا سر چکرا گیا

"کیا تم پاکستان آگئے ہو۔؟"اس نے بے یقینی سے پوچھا

ہاں آگیا ہوں" وہ شانت لہجے سے بولا

"اوہ خدا" اس نے اپنا سر پیٹ لیا پھر بولی " تمہیں امریکہ میں سکون نہیں تھا جو پاکستان آ گئے۔؟" لائم اس کی بات پہ ہنسا۔ زویا کڑھتی ہوئی بیڈ پہ بیٹھ گئی۔ اس کی نظر ٹیرس کے کھلے دروازے کی طرف تھی جہاں سے کرنیں آہستہ آہستہ اندر آ رہی تھیں۔

"نہیں مجھے وہاں سکون نہیں تھا اب جو میں پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ تم کب فری ہو گی مجھے لینے آؤ گی یا ایڈریس مجھے سینڈ کر دو گی" زویا نے دانت پیسے

"میں دونوں ہی نہیں کروں گی "

"ہاؤ روڈ تمہیں ایسے بات نہیں کرنی چاہیے" وہ جان بوجھ کر اداسی سے بولا

"دیکھو لائم" وہ کچھ کہنے لگی کہ لائم ترنت بولا

"دیکھوں گا تو تب نا جب تم مجھے ملو گی تم تو ملتی ہی نہیں" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی اور لہجے میں ناراضی زویا نے گہرا سانس لیا اسے اپنے لہجہ کی سختی کا اندازہ ہو گیا تھا وہ کچھ زیادہ ہی بد لحاظ ہو رہی تھی اس لیے اپنا لہجہ درست کرتی بولی

"میں تمہیں ایڈریس بھیج رہی ہوں" لائم خوش ہو گیا

"آؤں گا تو شکریہ کروں گا" اس نے کہہ کر کال کاٹ دی زویا نے سر جھٹکا وہ اس لڑکے کا کیا کرے زویا اسے جتنا مرضی سنا لیتی پر وہ کبھی اسے اف نہیں کرتا تھا عجیب ٹھنڈے مزاج کا مالک تھا لائم۔

exponovels

زویانے اپنا موبائل بیڈ پہ رکھا وہ فریش ہونے واش کی طرف بڑھی ہی رہی تھی کہ اس کے کمرے کا دروازہ بجا

"کون۔؟" اس نے گردن ترچھی کر کے پوچھا

"شہیر" زویانے اپنے ماتھے پہ ہاتھ مارا اب اس کی خیر نہیں وہ بھاگ کر دروازے کی طرف گئی۔

"دروازہ کیوں بند تھا۔؟" جس سوال کی اسے امید تھی دروازے کھولتے ہی شہیر نے وہی کیا

"بس ویسے ہی" اس نے شانے اچکائے۔ شہیر کسی پہاڑ کی طرح اس کے سامنے کھڑا اسے گھور رہا تھا نیلی آنکھوں میں سختی تھی

"آئندہ دروازہ لاک نہ ہو کوئی بات ہو تو تم مجھ سے شئیر کیا کرو دروازے بند کر کے اپنے اندر ہی پریشانیاں مت سمیٹتی رہا کرو" زویا کا دل ڈوب کے ابھرا۔اس نے شہیر کو توجہ سے دیکھا

"تم میرے دکھ نہیں سمجھ سکو گے" اس کے منہ سے نکل گیا۔ شہیر نے سر ناں میں ہلایا

"میں سب سمجھتا ہوں" زویا نے سر جھٹکا

"پھر بھی تسلیم نہیں کرتے" اس نے دل میں یہ بات کہی پھر مسکرا کر بولی

"تم خیریت سے آئے ہو۔؟" اس نے پوچھا تو شہیر نے سر ہلا دیا

"ہاں بس تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ ارمان نے عائشہ کو طلاق دے دی ہے اور کل ہم شادی کر رہے ہیں" زویا کے دل پہ کسی نے آری چلائی دفعتاً اس کے گلے میں آنسو اٹک گئے تھے اس کے چہرے پہ سائے لہرائے تھے جسے اس نے بڑی مشکل سے چھپایا تھا کرنیں ویسے ہی کمرے میں پھیل کر اسے روشن کر رہی تھیں کمرے میں اس وقت کوئی بھی

exponovels

لائٹ نہیں جلی تھی لیکن کرنوں نے روشنی کی ہوئی تھی زویا کی پشت پہ سورج تھا اس کی پشت سے روشنی پھوٹ رہی تھی اس کا چہرہ تاریک دکھائی دیتا تھا اس کے یکا یک بھیگتے آنکھوں کے گوشوں کو شہیر دیکھ نہیں پایا تھا

"تو تم مجھے اپنی شادی میں انوائیٹ کرنے آئے ہو۔؟" اس نے انداز کو نارمل رکھنے کی کوشش کرتے پوچھا کانپتی آواز پہ اس نے بدقت قابو کیا تھا

" بالکل " شہیر اس کی بات پہ ہنس کر بولا تو زویا نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ان کی پشت چومی

" میری دعا ہے تمہارے سارے دکھ مجھے مل جائیں " شہیر نے اسے ناراضی سے دیکھا

" اور میری دعا ہے کہ ہمارے پاس کبھی دکھ آئیں ہی نہ " اس نے زویا کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے " نہ میرے پاس اور نہ تمہارے پاس " زویا کا دل کرلایا

" میرے پاس تو آ گئے شہیر " اس نے دل میں کہا اور شہیر کے سامنے مسکرا کر سر ہلا دیا

" عائشہ کو زیادہ تنگ مت کرنا اور کل اسے یہیں لے آئیں گے ہم " شہیر نے اسے تنگ نہ کرنے والی بات پہ کچھ حیرت سے دیکھا

" میں اسے تنگ نہیں کرتا وہ مجھے کرتی ہے اس کی باتیں اتنی عجیب ہوتی ہیں کہ میرا دماغ گھوم جاتا ہے آج وہ مجھے کہہ رہی تھی کہ میں قاتل ہوں اور میں نے ارمان کی ممی کو مارا ہے " زویا کو جھٹکا لگا اس نے بے یقینی سے شہیر کو دیکھا

" پھر تم نے کیا کہا۔؟ "

" یہی کہ میں آج لڑنے کے موڈ میں نہیں ہوں مجھے غصہ مت دلاؤ " زویا نے اسے خفگی سے دیکھا

exponovels

"لڑکیوں سے ایسے باتیں نہیں کرتے وہ حساس ہوتی ہیں" شہیر نے اس کے ماتھے پہ ہلکی سی چپت لگائی

"اور بے وقوف بھی" وہ کہہ کمرے سے نکل گیا "اگر کچھ لینا ہو تو آج ہی جا کر لے لینا" شہیر نے کمرے سے دور جاتے ہوئے اونچی آواز میں کہا تھا زویا جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہ گئی۔اس نے شہیر کی بات زیرِلب دہرائی

"لڑکیاں بے وقوف ہوتی ہیں" یہ دہراتے اس کی آنکھیں بھیگ گئیں وہ پلٹ کر ٹیرس کی طرف جانے لگی

"ہاں لڑکیاں محبت کے معاملے میں بہت بے وقوف ہوتی ہیں دل دینے سے پہلے سوچتی ہی نہیں کہ اگلا وہ دل رکھے گا بھی یا نہیں ان سے پتہ نہیں کیوں اپنا دل سنبھالا نہیں جاتا" اس نے ٹیرس کا دروازہ بند کیا تو کرنوں کی روشنی مدہم ہو گئی۔اس نے اس پہ پردے بھی ڈال دیے اور واش کی جانب بڑھ گئی۔

وہ اپنی زندگی کی طرح کمرے کو بھی اب تاریک رکھنا چاہتی تھی۔

__________&&&&&&&&&&&________

سلیولیس بنیان نما شرٹ اور ڈیمج پینٹ جو گھٹنوں سے پھٹی تھی پہن کر وہ عائشہ کے سامنے کھڑا تھا سینے پہ موٹا چین تھا بال ماتھے پہ بکھرے اس کے بل چھپا رہے تھے پر آنکھوں میں ناراضی ظاہر ہوتی تھی

"تم کیا چاہتی ہو۔؟" عائشہ نے سپاٹ چہرے سے اسے دیکھا

"مرنا" وہ بیڈ سے کھڑی ہو کر اس کے سامنے آ گئی "مار دیں مجھے" آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی شہیر نے ضبط سے لب بھینچ لیے

"عائش۔ "!

exponovels

"میرا نام عائشہ ہے" وہ پھنکاری تھی اسے اب شہیر کے منہ سے یہ لفظ بہت ہی برا لگتا تھا شہیر نے گہرا سانس لیا

"میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا جو کہہ کر رہا ہوں کر لو" عائشہ نے تلخی سے اسے دیکھا

"میں آپ کی غلام نہیں ہوں" شہیر اس کے انداز پہ مسکرایا اسکی مسکان عجیب تھی

"ویسے سوچو میں اگر تمہیں باندھ کر رکھو تو کیسا لگے گا۔؟ "

"پر تو کاٹ دیے ہیں اب باندھ بھی دیں" طنزیہ لہجہ شہیر سے اور برداشت نہ ہوا۔

"عائش میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا مجھے ایک بات بار بار کرنے کی عادت نہیں ہے میں جو کہا کروں مان جایا کرو میں نہیں چاہتا کہ میں تم پہ سختی کروں" عائشہ نے ملال سے اسے دیکھا

"آپ کو شہیر ڈر نہیں لگتا بد دعا سے۔؟" شہیر نے سر ناں میں ہلا دیا

"مجھے نہیں لگتا ڈر کسی بھی چیز سے بس تمہیں کھونے سے لگتا تھا اب وہ ڈر بھی دل سے نکل گیا" اس نے عائشہ کا ہاتھ پکڑا "اب تم خاموشی سے میرے ساتھ چلو شاپنگ پہ" وہ کہہ کر اسے اپنے ساتھ لے جانے لگا تھا عائشہ نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی سعی کی پر شہیر کی گرفت مضبوط تھی۔ وہ اسے اپنے ساتھ شاپنگ پہ لے آیا تھا عائشہ کو اس نے مال میں لے جا کر کہا

"جو لینا ہے لے لو" عائشہ ایسے ہو گئی جیسے سنا ہی نہیں وہ اپنی جگہ پہ ہی کھڑی رہی شہیر کا غصے سے ناک پھول گیا اس نے پھر عائشہ کے لیے خود ساری شاپنگ کی ٹی پنک بھاری کامدار لہنگے کو اس نے عائشہ کے لیے پسند کیا تھا وہ ایک ایک چیز عائشہ پہ لگا لگا کر دیکھ کر فائنل کر رہا تھا عائشہ کی جب ساری شاپنگ

exponovels

پوری ہو گئی تو وہ اسے ریستوران میں لے آیا تھا۔

اس نے فہرست بعام عائشہ کے سامنے کی عائشہ نے رخ موڑ کر کہا

"میں نے کچھ نہیں کھانا" شہیر کا پارہ ہائی ہو گیا۔اس نے ٹیبل پہ مکا مارا۔عائشہ اپنی جگہ پہ ہی اچھل گئی۔ارد گرد کے کچھ لوگوں نے ان کی طرف دیکھا تھا پر شہیر بے نیازی سے عائشہ کو گھور رہا تھا

"میں بہت دیر سے تمہارے انکار سن رہا ہوں اور اب میری بس ہو گئی ہے اب اگر تم نے میری بات نہ مانی تو اچھا نہیں ہو گا" عائشہ کو اس کا انداز برا لگا "میں نہیں مانوں گی آپ کی بات نہیں کھانا میں نے کچھ بھی آپ کیا کر لیں گے۔؟" شہیر نے سر اثبات میں ہلایا۔وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔اپنی کرسی اٹھا کر عائشہ کے پاس رکھی اور جھک کر اس نے عائشہ کے دونوں ہاتھ اپنے ایک ہاتھ میں پکڑ لیے۔

"میرے پاس فلحال رسی نہیں ہے ورنہ میں تمہیں بتاتا کہ میں کیا کر سکتا ہوں" اس نے ویٹر کو اشارہ کر کے آرڈر دیا اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گیا ویٹر جب ان کا کھانا لے آیا تو اس نے چمچ چاولوں کا بھرا اور دوسرے ہاتھ سے وہ عائشہ کے منہ کے آگے کر دیا۔ارد گرد کے لوگ اپنا کھانا چھوڑ کر انہیں دیکھنے لگے تھے کچھ دباد باسا مسکرا رہے تھے تو کوئی کانوں میں سر گوشیاں کر رہا تھا عائشہ کا دماغ بھک سے اڑ گیا اس کا چہرہ جھک گیا

"کیا بد تمیزی ہے۔؟" وہ اپنا ہاتھ چھڑانا چاہ رہی تھی پر شہیر چھوڑ نہیں رہا تھا۔

"منہ کھولو" اس نے عائشہ کی بات نظر انداز کر دی۔عائشہ نے جھنجھلا کر اسے دیکھا

exponovels

"آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے مجھے نہیں کھانا" وہ دبا دبا سا چیخی تھی لوگ ویسے ہی دلچسپ نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے شہیر نے سنجیدہ نظروں سے عائشہ کو تکتے ہوئے کہا

"تم میری محبت کو یاد کر کے رویا کروگی" عائشہ کا دل اس کی بات پہ دھڑکنا بھول گیا۔اس نے شہیر کو دیکھا جو پلیٹ میں چمچ رکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ "چلو چلیں" اس نے شاپنگ بیگز اٹھائے اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔عائشہ سے اٹھا نہ گیا۔جو شہیر نے کہا اس کا مطلب وہ سمجھنا چاہ رہی تھی۔کیا شہیر اسے چھوڑ دے گا۔؟اس کے دل نے سوال کیا۔ عائشہ کچھ دیر ویسے ہی بیٹھی رہی پھر اس نے سر جھٹکا اور کھڑی ہو گئی۔اسے شہیر کے چھوڑ جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

__________&&&&&&&&&__________

اگلا روز عجیب بوجھل سا تھا بادل آسمان پہ گہرے چھائے تھے وہ تیار ہو کر لاؤنج میں شہیر کے ساتھ بیٹھی تھی اسے ابھی بھی یقین نہیں آرہا تھا اس نے لاؤنج میں موجود زویا کو پھر سے نظر

اٹھا کر دیکھا جس کے چہرہ پہ مسکان تھی وہ عائشہ کو محبت سے دیکھ رہی تھی عائشہ نے اس پہ سے نظر ہٹالی اس نے چہرہ جھکا کر صوفے کو مٹھیوں میں دبوچنا چاہا

"دھوکے باز" اس نے جب سے زویا کو دیکھا تھا تب سے اس کے دماغ میں ریاض کی دکھائی تصویریں چل رہی تھیں۔اسے ایک بار پھر سے یقین آنے لگا تھا کہ ریاض سچ کہہ رہا تھا شہیر غیر مسلم ہے اور زویا اس کی بیوی ہے۔۔۔۔۔۔

exponovels

"پھر یہ نکاح والا تماشہ۔۔۔۔!" عائشہ کو لگ رہا تھا جیسے اس پہ آج آسمان ٹکڑے ٹکڑے گر رہا ہے اسے لاؤنج کی دیواریں اپنے گرد تنگ ہوتی دکھائی دینے لگی تھیں۔اس کا سانس گھٹنے لگا تھا۔لاؤنج میں مولوی کے ساتھ کچھ اور لوگ اور دستگیر موجود تھا۔جو گواہ کے طور پہ وہاں تھے۔مولوی نے نکاح پڑھانا شروع کیا

جب اس نے عائشہ کے نام کے ساتھ اس کے والد کا نام لیا تو اس کا دل کٹ کر رہ گیا اسے اپنے ابو اور گھر والے بے ساختہ یاد آئے

"تم ہمارے لیے مر گئی ہو "ان کے جملے اس کے گرد بازگشت کرنے لگے تھے۔اس کا وجود کانپنے لگا شہیر نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔

"رونا بند کرو "اس نے اس کے کان میں سرگوشی کی مولوی عائشہ سے پوچھ رہا تھا کہ اسے نکاح قبول ہے یا نہیں

"کہو ہاں "شہیر نے اس کے کان میں حکم دیا عائشہ نے اسے دیکھا شہیر کا چہرہ سنجیدہ تھا اسے شہیر کو دیکھتے ہی اس کی باتیں یاد آنے لگیں

")تم چاہتی ہو تمہارے بھائی کو کوئی گولی مار جائے("

"قبول ہے "عائشہ نے تھرتھراتے لبوں سے کہا

)تمہارے ابو کا ایکسڈینٹ ہو جائے(

"قبول ہے "اس کی آنکھوں میں شہیر کے لیے نفرت بڑھتی جا رہی تھی وہ ویسے ہی تنفر سے اسے گھورتی ہوئی چبا چبا کر کہہ رہی تھی

exponovels

")کیاتم چاہتی ہو کہ تمہارے گھر میں آگ لگ جائے۔ ("

"قبول ہے"اس کے تیسری بار قبول ہے کہتے ہی شہیر نے سکون کا سانس لیا۔وہ مسکرایا عائشہ کا دل کیا وہ اس شخص کا منہ نوچ لے۔اسی نے اس سے سب کچھ چھینا ہے۔آج اس کے گھر والے اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہ رہے صرف شہیر کی وجہ سے۔شہیر نے اسے برباد کر دیا۔بالکل برباد اس کے وہ سارے برے خواب سچ ہو گئے جن کی وہ تردید کرتی آئی تھی۔شہیر صوفے پہ سے اٹھ کر وہاں موجود لوگوں سے مل رہا تھا۔عائشہ نے اب اسے دیکھنا بند کر دیا تھا وہ اس شخص کے وجود پہ نظر بھی نہیں رکھنا چاہتی تھی۔

__________&&&&&&&__________

جاری ہے۔۔۔۔

Novel #A_Toxic_Lover

Writer #Ameer_Hamza

Epi 45 Part 2

وہ لوگ عائشہ کو شہیر کے بنگلے لے آئے تھے زویا نے شہیر کا کمرہ سجادیا تھا شہیر نے جب کمرے کو پھولوں سے مہکے دیکھا تو اس نے زویا کو تشکر آمیز نظروں سے دیکھا اسے کمرہ سجا ہوا بہت اچھا لگا تھا

"شکریہ کزن"اس نے زویا کو کہا

"یو آر ویلکم "اس نے سر کو خم دے کر جواب دیا پھر وہ عائشہ کو کمرے میں بیڈ پہ بٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔ شہیر اس کے سامنے بیڈ پہ بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ شہیر نے ڈینز سوٹ پہن رکھا تھا۔ بال پف کی صورت ڈھلے تھے آنکھوں میں جگنوں چمک رہے تھے۔اس نے عائشہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اوپر کیا۔

"میں نے تمہیں پا لیا" عائشہ کی آنکھیں بھیگنے لگی اس کے لب بھنچے ہوئے تھے

"میرا سب کچھ چھین کر "اس کے جواب پہ شہیر رسان سے بولنے لگا کہ عائشہ نے اس کا ہاتھ اپنے چہرے سے دور جھٹکا

"آپ نے مجھے برباد کر دیا" وہ چلائی تھی۔آنسو ٹوٹ کرر خساروں پہ گرنے لگے تھے اس کا چہرہ جلال سے سرخ ہو رہا تھا۔اس نے اپنے ہاتھ سے چوڑیاں اتار کر شہیر کے اوپر اچھال دیں

"میرے ماں باپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں صرف آپ کی وجہ سے "شہیر کے سینے سے وہ چوڑیاں ٹکرائی تھیں۔ وہ جہاں تھا وہیں تھم گیا اس نے عائشہ کو کھڑا ہوتے دیکھا وہ بیڈ سے اٹھ کر کمرے کی چیزیں توڑنے لگی تھی۔اپنی جیولری اتار کر پھینک رہی تھی اس نے نوچنے والے انداز سے اپنے سر سے دوپٹہ اتارا اور دور پھینک دیا

"میں پورے زمانے میں آپ کی وجہ سے ذلیل ہو کر رہ گئی ہوں لوگ مجھے اب دو نمبر گھٹیا عورت سمجھیں گے جیسا میرے گھر والے سمجھتے ہیں "وہ حواس بختگی سے روتی ہوئی اپنے بال نوچنے لگی تھی شہیر یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

exponovels

اس کی آنکھوں کی چمک مدھم ہونے لگی تھی عائشہ ہر بار اس سے ایسے ہی بات کرتی تھی لیکن کبھی اسے اتنا دکھ نہیں ہوا تھا جتنا آج ہو رہا تھا وہ

خود پہ پھر قابو کرتا کھڑا ہوا اس نے عائشہ کے دونوں ہاتھ پکڑے

"میں سب ٹھیک کر دوں گا" اس کا لہجہ نجانے کیوں کمزور ہو گیا تھا عائشہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا

"آپ جیسے لوگ صرف لوگوں کو برباد کرنا جانتے ہیں آپ کچھ ٹھیک نہیں کر سکتے آپ انتہائی گھٹیا انسان ہیں ایک غیر مسلم اور دھوکے باز انسان" شہیر اس کے منہ سے وہی بات سن کر جھلا گیا اس نے عائشہ کو سخت نظروں سے دیکھا وہ اسے کچھ بھی کہتا کہ عائشہ اس کے سینے پہ مکے برسانے لگی

"اللہ کرے آپ مر جائیں آپ کا بھی سب کچھ چھن جائے آپ کو کبھی کوئی خوشی نہ ملے لوگوں کی زندگی برباد کرنے والے آپ ایک گھٹیا انسان ہیں اللہ کرے آپ مر جائیں" وہ اس کے سینے پہ مکے برا سنا چھوڑ کر اپنا سر پیٹنے لگی تھی شہیر ساکت رہ گیا تھا۔ اس کے لمحے یہیں رک گئے تھے۔ اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا اسے بس بار بار یہی سنائی دے رہا تھا

"آپ مر جائیں آپ گھٹیا انسان ہیں" پہلے اس کا دل ٹوٹا

"آپ مر جائیں آپ گھٹیا انسان ہیں" پھر وہ دل بکھرتا جسم میں کرچیوں کی طرح چبھنے لگا۔

"آپ مر جائیں آپ گھٹیا انسان ہیں" اس کی آنکھوں میں موجود جگنوں کے پر جل گئے انکا دھواں اس کی آنکھوں میں جلن پیدا کرنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ سے گئے۔ اس نے عائشہ کو دیکھا۔

exponovels

"عائش۔۔۔۔۔!"اس نے بہت ہمت کر کے پکارا کرا تھا عائشہ نے اس کے پکارتے ہی اسے نفرت سے دیکھا

"آپ چلے جائیں میرے سامنے سے کہیں بھی چلے جائیں کہیں جا کر مر جائیں اور دعا کریں کہ میں بھی مر جاؤں میں کیوں نہیں مرتی شہیر میرے ساتھ اتنا سب ہو گیا مجھے سب چھوڑ کر چلے گئے میں پھر بھی زندہ ہو میں کیوں نہیں مر جاتی"وہ نڈھال سی ہو کر بکھرتی ہوئی فرش پہ بیٹھتی چلی گئی۔ شہیر پتھر کی طرح کھڑا تھا لیکن اس پتھر کی آنکھیں نم تھیں۔جو کوئی نہ کر سکا تھا وہ آج عائشہ نے کر دکھایا تھا جو کبھی نہیں رویا تھا عائشہ نے آج سے رلا دیا تھا۔

وہ بھی گھٹنوں کے بل بیٹھنے لگا۔عائشہ کے مقابل بیٹھ کر وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا جو اپنا سر پیٹ رہی تھی کہہ رہی تھی کہ "میں مر کیوں نہیں جاتی"شہیر نے اس کے ہاتھوں کو پکڑا۔اس کا ہاتھ پہلی بار کانپ رہا تھا وہ بہت مشکل سے اپنے آپ پہ قابو کر کے بیٹھا تھا

"اللہ نہ کرے تمہیں کبھی کچھ ہو"اس نے آگے بڑھ کر عائشہ کو اپنے سینے میں چھپا لینا چاہا

"اور تم فکر نہ کرو عائش میں اب جلد مر جاؤں گا تم مجھ سے جان چھڑانا چاہتی ہو نا"اس نے عائشہ کا چہرہ اپنے سامنے کیا۔عائشہ اس کی بھرائی آواز سن کر دھک سے رہ گئی۔اس نے نیلی آنکھوں کو بھیگا ہوا دیکھا تو خود رونا بھول گئی۔

شہیر نے گیلی سانس اندر کھینچی

"میں اب بہت جلد تمہاری جان چھوڑ دوں گا تمہیں اب اور مجھے جھیلنا نہیں پڑے گا"وہ کہہ کر فرش سے کھڑا ہوا اور آستین سے آنکھیں رگڑ کر کمرے سے نکل گیا۔عائشہ شل ہو کر رہ گئی تھی۔وہ اب رو نہیں رہی تھی اسے امید نہیں تھی کہ شہیر اس کی باتوں سے اتنا ٹوٹ جائے گا۔

exponovels

شہیر کمرے سے نکل تو سامنے زویا کھڑی تھی اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں شہیر نے اس سے نظریں چرائیں اور بڑے بڑے ڈگ بھرتا جانے لگا

"شہیر "اس نے اسے روکنا چاہا اسے ڈر لگتا تھا شہیر کے غصے سے اسے غصہ آرہا تھا عائشہ پہ اس نے شہیر کو کتنے آرام سے مر جانے کی بد عادے دی جب ان کے کمرے میں سے عائشہ کے رونے کی آواز آئی تو وہ تب سے کمرے کے باہر کھڑی تھی اس نے سب کچھ سن لیا تھا۔

"شہیر تم کہیں نہیں جاؤ گے "وہ ابھی فلحال اسے باہر نہیں جانے دینا چاہتی شہیر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے ہٹایا

"وہ چاہتی ہے میں مر جاؤں "اس کا انداز معصومانہ تھا آواز بھرائی ہوئی تھی آنکھیں جل رہی تھیں ان میں پانی جمع تھا زویا کا دل مسل دیا گیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی

"خدا نہ کرے تمہیں کچھ ہو "شہیر نے سر نہ میں ہلایا

"اس نے کہا ہے تو اب مجھے ہو جائے گا دیکھنا تم میں اسے اب مر کر دکھاؤں گا" وہ کہہ کر بڑے بڑے ڈگ بھرتا سیڑھیاں اترتا ہوا باہر پورچ میں آگیا وہاں دستگیر کھڑا تھا شہیر کو آتے دیکھ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا شہیر نے اسے دور رہنے کا اشارہ کیا اور زویا کے باہر آنے سے پہلے وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے بنگلے سے نکل گیا تھا۔ زویا دروازے پہ ہانپتی ہوئی کھڑی رہ گئی۔ دستگیر نے زویا کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ اس کے پاس آیا

"سب ٹھیک ہے میم۔؟ "

exponovels

"وہ شہی۔۔۔۔ شہیر۔۔۔۔اور عائشہ کی لڑائی ہو گئی ہے اور شہیر "اس سے بولا بہت مشکل سے جا رہا تھا۔ دستگیر کے چہرے پہ افسوس پھیل گیا۔

"یہ سب ریاض کی وجہ سے ہوا ہے میم کبھی باس سے اتنی بدگمان نہ ہوتیں اگر ریاض ان کے سامنے جھوٹ نہ بولتا تو" زویا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا جھوٹ بولا تھا ریاض نے۔؟" اس نے پوچھا دستگیر نے اسے بتانا شروع کر دیا اور زویا کے سامنے پوری دنیا گھوم گئی اسے اب سمجھ آئی تھی کہ عائشہ شہیر کو غیر مسلم کیوں کہہ رہی تھی۔ زویا نے سہارے کے لیے چوکھٹ کو پکڑا۔

"عائشہ نے ایک جھوٹ پہ یقین کر کے شہیر کو اتنا کچھ سنایا۔؟" اسے صدمہ ہوا۔ اسے دستگیر کی باتیں سن کر اب عائشہ پہ اور غصہ آنے لگا تھا۔ ایک جھوٹی کہانی پہ یقین کر کے اس نے یہ سب کیا۔ جبکہ شہیر نے اسے ثبوت بھی دکھائے پھر بھی۔۔۔۔! اس نے مٹھیاں بھینچ لیا۔

"تم شہیر کے پیچھے جاؤ اسے کچھ بھی نہیں ہونا چاہیے اور مجھے تم اس کی خیریت کی اطلاع دیتے رہنا" وہ کہہ کر اندر کی جانب بڑھ گئی وہ آج عائشہ کے سامنے سارے شیشے صاف کر دے گی۔ زویا کو لگتا تھا کہ شہیر اور عائشہ میں سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا پر اب اسے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ شہیر اور

عائشہ میں سب کچھ تب تک ٹھیک نہیں ہو گا جب تک عائشہ کو اس پہ بھروسہ نہیں ہو گا۔ زویا قدم اٹھاتی زینے چڑھ رہی تھی۔ وہ عائشہ کو بتانے جا رہی تھی کہ شہیر اکیلا نہیں ہے اس دنیا میں اس سے محبت کرنے والے اور بھی

exponovels

بہت سے لوگ ہیں۔وہ آج عائشہ کو سب کچھ سچ بتائے گی کہ کون کس کے بیچ میں آیا ہے۔محبت میں "تھرڈ پرسن" کون ہے۔۔۔۔۔۔

________&&&&&&________

وہ پھولوں سے سجے کمرے میں بکھری بیٹھی تھی۔اس کی نظریں کھلے دروازے پہ تھیں وہ شہیر کے قدموں کے نشان دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں کے سامنے ابھی بھی شہیر کی بھیگی

آنکھیں تھیں۔دل کا عجیب سا حال ہو رہا تھا جبکہ وہ یہی چاہتی تھی کہ شہیر بھی اسی کی طرح روئے اسے عائشہ کچھ ایسا کہنا چاہتی تھی کہ اس کی روح تک زخمی ہو جائے اور آج اس نے شہیر کی روح ہی کو چوٹ پہنچائی تھی ہم لڑائی میں لوگوں کے ویک پوائنٹس اسی لیے گنواتے ہیں تاکہ اس کا حوصلہ ٹوٹ جائے اور ہم یہ کر کے اپنی فتح سمجھتے ہیں جب وہ ان باتوں سے چپ ہو جاتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں ہم جیت گئے پر دراصل ہم ہار چکے ہوتے ہیں ہم اس نچلے درجے پہ آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں جہاں دوسرا نہیں آسکتا اس لیے وہ خاموش ہو جاتا ہے اور ہم اس کی خاموشی کو اپنی جیت سمجھ کر خوش ہوتے پھرتے ہیں پر بعد کا گلٹ ہمارا زندہ رہنا مشکل کر دیتا ہے یہ گلٹ اندر ہی اندر ہوتا ہے اور ہم اس سے نظریں چراتے رہتے ہیں خود کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ ہم نے جو کیا وہ ٹھیک کیا پر یہ ہم بھی جانتے ہیں کہ ہم خود سے جھوٹ بول رہے ہیں۔

عاشہ کا ضمیر بھی اسے ملال کر رہا تھا وہ اپنے ضمیر سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا اسے کمرے کی ہر چیز ملول سے دیکھ رہی تھی۔ تبھی اس کی نظر کھلے دروازے میں بنتے سائے پہ پڑی اس نے آہستہ

exponovels

نظریں اٹھائیں تو سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر اس کی روح لرز گئی۔زویا اسے سلگتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔اس کی نظریں ایسی تھیں کہ عائشہ کو وہ اپنے آر پار ہوتی محسوس ہوئیں۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ تم شہیر کو بد عادو" وہ اس کے سامنے بالکل اس کے سر پہ آ کر چیخی تھی۔زویا نے جھک کر اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا زویا اردو انگلش میں ملا جلا بول رہی تھی اس کی اردو اچھی تھی لیکن جب انسان غصے میں ہوتا ہے تو وہ اپنی مادری زبان میں بات کرتا ہے انسان کی تربیت کا ثبوت اس کا غصہ دیتا ہے۔عائشہ کو لگ رہا تھا جیسے زویا اس کے منہ پہ تھپڑ دے مارے گی۔

"تم نے اسے مرنے کا کہا جس نے تمہیں بچایا۔؟" وہ اسے جھنجھوڑ رہی تھی۔عائشہ نے اسے ناسمجھی سے دیکھا۔

"مجھے۔۔۔؟"اس نے پوچھا زویا نے دانت پیسے

"ہاں تمہیں جس گھر میں تم شادی کر کے خوش ہوتی پھر رہی تھیں اسی گھر میں شہیر کے والدین کا قاتل ہے اسی گھر کے کسی فرد نے شہیر کے ممی ڈیڈ کو مارا ہے" عائشہ زویا کو ویسے ہی الجھی نظروں سے دیکھ رہی تھی وہ عائشہ کو ساری بات بتانے لگی تھی جب اس نے عائشہ کو سب کچھ بتادیا تو وہ ایک لمحے کو رکی پھر بولی

"اور تمہیں میں ایک بات صاف الفاظ میں بتادینا چاہتی ہوں کہ شہیر مسلم ہے اور میری اس کی شادی نہیں ہوئی ہماری یونیورسٹی میں کریکٹر ڈے تھا جب وہ رومیو اور میں جیولیٹ بنی تھی ہم نے اس کہانی کو اپنے انداز میں مکمل کیا تھا ہم نے ان کی ادھوری محبت کو ملادیا تھا میں تمہیں اس ویڈیوں کا شوٹ پورا دکھاتی ہوں" وہ تن فن کرتی کمرے سے نکلی جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں لیپ ٹاپ تھا اس نے اس کی اسکرین روشن کی اور عائشہ کے سامنے

For more visit (exponovels.com)

کر دی۔عائشہ اس میں صاف دیکھ سکتی تھی زویااور شہیر کی یونی کا پورا گروپ اس میں موجود تھاوہ سب میک اپ روم میں باتیں کرتے ہوئے تیار ہو رہے تھے ان میں سے کسی نے کوئی جوڑا پہن رکھا تھا تو کسی نے کوئی سب کچھ نہ کچھ بنے ہوئے تھے۔ شہیر اور زویا چرچ ضرور گئے تھے پر اس کے باہر انہوں نے بس فوٹو شوٹ کیا تھا اور پھر وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلے گئے اور یہی وہ فلم ختم ہو گئی۔

عائشہ شل رہ گئی۔اس میں زویا سے نظریں ملانے تک کی ہمت نہیں رہی تھی زویا نے لیپ ٹاپ بند کیا

"شہیر کے ممی میری آنٹی ہیں میری امی اور وہ سگی بہنیں تھیں ہمارا تعلق عسائیت سے تھا پر پھر میری آنٹی کو جب شہیر کے ڈیڈ سے محبت ہوئی تو انہوں نے شہیر کے ڈیڈ والا ہی مذہب قبول کر لیا تھا انہوں نے شہیر کو ہمارے مذہب کی طرف راغب ہونے نہیں دیا اور تم "اس نے عائشہ کو دوبارہ بازو سے پکڑا

"تم نے اسے اس سب کی وجہ سے اتنا کچھ سنا دیا۔ تمہیں ریاض سچا لگا تم نے اس کے ایک بار کہتے ہی مان لیا کہ شہیر جھوٹا ہے پر تمہیں شہیر کی بات پہ اب تک یقین نہیں آیا کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے وہ ٹاسک نہیں تھا عائشہ "وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہی تھی۔"وہ صرف محبت کے لیے لڑتا ہے

کیونکہ اس نے اپنی ہر محبوب چیز کھوئی ہے اس نے جب بھی کسی سے بے پناہ محبت کی وہ اس سے دور ہو گیا ہے اس لیے وہ ایسا ہو گیا ہے کم بولتا ہے اور جو بولتا ہے اپنی منوانے کے لیے بولتا ہے اسے نہیں آتی دوسروں کی ماننے وہ زور زبردستی کر کے اپنی محبت اب اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے جیسے اس نے تمہارے ساتھ کیا اور یہ جو تمہاری شادی ارمان سے ہوئی ہے نا وہ بھی اسی گیم کا حصہ تھی وہ لوگ بس شہیر کو تنگ کرنا چاہتے ہیں جب تم یہ سمجھ رہی تھیں کہ شہیر

exponovels

تمہیں چھوڑ کر مجھ سے شادی کرنے چلا گیا ہے اس وقت میں کڈ نیپ تھی اور وہ مجھے ڈھونڈ رہا تھا جو کچھ میں نے برداشت کیا وہ تم نے کیا ہوتا تو تمہیں اندازہ ہوتا کہ محبت کیا کچھ مانگتی ہے "اس نے عائشہ کو ایک جھٹکے سے چھوڑا اور طنزیہ ہنس کر اسے نیچے سے پورا تک دیکھا

"تمہیں کیا لگتا ہے تم بہت خوبصورت ہو اس لیے شہیر تمہارے پیچھے ہے کیونکہ وہ تمہارے حسن سے متاثر ہوا ہے "زویا نے سر نہ میں ہلایا

"نہیں تمہارا بس ستارہ عروج پہ ہے اس لیے تمہیں شہیر مل گیا۔ محبت ہوتی ہے تو ستارے گردش میں ہوتے ہیں اور جب کوئی کسی محبت کرنے لگتا ہے تو دوسرے کے ستارے عروج پہ چلے جاتے ہیں اس کا دماغ خراب ہو جاتا ہے جیسے تمہارا ہو گیا ہے۔ اگر ہم میں ایک مذہب کا فرق نہ ہوا تو ہم کب کے شادی کر چکے ہوتے شہیر جانتا ہے کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں بس ظاہر اس لیے نہیں کرتا کیونکہ نہ میں اپنا مذہب چھوڑ سکتی ہوں اور نہ ہی وہ اور تمہیں پتہ ہے "اس کے قریب آئی

"جیا کو جانتی ہو۔؟ "اس نے سوال کیا عائشہ جواب نہ دے سکی سر کو خم بھی نہ دے سکی

"وہ بھی شہیر سے محبت کرتی ہے تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے درمیان میں آئی ہوں "زویا نے سر زور سے نفی میں ہلایا "درمیان میں تم آئی ہو ایک کے نہیں بہت سے لوگوں کے اور تمیں درمیان میں لانے والا وہی شخص ہے جس کی تم مرنے کی دعا کر رہی ہو اس شخص نے تمہیں اتنا سر پہ چڑھایا ہے کہ تم یہ سمجھنے لگی ہو کہ وہ تمہارے بغیر نہیں رہ سکے گا "وہ سانس لینے کو رکی اس کا سانس پھولنے لگا تھا پر وہ ابھی بولنا چاہتی تھی

"تم دعا کرو شہیر کے ستارے تمہاری محبت کی گردش سے نکل آئیں اسے سنبھال میں لوں گی میری بہت سی دوستیں وکیل ہیں تمہاری طلاق آسانی سے ہو جائے گی بس اب اپنے منہ سے اس کے لیے بد عامت نکالنا اسے کچھ ہو گیا تو میں تمہیں آگ لگا دوں گی تم اس کی خیریت مانگوں ورنہ بائے گوڈ تمہاری خیر نہیں" اس نے تنفر سے عائشہ پہ آخری نظر ڈالی "مائنڈ اٹ" اور انگلی اٹھا کر

تنبیہ کرتی وہ بڑے بڑے قدم اٹھا کر کمرے سے نکل گئی۔اس نے عائشہ کے سامنے سارے شیشے صاف کر دیے تھے عائشہ کو اب پتہ چلا تھا کہ وہ کہاں کھڑی ہے اگر شہیر کا دل اس کی محبت سے پھر گیا تو نقصان صرف عائشہ کا ہو گا کیونکہ شہیر کو چاہنے والوں کی لائن لگی ہے وہ پتہ نہیں کس گمان میں تھی۔۔۔۔اب اس کے سارے گمان دور ہو گئے تھے۔

اسے اب پتہ چلا تھا کہ وہ کتنی بڑی بے وقوف ہے وہ اتنی صفائی سے شطرنج کا مہرہ بنی کے اسے پتہ ہی نہیں چلا۔عائشہ بیڈ پہ گرنے کے انداز سے بیٹھی

"جب تم یہ سمجھ رہی تھیں کہ شہیر تمہیں چھوڑ کر مجھ سے شادی کرنے چلا گیا ہے اس وقت میں کڈنیپ تھی اور وہ مجھے ڈھونڈ رہا تھا" اسے زویا کی آواز اپنے گرد سنائی دینے لگی تھی عائشہ نے اپنا سر پکڑ لیا اس کا سر بری طرح دکھنے لگا تھا وہ کہاں پھنس گئی تھی کون سچا ہے کون جھوٹا کون کھیل رہا ہے کون بچا رہا ہے اسے فلحال کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا لیکن کہیں اندر اسے اب شہیر کی بات سے ڈر لگنے لگا تھا جو وہ کہہ کر گیا تھا اگر وہ سچ ہو گیا تو۔اس نے گردن ترچھی کر کے کھڑکی کے پار دیکھا جہاں آسمان پہ بجلیاں چمک رہی تھیں اسے لگ رہا تھا جیسے طوفان آنے والا ہے۔

________&&&&&&_______

شہیر ملک کے بنگلے پہ رات ویسے ہی ٹھہری تھی۔آسمان سے تارے چھین لیے گئے تھے محبت کے سارے تارے بجھے تو آسمان پہ دھواں بادلوں کی صورت پھیلنے لگا۔اس نے پورے آسمان پہ قبضہ کر لیا تھا۔ہوا اس دھوئیں کو تیزی سے بڑھا رہی تھی۔اس کے جھونکے جب جب زور پکڑتے تو آسمان پہ بجلیاں چمکنے لگتیں۔ایک چوکھٹ میں کھڑی بے چین تھی تو دوسری بیڈ پہ بیٹھ کر گردن ترچھی کر کے کھڑکی سے بدلتے موسم کو دیکھتی خوف کھا رہی تھی اپنے جملوں کی سختی اسے اب محسوس ہو رہی تھی کسی کو مر جانے کا کہنا ایسے ہی ہوتا جیسے اسے بالکل چھوڑ دینا اس سے کوئی تعق نہ رکھنا۔تو کیا عائشہ بھی اس سے ہر تعلق ختم لینا چاہتی تھی۔؟کسی نے اس کے پاس کھڑے ہو کر اس کے کان میں سر گوشی کی تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔محبت سے وہ بس انکار کر سکتی تھی یہ وہ بھی جانتی ہے کہ اس کا دل اس کا نہیں ہے۔وہ بہت پہلے کسی اور کا ہو گیا تھا۔حالات بدلتے ہیں لوگ بدلتے ہیں پر دل،دل نہیں بدلتے دل بس ٹوٹتے ہی اور بکھرتے ہیں یہ کسی کے لیے بدلا نہیں کرتے انہیں بدلنا آتا ہی نہیں یہ بس محبت چاہتے ہیں جہاں ملے اسی کے ہو جاتے ہیں۔

عائشہ بیڈ سے اٹھ کر قدم قدم چلتی کھڑکی میں آگئی۔اس کی تبھی نظر لان کی تاریک گھاس پہ چلتی بار بار فون کو کان سے لگا کر بات کرتی زویا پہ پڑی۔

"اسے میں سنبھال لوں گی" اسے زویا کی بات یاد آئی وہ اس کے منتشر وجود سے اس کی محبت کا اندازہ کر سکتی تھی۔کیا عائشہ شہیر کو اب تقسیم کر سکتی ہے کسی کو دے سکتی ہے۔؟اس نے ایک بار پھر نفی میں سر ہلا یا۔

exponovels

"اللہ کرے میں مر جاؤں انہیں کچھ بھی نہ ہو"اس نے چمکتی بجلیوں کو دیکھ کر اس کے لیے دعا کی تھی۔اس میں ہمت نہیں تھی اب کسی اور کو کھونے کی کسی اور کی نظروں میں اپنے لیے نفرت اور سرد مہری دیکھنے کی۔عائشہ کی آنکھیں بھیگ گئیں اس کے چہرے پہ وہ گرم پانی بہنے لگا۔وہ اب زویا کو نہیں دیکھ رہی تھی اسے اچانک ہی زویا اور جیا بہت ہی بری لگنے لگی تھیں۔

_________&&&&&&&__________

زویا نیچے لان میں کھڑی دستگیر سے بات کر رہی تھی۔اس نے سر اثبات میں ہلایا اور تیزی سے پورچ کی طرف آئی۔
"جلد چلو"اس نے ڈرائیور کو کہا اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔اس کی گاڑی اندھیرے کو چیرتی سنسان سڑک پہ بھاگ رہی تھی۔وہ جلد از جلد شہیر کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔گاڑی بہت دور تک سیدھی سڑک پہ بھاگتی رہی پھر اس نے ڈرائیور کو فون پہ نظریں رکھتے ہوئے کہا

"بس ادھر ہی رک جاؤ"اس کے کہتے ہی ڈرائیور نے گاڑی روک لی۔وہ گاڑی سے اتری تو اسے دستگیر نظر آ گیا تھا۔
"میم باس وہاں ہیں"اس نے سڑک کے کنارے بنی زیرِ تعمیر عمارت جو سنسان پڑی تھی اس کی طرف اشارہ کیا۔
زویا نے سر ہلایا۔اور اس اندھیروں میں ڈوبی عمارت میں داخل ہو گئی۔آسمان پہ چاند نہ ہونے کی وجہ سے تیرگی کچھ زیادہ ہی محسوس ہوتی تھی۔وہ عمارت میں داخل ہوئی تو اس کے بڑے سے کمپاؤنڈ میں وہ اپنی کالی گاڑی کے بونٹ پہ چوکڑی مار کر بیٹھا تھا۔کوٹ اس نے اتار رکھا تھا سفید شرٹ اس کی اندھیرے میں بھی دمک رہی تھی وہ عمارت کو دیکھ رہا تھا۔زویا اس کی پشت پہ کھڑی اسے رشک سے دیکھنے لگی وہ اتنا ٹوٹ کر بھی کتنا سنبھل کر بیٹھا تھا۔زویا قدم

exponovels

قدم چلتی اس کے پاس آگئی۔ شہیر نے اسے نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ چونکا وہ بس بوٹ پہ تھوڑا سا سمٹ گیا زویا ہلکا سا مسکرا دی اس نے زویا کے لیے بونٹ پہ جگہ چھوڑی تھی۔ وہ اس پہ شہیر جے قریب بیٹھ گئی۔

"کیا دیکھ رہے ہو" اس نے اس کا چہرہ دیکھ کر سوال کیا۔ شہیر کے چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا

"دیکھ رہا ہوں جب دل ٹوٹتے ہوں گے تو وہ بھی انہیں عمارتوں جیسے ہو جاتے ہوں گے بالکل خالی اور اندھیروں میں ڈوبے ہوئے" اس کی نظریں وہیں تھیں آواز بھی سنبھلی ہوئی تھی۔

"میں ڈر گئی تھی شہیر جب تم گھر سے نکلے" زویا کا گلا رندھ گیا کہنے والے کا کیا گیا نقصان تو اس کا ہوتا جس کے پاس شہیر کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا اس کا اپنا دل بھی نہیں، شہیر نے اس کی بات پہ اسے گردن ترچھی کر کے خفگی سے دیکھا۔ آسمان کے گھنگھور بادل اور عمارت خاموشی سے انہیں سن رہے تھے۔ ہوا تیز چل رہی تھی زویا کے بال بکھرتے اس کے چہرے پہ آ رہے تھے سپید رنگت اور مغربی نقوش والی لڑکی اس اندھیرے میں بھی چراغ کی طرح روشن تھی۔ اس کی آنکھیں نم ہونے کے بعد اور خوبصورت لگتی تھیں۔ سوگوار اداس سی۔۔۔!

"تمہیں لگا میں خودکشی کرنے جا رہا ہوں۔؟" اس نے ناراضی سے پوچھا۔ زویا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں وہ کچھ بھی کہنے کی حالت میں نہیں تھی شہیر کی دوری کے تصور سے ہی اس کی سانسیں اٹکنے لگتی تھیں اس کے پاس شہیر کے علاوہ تھا ہی کون وہ اسے دیکھتی تھی تو زندگی اچھی لگتی تھی اس کا وجود لرزنے لگا تھا۔ گلے میں آنسوؤں کا غول پھنس گیا تھا۔

"اگر تم روئیں تو میں تمہیں ایک تھپڑ لگا دوں گا" وہ لب بھینچ کر بولا اور زویا اس کے سینے سے لگ کر رو دی۔

"لگادو"اس نے اجازت بھی دے دی شہیر ہلکا سا مسکرادیا اس کی مسکان میں ہلکی سی اداسی تھی۔اس نے زویا کے گرد اپنی بانہیں حائل کیں

"زویا انسان کو محبت کے لیے مرنا نہیں چاہیے اسے کسی ایک کی محبت کے انکار سے اتنا اندھا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ باقی سب کی محبت بھلادے مجھے اس وقت اس کی بات سے دکھ ہوا تھا اتنا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں مجھے اس وقت لگ رہا تھا کہ میں آج کچھ کر گرزوں گا لیکن پھر میں نے سوچا خودکشی کمزور لوگ کرتے ہیں اور میں کمزور نہیں ہوں"اس نے زویا کو اپنے سامنے کیا۔اس کے آنسو صاف کیے

"میں نے اپنی فیملی کے لیے زندہ رہنا ہے"اس نے زویا کو محبت سے دیکھا اور زویا کو لگا وہ اب کبھی شہیر کو اپنے سے دور نہیں جانے دے گی۔وہ اسے یک ٹک دیکھنے لگی آسمان پہ بادل چلنے لگے تھے ہوا انہیں کھینچ کر دور پربتوں میں لے جانا چاہتی تھی ستارے نکال کر روشنی کرنا چاہتے تھے۔

"زویا جب اس نے مجھے کہا تھا نا کہ میں مر جاؤں ایک پل کو تو دل کیا مر جاؤں میں نکلا بھی اسی لیے تھے کہ آج ہی مر جاؤں گا پر جب میں گھر سے نکل کر کچھ آگے گیا تو میں نے سوچا کہ کیا میں پہلا انساں ہوں جسے محبت نہیں ملے گی۔اس دنیا میں اور بھی کتنے ہی لوگ ہوں گے جن کا دل ٹوٹا ہو گا کیا وہ سب مر گئے۔؟"اس نے رک کر نفی میں سر ہلایا۔"نہیں وہ سب زندہ ہیں محبت مل جائے تو اس کی قدر کم ہو جاتی لاحال محبت ہمیشہ زندہ رہتی ہے وہ دل میں گھر کر لیتی ہیں لاحاصل محبتوں کو یاد کیا جاتا ہے انہیں سجدے ملتے ہیں اور میں نے اپنی محبت کو سجدہ کروانا عائشہ مجھے

ملے نہ ملے پر میں اس سے محبت کرتا رہوں گا بے شک لاحال کروں" شہیر سانس لینے کو رکا۔ زویا کا دل کسی نے مٹھی میں لے کر مسل دیا۔ عائشہ کے سچ میں ستارے

بہت عروج پہ ہیں وہ وہاں کھڑی ہے جہاں زویا کبھی نہیں پہنچ سکتی۔ شہیر اپنے اسے شریر نظروں سے دیکھا البتہ چہرہ سنجیدہ ہی تھا

"اور تم جانتی ہوں یہ خود کشی کرنا اولڈ فیشن ہو گیا ہے پرانی فلموں کی گھسی پٹی کہانی ہیروئن نے ہیرو کو برا بھلا کہا اور وہ گھر سے نکل کر ہاتھ پاؤں تڑوا کر بیٹھ گیا پھر ہیروئن کا گلٹ، اس کے آنسو، بلاوجہ کا بیڈ رمانس اور وہ بھی ٹوٹے ہاتھ پاؤں کے ساتھ اور پھر معافی" اس نے سر جھٹکا" مجھے زہر لگتا ہے یہ سب" اس نے گندہ سامنہ بنایا۔ زویا ہلکا سا مسکرا دی۔

"پھر تمہارے کیا ارادے ہیں" اس نے دلچسپی ظاہر کی وہ ہر بار کی طرح ایک بار پھر عائشہ اور شہیر کے درمیان سے نکلنے کا سوچنے لگی تھی

"میں تو اسے دو لگاؤں گا جا کر وہ اب میرے سامنے فضول بولے گی تو مار بھی کھائے گی" زویا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں

"کیا تم اسے مارو گی۔؟" شہیر نے شانے اچکائے۔ وہ بونٹ سے چھلانگ لگا کر اترا عمارت اس کی پشت پہ آ گئی تھی آسمان سے ہوا بادلوں کو ہٹانے میں کامیاب ہو گئی تھی ستارے چمکتے ان کے عقب سے نکل کے اندھیروں کو مٹا رہے تھے۔ شہیر نے جیبوں میں ہاتھ ڈالے

exponovels

"ظاہر سی بات ہے بدتمیزی کرے گی تو مار بھی کھائے گی" وہ چلتا ہوا زویا کے پاس آگیا۔"میں شہیر ملک ہوں میں ٹوٹ بھی جاؤں تو بکھرتا نہیں ہوں میں نے جنگ لڑنی ہے اور کمزور لوگ جنگ کے لائق نہیں ہوتے "اس نے زویا کے ہاتھ پکڑے "میں نے سب سے زیادہ محبت اپنے ماں باپ سے کی تھی میں انہیں انصاف دلائے بغیر مرنے والا نہیں ہوں اور میں جب ان کی جدائی برداشت کر رہا ہوں تو میں عائشہ کو بھی دور جاتے دیکھ لوں گا میں نے اس سے شادی صرف اس لیے کی ہے کیونکہ وہ اس کھیل میں مجھ سے نادانستہ جڑ گئی ہے اور اگر میں اسے اپنے قریب نہ کرتا تو ایک دن اسے میری کمزوری بنا کر ضرور چوٹ پہنچائی جاتی جیسے تمہارے ساتھ ہوا میں نہیں چاہتا کہ اب کسی دوسرے کے ساتھ وہی سب دوبارہ ہو عائشہ پہ دباؤ ڈال کر شادی کرنے کا مقصد صرف عائشہ کا تحافظ تھا۔ میں اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا "اس نے زویا کو نیچے اترنے میں مدد کی "اب اگر اسے میرے قریب ہونے سے بھی تکلیف ہوگی تو میں اس کے قریب بھی نہیں ہوں گا میں اسے اپنے سامنے تو رکھوں گا لیکن اسے پریشان نہیں کروں گا۔وہ جس حال میں خوش ہوگی اسے اسی میں رہنے کی آزادی دوں گا۔میں نے اس کی زندگی مشکل بنائی ہے اسے بچانے کے لیے میں

نے اس کے ساتھ یہ سب کیا ہے اور اب میں اس کی زندگی میں سب کچھ ٹھیک بھی کروں گا اور جس دن سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا میں عائشہ کو اس کے ہر فیصلے میں آزاد کر دوں گا "زویا نے چونک کر اسے دیکھا

"تم عائشہ کو چھوڑ دو گے۔؟"شہیر نے لب بھینچ کر شانے اچکائے

exponovels

"میں اسے اس کے چھوڑ جانے پہ روکوں گا نہیں" اس نے اپنی بات پہ زور دے کر کہا اور گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

زویا وہیں تھم گئی۔ اس نے آسمان کو دیکھا جس پہ ستارے روشن ہونے لگے تھے۔ بادل دور جا رہے تھے ہوا ویسے ہی چل رہی تھی۔ اس نے آسمان کے ساتھ اس تیرگی سے اٹی عمارت کو بھی روشن ہوتے دیکھا جسے شہیر دل کہہ رہا تھا۔ اب وہ دل جیسی عمارت سنسنان ضرور تھی لیکن اس میں روشنی دکھائی دیتی تھی امید بن کر روشنی نے زویا کے دل میں بھی سر اٹھایا تھا ابھی کیے فیصلے سے وہ نظریں چرانے لگی تھی۔

___________&&&&&&&&&&____________

عائشہ کا اس پھولوں سے سجے کمرے میں اب دم گھٹنے لگا تھا اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ بھاگ جائے یہاں سے وہ اتنی دور بھاگ جائے کہ اسے شہیر مل جائے۔ وہ اسے دیکھنے کو بے تاب ہو رہی تھی وہ اس کی خیریت کی دعائیں کرتی کمرے سے نکل گئی۔ لہنگے کو اطراف سے پکڑ کر عائشہ زینے اتر کر نیچے اندھیرے میں ڈوبے لاؤنج میں آگئی تھی۔ ملازم نے اسے نیچے آتے دیکھا تو بھاگ کر اس کے پاس آیا

"میم آپ کو کچھ چاہیے۔؟" اس نے ملازم کو چونک کر دیکھا پھر بولی

"سا۔۔۔ ساری۔۔۔ ساری رشنیاں جلا دو" ملازم نے اس کے ڈگمگاتے لہجے سے اسے غور سے دیکھا لیکن وہ سر ہلا کر وہاں سے چلا گیا اور بنگلے کی ساری روشنیاں جلانے لگی جب بھی بٹن دبنے کی آواز آتی تو کوئی نئی روشی روشن

ہو جاتی عائشہ ار گرد روشنی پھیلتے دیکھ کچھ مطمئن ہوئی اور قدم اٹھاتی داخلی دروازے کی طرف آگئی۔اس کے وہاں پہنچتے ہی پورچ میں گاڑی رکی۔وہ تیزی سے آگے ہوئی اور وہیں رک گئی۔اس نے گاڑی سے پہلے شہیر کو اترتے دیکھا پھر جب اس نے دوسرا دروازہ کھولا تو وہاں سے زویا نکلی۔زویا نے گاڑی سے اترتے ہی عائشہ کو دیکھ لیا تھا شاید شہیر نے بھی دیکھا تھا اسے لیکن نظر انداز کر دیا تھا۔وہ زویا کہ طرف متوجہ تھا۔

"میں تمہارے کمرے میں جارہا ہوں" زویا نے اسے حیرت سے دیکھا

"کیا کرنے۔؟" شہیر آگے قدم بڑھا چکا تھا

"سونے صبح میں اپنا سامان دوسرے کمرے میں شفٹ کرلوں اس لیے ابھی فلحال کے لیے وہاں جارہا ہوں" وہ رکا پلٹ کر زویا کو دیکھا

"تمہیں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے نا۔؟" زویا کو سمجھ نہ آئی وہ کیا جواب دے "مجھے پتہ ہے تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا" وہ خود سے ہی کہہ کر آگے بڑھ گیا۔شہیر عائشہ کے پاس سے ہوا بن کر گزرا تھا۔ہلکی سی ہوا جو شہیر کے گزر جانے پہ عائشہ کے وجود سے ٹکرا تھی عائشہ نے اس ہوا میں کھل کر سانس لیا تھا اس کے پرفیوم کی خوشبو سے اس کی سانسیں مہک گئی تھیں۔لیکن روح زخمی ہوگئی تھی شہیر اس کے پاس سے ایسے گیا تھا جیسے وہاں عائشہ کھڑی ہی نہیں اس نے اس پہ ایک برہم نظر تک نہیں ڈالی تھی عائشہ کو لگا تھا وہ اسے دیکھ کر ضرور گلہ کرے گا دکھ سے اسے دیکھا گا کوئی ملال بھری نگاہ اس کی طرف اچھال جائے گا پر ایسا کچھ نہ ہوا عائشہ کو لگا اس کی روح کسی بھڑکتی آگ میں جھونک دی گئی ہے۔زویا بھی اس کے پاس سے گزر گئی تھی

exponovels

اسے کسی نے اندر آنے کا نہیں کہا تھا وہ خود سے ہی چلتی اندر آ گئی۔اس نے لاؤنج میں پہنچ کر شہیر کو زینے چڑھنے کے بعد ایک کمرے کی طرف جاتے دیکھا وہ کمرہ ہی شاید زویا کا تھا۔اس کا دل کٹ کر رہ گیا جب شہیر اس کمرے میں چلا گیا۔زویا جبکہ لاؤنج میں ہی موجود تھی وہ عائشہ کو چور نظروں دیکھ رہی تھی جس کی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں۔اس نے زویا کو نفرت سے دیکھا اور بھاگ کر زینے چڑھتی ہوئی اپنی آنکھیں رگڑتی اسی کمرے میں چلی گئی جہاں سے ابھی وہ دم گھٹنے کی وجہ سے نکلی تھی اسے لگ رہا تھا کہ جیسے اب وہ کہیں بھی جائے گی تو اسے سانس ٹھیک سے نہیں آنے کی۔

اسے شہیر اپنے سامنے چاہیے تھا کچھ ہی دیر کی بے پروائی نے اس کی عقل ٹھکانے لگا دی تھی۔

_______&&&&&&&_________

زویا کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی

"وہ رو رہی ہے شہیر "اس نے شہیر کو آنکھیں موندے دیکھ کر کہا

"رونے دو"زویا نے اسے ناراضی سے دیکھا۔

"شہیر تم اسے شادی کر کے لائے ہو اور اب تم میرے کمرے میں موجود ہو تو اس کے گمان ہم دونوں کے لیے کچھ خاص اچھے نہیں ہوں گے وہ پہلے ہی ہمیں شادی شدہ سمجھتی ہے "شہیر نے آنکھیں کھول کر اسے بدمزگی سے دیکھا

"تمہیں ناٹیچر ہونا چاہیے تھا بلاوجہ کے لیکچر دیتی رہتی ہو وہ بے وقوف ہے اس میں میرا کوئی قصور نہیں میں اسے بار بار صفائیاں نہیں دے سکتا اسے جو سمجھانا ہے سمجھے آئی ریلی

ڈونٹ کیئیر مجھے بس اس بات کی تسلی کے ساتھ فلحال سونا ہے کہ وہ میرے گھر میں میری ہو کر حفاظت میں ہے" اس نے بیڈ سے تکیہ اٹھایا اور زویا کی طرف اچھال دیا جو زویا کیچ نہ کر سکی تھی "اور تم نکلو ادھر سے کہیں بھی جا کر سو جاؤ پورا گھر تمہارا ہے" وہ شرارت سے بولا تو زویا اسے دیکھ کر رہ گئی پھر اس نے مسکرا کر تکیہ اٹھایا اور سر جھٹک کر کمرے سے نکل گئی شہیر ملک سچ میں سب سے مختلف ہے اس جیسے لوگ بہت کم دنیا میں ہوتے ہیں جو بے پرواہ ہو کر بھی پرواہ کرتے ہیں۔اس نے کمرے سے نکل کر دروازہ بند کیا اور نیچے چلی گئی۔ گیسٹ روم کو کھول کر اس نے اس کی روشنیاں جلائیں اور بیڈ پہ دراز ہو گئی اس کا دل آج رشنیوں میں سونے کا تھا۔

اور شہیر ملک جو بے پرواہ ہو کر بیڈ پہ لیٹ تھا اب آنکھیں کھول کر چھت کو گھور رہا تھا۔اس کے دل میں ابھی بھی عائشہ کی کہی باتوں سے تکلیف ہو رہی تھی پر وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھا تو اپنے دکھ اون کرتے ہیں نہ ہی وہ اپنی کہانی کا ایسا ہیرو تھا جو دل ٹوٹنے پہ بکھرے بکھرے پھرتے ہیں سگریٹیں پیتے ہیں کلبوں میں جھک مارتے ہیں اور لڑکھڑاتے ہوئے اپنی گاڑی کو کسی چیز میں مار لیتے ہیں یا پھر نشے کی حالت میں آکر ہیروئن کو باتیں سناتیں انہیں بتاتے ہیں کہ وہ کتنے ٹوٹ گئے ہیں اور ان سے زبردستی اپنا حق لینے لگتے ہیں کچھ محبتیں انسان کو عقل سے پیدل کرتی ہیں اور کچھ انسان کو سمجھدار بنا دیتی ہیں اور شہیر کی محبت نے اسے سمجھدار بنایا تھا۔

"میچور لوگوں پہ اس طرح کی حرکتیں سوٹ نہیں کرتیں" اس نے رائٹر کی اوپر لکھی ساری باتوں سے اتفاق کرتے زیرِلب کہا اور آنکھیں موند کر سو گیا۔

exponovels

اور عائشہ جو پھولوں سے سجے کمرے میں تھی مر جانا چاہتی تھی اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ اُس کمرے کو زویا سمیت آگ لگا دے پر وہ بے بس تھی۔۔۔۔۔

________&&&&&&&&&________

اگلی صبح روشن روشن ہر سو پھیلی تھی رات کے بادل رات سنگ ہی گم ہو گئے تھے۔ستارے بھی چپکے سے آسمان سے چلے گئے تو سورج نے شہیر ملک کے بنگلے پہ کرنیں بکھیر دی تھیں۔لان کی سبز گھاس دھلی دھلی آنکھوں کو سکون بخش رہی تھی درختوں کی شاخوں پہ پرندے بیٹھے چہچہا رہے تھے۔شہیر نے آج ارمان سے ملنے جانا تھا وہ ایک بار اسے سننا چاہتا تھا۔جب وہ زویا کے کمرے سے نکلا تو زویا اٹھی ہوئی تھی۔

"تم نے کہیں جانا ہے۔؟"زویا تیار تھی اس لیے شہیر نے پوچھا

اس کی آنکھوں نیند کا ہلکا سا خمار تھا۔

"جانا کہیں نہیں ہے وہ میرا امریکہ میں جو بزنس پارٹنر تھا نا لائم وہ آج آ رہا ہے"شہیر نے بھنویں سکوڑ کر اسے دیکھا

"خیر ہت سے۔؟"زویا نے گہرا سانس لیا

"ہاں میں اچانک سے پاکستان آگئی اس لیے وہ مجھ سے ملنے آ رہا ہے"شہیر نے سر ہلایا اور صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"ناشتہ کرو گے۔؟"اس نے شہیر کو بیٹھے دیکھا تو اس کے ساتھ بیٹھ گئی

"بس فریش ہو کر کروں گا پھر نے ارمان کے پاس جانا ہے"زویا نے اسے حیرت سے دیکھا

exponovels

"پر کیوں۔؟ "

"وہ کہہ رہا تھا کہ میں اس سے مل لوں" زویا کے چہرے پہ اضطراب چھانے لگا

"مت جاؤ" شہیر بیزار ہو گیا

"زویا میں نے تمہیں کہا ہے کہ تم میرے معاملے میں چپ رہا کروں گی" اس کا لہجہ تنبیہ کرتا تھا۔ زویا بے بسی سے اسے دیکھنی لگی۔ وہ کیسے اس شخص کو سمجھائے کہ اگر اس نے شہیر کو نقصان پہنچا دیا تو۔۔؟

"میں فریش ہونے جا رہا ہوں" وہ صوفے سے کھڑا ہو کر زینے چڑھتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ زویا اس کی پشت دیکھتی رہ گئی تھی۔

________&&&&&&&&___________

وہ کمرے میں داخل ہوا تو ایک لمحے کو رک گیا۔ کمرے کا دروازہ لاک نہیں تھا اور دروازہ کھولتے ہی اس کی نظر بیڈ پہ بیٹھی عائشہ پہ پڑی وہ بیڈ پہ بیٹھی بیٹھی کراؤن سے سر ٹکا کر سو رہی تھی۔ شہیر خاموش قدم اٹھاتا اس کے پاس آ گیا تھا۔ وہ اس کے چہرے پہ آنسوؤں کے نشان دیکھ رہا تھا اس کے دل میں ٹیس اٹھی۔ عائشہ کے بال بکھرے ہوئے تھے شہیر نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے سے بالوں کی لٹیں سمیٹی تو ہاتھوں کا لمس محسوس کرتی عائشہ کچھ چونک کر اٹھی تھی۔ شہیر اسے پر سکون نظروں سے دیکھ رہا تھا

"لیٹ جاؤ ایسے گردن میں درد ہو جاتا ہے" وہ اس سے دو قدم دور ہو گیا تھا۔ عائشہ کو تکلیف محسوس ہوئی پوری رات گزرنے کے بعد اسے اب عائشہ کا خیال آیا تھا پھر بھی وہ کہتا ہے کہ اسے عائشہ سے عشق ہے۔

exponovels

"بس ڈرامے ہیں" اس نے تلخی سے سوچا اور اسی تلخ لہجے سے بولی

"میری مرضی میں کچھ بھی کروں آپ جائیں یہاں سے" عائشہ بیڈ پہ پیر سمیٹ کر بیٹھ گئی شہیر کی بھنویں آسمان کو چھونے لگیں

"یہ گھر میرا ہے" اس نے عائشہ کو یاد دلایا

"تو پھر نکال دیں مجھے یہاں سے جا کر بیٹھ جاؤں گی سی سڑک پہ" اس کا گلا رندھ گیا۔ شہیر نے لب بھینچ کر اسے بدمزگی سے دیکھا

"تمہیں رونے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں۔؟" عائشہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی آپ جائیں یہاں سے" شہیر اسے بس دیکھ کر رہ گیا اور واش روم کی طرف بڑھا گیا۔ عائشہ کو صدمہ ہوا اسے لگا تھا وہ اسے منائے گا پر جب ایسا کچھ نہ ہوا تو اس کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے۔ وہ جھنجھلا گئی تھی۔

کچھ دیر بعد شہیر فریش ہو کر باہر آیا۔ وہ اپنے ہمیشہ جیسے حلیے میں تھا۔ بنیان نما شرٹ اور جینز کی پینٹ گلے کا چین سینے پہ موجود تھا۔ گیلے بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔ اس نے انہیں ڈریسنگ کے سامنے آکر درست کیا۔ عائشہ اسے کن اکھیوں سے

دیکھ رہی تھی۔ نیلی آنکھوں والا ایسے بے نیازی سے بال بنانے میں مصروف تھا جیسے اس کمرے میں کوئی دوسرا موجود ہی نہیں ہے۔

exponovels

"آجاؤناشتہ کرناہے تو" وہ پلٹ کر بولا عائشہ نے اس کا جملہ دہرایا "تو" مطلب تو۔۔۔؟

"نہیں کرنا" وہ جھلا کر بولی

"مرضی تمہاری" وہ کہہ کر کمرے سے نکلنے لگا کہ عائشہ تیزی سے بیڈ سے اٹھی۔

"میں نے آپ سے بات کرنی ہے" شہیر کے قدم رک گئے اس نے پلٹ کر سنجیدگی سے عائشہ کو دیکھا۔

"ضرور تم نے رات والے رویے کے لیے معافی مانگنی ہو گی" اس نے سینے پہ ہاتھ باندھ کر پوچھا۔عائشہ دھک سے رہ گئی۔اس نے یہی کرنا تھا۔وہ چپ سی ہو گئی شہیر قدم قدم چلتا اس کے پاس آیا

"مجھے نہیں یاد ہم میں رات کیا بات ہوئی تھی اور اگر کچھ ہوا بھی تھا تو میں بھول چکا ہوں اور تم بھی بھول جاؤ میں نے تمہاری زندگی برباد کی ہے اب میں اسے سنواروں گا بھی،میں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا کروں گا پھر ہم فیصلہ کریں گے کہ ہم نے ساتھ رہنا ہے یا نہیں تب تک میں تم سے دور رہوں گا اور تم مجھ سے" اس نے اپنی بات مکمل کی اور سینے سے بازو کھول کر جانے کے لیے پلٹ گیا۔عائشہ کو لگا اس کی جان بھی شہیر کے ساتھ ہی نکل گئی ہے۔وہ بے جان ہوتے قدموں سے بیڈ پہ بیٹھ گئی۔تو شہیر اسے چھوڑنے کی تیاری کر رہا ہے۔محبت کی کہانی کچھ بدگمانیوں پہ ہی ختم ہو جائے گی عائشہ نے بے وقوفی میں محبت گنوا دی۔۔۔عائشہ دنیا کی سب سے بے وقوف لڑکی نکلی۔!اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے پیر بیڈ پہ سمیٹ لیے اور ان کے گرد بازو پھیلا کر اس نے گھٹنے پہ گال رکھ لیا تھا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں ٹوٹ کر اس کے لہنگے میں جذب ہو رہے تھے۔

&&&&&&&&&

شہیر ناشتہ کر کے پلیٹ میں توس اور چائے کا مگ لے کر اوپر جا رہا تھا کہ زویا کھنکار کر پیچھے سے بولی

""""خدمتیں ""اس نے ہنسی دبا کر کہا تھا۔شہیر پلٹا

""چپ رہا کرو تم ""اس کے گال پہلی بار زویا نے سرخ ہوتے دیکھے تھے وہ دل کھول کر ہنس دی۔شہیر بھی سر جھٹک کر اوپر اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔میں نے کہا تھا نا دل نہیں بدلتے یہ بس ٹوٹ کر بکھرا کرتے ہیں اور دل ٹوٹ کر بھی محبت کرنا نہیں چھوڑتے۔عائشہ اس کی ہے اور وہ اس کی فکر کرنا نہیں چھوڑ سکتا ناراضی اپنی جگہ پر وہ بھوکی رہے یہ شہیر کو گنوارا نہیں۔کمرے کا دروازہ پہلے کی طرح کھلا تھا وہ اندر آیا تو عائشہ نے بھیگی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا اور شہیر کے چہرے پہ ناپسندیدگی پھیل گئی۔

""میں ابھی کہہ کر گیا تھا کہ رونا بند کر لو ""وہ برہمی سے بولا عائشہ نے دوبارہ گھٹنے پہ چہرہ رکھ لیا۔اس کی بات کا جواب ہی نہ دیا۔شہیر اس کے سامنے بیٹھا

""ناشتہ کر لو ""عائشہ ایسے ہو گئی جیسے سنا ہی نہیں

""تم نے سوچ لیا ہے کہ تم بلاوجہ مجھ سے لڑتی رہو گی۔؟میں نے تمہیں کہا ہے نا کہ مجھے کچھ دن جھیل لو پھر۔۔۔۔""عائشہ نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے کہا

""دور جانے کی بات مت کیجئے گا شہیر اس وقت میرے منہ سے نکل گیا تھا میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں یہ سب کہہ دوں گی پر میں نے کہہ دیا اس وجہ سے میں پوری رات روتی رہی ہوں اگر میں ان الفاظ کو واپس لے پاتی تو میں رات ڈھلنے سے

exponovels

پہلے وہ الفاظ واپس لے لیتی لیکن۔۔۔۔"اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ شہیر اسے کچھ حیرت سے دیکھ رہا تھا کیا وہ شہیر سے اظہار کر رہی ہے۔؟ شہیر اور متوجہ ہو گیا اس کی طرف بالکل ٹھیک سے

"لیکن۔؟"اس نے سوال کیا وہ عائشہ کے منہ سے پوری بات سننا چاہتا تھا

"لیکن میں بے بس ہوں میں وہ الفاظ واپس نہیں لے سکتی میں بس معافی مانگ سکتی ہوں میں اس وقت بہت تکلیف میں تھی ابھی بھی ہوں میں اپنے گھر والوں سے بہت اٹیچ ہوں میں انہیں چھوڑ کر زندہ نہیں رہ سکتی"اس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا

"میں نے کہا نا میں سب ٹھیک کر دوں گا"اس نے اعتماد سے کہا عائشہ اسے دیکھتی رہی اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ شہیر سے

پوچھے کہ کیا سب ٹھیک ہونے کے ساتھ ان میں بھی سب ٹھیک ہو جائے گا یا وہ دونوں دور ہو جائیں گے۔؟ پر وہ یہ سب پوچھ نہ سکی ایک جھجھک سی تھی جس نے اسے یہ کرنے سے روک دیا تھا۔ شہیر کچھ دیر اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا لیکن جب وہ کچھ نہ بولی تو اس نے مگ اٹھا کر لبوں سے لگا یا۔

"چائے اب زیادہ گرم نہیں ہے تم ناشتہ کر لو پھر فریش ہو جانا زویا نیچے ہی ہے کوئی بھی کام ہو کسی طرح کی مدد کی ضرورت ہو تو اسے بلا لینا وہ تمہاری دشمن نہیں ہے"وہ کہہ کر کھڑا ہو گیا۔

exponovels

"زویا میری زندگی میں بہت اہمیت رکھتی ہے میں اسے دکھ میں نہیں دیکھ سکتا تم مجھے کچھ بھی کہہ لینا پر اسے ایک لفظ نہیں" شہیر کا یہ کہتے چہرہ عائشہ کو سپاٹ لگا "ایک لفظ بھی نہیں عائش" اس نے اپنی بات دہرائی اور کمرے سے نکل گیا۔

عائشہ کی بھوک اس کی بات سے ہی مر گئی۔اس کا کچھ بھی کھانے کو اب دل نہیں کر رہا تھا لیکن اس نے چائے کا مگ اٹھایا اور وہاں لب رکھ کر چائے کی سپ لی جہاں شہیر کے لب تھے۔۔۔۔وہ اب شہیر کو چھوڑ نہیں سکتی تھی شہیر نے کہا تھا کہ وہ سب ٹھیک کر دے گا اور عائشہ سب ٹھیک ہونے کے بعد اسے خود ٹھیک کر لے گی۔اس نے سوچا اور چائے پینے لگی۔

________&&&&&&&&________

وہ پورچ میں آ کر گاڑی میں بیٹھا تو دستگیر نے گاڑی چلا لی وہ دونوں ارمان کے آفس جا رہے تھے آسمان پہ کھڑا سورج انہیں دیکھ رہا تھا۔

)آفس کے کیبن میں خاموشی چھائی تھی وہ قدِ آدم کھڑکی کے پاس کھڑا نیچے سڑک پہ بھاگتی گاڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔

"میں ارمان ملک مارگیٹ ہوں ہیلن مارگیٹ کا بیٹا" اس نے کہنا شروع کیا(

سڑک پہ ٹریفک آج ضرورت سے زیادہ تھی اس لیے انہیں پہنچنے میں دیر ہو رہی تھی شہیر کوفت سے بار بار آگے آ کر رکتی گاڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔

exponovels

)میں نے ہی وہ تین قتل کیے تھے جن کا مجرم تم میری ماں کو سمجھ رہے تھے لیکن وہ بے قصور تھی ان سب کے پیچھے میں تھا۔ میری ماں کا قصور دوسرا ہے اس نے میری اصل ممی ہیلن کو مارا ہے وہ اور میرا باپ ملک میری اصل ماں کے قاتل ہیں(

ٹریفک سامنے سے ہٹی تو دستگیر نے تیزی سے گاڑی آگے بڑھائی ارمان کا آفس کچھ دور ہی رہ گیا تھا شہیر کے اندر ہی اندر ایک گھنٹی سی بج رہی تھی وہ خود کو ہر طرح سے تیار کر رہا تھا وہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے

")انہوں نے میری ممی کو مجھ سے اور جیا سے دور کیا اور گھر سے نکال دیا میری ممی نے بہت تنگ حالات میں اس دنیا کا ساتھ چھوڑا تھا اور میں نے تب اس دن سوچ لیا تھا کہ میں ملک اور اس کی بیوی کو برباد کر دوں گا" وہ رک کر زخمی سا ہنسا "اور میں نے انہیں برباد کر دیا میں نے بھی ان سے ان کی زندگی چھین لی ("

شہیر اس کے آفس میں پہنچ چکا تھا وہ قدم اٹھاتا اس کے کیبن کی جانب بڑھ رہا تھا دستگیر اس سے دو قدم پیچھے تھا۔ شہیر نے کیبن کے دروازے کے پاس جا کر دستگیر کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اس نے بے چینی سے شہیر کو دیکھا لیکن شہیر اندر داخل ہو گیا تھا۔

)اور آج میں مطمئن ہوں کہ میں نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا جنہوں نے میری ماں کو تکلیف پہنچائی تھی(

________&&&&&&&&&&________

آفس کی ہر چیز ارمان کو دم سادھے سن رہی تھی اس کا رخ ابھی بھی کھڑکی کی طرف تھا پھر وہ آہستگی سے پلٹا

exponovels

"پر میں چاچو اور چاچی کو نہیں مارنا چاہتا تھا وہ سب بس غلطی سے ہو گیا میرے پاس ملک کو مارنے کا آخری موقع تھا اس لیے میں نے اس پہ کوئی سمجھوتا نہیں کیا" وہ قدم قدم چلتا شہیر کے پاس آ گیا

"میں اندر سے اس چیز کے لیے بہت گلٹ محسوس کرتا ہوں تم میری بھائی میری فیملی میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں" شہیر کا دل کیا وہ اس شخص کو اسی وقت جان سے مار دے لیکن وہ ضبط کر کے بیٹھا تھا۔

"مجھے بس تب تم پہ غصہ آتا تھا جب تم مجھے بے عزت کرتے تھے اور میں بس تمہیں تنگ کرنے کے لیے وہ سب کرتا تھا جو میں نے زویا کے ساتھ کیا عائشہ کے ساتھ کیا وہ سب میں بس اس لیے کرتا تھا کیونکہ تم مجھے ہرٹ کرتے تھے" شہیر نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا

"لیکن میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں میں تمہیں یہ سب اسی لیے بتا رہا ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تم اور ہلکان ہو ثبوت کے چکروں میں اب بس کرو شہیر جو ہو گیا سو ہو گیا اب ہم سب کچھ ٹھیک کرتے ہیں ہمارے درمیان میں، ہم وہ سب کچھ بھلا دیتے ہیں" شہیر کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور وہ اچانک ہی ارمان پہ کسی شیر کی طرح جھپٹا تھا۔ اس نے ارمان کی گردن دبوچ لی۔

"میں چاہوں تو ابھی تمہیں ختم کر دوں لیکن میں تمہارے گندے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا میں تمہیں پھانسی کے تختے تک پہنچاؤں گا تم اب اپنے دن گننا شروع کر دو" ارمان اس کی بات پہ سرد سا مسکایا

"تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے تمہیں میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملے گا" شہیر بھی اسی کے انداز میں مسکرایا

exponovels

"یہ وقت بتائے گا یو جسٹ ویٹ اینڈ واچ" اس نے ارمان کو ایک جھٹکے سے چھوٹا اور اس کے کاندھے سے نادیدہ گرد جھاڑ کر کیبن سے نکل گیا۔اس کے دل میں ارمان کے لیے اگر کبھی کوئی نرم گوشہ پیدا ہوا تھا تو آج وہ نفرت کی گرد سے پتھر ہو گیا تھا وہ ارمان کے بارے میں جو سوچتا تھا وہ سب سچ تھا اس نے ایک نوکرانی کی وجہ سے شہیر سے سب کچھ چھین لیا۔۔۔۔وہ اب ارمان کو نہیں چھوڑے گا

وہ وہاں سے نکل کر اپنے آفس آ گیا تھا۔اس نے دستگیر کو ایک بار پھر سے کام پہ لگا دیا تھا وہ اسے انہیں جگہوں پہ واپس بھیج رہا تھا جہاں سے یہ کہانی شروع ہوئی تھی۔جہاں اس جاسوس کی موت ہوئی تھی پر یہ بات وہ بھی جانتا تھا کہ اسٹریٹ کیمراز پہلے ہی کسی نے اتار لیے تھے شاید ارمان نے اور اب وہاں کچھ ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہا تھا۔ انہیں اس نیلی گاڑی کا بھی سراغ نہیں مل رہا تھا جس کے بونٹ میں وہ موبائل ڈالا گیا تھا۔شہیر کا سر بری طرح سے دکھ رہا تھا وہ چاہ کر بھی اس کھیل کو ختم نہیں کر پا رہا تھا۔

__________&&&&&&&&&&__________

شہیر ملک کے بنگلے پہ دوپہر کی آمد آمد تھی۔لائم نک سک سے تیار ہو کر صوفے پہ بیٹھا زویا کو دیکھ رہا تھا۔جو اس کے سامنے والے صوفے پہ بیٹھی تھی

"دیکھ لیا مجھے۔؟" اس کے تقریباً گھور گھور کر دیکھنے سے زویا تذبذب سے گویا ہوئی تو لائم نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے اور توجہ سے دیکھنا شروع کر دیا

"تم جھوٹ کہہ رہی ہو نا کہ تم ٹھیک ہو مجھے تمہارے چہرے سے لگ رہا ہے" زویا کا دل ڈوبا یہ لڑکا پتہ نہیں کونسی نظریں رکھتا تھا

"میں ٹھیک ہوں تم یہ بتاؤ آنے میں دو دن کیوں لگا دیے۔ اس وقت تو ایسے کہہ رہے تھے جیسے شام میں ہی پہنچ جاؤ گے" اس نے بات بدلی تو لائم ہنسا

"تم بات بدل رہی ہو" زویا جھنجھلا گئی

"تم نے بیٹھنا ہے یا میں تمہیں دھکے دے کر گھر سے نکال دوں" لائم نے فوراً ہاتھ اٹھائے

"اوکے اوکے سوری" مصلحت پسند انداز سے کہہ کر وہ بولا

"بس مجھے اچانک ہی ایک ضروری کام کرنا پڑ گیا تھا۔ یہاں پاکستان میں گھر ڈھونڈنا مشکل ہو رہا تھا اس لیے" زویا اس کی بات پہ الجھی

"یہاں گھر کیوں۔؟" لائم مسٹری سے مسکایا

"بس ایک کام کے سلسلے میں آیا ہوں دعا کرو وہ ہو جائے" زویا کو اس کی مسکراہٹ کچھ اچھی نہ لگی۔ جبکہ وہ مسکراتا ہوا اچھا لگتا تھا۔

"تمہارے ڈیڈ کیسے ہیں۔؟" زویا نے پوچھا۔ تبھی زینوں پہ قدموں کی چاپ ہوئی تو ان دونوں نے ہی گردن ترچھی کر کے اس طرف دیکھا وہاں سے عائشہ اتر کر آ رہی تھی قمیض شلوار میں ملبوس وہ بال کھولے ہوئے تھی چہرے سے کچھ کچھ بیمار لگتی تھی عائشہ جھجھک کر چل رہی تھی زویا اسے دیکھ کر نرمی سے مسکرائی

exponovels

"آؤ عائشہ "وہ کھڑی ہو گئی۔اس کے پاس گئی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے صوفوں تک لے آئی لائم سے ہی دیکھ رہا تھا

"لائم یہ میرے کزن شہیر کی وائف ہیں "لائم نے مسکرا کر سر ہلایا اس نے کھڑے ہو کر عائشہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اور اس کی نظریں زویا کی طرف تھیں

"یعنی تمہاری بھابھی۔؟"عائشہ نے اس سے آہستگی سے ہاتھ ملایا اور ترچھی نظروں سے زویا کا چہرہ دیکھا وہ چپ سی ہو گی تھی ایسا عائشہ کو لگا۔اس لیے اس نے لائم کی طرف اپنی نظریں کیں اور بولی

"جی میں ان کی بھابھی ہوں ان کے بھائی شہیر کی بیوی عائشہ شہیر ملک "انداز میں اعتماد تھا گردن خود ہی اکڑ گئی زویا نے اسے چونک کر دیکھا پھر اس نے ہنسی دبالی اور سر ہلایا

"تم بیٹھو لائم میں کچھ کھانے کو لاتی ہوں "اسے ہنسی آ رہی تھی کاش یہاں شہیر ہوتا۔اس نے دل میں سوچا تھا۔وہ وہاں سے چلی گئی تو عائشہ لائم کے پاس بیٹھ گئی۔لائم نے اس سے حال احوال پوچھا اور پھر خاموش ہو گیا کچھ دیر میں زویا سنیکس کے ساتھ واپس آ گئی تھی ملازم نے میز کو سجا دیا تھا لائم نے صرف چائے لی تھی۔زویا عائشہ کے ساتھ بیٹھی تھی وہ لائم سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئی تھی اور عائشہ لائم کو بہت توجہ سے دیکھ

رہی تھی زویا سے باتیں کرتے لائم کی آنکھوں میں کچھ خاص سا تھا۔کچھ بہت خاص۔۔۔!عائشہ کو وہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔۔۔

_______&&&&&&&_________

exponovels

شہر پہ شام کی آمد آمد تھی۔ سمندر کے ساحل پہ ہوا نمی اپنے آغوش میں بھر کر چلتی ڈوبتے سورج کو لہروں میں گم ہوتے دیکھ رہی تھی۔ آسمان سے سیاہی آہستہ آہستہ پگھلتی سمندر رنگ سڑکوں پہ اتر رہی تھی۔ نیلے تاریک سے آسمان پہ بدر چمک رہا تھا۔ پورے چاند کا رنگ ہلکا دھندلا سا زرد تھا۔ اس پورے چاند میں پورے دکھ کو سینے میں سنبھال کے وہ ساحل سے کچھ دور رکھے بینچ پہ بیٹھی ڈبڈبائی آنکھوں سے لہروں کو اپنے تک آنے کی جسارت کرتے دیکھ رہی تھی۔ اسے وہ لہریں خوشیوں جیسی لگیں جو اس کے بہت قریب آکر واپس لوٹ جاتی تھیں۔ اس نے تو سب کچھ ہی گنوا دیا۔ ماں، باپ، اور محبت۔۔۔۔! وہی محبت جس نے طوفان بن کر اسے اچانک سے گھیرا اور اسی رفتار سے وہ اسے چھوڑ گیا۔

جیا کے چہرے پہ آنسوؤں ٹوٹ کر گرتے جاتے تھے لمحوں کے لیے جب پانی آنکھوں میں رکتا تو ماحول دھندلا جاتا وہ ارمان کو بغیر بتائے گھر سے نکل آئی تھی۔ پچھلے کچھ دنوں سے بیمار جیا کے چہرے سے ساری ربائی دکھوں نے چھین لی تھی۔ اب تو یوں لگتا تھا جیسے اسے سانس کی بیماری ہو گئی ہے۔ رونے سے پہلے وہ گہرے گہرے سانس لینے لگتی تھی۔ تنفس اکھڑنے لگتا تھا۔ وہ رونا چاہتی تھی پر کسی کے سامنے۔۔۔۔ ارمان اس سے ملتا تھا وہ اس کے سامنے رو بھی لیتی تھی ارمان اسے لاکھ جتن کر کے کھانا کھلاتا تھا پر پھر بھی اس میں ایک خالی پن سا تھا وہ کسی اور کو تلاش رہی تھی اپنے دکھ کا ساتھی بنانے کے لیے لیکن وہ جیسے بس جیا کا مذاق بنانے اس کے پاس آیا تھا اپنی محبت کی تشنگی دل میں جگا کر وہ اسے بھول گیا تھا اور اب جیا سمندروں پہ سر ٹکرانے بیٹھی ہوئی تھی۔

exponovels

اس کی گاڑی سمندر سے دور سڑک کے کنارے کھڑی سیاہی میں تقریباً ڈوب چکی تھی کہ تبھی اس گاڑی کے بالکل پاس ایک گاڑی آکر رکی۔اس میں سے دستگیر نکلا اور سمندر کی جانب بڑھ گیا۔اسی بینچ کے قریب جا کر وہ رکا تھا جہاں جیا دنیا سے لاتعلق ہو کر بیٹھی تھی۔وہ اس سے دو قدم کے فاصلے پہ دائیں جانب کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔اسے جیا پہ ترس آیا۔اس سب میں دیکھا جائے تو نقصان جیا کا بھی بہت ہوا ہے۔وہ قدم اٹھا کر اس کے سامنے آکر رک گیا۔

سمندر کی لہریں اس کے پیچھے چھپ گئیں سورج کب کا پانی میں گر کر بجھ چکا تھا۔آسمان پہ ستارے چمک اٹھے تھے بدر کی روشنی بڑھ گئی تھی۔اس کی ساری چاندنی دستگیر کے وجود پہ ٹھہر گئی تھی۔بھیگی آنکھوں والی نے سامنے کھڑے دمکتے نفوس کو دیکھا جو جینز کے ساتھ ہاف آستینوں والی شرٹ میں ملبوس تھا اس کے بال ہوا سے اس کے ماتھے پہ بکھر گئے تھے گہری مونچھ والا لمبا چوڑا دستگیر اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔جیا نے اس پہ سے نظریں

ہٹالیں پیر بینچ کے اوپر کر لیے اور ان کے گرد بانہیں حائل کر کے اس نے گھٹنے پہ چہرہ رکھ لیا تھا۔اس کا دل دستگیر کے اچانک سے سامنے آنے پہ اچھلا تھا لیکن وہ خود پہ اور دل پہ قابو کر کے اس سے رخ موڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

دستگیر آگے بڑھ کر اس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔اس نے گردن ترچھی کر کے جیا کو دیکھا جس نے نچلا لب دانتوں میں دبا رکھا تھا وہ شاید خود کو رونے سے باز رکھنا چاہتی لیکن آنکھوں سے آنسوں شدت سے گرتے جا رہے تھے۔دستگیر نے جیب سے رومال نکالا اور اس کی طرف بڑھا دیا۔لیکن جیا نے لیا نہ دستگیر نے اس کا ہاتھ اس کے گرد سے ہٹایا اور نرمی سے اس کا چہرہ گھٹنے سے اٹھا کر اپنی طرف کیا اور خود سے ہی اس کے آنکھیں صاف کرنے لگا۔دستگیر کا دل بھی

اندر سے ڈر رہا تھا جیا سر پھری سی ہے اب کبھی پھر کچھ نہ کہہ دے اور دستگیر کو بھی غصہ آ جائے گا۔وہ بہت ہمت کر کے یہ جرات کر رہا تھا کہ وہ دھک سے رہ گیا۔جیا نے اس اس کے ہاتھ کو غصے سے پرے دھکیلا

"دفع ہو جاؤ یہاں سے اب کیا کرنے آئے ہو" دستگیر کو لگا وہ سانس بھی نہیں لے سکے گا جیا اس کے سینے سے لگ کر اس کے گرد مضبوطی سے بانہیں لیپٹ کر سسک رہی تھی اور اسے کہہ رہی تھی

"جاؤ مجھے نہیں ہے تمہاری محبت کی ضرورت "

"پر مجھے ہے آپ کی محبت کی ضرورت" اس نے بے ساختگی سے کہا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔جیا نے اپنا چہرہ اس کے فراخ سینے میں چھپا رکھا تھا

"تم جھوٹ بولتے ہو تمہیں نہیں ہے مجھ سے محبت تم بس میرا مذاق بنانے میرے قریب آتے ہو تا کہ میں اور ٹوٹ جاؤں" وہ اسی شدت سے اس کے گرد بازو لپیٹ کر گھٹی گھٹی آواز سے بول رہی تھی آنسوں جتنے آنکھوں میں تھے اتنے ہی گلے میں بھی پھنس گئے تھے

"میں جھوٹ نہیں بولتا مجھے آپ سے سچی محبت ہے" وہ اسے یقین دلانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔جیا نے آہستگی سے سر اٹھایا

"تو پھر اتنی دیر سے واپس کیوں آئے ہو میں نے تمہارا بہت انتظار کیا ہے" دستگیر کو وہ بولتی ہوئی بہت معصوم لگی۔

"اگر جلدی آ جاتا تو یہ کیسے جانتا کہ آپ بھی مجھ سے اتنی محبت کرتی ہیں۔؟" اس نے جیا کے چہرے پہ سے بال سمیٹے اور اس کے گرد اپنا بازو لپیٹ لیا۔جیا نے اس کے سینے پہ سر رکھ لیا تھا

exponovels

"میں نہیں کرتی تم سے محبت تم بس دفع ہو جاؤ میرے پاس سے "

"آپ مجھے اپنی بانہوں میں باندھ کر کہہ رہی ہیں کہ میں چلا جاؤں اور میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے اس حصار کے علاوہ کیا کسی اور جگہ اتنا سکون آئے گا جتنا مجھے یہاں مل رہا ہے"اس نے جیا کے گال پہ ہاتھ رکھا۔

"آپ نے تو مجھے بیکار کر دیا ہے میں آپ سے اتنا جڑ گیا ہوں کہ اب الگ نہیں ہو سکتا آپ میرے سینے سے لگ کر میری سانسوں میں اتر کر روح میں شامل ہو گئیں ہیں میں آپ کو چھوڑ ہی نہیں سکوں گا اب"اس نے اپنی بات پہ زور دیا تھا وہ دانستہ جیا کے گال کو نرمی سے سہلا رہا تھا۔اس کی نظریں چاند پہ تھیں۔جو سمندر کے اوپر کھڑا تھا اس کا عکس پانی میں بن رہا تھا۔اندھیرے میں بھی ہر چیز چمک رہی تھی سمندر کے ساحل پہ وہ دستگیر کے سینے سے لگی بیٹھی اب اسے اپنے دکھ سنا رہی تھی وہ اسے بتا رہی تھی کہ وہ کتنی ٹوٹ چکی ہے اور دستگیر نے اسے اس کے ہر دکھ پہ بکھر جانے کی بات پہ اسے اپنے سینے سے پہلے سے زیادہ مضبوطی سے لگا لیا تھا وہ اسے سمیٹ چکا تھا اور اب ان دونوں کے درمیان سے جدائی نکل چکی تھی جیا کا دستگیر اور دستگیر کی جیا دونوں سمندر سے لوٹے تو ایک دوسرے کا دل اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔۔۔۔

____________&&&&&&&&__________

یہ صبح ارمان ملک کے بنگلے پہ روشن تھی وہ تیار ہو کر آفس سے نکل رہا تھا جب اس کا فون بجا

"اللہ رکھا کچھ دیر میں پاکستان پہنچ جائے گا"ارمان کے چہرے پہ مسکان دوڑ گئی

For more visit (exponovels.com)

"مجھے وہ آج ہی اپنے سامنے چاہیے" اس نے کہہ کر فون بند کیا اور پورچ سے اپنی گاڑی نکال کر آفس کے لیے نکل گیا۔

____________&&&&&&&&&________

اللہ رکھا اڑتے جہاز میں بے خبر سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر سو رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اب وہ سکون میں ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ کراچی ائیر پورٹ پہ اتر کر اس کی زندگی بالکل بدل کر رہ جائے گی وہ پچھتائے گا پاکستان آنے پہ۔
جہاز کے لینڈ ہونے میں کچھ وقت ہی باقی تھا اس کی آنکھ بھی کھل گئی تھی۔ اس نے خمار آلود آنکھوں کو مسل کر گول کھڑکی سے باہر دیکھا جہاں ابھی سفید دھواں نیلے آسمان پہ دکھائی دیتا تھا۔

____________&&&&&&&&&___________

اسی رات میں واپس چلتے ہیں جب بارش تڑاتڑ آسمان سے برس رہی تھی۔
پورے شہر کی طرح تنویر بھائی کا بنگلہ بھی اس بارش سے بھیگ رہا تھا اور وہ لاؤنج میں بیٹھی پریشانی سے آپی میمونہ کو دیکھ رہی تھی

"عائشہ تم بلاوجہ پریشان ہو رہی ہو کچھ دیر میں بارش رک جائے گی تو تمہیں گھر بھیج دوں گی"

"اور نہ رکی تو۔؟" اسنے ترنت پوچھا

"تو کیا تم کوئی سڑک پہ بیٹھی ہو؟ بہن کے گھر بیٹھی ہو صبح چلی جانا" آپی نے کہہ کر سر جھٹکا انہیں عائشہ پہ غصہ آ رہا تھا اور عائشہ کو بھی خود پہ غصہ آ رہا تھا

"مجھے آج آنا ہی نہیں چاہیے تھا آپ پلیز ڈرائیور کے ساتھ مجھے بھیج دیں" آپی نے اسے خفگی سے دیکھا پر عائشہ سے بحث میں وہ جیت نہیں سکی تھیں اس لیے انہوں نے اسے "اللہ رکھے" کے ساتھ بھیج دیا بنگلے سے نکلنے سے پہلے انہوں نے اللہ رکھے کو کہا تھا

"دھیان سے جانا اس گاڑی کے ابھی کاغذ بھی نہیں بنے اور نمبر پلیٹ بھی نہیں ہے کوئی روکے تو صاحب کو کال کر لینا" اللہ رکھے نے نیلی گاڑی کو دیکھا پھر آپی میمونہ کی جانب رخ کر کے سر

ہلا دیا۔ گاڑی میں عائشہ پہلے ہی پچھلی سیٹ پہ بیٹھ چکی تھی اس نے وہاں سے آپی میمونہ کی طرف الوداعی ہاتھ ہلایا اور آپی میمونہ نے اسے پورا ہاتھ کھول کر لعنت دی اور لبوں کی جنبش سے کہا

"دفع دور" عائشہ ہنس دی۔ اللہ رکھے نے گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی چلا لی تھی۔

)جہاز ائیر پورٹ پہ لینڈ ہو چکا تھا وہ اپنے سامان کو گھسیٹ کر ائیر پورٹ سے باہر نکلا اور کھلی فضاء میں گہرا سانس لیا اس نے آنکھیں موند کر سانس کھینچا تھا اور پھر وہ آنکھیں کھول ہی نہ سکا دماغ اندھیروں کی زد میں آ گیا تھا۔ اس کا وجود شل ہونے لگا تھا(

سڑک پہ بھیگتی نیلی گاڑی کو اچانک سے نجانے کیا ہوا کہ وہ رک گئی۔ عائشہ نے پریشانی سے اللہ رکھے کو دیکھا

"کیا ہوا۔؟" اس نے شانے اچکائے

"معلوم نہیں" کہہ کر باہر نکلا اور گاڑی کا بونٹ کھول کر اسے دیکھنے لگا کہ تبھی اس گاڑی کے پاس ایک لانگ کوٹ میں ملبوس مشکوک سا آدمی آ کر رکا عائشہ کی نظر اسی پہ تھی۔ اسے وہ آدمی کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا اس کے انداز میں

پراسرائیت تھی وہ بونٹ میں جھک کر اس میں چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا پھر اس نے اللہ رکھے کو کچھ کہا اور اللہ رکھے نے جب گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی تو وہ اسٹارٹ ہو گئی۔اللہ رکھے نے اسے تشکر آمیز نظروں سے دیکھا تھا اور وہ پراسرار شخص وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا عائشہ کچھ ٹھٹھکی تھی اس نے اسے بونٹ میں جھکتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالتے ضرور دیکھا تھا لیکن باقی کے عمل کو وہ دیکھ نہیں سکی تھی۔

)جب اسے ہوش آیا تو وہ کرسی پہ بیٹھا اندھیر کمرے میں موجود تھا ہاتھ پاؤں بندھے تھے اور اس کے عین سامنے آفس سوٹ میں ملبوس ارمان بیٹھا تھا

"وہ موبائل کہاں ہے۔؟"اس نے بے رحمی سے اللہ رکھے سے پوچھا

"کون ہو تم۔؟"اللہ رکھا چلا یا ارمان نے کھینچ کر اس کے منہ پہ گھونسا مارا تو وہ بغیر تامل گھگھیا کر رونے لگا۔

"کونسا موبائل۔؟"اس نے روتے ہوئے پوچھا ارمان نے ضبط سے گہرا سانس لیا اور اسے اس رات کی کہانی سنانے لگا جس کا مورل اللہ رکھے نے دینا تھا۔(

وہ جب اپنے گھر کے سامنے رکی تو گاڑی سے اتر کر اس نے اللہ رکھے کو باہر آنے کا اشارہ کیا

"بونٹ کھولو"اللہ رکھے نے اسے ناسمجھی سے دیکھا پر وہ کچھ بولا نہیں اور بونٹ کھول دیا۔عائشہ نے بونٹ میں جھانکا اور وہ وہیں تھم گئی۔وہاں اسے موبائل پڑا ہوا دکھائی دے گیا تھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل نکالا سرد ہوا کے جھونکے اس کے وجود سے ٹکرا رہے تھے بارش تھم چکی تھی لیکن آسمان پہ بجلیاں تیز چمک رہی تھیں۔

"یہ تمہارا ہے۔؟"اس نے اللہ رکھے سے پوچھا اللہ رکھے نے سر نفی میں ہلا دیا۔

exponovels

"اچھا تم جاؤ" اس نے اللہ رکھے کو جانے کا کہا اور خود وہ اندر کی جانب بڑھ گئی امی ابو سے مل کر جب وہ اپنے کمرے میں آئی تو آنکھیں موند کر وہ اس شخص کو سوچنے لگی

"تو کیا یہ اس نے گاڑی میں ڈالا تھا۔؟" اس نے خود سے سوال کیا۔ اس نے موبائل کو سامنے بیڈ پہ رکھ کر اس کی تصویریں بنائیں اور آپی میمونہ کو بھیج کر پوچھا کہ کیا یہ ان کا ہے انہوں نے بھی جب انکار کر دیا تو عائشہ سوچ میں پڑ گئی کہ وہ اسے آن کرے یا رہنے دے۔؟

"اگر آن کرتے ہی یہ پھٹ گیا تو۔؟" اس نے سوچ کر جھر جھری لی

"میں تو نہیں کرتی آن میں تو اسے رکھ رہی ہوں" اس نے کہہ کر الماری کھولی اور المارے میں جہاں چھوٹی سی دراز بنی تھی اس میں موبائل کو رکھ دیا۔ کچھ دن وہ موبائل اس کے ذہن میں گردش کرتا رہا تھا لیکن پھر وہ اسے بھول چکی تھی۔

(اللہ رکھا روتے ہوئے ارمان کو اب اس کہانی کا مورل سنا رہا تھا جو ارمان نے ابھی اسے سنائی تھی

"وہ رات میرے کام کی آخری رات تھی میں نے اگلے دن ہی وہ نوکری چھوڑ دی تھی کیونکہ دو روز بعد میں نے سعودی عرب جانا تھا وہ موبائل تنویر صاحب کی سالی کے پاس ہے میرے پاس نہیں ہے" ارمان کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"کیا عائشہ کے پاس۔؟" اللہ رکھے کو اس کا نام تو نہیں پتہ تھا لیکن جان چھڑانے کے لیے سر ہلا دیا ارمان نے کرسی کے ہتھ پہ مکا مارا

exponovels

"ڈیم اٹ" وہ کرسی سے بے چینی سے کھڑا ہوا۔ جس مہرے کو اس نے مذاق میں کھیل میں شامل کیا تھا وہی سب سے اہم مہرہ نکلے گا اسے اندازہ نہیں تھا اگر اسے زرہ برابر بھی اس بات کی بھنک لگ جاتی کہ عائشہ ہی کے پاس وہ موبائل ہے تو وہ اسے اتنے آرام سے دور جانے نہ دیتا اس نے تنویر سے بھی اس لیے پارٹنر شپ شروع کی تھی تاکہ وہ اسے کھنگال سکے لیکن تنویر بھائی تک موبائل کی بات پہنچی ہی نہیں تھی وہ بات آپی میمونہ اور عائشہ میں ہی ہو کر دم توڑ چکی تھی ارمان کو لگتا رہا تھا کہ اللہ رکھے کے پاس وہ موبائل ہو گا لیکن عائشہ کے پاس۔۔۔!

"اوہ گاڈ" اس نے اپنا سر پیٹ لیا اب وہ عائشہ تک کیسے پہنچے گا کیونکہ عائشہ تک کا راستہ اب شہیر ملک سے ہو کر گزرتا تھا۔

__________&&&&&&&&&&__________

عائشہ شہیر ملک کے کمرے میں بیڈ پہ بیٹھی غصے سے بڑبڑا رہی تھی

"کرتے رہیں نخرے اب میں بھی بات نہیں کروں گی" اس نے سوچا تھا کیونکہ شہیر نے اس کی بات مانی نہیں تھی جبکہ اس نے عائشہ ہی کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کے لیے یہ سب کیا تھا وہ اپنا سامان نیچے والے کمرے میں شفٹ کروا چکا تھا

"آپ اپنا کمرے چھوڑ کر مت جائیں" اس نے فراخ دلی سے اسے روکا

"شکریہ آپ کے مشورے کا پر میں اپنی مرضی کرتا ہوں بیٹھ جاؤ آرام سے" اس نے عائشہ کا ہاتھ پکڑا اور سخت لہجے سے کہہ کر اسے بیڈ پہ بٹھا دیا۔ عائشہ کچھ بولنے لگی۔

"چپ "اس نے اس کے لبوں پہ انگلی رکھی

"مجھے اب تمہاری آواز نہ آجائے ورنہ ایک تھپڑ ماروں گا تمہیں میں" عائشہ نے اسے صدمے سے دیکھا لیکن وہ پھر بولی نہیں اسے شہیر سے ڈر لگتا تھا۔ شہیر نے سارا سامان اپنا نیچے والے کمرے میں شفٹ کر لیا تھا وہ اب اپنی الماری سے شرٹیں نکال رہا تھا تو عائشہ نے اسے دیکھا

"آپ اب بلاوجہ نخرے کر رہے ہیں "شہیر نے پلٹ کر اسے حیرت سے دیکھا

"میں تمہارے لیے آسانیاں پیدا کر رہا ہوں میں نہیں چاہتا تمہیں میری وجہ سے کوئی مسئلہ ہو اس لیے یہاں سے جا رہا ہوں "

"تو آپ اپنا کمرہ مت چھوڑ کر جائیں میں چلی جاتی ہوں کسی دوسرے کمرے میں "شہیر نے اپنی ساری شرٹیں نکالیں اور اس کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے بس عائشہ کو اتنا کہا تھا

"جو اس کمرے میں ہے وہ کسی دوسرے کمرے میں نہیں ہے "وہ کہہ کر نکل گیا تھا اور عائشہ کو پورا دن لگا تھا اس کی بات سمجھنے میں شام میں وہ جب نیچے سے اوپر آئی تو اس کی نظر اس شیشے کے دروازے پہ پڑی جو کمرے سے کھل کر اس سوئمنگ پل تک جاتا تھا جس کے سامنے والی دیوار پہ پتھر لگے تھے اور آرٹی فیشل گملے رکھے تھے۔اس کے لیے لمحے یکدم رکے گئے اسے

For more visit (exponovels.com)

شہیر بالکل اپنے پیچھے کھڑا ہوا محسوس ہوا جو اس سے پوچھ رہا تھا کہ کیا اسے سوئمنگ پول پسند ہے۔؟ تب عائشہ نے سر ہلا یا تھا اور وہ یہ کہہ کر بھول چکی تھی لیکن شہیر نے اس کی بات یاد رکھی تھی۔ عائشہ اپنا سر پکڑ کر بیڈ پہ بیٹھ گئ تھی وہ اس شخص کو کبھی سمجھ بھی سکے گی یا نہیں۔؟

"نہیں" اس نے خود سے ہی جواب دیا۔ وہ اسے اتنی ہی سخت نظروں سے دیکھتا تھا۔ سنجیدہ رہتا تھا لیکن جب بھی عائشہ کے لیے ناشتہ لاتا تو وہ اس کے کپ سے چائے لازمی پی کر کہتا تھا

"پی لو اتنی گرم نہیں ہے" عائشہ کو اپنا آپ کوئی بچی لگتا تھا جس کی پرواہ شہیر ایسے کرتا تھا جیسے اسکا منہ گرم چائے سے جل جائے گا۔ وہ اس کی ہر چیز پہ توجہ رکھتا تھا کپڑوں سے لے کر کھانے تک کا اور جب عائشہ اس سے بولنے کی کوشش کرتی تھی تو وہ اسے ٹھیک سے جواب نہیں دیتا تھا اور عائشہ تپ جاتی تھی جیسے ابھی تپی ہوئی کمرے میں بیٹھی تھی شہیر اسے اب بھی اگنور کر کے چلا گیا تھا اور عائشہ نے سوچ لیا تھا کہ وہ شہیر سے اب بات نہیں کرے گی۔۔۔

"ہاں میں نہیں کروں گی ان سے اب بات" وہ سوچ کر بیڈ پہ دراز ہو گئی اب دیکھتے ہیں عائشہ کب تک اپنی بات پہ قائم رہتی ہے

___________&&&&&&&&_________

یہ کراچی شہیر کے بدھ بازار کا منظر ہے ٹوٹی پھوٹی سڑکوں پہ لگے شامیانوں کے نیچے بیٹھے ٹھیلے والے اپنے مال کے گرد کھڑی عورتوں سے بھاؤ تاؤ کرنے میں مصروف دکھائی دیتے تھے سورج آسمان پہ کھڑا اپنی کرنوں کی تپش سے سب کو حبس میں مبتلہ کر رہا تھا لیکن عورتیں اور دکاندار پھر بھی اپنے کام میں اسی دل لگی سے لگے ہوئے تھے۔ ایسے

exponovels

میں سڑک کے کنارے پہ ایک اٹھارہ سالہ لمبے قد اور دبتی رنگت والا میلا سالڑکا کھڑا دکھائی دیتا تھا جس کی نظریں عقابی تھیں۔ وہ آنے جانے والی ہر عورت کو بہت توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ پیر میں ٹوٹا ہوا جوتا تھا اور بدن پہ شلوار اور بنیان تھا جو بہت جگہ سے پھٹا تھا۔ وہ بہت دیر تک

سب کو توجہ سے دیکھتا رہا پھر اسے ایک عورت دکھائی دی جس کے ساتھ پانچ سالہ بچہ تھا۔ بچے کے ہاتھ میں موبائل تھا اور وہ اسے کان پہ لگا کر اپنے خیال میں کسی سے بات کر رہا تھا۔

سڑک کنارے کھڑے لڑکے کے چہرے پہ تبسم بکھر گیا۔ وہ ادھر سے چلنے لگا۔ اس کی نظریں بچے کے کان سے لگے موبائل پہ تھیں۔ وہ چلتا جاتا تھا ہر قدم پہ اس کی رفتار بڑھ رہی تھی۔ جب وہ بچے سے کچھ قدموں کے فاصلے پہ رہ گیا تو اس نے بھاگنا شروع کر دیا اور بچے کے قریب سے گزرتے اس نے کسی چیل کی طرح اس بچے سے جھپٹ کر موبائل چھینا اور بھاگ گیا۔ بچہ دل خراش آواز میں چیخا تھا ماں نے بوکھلا کر اسے دیکھا پھر اس طرف دیکھا جہاں بچہ روتے ہوئے اشارہ کر رہا تھا۔ عورت نے دیکھتے ہی دیکھتے واویلا کرنا شروع کر دیا تھا لیکن وہ لڑکا اس سے بہت دور جا چکا تھا دکاندار اس کی طرف مدد کو بڑھے لیکن سب کچھ اب بے سود تھا لڑکا اپنا کام کر چکا تھا۔

افق پہ موجود سورج بھی اس کے ساتھ ہی بھاگ رہا تھا۔ وہ اس کے سر پہ ہما کی طرح تھا۔ جیسے کوئی نیلی آنکھوں والا ہما ہو وہی ہما جو لوگوں پہ نیک بختی لاتے ہیں ان کا سر پہ ہونا نصیبوں کے آسمان چھونے کی نشانی ہوتی ہے۔ اس بھاگتے لڑکے کے سر کا ہما سورج تھا جس کی چمک سے اب سب کی آنکھیں چندھا جانی تھیں۔ شہیر ملک سے یہ لڑکا اب بہت جلد ملے گا۔۔۔!

وہ لڑکا بھاگ کر گندی گلیوں میں گھنس گیا تھا جہاں کے مکان ایک کمرے پہ مشتمل تھے اور ان کی چھتوں پہ ٹین بچے تھے بوسیدہ لباس میں میلے کچیلے بچے گٹر کے پانی میں چھپ چھپ کرتے گزر رہے تھے کوئی نالی کنارے بیٹھا رفع حاجت کرتا اپنی ماں کو پکار رہا تھا۔ وہ اس بچے کے پاس سے بھی ہوا بن کر گزرا تھا۔ گھر سے پانی لوٹے میں لانے والی ماں اس کے یوں ہوا بن کر گزرنے پہ دھک سے رہی تھی اس کے لوٹے سے پانی چھلک گیا تھا لیکن

لڑکا بے پرواہ تھا۔۔۔ سب سے بے پرواہ وہ جب چند اور گلیاں گزر گیا تو اس کا سانس پھولنے لگا اور وہ بے ترتیب ہوتے تنفس کے ساتھ ایک دروازے کو دھکیل کر اندر داخل ہوا۔ گھر میں صبح ہونے کے باوجود بھی اندھیرا تھا۔ میلی دیواروں سے غربت ٹپک رہی تھی ٹین کی چھت میں سوراخ تھے فرش پہ ایک پرانا کارپٹ بچھا تھا جس پہ بوڑھا آدمی پڑا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ اور ٹانگ مفلوج تھی بولا بھی شاید نہیں جاتا تھا۔ اسی کے قریب بیٹھی کھچڑی بالوں، کریلے کے چھلکے جیسی جلد اور دھنسی آنکھوں والی عورت چولہے پہ کچھ پکا رہی تھی۔ ایک دم سے اس کے اندر آنے پہ وہ دونوں ہی چونکے تھے

"سکندر کہاں سے آ رہا ہے۔؟" اس کے پھولے سانس سے گھبرا کر ماں نے پوچھا۔ سکندر نے جواب دینا ضروری نہ سمجھا وہ تیزی سے سامنے رکھے پلنگ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا اور جھک کر

وہاں سے ایک ٹرنک نکالا اس پہ تالا لگا تھا سکندر نے گلے میں ڈلی ڈوری کو آگے کیا تو اس میں چابی ظاہر ہوئی سکندر نے اس چابی سے تالا کھولا اور وہ چیزیں پھرولنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں اسے اپنی مطلوبہ چیز مل گئی تھی۔ اس نے چٹکی

exponovels

میں پکڑ کر اسے اپنے سامنے کیا وہ ایک چھوٹا سا سم کارڈ تھا پر اس سم کارڈ کا عکس سکندر کی آنکھوں میں ہیرے جیسا بنا تھا۔اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔اس نے مٹھی میں موجود موبائل کو دیکھا اور پھر وہ کھڑا ہو گیا

"کہاں جا رہا ہے اب۔؟"ماں نے پیچھے سے پوچھا سکندر نے باہر جاتے جاتے جملہ اچھالا

"وقت بدلنے۔۔۔۔۔!"اس کے لہجے میں کمال کا اعتماد تھا۔اب کی بار اس کی چال میں ایک نیا پن تھا تو قیر اور رعب وہ اب انہی گلیوں کو تنقید سے دیکھ رہا تھا ہتک آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا نفرت سے دیکھ رہا تھا۔اسے یکا یک ہر اس چیز سے الجھن ہوئی تھی جس میں آج تک اس نے زندگی گزاری تھی۔اس کا ہما آسمان کا سورج ایک بار پھر اس کے بالکل سر پہ آ گیا تھا۔اس نے ایک جگہ رک کاوہ سم کارڈ موبائل میں ڈالا اور اس سم میں موجود سارے نمبر زدیکھنے لگا۔وہ پڑھا لکھا نہیں تھا۔اس لیے اس نے اس میں موجود ہر نمبر پہ کال کرنا شروع کر دی۔اس سم میں گنتی کے پانچ چھ نمبر ہی تھے اور ان پانچ چھ نمبروں میں سے ہی ایک نمبر تھا شہیر ملک کا۔جس نے اب سکندر سے ملنا تھا۔سکندر نے اس کی قسمت بدلنی تھی اور شہیر ملک نے سکندر کی۔۔۔۔

&&&&&&&&&&&

شہیر ملک کے بنگلے پہ عصر کا وقت ہوا چاہتا تھا۔آسمان کا سورج سرد پڑ رہا تھا۔وہ ہر لمحے کے ساتھ زرد مائل سرخ ہو رہا تھا۔اسے اب لوگ آنکھ بھر کر دیکھ سکتے تھے پرندے نرم ہوا سے محظوظ ہوتے چہچہا رہے تھے۔وہ ابھی آفس سے آیا تھا لان میں رکھی کرسی پہ بیٹھ کر وہ میکسی سے کھیل رہا تھا ان سب چکروں میں وہ میکسی کو بالکل ہی بھول چکا تھا۔میکسی اس کے پیروں کو چوم رہا تھا اور شہیر اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں چلا رہا تھا۔شہیر کا ذہن الجھا ہوا تھا۔

اسے ارمان کے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل رہا تھا۔اس نے اس سڑک پہ موجود سبھی چیزوں کو کھنگال لیا تھا لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا اسے بہت ناامیدی ہوئی تھی۔

شہیر نے گہرا سانس لے کر سب کچھ سر سے جھٹک دیا اور میکسی کی طرف متوجہ ہو گیا جو اس سے لپٹنے کو ہو رہا تھا۔

بنگلے کے اوپر والے شہیر کے کمرے کی بالکونی میں کھڑی عائشہ یہ منظر دیکھ رہی تھی اسے کتے پسند تھے پر اتنے بڑے کتوں سے اس کی جان نکلتی تھی اور شہیر اس سے ایسے لاڈ لڑا رہا تھا جیسے وہ کوئی چھوٹا سا پپی ہو۔عائشہ نے سوچا تھا کہ وہ شہیر سے آج پھر ایک بار بات کرے گی وہ شہیر کو بتائے گی کہ زویا نے اسے سب کچھ سچ بتا دیا ہے اور اسے شہیر پہ یقین آگیا ہے وہ شہیر پہ اعتماد کرنا چاہتی ہے وہ اس کی بات پہ یقین لے آئی ہے کہ شہیر ایک دن سب کچھ ٹھیک کر دے گا اسی لیے وہ اب آرام سے رات میں سوتی ہے گھر والوں کو یاد تو کرتی ہے پر روتی نہیں وہ اس امید پہ خوش رہتی ہے کہ شہیر اسے اس کے گھر والوں سے ضرور ملا دے گا۔گاجری قمیض شلوار میں ملبوس لڑکی کے کاندھے پہ سفید دوپٹہ تھا۔بال ہمیشہ کی طرح کمر پہ کھلے گرے تھے چہرے پہ دو لٹیں تھیں۔آہو چشم شہیر ملک پہ جمے تھے بہت دنوں بعد اس نے آج ہلکی سی لپ اسٹیک بھی لگائی تھی جس سے اس کے عنابی باریک ہونٹ اور بھی پرکشش لگتے تھے گردن کا تل ویسے ہی گردن پہ موجود تھا۔وہ مخروطی انگلیوں سے ریلنگ کو پکڑ کر کچھ جھک کر نیچے دیکھ رہی تھی۔ میکسی کچھ دیر اس کے ساتھ کھیلتا رہا پھر اسے گارڈ آ کر لے جانے لگا تو وہ بھاگ کر بالکونی سے کمرے میں آئی اور پھر کمرے سے نکل کر وہ باہر آگئی تھی۔لان کی گھاس پہ جیسے ہی قدم رکھے تو عائشہ نے اپنی رفتار آہستہ کر لی اب وہ اتنی بھی بے تاب نہیں ہو رہی تھی۔

exponovels

"تم نے تو کہا تھا کہ تم اس سے اب بات نہیں کرو گی" لان میں لگے پھولوں نے سوال کیا تو عائشہ نے انہیں حیرت سے دیکھا

"کیا میں نے ایسا کہا تھا۔؟" اس نے تعجب سے پوچھا پھول ہوا سے ملے یوں لگا جیسے وہ اس کی بات کی تائید کر رہے ہوں عائشہ نے کاندھے اچکائے

"مجھے یاد نہیں" وہ شرارت سے کہہ کر آگے بڑھ گئی پھول اس کی بات پہ ہنس دیے۔ اور وہ شہیر کے پاس پہنچ گئی تھی شہیر کی اس کی طرف پشت تھے۔ جب وہ پلٹا تو عائشہ سے ٹکرا گیا۔ گارڈ میکسی کو لے کر ان سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ عائشہ کن اکھیوں سے میکسی کو بھی دیکھ رہی تھی۔ جب اسے تسلی ہو گئی کہ اب وہ نہیں آئے گا تو وہ شہیر کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہممم۔؟" شہیر نے سر ہلا کر لب بھینچ کر سنجیدگی سے کہا یعنی جی کیوں کھڑی ہو یہاں۔؟ عائشہ نے شانے اچکائے

"ویسے ہی" وہ شہیر کے سامنے کھڑی تھی آفس ڈریس میں ملبوس لڑکے نے کوٹ اتارا ہوا تھا شرٹ کے اوپر کے بٹن کھلے تھے جہاں سے اسکا فراخ سینہ دکھائی دیتا تھا اور گلے کا چین بھی عائشہ نے اس کے دل پہ لکھا اپنا نام دیکھنا چاہا پر اس تک رسائی ناممکن تھی۔

"اچھا" وہ کہہ کر دوسری طرف سے جانے لگا۔ عائشہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"آپ نہیں رکیں گے میرے پاس۔؟" اس نے پوچھا شہیر نے سر نہ میں ہلا دیا۔ اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"مجھے بہت سارے کام ہیں" جبکہ اسے کوئی کام نہیں تھا۔ عائشہ کی بھنویں تن گئیں

exponovels

"میں آپ کو منا رہی ہوں آپ اس لیے زیادہ اترا رہے ہیں نا۔؟"اس نے سینے پہ ہاتھ باندھ لیے وہ شہیر کے اب پھر سامنے کھڑی تھی۔وہ اسے جانے ہی نہیں دینا چاہتی تھی

"تمہیں کس نے کہا کہ مجھے مناؤ۔؟"اس نے بھی سینے پہ ہاتھ باندھ لیے۔چہرہ ویسا ہی بے تاثر تھا۔نیلی آنکھوں میں جھانک کر عائشہ اس کے قریب ہوئی۔

"میں نا ایک حد تک لوگوں کو مناتی ہوں پھر منانا چھوڑ دیتی ہوں"شہیر اس کی بات پہ عجیب سا ہنسا۔

"تم مجھے مت مناؤ کیونکہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں"عائشہ اس کی بات پہ جھنجھلا گئی

"تو پھر یہ منہ کیوں بنایا ہوا ہے دور رہنے کی وجہ کیا ہے۔؟"شہیر اسے کچھ دیر دیکھتا رہا پھر وہ اس کے قریب ہوا سینے سے بازو کھولے اور ایک بازو اس نے عائشہ کی کمر کے گرد حائل کر کے اسے ایک جھٹکے سے اپنے سینے سے لگایا۔

"تم چاہتی ہو میں تمہارے قریب آؤں۔؟"اس نے گہری نظروں سے عائشہ کو دیکھا۔عائشہ کا دفعتاً دل بری طرح دھڑکنے لگا۔وہ بولنا بھول گئی۔کاندھے کا آنچل ڈھلک کر کہنی پہ آگیا تھا عائشہ کا ہاتھ شہیر کے بازو پہ تھا۔وہ اس سے نظریں نہ ملا سکی۔

"بتاؤ آجاؤں تمہارے قریب۔؟"وہ اس کے اوپر جھکتا اس کے کان کی لو سے اپنے لب مس کرتا پوچھ رہا تھا اس کی گرم سانسیں عائشہ کے وجود کو جلانے لگی تھیں۔شہیر کی نظر اس کے چہرے سے ہوتی اس کی ہنس جیسی لمبی گردن پہ بنے تل پہ ٹھہر گئی ایک پرانی خواہش نے پھر سے دل میں سر اٹھانا شروع کر دیا تھا اس نے عائشہ کی گردن پہ اپنے دوسرے ہاتھ کی انگلی آہستگی سے پھیرنی شروع کی اور تل پہ لے جا کر وہ رک گیا۔وہ تل پہ انگلی ٹھہرا کر اسے آہستہ

exponovels

آہستہ سہلانے لگا تھا عائشہ اس کے بس میں ہونے لگی تھی اسے لگ رہا تھا جیسے شہیر اس پہ سحر پھونک رہا ہے اس سے اس کی قربتوں کی تپش اور سہی نہ جا رہی تھی وہ فلحال بہکنا نہیں چاہتی تھی۔

"میں نے اتنے قریب آنے کا نہیں کہا تھا" محبتوں کا جو فسوں ایک دم سے فضاء میں چھایا تھا وہ کانچ کی طرح چیخ گیا۔

شہیر نے دل کی فریاد کا گلا دبایا اور اپنی انگلی پہلے اس تل سے ہٹائی پھر اس کی کمر چھوڑ کر وہ اسے دور ہو گیا۔

"مجھ سے دور رہا کرو تم" اسے غصہ سا آیا عائشہ کی بات پہ عائشہ جانتی تھی وہ کیوں ایسے بول رہا ہے۔عائشہ نے اسے سمجھانا چاہا اپنا دوپٹہ درست کرتی وہ بولی

"شہیر میں ابھی ذہنی طور پہ۔۔۔۔" اس کی بات مکمل شہیر نے کی

"اس لیے کہہ کر رہا ہوں جاؤ یہاں سے" عائشہ کے چہرے پہ سائے لہرانے لگے۔اسے شہیر کا انداز برا لگا۔

"ٹھیک ہے جا رہی ہوں" وہ پیر پٹخ کر پلٹی اور جانے لگی کہ کرسی میں الجھ کر گرتی گرتی بچی۔شہیر نے اس کا بازو پکڑ لیا تھا

"خیال سے چلا کرو" اس نے اسے ٹھیک سے کھڑا کرنے کے بعد کہا عائشہ نے اس کا ہاتھ جھٹکے سے اپنے بازو سے ہٹایا اور اسے دھکا سا دے کر بولی

"آپ اب مجھ سے دور رہیں" شہیر نے اسے گھورا وہ کچھ بھی کہتا کہ دور کھڑے میکسی نے خونخوار نظروں سے عائشہ کو دیکھا اور وہ اپنی چین چھڑا کر عائشہ کی طرف بھونکتے ہوئے دوڑا تھا۔

exponovels

اسے لگا تھا کہ عائشہ اس کے مالک کو مار رہی ہے ایک دم سے ہونے والا شور پہ عائشہ نے چونک کر دوسری طرف دیکھا اور اس کی جان نکل گئی۔ شہیر نے بھی میکسی کو بھاگ کر عائشہ کی طرف آتے دیکھا تو فوراً عائشہ کے سامنے آیا اور عائشہ نے پیچھے سے اس کے گرد بازو پھیلا کر مٹھیوں سے شہیر کی شرٹ پکڑ لی تھی۔ وہ آنکھیں میچ کر چیخنے لگی تھی شہیر نے ہاتھ کے اشارے سے میکسی کو روکا۔

"نہیں میکسی۔۔۔۔! "اس نے رعب سے کہا تو میکسی وہیں رک گیا اور اس کے پیروں میں بیٹھ گیا۔ وہ شہیر کو چہرہ اٹھا کر دیکھنے لگا تھا

"یہ تمہاری مالکن ہے اسے کچھ بھی نہیں کہنا اب سے "شہیر اسے سمجھا رہا تھا عائشہ نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں شہیر نے اس کے سینے پہ بندھے ہاتھ پکڑے

"عائش سامنے آؤ"

"میں نہیں آ رہی" وہ دوبارہ اس سے لپٹ گئی۔

"میں کہہ رہا ہوں سامنے آؤ کچھ نہیں کہے گا اب یہ" عائشہ کو اس نے زبردستی سامنے کیا وہ کانپ رہی تھی

"میں ہوں نا تمہارے ساتھ "اس کا یہ جملہ اس کے سارے ڈر فراموش کر چکا تھا۔ اس نے گردن ترچھی کر کے شہیر کو دیکھا۔

exponovels

"ریلیکس "اس نے عائشہ کا جو ہاتھ پکڑ رکھا اس کی پشت کو انگوٹھے سے نادانستہ سہلا رہا تھا۔ یہ اس کی پرانی عادت تھی اسے لگتا ایسے وہ دوسروں کی تکلیف کم کرتا ہے۔۔۔ عائشہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر وہ میکسی کی طرف متوجہ ہو گئ

تھی۔ چند لمحوں بعد گارڈ میکسی کو واپس لے گیا تھا میکسی کے جانے کے بعد شہیر عائشہ کی طرف گھوما

"آپ مجھ سے اب دور رہیں "اس نے عائشہ کا جملہ دہرایا اور آنکھوں سے اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا جو عائشہ نے بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ عائشہ نے فوراً اس کا ہاتھ چھوڑا

"ڈر میں پکڑ لیا تھا زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے "شہیر نے محظوظ نظر اس پہ ڈالی اور سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا اس کے گال پہ ہلکی سی مسکان سے ایک ڈمپل پڑا تھا۔ جس میں عائشہ پھنس کر رہ گئی تھی۔ عصر کب گہری ہونے لگی اسے پتہ ہی نہ چلا۔۔

____________&&&&&&&&&&__________

رات ارمان ملک کے بنگلے پہ گہری تھی۔ گھر میں وہی پر اسرار نیم اندھیرا اور خاموشی تھی۔ لاؤنج میں زرد فانوس روشن تھا جس کی ہلکی روشن سارے میں خوابناک اندھیرا بکھیرے ہوئے تھی۔ ایسے میں زینے چھڑ کر ارمان ملک کے کمرے کے کھلے دروازے سے اندر جھانکوں تو وہاں وہ کرسی پہ بالکونی میں بیٹھا اندھیرے کا ہی حصہ لگتا تھا۔ کالے آفس سوٹ میں ملبوس ارمان کے بال اس کے ماتھے پہ بکھرے تھے۔ پر سوچ نظروں سے وہ سامنے کالے

exponovels

آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ جس پہ تارے بکھرے تھے لیکن اسے وہ بھی مدھم روشن لگ رہے تھے اس کے اندر کی تیرگی اسے ہر سو پھیلتی دکھائی دے رہی تھی دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا

"میں اگر عائشہ سے رابطہ کروں تو کیا وہ میری مدد کرے گی۔؟"اس نے سوچا۔

"ہاں وہ میری مدد ضرور کرے گی میں اس کے سامنے ابھی بھی یقیناً مظلوم ہی ہوں گا کیونکہ میں اس کا سابقہ شوہر ہوں وہی شوہر جس کے ماتھے بندوق رکھ کر شہیر نے عائشہ کو اس سے دور کیا اسے طلاق دینے پہ مجبور کیا"اس کے ذہن نے تیزی سے کہانی بُننا شروع کر دی تھی۔ وہ کرسی سے کھڑا ہوا۔

"ہاں میں وہی ارمان ملک بن کر اس سے بات کروں گا جسے اس نے ابھی تک دیکھا ہے ایک بہت محبت کرنے والا شخص جو بہت معصوم ہے"اس نے جیب سے موبائل نکالا

"میں اسے خود سے بس ایک بار ملنے کا کہوں گا اور وہ ایک ملاقات ہی پورا کھیل بدل دے گی"اس کے چہرے پہ سرد مسکان دوڑ گئی تھی اس نے موبائل کی ٹچ اسکرین روشن کی اور

اس پہ عائشہ کا نمبر ملانے لگا۔ آسمان کے تارے اسے دم سادھے دیکھنے لگے تھے ہر طرف نئی سازش کی بو پھیل گئی تھی۔۔۔!

رات شہیر ملک کے بنگلے پہ بھی گہری دکھائی دیتی تھی۔ شہیر کے کمرے میں عائشہ بیٹھی اپنی سوچوں میں گم تھی۔ جب بھی رات پھیلتی تھی تو اس کا دکھ بڑھنے لگتا تھا۔ جب وہ بالکونی میں ڈھلتی شام میں کھڑی ہوتی تو دور عمارتوں کی زرد روشنیاں اسے اداس لگتی تھیں۔ اس کی سوچیں خود ہی لپکتی اس کے گھر تک چلی جاتی تھیں کہ نجانے اس وقت

exponovels

گھر میں کیا ہو رہا ہو گا ابو کی طبیعت ٹھیک ہوئی ہو گی یا نہیں۔ سفیان کالج جا رہا ہے یا نہیں کیا امی ابھی بھی بات بات پہ ناراض ہو جاتی ہیں۔؟ وہ یہ سب سوچتی تھی تو اس کا دل اندر ہی اندر کٹنے لگتا تھا وہ اب بس یہ دعا کرتی تھی کہ شہیر اپنے مقصد میں جلد کامیاب ہو جائے اور پھر وہ اس کی زندگی میں بھی سب کچھ ٹھیک کر دے۔

وہ بیڈ کراؤن سے کمر ٹکا کر بیٹھی سوچوں میں گم تھی کہ سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اس کا موبائل بجا۔ وہ اس کی ٹون پہ چونکی تھی۔ یکدم ہی وہ ماضی سے حال میں واپس آئی تھی۔ کھلی کھڑکیوں کے پردے ہٹے تھے گہری کالی رات اندر جھانک رہی تھی۔ چاند آج کل دیر سے نکلتا تھا آسمان پہ سیاہی کافی دیر تک رہتی تھی گپ اندھیرا سا ہوتا تھا۔ عائشہ نے گردن ترچھی کر کے بے دلی سے فون اٹھایا۔ اپنے سامنے کیا اور اس کی دنیا وہیں تھم گئی۔

"ارمان" اس نے یہ نمبر ڈلیٹ نہیں کیا تھا عائشہ کے ہاتھ کانپ گئے اس نے پہلی کال پہ فون نہیں اٹھایا تو کال مسلسل آنے لگی۔ عائشہ نے بہت ہمت کر کے کال اوکے کی

)شہیر اپنے کمرے میں بیٹھا فون بجتا سن رہا تھا یہ ایک دوسرا فون تھا جس سے وہ عائشہ کے موبائل کی کالز ہیک کرتا تھا وہ اس موبائل کی اسکرین کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے فون کا اسپکر آن کیا(

"عائشہ۔۔۔۔۔!" کانوں میں ارمان کی بے بس آواز گونجی۔ عائشہ کا دل ڈوب کے ابھرا

"کیسی ہو؟ میں نے آپ سے رابطہ کرنے کی بہت کوشش کی آپ سے ملنے کی بھی پر میں ناکام رہا" وہ تیزی سے بولنے لگا پھر ایک دم رکا

"آپ عائشہ ہی بات کر رہی ہیں نا۔؟" اس کا لہجہ محتاط ہو گیا تھا

exponovels

"جی" عائشہ کو اپنی آواز کھائی سے آتی محسوس ہوئی کمرے کی ہر چیز خاموش ہو کر اسے دم سادھ کر سننے لگی تھی

(شہیر کی توجہ بھی اس کے الفاظ پہ برابر تھی)

"اوہ شکر ہے۔!" ارمان جیسے تھک گیا تھا اس نے پھر بھرائی آواز میں کہنا شروع کیا

"مجھے معاف کر دیں میں آپ لیے کچھ بھی نہ کر سکا میں آپ کو شہیر سے نہ بچا سکا میں اپنی شادی کو نہ بچا سکا پر میں کیا کروں اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ وہ مجھے جان سے مار دے گا اس نے میرے ماتھے پہ پسٹل رکھ کر مجھ سے طلاق کے پیپرز پہ سائن کروایا تھا میں نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے مجھے کہا کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو وہ آپ کو نقصان پہنچا دے گا" اس نے اپنی بات میں وقفہ دیا پھر بولا "آپ مجھے سن رہی ہیں نا۔؟" عائشہ کے سانس تک کی آواز بھی اسے سنائی نہ دی تو اس نے پوچھا عائشہ نے دھڑکتے دل سے کہا "جی" اس کے دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی ارمان کی باتیں اسے پھر سے وہی سب یاد کروا رہی تھیں

(وہ بھی نیم اندھیر کمرے میں ضبط سے مٹھی بھینچ کر عائشہ اور ارمان کے درمیان ہونے والی بات سن رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ارمان اتنی ہمت کر لے گا لیکن ارمان سے زیادہ اسے عائشہ کا اس وقت عمل جاننا تھا کہ وہ کیا کرتی اور کہتی ہے)

ارمان اس کے جی کہتے ہی دوبارہ اپنی بات کہنے لگا

"عائشہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں مجھے پتہ ہے آپ کے لیے شہیر کے گھر سے نکلنا آسان نہیں ہو گا لیکن میں بس چاہتا ہوں کہ آپ ایک بار کسی طرح مجھ سے مل لیں شہیر ایک بہت بڑا پلانر ہے اس نے ہمیں دور کیا ہے میں چاہتا

ہوں آپ مجھ سے ایک بار مل لیں میں سب کچھ ٹھیک کرنا چاہتا ہوں" عائشہ اس کی بات پہ ساکت رہ گئی۔ گہری خاموشی پھر سے دونوں کے درمیان چھا گئی۔ اپنے کمرے میں موجود ارمان کا دل بھی تیز تیز دھک دھکا رہا تھا "عائشہ کیا آپ مجھ سے مل کر میری سب کچھ ٹھیک کرنے میں مدد کریں گی میں جانتا ہوں شہیر میرا بھائی ہے لیکن اس نے آپ کے ساتھ سب سے زیادہ برا کیا ہے آپ کے امی ابو تک آپ سے بدگمان ہو گئے ہیں" اس نے عائشہ کی دکھتی رگ دبائی "میں بس یہ چاہتا ہوں کہ آپ ایک بار مجھ سے مل لیں اس وقت میں ذہن طور پر کسی بھی چیز کے لیے تیار نہیں تھا لیکن اب میں سب کچھ ٹھیک کر سکتا ہوں بس مجھے آپ کی مدد چاہیے، آپ کریں گی نا میری مدد۔؟" اس کی ساری باتیں مکمل ہو گئی تھیں اب اس نے جواب سننا تھا۔

)کمرے میں بیٹھے شہیر کا بھی پورا وجود کان بن گیا تھا یہ وقت فیصلے کا تھا آج اسے معلوم ہو گا کہ عائشہ نے ابھی تک اسے کتنا جانا ہے اس نے ایک بار ریاض کی باتوں میں آ کر اس پہ شک کیا تھا کیا وہ آج بھی شہیر پہ بے اعتباری دکھائے گی۔؟ اس کا دل اس سے سوال کر رہا تھا لیکن جواب عائشہ کے پاس تھا(

اور عائشہ کو وقت لگا بولنے میں اس نے سوچنے کے لیے وقت لیا اب کی بار اس نے بات کو سنتے ہی فیصلہ نہ کیا تھا اس نے پہلے سوچا پھر تھوک نگل کر بولی

"ارمان۔ "!

"ہاں میں آپ کو سن رہا ہوں" وہ بغیر تامل بولا

"میں اس سب میں کچھ بھی نہیں کر سکتی مجھے نہیں پتہ کون سچا ہے کون جھوٹا کون پھنسا رہا ہے اور کون بچا رہا ہے مجھے سچ میں کچھ بھی نہیں پتہ لیکن اب بس میں ایک بات جانتی ہوں کہ میں نے شہیر پہ بے اعتباری کی تھی جس کی سزا ابھی تک مجھے مل رہی ہے اور اب میں دوبارہ وہ غلطی نہیں کرنا چاہتی ہاں بہت کچھ غلط ہو گیا ہے میری زندگی میں لیکن شہیر نے کہا ہے کہ وہ سب ٹھیک کر دیں گے اور میں اب خود کو ان کے حوالے کر دینا چاہتی ہوں اب تک میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ میں نے خود اپنے ساتھ کیا مجھے عقل سے کام لینا چاہیے تھا" وہ رکی گہرا سانس لیا اور اس سانس کے خارج ہوتے ہی ارمان کی پوری سازش تاش کے پتوں کی طرح بکھر گئی۔اس نے بے چینی سے پہلو بدلہ

(شہیر خود ساکت رہ گیا تھا وہ سیدھا ہوا اس نے موبائل کو اور قریب کر لیا اس کی اب دلچسپی بڑھ گئی تھی)

"میں نے جب آپ سے شادی کی تھی تو مجھے لگتا تھا کہ آپ سب کر سکتے ہیں آپ مجھے پروٹیکٹ کریں گے لیکن آپ بہت کمزور نکلے ارمان آپ نے میرے گم ہوتے ہی مجھے طلاق بھی دے دی آپ پولیس کے پاس بھی جا سکتے تھے ایسا کیا تھا جو آپ نہیں کر سکتے تھے۔؟آپ با اثر تھے سب کر سکتے تھے لیکن آپ نے مجھے بہت آرام سے چھوڑ دیا آپ نے مجھے بہت جلد ڈس اون کر دیا شہیر نے کیا کیا میں نہیں جانتی مجھے بس اتنا پتہ ہے کہ انہوں نے ابھی تک میرے ساتھ کچھ برا نہیں کیا اگر مجھے آپ سے سچ میں خطرہ ہے تو انہوں نے مجھے بچایا ہی ہے اور ابھی تک انہوں نے بھی میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں کیا جس سے مجھے ان پہ شک ہو۔وہ مجھے ہرٹ نہیں کرتے وہ مجھے پروٹیکٹ کر رہے ہیں میں سچ کہوں تو مجھے ارمان آپ کی بات پہ یقین نہیں آرہا ہے کہ کوئی آدمی اتنا بے بس کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو کسی کے بھی کہنے پہ طلاق دے دے ایسے تو گلی محلے کے عام لوگ

exponovels

بھی نہیں کرتے جیسا آپ جیسے باا ثر انسان نے کیا ہے اور اس سب کے بعد مجھے بس آپ پہ ترس آتا ہے کہ آپ مجھ سے بھی زیادہ مظلوم اور کمزور نکلے میں اب کسی بھی کہانی پہ تب تک یقین نہیں کروں گی جب تک اسے سمجھ نہیں لیتی۔ میں شہیر کو دھوکا نہیں دوں گی میں کسی سے نہیں ملنا چاہتی مجھے دوبارہ کال مت کیجئے گا آپ ایک کمزور انسان ہیں اور کمزور لوگ محبت کے دعوے کرتے اچھے نہیں لگتے" اس کا پورا وجود غصے سے کانپنے لگا تھا اس نے جو کچھ کہا یہ اس کے دل کی باتیں تھیں جب ارمان نے اسے طلاق دی تھی تو اسے طلاق سے زیادہ اس بات کا صدمہ ہوا تھا کہ ارمان نے اسے اتنی جلدی چھوڑ دیا جبکہ وہ یہ سوچتی تھی کہ ارمان شہیر کے ہم پلا ہے وہ اس سے لڑ سکتا ہے لیکن وہ عائشہ کے لیے کوئی قدم نہ اٹھا سکا اس نے اگر کوئی قدم اٹھایا بھی تو پیچھے کی طرف اٹھایا اگر شہیر کی جگہ کوئی اور عائشہ کو اٹھا کر لے جاتا تو تب بھی ارمان ایسا ہی کرتا آج عائشہ عزت سے شہیر کے بنگلے میں موجود ہے کیا کسی اور کے اٹھا کر لے جانے پہ اس کی عزت یہ وقار سلامت ہوتا شاید نہیں عائشہ جب بھی یہ سب سوچتی تھی تو اس کی روح کانپ جاتی تھی

شہیر اس کے لیے لڑ سکتا ہے وہ عائشہ کو پروٹیکٹ کرنے کی ہمت رکھتا ہے اور عائشہ اب شہیر پر بے اعتمادی نہیں کرنا چاہتی۔ عائشہ نے فون سے اسی وقت ارمان کا نمبر بلاک کیا تاکہ شہیر تک یہ بات نہ پہنچے ورنہ وہ پتہ نہیں کیا سوچے گا۔

exponovels

)اور نیم اندھیرے کمرے میں بیٹھا شہیر ہلنا تک بھول گیا تھا اسے سنبھلنے میں وقت لگا اور سنبھلتے ہی اس کے ذہن کے پردے پہ عائشہ کے الفاظ چلنے لگے "میں شہیر کو دھوکا نہیں دوں گی" شہیر کے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی وہ جیت گیا تھا اس نے عائشہ کا اعتبار جیت لیا تھا اور عائشہ نے شہیر کا(

اور اپنے کمرے میں موجود ارمان کا چہرہ بے عزتی کے احساس سے تاریک پڑ گیا تھا۔

&&&&&&&&&&

وہ ارمان اور اس کی باتوں کو ذہن سے جھٹک کر بیڈ سے کھڑی ہوئی اور کمرے سے نکل گئی اس نے صبح سے شہیر کو نہیں دیکھا تھا۔ نجانے وہ آفس سے آیا بھی ہے یا نہیں وہ سوچتی ہوئی نیچے کی طرف بڑھ رہی تھی کے اسے اپنے عقب سے زویا کی آواز آئی

"چائے پیو گی۔؟" وہ زینے اترتی ہوئی رکی اس نے مڑ کر زویا کو دیکھا جو شاید اپنی اپنے کمرے سے نکلی تھی

"میں چائے پینے کا سوچ رہی تھی اکیلے مزہ نہیں آتا تم پیو گی۔؟" زویا قدم قدم چلتی زینے اتر کر عائشہ کے پہلو میں آکر رک گئی۔ عائشہ اسے کچھ دیر دیکھتی رہی لائم کی آنکھوں میں زویا کے لیے محبت دیکھنے اور زویا کا شہیر کی طرف سے خود ہی محتاط رہنا عائشہ کے دل کے اندیشیوں کو کم کر چکا تھا۔ اس نے آہستگی سے سر ہلا دیا تو زویا خوش ہو گئی

وہ دونوں نیچے لاؤنج میں آگئی تھیں۔ ملازم ان کے لیے چائے بنانے چلا گیا تھا عائشہ اور زویا لاونج میں رکھے صوفے پہ بیٹھ چکی تھیں۔ تبھی زویا کھنکاری

"میں نے تم سے بات کرنی تھی" عائشہ نے سادگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"کہو" وہ شہیر کو ڈھونڈنے کا فیصلہ ترک کر کے زویا کو سننے لگی تھی جو بول رہی تھی

"میں نے تم سے معافی مانگنی تھی" عائشہ کی بھنویں سکڑیں

"کس وجہ سے۔؟ "

"اس دن جو میں نے تمہیں کہا تھا کہ تم شہیر کو چھوڑ دینا میں سنبھال لوں گی وغیرہ وغیرہ عائشہ" وہ اتنا کہہ کر عائشہ کے قریب ہوئی" یہ بات سچ ہے کہ میں شہیر سے بہت محبت کرتی ہوں لیکن یہ بھی ایک سچ ہے کہ ہم اپنے مذہب کو محبت کے لیے

نہیں چھوڑ سکتے اس لیے میں شہیر سے دور رہنا چاہتی ہوں میں کچھ دنوں میں واپس چلی جاؤں گی جیسے ہی یہاں سب بہتر ہو گا میں امریکہ چلی جاؤں گی" اس نے عائشہ کے ہاتھ پکڑے "شہیر کا تم نے خیال رکھنا ہے میں نے اسے تمہارے لیے تڑپتے دیکھا ہے تم چھوڑ جاؤ گی اسے تو بھی وہ رہ لے گا لیکن محبت کا ادھورا پن انسان کی زندگی طویل کر دیتا ہے اور اس طویل زندگی میں بس کرب ہوتا ہے اور میں نہیں چاہتی کہ شہیر کی زندگی تکلیف میں گزرے اس نے بہت دکھ دیکھے ہیں اس نے اپنوں کو کھویا ہے اس لیے اب تم اس سے دور نہ جانا وہ تمہیں اپنا سب کچھ سمجھتا ہے" وہ سانس لینے کو رکی عائشہ اس کی بات بہت توجہ سے سن رہی تھی اس کے دل میں زویا کے لیے عزت اور پیار بڑھنے لگا تھا

"شہیر میں کچھ بری عادتیں ہیں وہ ضدی ہے غصہ کرتا ہے بات بات پہ مارنے کی دھمکی دیتا ہے لیکن وہ کبھی اپنے سے جڑے شخص کو ہرٹ نہیں کرتا اگر کرتا بھی ہے تو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے تم شہیر کو اتنے اچھے

سے نہیں جانتی جتنے اچھے سے میں جانتی ہوں وہ لوگوں کو چانس دیتا ہے اگر اس کے سامنے کوئی غلطی کرتا ہے تو وہ اسے موقع دیتا ہے اسے ایک دم سے چھوڑ نہیں دیتا اور وہ ایسا ہے کہ اپنے دکھ کبھی کسی کو کہتا بھی نہیں اپنے اندر رکھتا ان سے لڑتا ہے ایک وقت میں وہ بہت سی جنگیں لڑ رہا ہوتا ہے میں بس یہ چاہتی ہوں کہ جس شخص نے سب کے لیے اتنا اچھا کیا ہو اس کے ساتھ اب کچھ برا نہ ہو اور اس کی بھلائی تمہارے ساتھ ہے وہ تمہارے ساتھ رہ کر خوش ہے اس کی خوشی تم ہو تم اس سے دور مت ہونا" اس نے اپنی بات مکمل کر کے عائشہ کی طرف امید سے دیکھا ظاہر سی بات ہے اس وقت عائشہ کے دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے اس کا اتنا بڑا مسئلہ اتنے آرام سے حل ہو گیا تھا تو اس نے یہ ہی کہنا تھا

"ہاں زویا" وہ کھنکار کر بولی "میں شہیر کے ساتھ ہوں میں اسے نہیں چھوڑ کر جاؤں گی" اس کے لب مسکرانا چاہتے تھے لیکن وہ بڑی مشکل سے سین کے حساب سے شکل بنا کر بیٹھی تھی تھوڑی اداس اداس سی کسی ڈرامے کی اعلی ظرف ہیروئن کی طرح جو سب کو معاف کر کے ایک مثال قائم کرتی ہے۔۔۔۔

زویا اس کی بات پہ خوش ہو گئی۔۔۔۔۔بے وقوف زویا

"میں تم دونوں کے لیے بہت خوش ہوں" اس نے اس کے ہاتھ پہ دباؤ ڈال کر کہا تو عائشہ نے لگے ہاتھ لائم والا قصہ بھی چھیڑ لیا وہ زویا کا پکا کام کرنا چاہتی تھی

exponovels

"تم شہیر کو بہت اچھے سے جانتی ہو لیکن زویا تم لائم کو بھی سنجیدگی سے لو میں نے اس کی آنکھوں میں تمہارے لیے بہت خاص جذبہ دیکھا ہے اور مرد کی آنکھوں میں عورت کے لیے خاص جذبہ محبت کا ہی ہوتا" زویا اس کی بات پہ شل رہ گئی وہ اس سب سے نظریں چراتی تھی

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے وہ بس پاگل ہے" زویا مصنوعی سا ہنسی عائشہ نے سر نفی میں ہلایا

"ایسے نہیں کہتے عورت کسی مرد کو سیریئس نہ لے لیکن جو اس سے محبت کا دعویٰ کرے اسے اس مرد کو لازمی سیرئیس لینا چاہیے اور میں چاہتی ہوں تم لائم کے جذبات کو سیریئس لو کیونکہ" وہ اتنا کہہ کر رکی ملازم چائے لے آیا تھا اس نے مگ لیا" چاہنے سے زیادہ چاہیے جانے کا احساس اچھا ہوتا ہے اور تم ہی نے کہا تھا کہ جس سے محبت کی جائے اس کے ستارے عروج پہ چلے جاتے ہیں تو تمہارے ستارے بھی عروج پہ ہیں لائم کو پرکھو سمجھ آئے تو ہاتھ سے مت جانے دو محبت بار بار نہیں ملتی" عائشہ نے بھی موقع پہ چوکا مار دیا اب وہ کھوجتی نظروں سے زویا کا چہرہ دیکھ رہی تھی جو بالکل چپ ہو گئی تھی عائشہ اسے ویسے ہی توجہ سے دیکھتی رہی اسے لگا جیسے زویا اس وقت اپنے خیالوں میں کہیں بہت دور نکل گئی ہے

"اللہ کرے یہ اتنی دور نکل جائے کہ گم ہو جائے اور لائم اسے ڈھونڈ لے آمین" عائشہ نے دل میں دعا کی اور کھڑی ہو گئی وہ لاؤنج سے آہستگی سے نکل گئی تھی عائشہ نہیں چاہتی تھی کہ زویا فلحال لائم کے علاوہ کسی دوسری چیز کو سوچے اس لیے وہ ملازم سے شہیر کا پوچھ کر اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ زویا وا لا معمہ حل کرنے کے بعد وہ الگ ہی

ہواؤں میں اڑتی جارہی تھی۔اس کا دل کررہا تھا اپنے آنچل کو پر بنا کر کہیں دور نکل جائے اتنی دور کہ اسے بھی شہیر مکمل طور پر مل جائے

__________&&&&&&&&&__________

شہیر اپنے کمرے میں اب بیڈ پہ دراز تھا اس کے نمبر پہ بار بار کالز آرہی تھیں لیکن وہ فلحال کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے فون کی اسکرین کو دیکھا تک نہیں تھا۔کمرے میں ویسے ہی اندھیرا تھا کہ دروازے پہ دستک ہوئی

"کون۔؟"اس نے پوچھا جواب نہ آیا بس دروازہ بجا ایک بار دو بار پھر بجتا ہی چلا گیا۔شہیر نے کھا جانے والی نظروں سے دروازے کو دیکھا ایک فون کی بیل کا شور اوپر سے اب یہ دورازہ وہ بجانے والے کا منہ توڑنے کی غرض سے اٹھا لائٹ روشن کی اور دروازہ کھول کر بولا

"کیا تکلیف ہے" برہم لہجہ بے شک سامنے عائشہ تھی وہ اس طرح کی حرکتیں کم ہی برداشت کرتا تھا۔عائشہ کا منہ اس کی بدتمیزی پہ کھل گیا

"یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا۔؟"

"کس لیے آئی ہو۔؟"وہ کسی بھی فضول بحث میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔عائشہ نے مگ آگے کردیا

"چائے بنوائی تھی پینے کا سوچ پھر خیال آیا گرم ہوئی تو۔؟اس کے آپ کے پاس آگئی پی کر بتائیں کہ زیادہ گرم تو نہیں ہے۔؟ "

exponovels

وہ آنکھیں پٹ پٹا کر بولی شہیر کے لبوں پہ دبی دبی سی مسکان دوڑ گئی اسے عائشہ سے ایسی کسی چیز کی امید نہیں تھی لیکن اسے یہ اچانک والا رومانس اچھا لگا اس نے مگ پکڑا اور درواز کھول کر اندر بڑھ گیا جس کے لیے دروازہ کھلا تھا وہ بھی چلتی ہوئی اندر آگئی۔ شہیر بیڈ پہ بیٹھا عائشہ اس کے سامنے کھڑی تھی اس نے لبوں سے مگ لگایا اور نظروں کو عائشہ پہ رکھا۔

"اتنی گرم نہیں ہے پی لو" اس نے ایک سپ لے کر مگ عائشہ کی طرف کر دیا عائشہ نے سادگی سے سر ہلایا اور وہیں پہ لب رکھ کر سپ لی جہاں شہیر نے لب رکھے تھے شہیر کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔ وہ کھڑا ہوا اور عائشہ کے مقابل آگیا۔ وہ اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا اور عائشہ کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ چائے گلے میں اٹک گئی۔ شہیر نے اسے بازو سے پکڑا

"تم بار بار میری سامنے آرہی ہو اس سے پتہ کیا ہو گا۔؟" اس نے عائشہ کے کان کے پاس جھک کر اس کے کانوں کی لو کو لبوں سے چھوتے ہوئے سرگوشی سے کہا اس کے لہجے میں خمار در آیا تھا محبتوں کا فسوں کمرے میں پھیلنے لگا تھا عائشہ کی ہتھیلیوں پہ پسینہ آگیا تھا۔ مگ پہ گرفت مضبوط ہو گئی تھی گھٹنوں سے جان نکلنے لگی تھی

"اس سے میں تمہارے اتنے قریب آجاؤں گا کہ تمہیں اپنے سینے میں چھپا لوں گا اور تم چاہ کر بھی مجھ سے دور نہیں جاسکو گی" عائشہ کو لگ رہا تھا جیسے وہ اس کے گال کو چوم لے گا لیکن شہیر اتنا کہہ کر دور ہو گیا "اس لیے مجھ سے دور رہو مجھے بار بار آکر بہکایا نہ کرو میں نے ابھی بہت سے مسئلے حل کرنے ہیں" وہ شریر لہجے سے ہنسی دبا کر بولا تو عائشہ کے لب بھنچ گئے یعنی سار بیلیم اس پہ۔۔۔۔۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے آپ کے پاس آنے کا" وہ کہہ کر جانے لگی

" نظر آرہا ہے "شہیر نے اس کے عقب سے کہا تو عائشہ نے گردن ترچھی کر کے بس اس پہ ایک مصنوعی برہم نگاہ ڈالی اور کمرے سے نکل گئی شہیر اس کے جانے کے بعد بے ساختہ ہنسا اور فون کی طرف متوجہ ہوا جواب پھر سے بجنے لگا تھا۔اس نے بیزاری سے فون اٹھایا اور جب اس کی نظر اسکرین پہ پڑی تو اس کی دنیا تھم گئی۔۔۔

__________&&&&&&&&&&_________

جاری ہے۔۔۔۔۔

Novel #A_Toxic_Lover

Writer #Ameer_Hamza

Epi #51۔

شہیر موبائل کو ساکت نظروں سے دیکھ رہا تھا۔اسے لگا جیسے اس نے غلط نمبر دیکھا ہے اس نے موبائل کو قریب کر کے آنکھیں چھوٹی کیں اور پوری توجہ سے نمبر کو دیکھا۔

"ابنِ آدم۔۔۔!"اس نے جاسوس کا نام زیرِلب دہرایا تھا یہ ابنِ آدم کا نمبر تھا اسی جاسوس کا نمبر جس نے ثبوت جمع کیے تھے۔۔۔

)کراچی کی گندی گلیوں میں صبح کی دھوپ بکھری تھی۔ان میلی دیواروں سے کرنیں لیٹی سیکندر کو دیکھ رہی تھیں۔ جو ماں سے ایک کمرے کے مکان میں کارپٹ پہ بیٹھ کر پوچھ رہا تھا کہ اچھی زندگی کے لیے کیا کیا چاہیے ہوتا ہے۔؟(

exponovels

**یہ اسی رات کا منظر ہے جب بارش تڑاتڑ برس رہی تھی ارمان کا آفس اس بارش میں بھیگ رہا تھا آفس کا سٹاف جا چکا تھا۔اس وقت اس کے کیبن کا زرا سا دروازہ کھلا تھا۔جہاں بہرام بیٹھا ارمان کو سن رہا تھا اور کوئی دروازے کی اوٹ سے انہیں دیکھتا ان کی ویڈیو ریکارڈ کر رہا تھا آفس کا۔۔۔۔۔۔۔چپڑاسی ابنِ آدم۔۔۔!جو ابھی ایک ماہ پہلے ہی آفس کام پہ آیا تھا ارمان اور بہرام اس کی موجودگی سے بے خبر تھے اس کا حلیہ اس وقت بالکل مختلف تھا ابنِ آدم کالے کوٹ میں ملبوس تھا جو گھٹنوں تک کا تھا پہنے کھڑا تھا۔چہرہ اس کا ماسک سے چھپا ہوا تھا اور کانپتے دل کے ساتھ وہ ویڈیو ریکارڈ کر رہا تھا۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ شہیر میرے گلے کا طوق بن جائے گا اس نے میرے پیچھے جاسوس چھوڑ دیے ہیں میں نہیں چاہتا تھا اس کے ماں باپ کو مارنا لیکن وہ موقع میرے پاس آخری تھا اور مجھے مجبوراً وہ سب کرنا پڑا"اس نے تھک کر گہرا سانس لیا

"اور اب میں اس شہیر کا کیا کروں"بہرام اپنی جگہ سے کھڑا ہوا جاسوس محتاط نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا بہرام نے بولنا شروع کر دیا تھا اور ارمان فعن اٹھا کر اس پہ انگلیاں چلانے لگا**

شہیر اپنے کیبن میں منتظر سا بیٹھا تھا ارات جس سے اس نے بات کی تھی وہ اب اس شخص کو دیکھنا بھی چاہتا تھا۔اس کی نظریں کیبن کے داخلی دروازے پہ تھیں۔دستگیر اس کے پہلو میں کھڑا تھا۔

)سکندر کی ماں اسے کہہ رہی تھی

"اچھی زندگی کے لیے چاہیے ہوتا ہے ایک اپنا گھر جو بہت بڑا نہ ہو پر اس میں زندگی گزارنے کی ہر آسائش موجود ہو(

**آپ فکر مت کریں میں اس جاسوس کو بھی ٹھکانے لگادوں گا اور شہیر کو بھی ٹھیک کردوں گا آپ بس میرا یقین کریں" وہ ارمان کو اعتماد میں لینا چاہتا تھا۔ارمان نے چہرہ اٹھایا تو اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں

"جاسوس تو آج ہی ٹھکانے لگ جائے گا" ابنِ آدم کے وجود میں سرد لہر دوڑ گئی اس نے ارمان کا چہرہ دیکھا جس پہ سرد مسکان تھی اور اس کی نظریں دروازے پہ تھیں ابنِ آدم کو چند منٹ لگے بات سمجھنے میں وہ بے ساختہ پلٹا اور شل رہ گیا**

کیبن میں خاموشی چھائی تھی کہ تبھی اس کے دروازے پہ دستک ہوئی شہیر اور دستگیر چونکے تھے دستگیر آگے بڑھا ہی تھا کہ کیبن کا دروازہ کھل گیا اور جو شخص اندر داخل ہوا اس کا حلیہ دیکھ کر شہیر کے چہرے پہ ناگواری پھیل گئی۔

"میں سکندر ہوں" جابجاں پھٹی قمیض شلوار اور ٹوٹے جوتے والا سکندر اعتماد سے بولا تھا شہیر کو اسے دیکھتے ہی یقین آگیا تھا کہ یہ بس ایک جھوٹا شخص ہے یہ کچھ نہیں جانتا

)ایک گاڑی،اتنے ڈھیر سارے پیسے جن سے ہم کھانا پینا خرید سکیں نئے پکڑے اور جوتے اور بہت سارا زیور"

سکندر ماں کی بات بہت توجہ سے سن رہا تھا۔اس نے انگلیوں پہ ان سب چیزوں کا حساب لگایا کہ آیا یہ سب کتنے میں ہوگا اور جب اس نے حساب لگالیا تو وہ کھڑا ہوا کپڑے بدلے اور گھر سے نکل گیا اس کی قسمت کا ہما سورج اس کے سر پہ فوراً آیا تھا(

**ابنِ آدم کے پیچھے دو ہٹے کٹے گارڈز کھڑے تھے جو اسے پتھریلے تاثر سے دیکھ رہے تھے اور اسے اپنے عقب میں تالیوں کی آواز سنائی دی

"ویل ڈن مجھے تمہارا کھیل پسند آیا تم نے اچھے سے چپڑاسی کا کردار نبھایا لیکن ارمان ملک اتنا بے وقوف نہیں ہے جتنا تم نے سمجھ لیا تھا" ارمان کے قدموں کی چاپ اسے اپنے قریب آتی سنائی دے رہی تھی بہرام بھی ہنستا ہوا اس کے قریب ہو رہا تھا ابنِ آدم کے کانپٹی پہ پسینہ چلا اور فرش پہ ٹپ گیا۔اس نے خوف سے سامنے کھڑے گارڈ کو دیکھا اور اسے ایک منٹ لگا فیصلہ کرنے میں اس نے جیب سے بلیک پیپر اسپرے نکالا اور ان پہ چھڑک کر آفس سے نکلنے کے لیے بھاگا۔ارمان نے جب یہ سب دیکھا تو وہ دوڑ کر اس کے پیچھے آیا تھا پر ابنِ آدم وہاں سے نکل چکا تھا ارمان نے فوراً فون پہ نمبر ملا کر کان سے لگایا وہ اپنے آدمیوں کو جمع کرنے لگا تھا ابنِ آدم ان کے ہاتھ سے نہیں نکلنا چاہیے تھا۔۔۔۔**

شہیر کے سامنے سکندر راب کرسی پہ بیٹھا تھا شہیر کے تاثر نہ بدلے وہ ویسے ہی اسے ناگوار نظروں سے دیکھ رہا تھا جن میں برہمی بھی شامل تھی

"میں کیسے یقین کر لوں تمہاری اس بات کا کہ تم اس رات ہونے والی ساری کہانی جانتے ہو" سکندر مسکرایا اور کرسی سے تھوڑا سا آگے ہوا

"میں وہ کہانی آپ کو لفظ بالفظ سنا سکتا ہوں اور اس کہانی کے کردار ابھی تک میرے ذہن میں محفوظ ہیں" شہیر ناچاہتے ہوئے بھی اس کی کہانی کو سننے لگا

______________&&&&&&&&_____________

میرا تعلق کراچی کے اس محلے سے ہے جہاں کے لوگ کچرا چن کر اپنا پیٹ پالتے ہیں ہم کچرے سے ردی، پلاسٹک، لوہا اور بھی بہت

کچھ چن کر اسے جمع کر کے فروخت کرتے ہیں اسی سے ہمارا گھر چلتا ہے۔اس دن میں پورے دن کچرا چن کر جب گھر پہنچا تو میری اپنی ماں سے لڑائی ہو گئی اور میں گھر چھوڑ کر باہر نکل آیا۔اس وقت رات گہری ہو رہی تھی بادل آسمان پہ گھنگھور تھے دور دور بجلیاں چمک رہی تھیں اور میں اتنا غصے میں تھا کہ یہ سب دیکھ کر بھی گھر نہیں گیا اور سڑک کے کنارے رکھی کچرے کی ٹرالی جس میں اس وقت کچرا نہیں تھا بیٹھ گیا اس ٹرالی کے اوپر بڑی سی پلاسٹک کی بوری ڈھکی تھی جس سے بارش اندر نہ آتی تھی میرے سونے کا انتظام ہو گیا تھا۔

میں ابھی وہاں لیٹا ہی تھا کہ مجھے سڑک پہ کسی کے بھاگنے کی آواز آئی میں اٹھا اور ٹرالی کے سوراخو سے باہر دیکھنے لگا ایک عجیب حلیے والا آدمی سڑک پہ تیز تیز قدم اٹھاتا چل رہا تھا وہ فون پہ کسی سے بات کر رہا تھا پھر وہ کچھ آگے جا کر چھپ گیا۔مجھے یہ سب دل چسپ لگا میں اور توجہ سے سب دیکھنے لگا پھر تبھی ایک نیلے رنگ کی گاڑی رکی جس کے پاس وہ شخص آیا

اور میں نے اسے اس گاڑی میں ایک موبائل ڈالتے دیکھا۔میرا ماتھا ٹھنکا کچھ بہت غلط ہو رہا ہے مجھے اس بات کا احساس ہونے لگا تھا میری نظریں اسی گاڑی پہ تھیں وہ اس کے ڈرائیور سے بات کرتا رہا پھر وہ ڈرائیور کو الوداعی ہاتھ ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔گاڑی بھی آگے بڑھ چکی تھی مجھے لگا یہی سب تھا جو ہونا تھا لیکن ٹھیک پانچ منٹ بعد میں نے وہاں اور گاڑیوں کو آتے دیکھا اور اس شخص نے کسی کے بھی اس تک پہنچنے سے پہلے اپنا موبائل توڑ کر دور اچھالا اور

exponovels

خود کو گولی مارلی۔ میں یہ دیکھ کر شل رہ گیا تھا میں ہلنا تک بھول گیا تھا اس گاڑی سے بہت سے لوگ نکل کر اس کی طرف آئے تھے لیکن تب تک وہ شاید مر چکا تھا انہوں نے اس کی تلاش لی اس کے پاس ایسا کچھ نہیں تھا مجھے تب کہانی سمجھ آئی تھی کہ جو ضروری تھا وہ اس گاڑی کے ساتھ چلا گیا ہے۔ گاڑی میں آنے والے لوگ اس کی لاش کو ٹھوکر لگا کر وہاں سے چلے گئے تھے جب مجھے ان سب کے وہاں جانے کی تسلی ہو گئی تو میں ٹرالی سے نکلا اور جہاں اس شخص نے موبائل توڑ کر پھینکا تھا میں وہاں گیا اور اس پانی میں ہاتھ مارا اور ٹوٹے موبائل سے سم نکال لی۔

میں جانتا تھا ایک نہ ایک دن یہ سم مجھے ضرور فائدہ دے گی مجھے یہاں تک آنے میں اس لیے وقت لگ گیا کیونکہ میرے پاس موبائل نہیں تھا اور اب جیسے ہی موبائل کا انتظام ہوا تو میں نے آپ کو کالز کی پر آپ نے کال بہت دیر سے ٹھائی"

آخر میں اس نے شکوہ کرتے لہجے سے اپنی بات مکمل کی اور دم سادھ کر سنتے شہیر اور دستگیر کو باری باری دیکھا

"میں ان لوگوں کی تصویریں بھی بنوا سکتا ہوں" شہیر کا اس کی بات پہ سکوت ٹوٹا۔ وہ اس لڑکے کو غلط سمجھ رہا تھا سامنے بیٹھا لڑکا ایک بہت تیز دماغ کا مالک تھا

"تمہیں اس سب کے بدلے کیا چاہیے۔؟" وہ پہلے ڈیل پہ آیا کیونکہ اسے یقین آگیا تھا کہ اس لڑکے سے اسے کچھ نا کچھ تو ضرور حاصل ہو گا اور شہیر کو ابھی اگر تنکے کا بھی سہارا ملتا تو وہ اسے بھی لازمی لیتا۔ لڑکا اس کی بات دلچسپی سے مسکرایا اور گردن اکڑا کر بولا

"اب آپ نے میرے مطلب کی بات کی ہے" شہیر سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا دستگیر کی بھی نظریں اسی پہ تھیں

exponovels

"توبتاؤ جلدی" لڑکے کے چہرے پہ یکایک شہیر نے سنجیدگی پھیلتے دیکھی۔ یہ ایک کاروباری شخص کی نشانی ہوتی ہے وہ ڈیل کے وقت مسکراتا نہیں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی بات کہتا ہے

"مجھے ایک گھر چاہیے جس میں زندگی گزارنے کی ساری آسائشیں ہوں، ایک گاڑی اور اتنا پیسہ جس سے میں نئے کپڑے جوتے زیوار اور اچھا کھانا خرید سکوں اور اپنا کام بھی شروع کر سکوں" شہیر کے لبوں پہ طنزیہ سی مسکان آگئی

"اور میں اگر تمہیں یہ سب نہ دوں تو؟ اور سوچو تم اس وقت میرے سامنے ہو میں چاہوں تو۔۔۔۔" لڑکے نے اس کی بات کاٹی

"آپ کچھ نہیں چاہ سکتے میرے پاس جو ہے وہ آپ مجھے مار پیٹ کر یا قید کر کے حاصل نہیں کر سکتے ان سب کے چہرے میرے یہاں" اس نے اپنا ماتھا ٹھونکا" یہاں موجود ہے اور یہاں سے وہ

معلومات تبھی نکلے گی جب میں چاہوں گا اور آپ فلحال میری مرضی کے محتاج ہیں آپ نہ دیں کچھ مجھے اس بات کا بھی ڈر نہیں ہے کیونکہ میں نے ابھی اس چیز کا خواب دیکھا ہے اس خواب کو جینا شروع نہیں کیا۔ جن خوابوں کو دیکھنے کے بعد انسان جینا شروع کر دیتا ہے اس کے ٹوٹ جانے پہ اسے زیادہ دکھ ہوتا ہے" شہیر لاجواب سا ہو گیا۔ اسے لڑکے کی سمجھ داری نے اسے متاثر کیا تھا

"اس سے اسکیچ بنواؤ اس ڈرائیور کا اور" شہیر نے دراز کھول کر چیک بک نکالی

exponovels

"کیش۔۔۔!" سکندر نے اسے ٹوکا تو شہیر کے ماتھے پہ بل پڑے لیکن وہ ضبط کر گیا اور دستگیر کو اشارہ کیا دستگیر سر ہلا کر وہاں سے منیجر کے پاس گیا تھا جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا۔اس نے وہ سکندر کے سامنے کھولا اور سکندر کی آنکھیں استعجاب سے پھیل گئیں

"مصور کو بلوالیں" اس نے بیگ کو مضبوطی سے تھام کر کہا تھا۔

کچھ دیر میں سکندر نے جیسا اس ڈرائیور کا نقشہ بتایا تھا بالکل ویسا ہی مصور کاغذ پہ بنا چکا تھا۔ شہیر نے اس کی تصویر کو سامنے کر کے تنقیدی نظروں سے دیکھا پھر وہ دستگیر کی طرف بڑھا دیا

"اس کو اس شہر کے سارے پولیس اسٹیشن میں دکھاؤ جب بھی کسی ملازم کو کام پہ رکھا جاتا ہے تو اس کا ڈیٹا قریب کے پولیس اسٹیشن میں اس کے شناختی کارڈ کی کاپی کے ساتھ ضرور جمع کروایا جاتا ہے وہاں سے ہمارے لیے اس کا ایڈریس جاننا اور اس تک پہنچنا آسان ہو جائے گا" دستگیر بغیر تامل وہاں سے نکلا تھا اور سکندر بھی شہیر کے کیبن سے نکل چکا تھا۔

سڑک پہ چلتے سکندر کے ہاتھ میں پیسوں سے بھرا بیگ تھا۔ سر پہ سورج،اور اس کی قسمت عروج پہ پہنچ گئی تھی سکندر قسمت کا سکندر بن گیا تھا۔

__________&&&&&&&&&__________

گاؤں میں عصر کا وقت گہرا ہو رہا تھا بڑے سے صحن کے درمیان جھکا ہوا اداس درخت کھڑا تھا مرغیاں اور ان کے بچے بھاگتے پھر رہے تھے۔ایک پانچ سالہ بچہ بھی ان کے پیچھے بھاگ رہا تھا جس کے جسم پہ قمیض تو تھی لیکن شلوار

غائب تھی۔ دو بچے جو اس سے کچھ بڑے لگتے تھے گھر سے ابھی ابھی باہر نکلے تھے ایک آٹھ سالہ لڑکی چھوٹے سے مٹی کے چولہے میں آگ جلانے کی کوشش کر رہی تھی اور اندر سے ایک عورت چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی

"اے سکینہ حرامڑ تجھ سے یہ آگ ہی نہ جلے گی اور یہ منحوس "اس نے گود میں موجود روتے بچے کو تھپڑ مارا "چپ ہی نہیں ہونے پہ آرہا "اس نے سامنے چارپائی پہ لیٹے اللہ رکھے کو دیکھا جس کے ہاتھ پیر پہ پٹیاں بندھی تھیں

"اب دیکھ لے تو ہی تیری ماں بھی نکل گئی پتہ ہے روٹی بنانے کا وقت ہو رہا ہے یہ نہ ہوا اس سے کہ آگ ہی جلا دوں "اللہ رکھے کی بیوی بکھرے بالوں سے کھڑی ہوئی بدن پہ قمیض شلوار تھی جس کی حالت بہت خراب تھی گلے میں دوپٹہ نہ تھا گرمی ہونے کی وجہ سے وہ چارپائی پہ پڑا تھا گھرے گلے والی قمیض بے ڈھنگے انداز سے کاندھوں سے کچھ پیچھے تھی۔ گود میں موجود بچہ تھپڑ لگنے سے اور چیخنے لگا

"کتے کے بچہ تو تو چپ ہو جا مرتا ہے نہ جان چھٹتی ہے ایک تیرا باپ بھی اس لائق نہیں ہے اب کہ وہ تجھے ہی سنبھال لے اور میں تم لوگوں کے گٹنے کے لیے کچھ بنا سکوں ان سانپوں کو میں کیسے پالوں میرے تو اعصاب اب جواب دینے لگیں میں تو اپنی ماں کے گھر چلی جاؤں گی پھینک دوں گی ان پلوں کو کسی نہر میں "وہ تن فن کرتی بچے کو اللہ رکھے کے قریب پھینکنے کے انداز سے چھوڑتی کمرے سے نکل گئی اللہ رکھے میں بولنے کی ہمت بھی نہ تھی ارمان کے گارڈز نے اس کی اچھی خاصی دھلائی کی تھی اس نے بس بے بسی سے بچے کو اٹھا کر چپ کروانا شروع کر دیا اللہ رکھے کی یہ اولاد اس کے سعودی عرب جانے کے ایک ماہ بعد ہوئی تھی۔

exponovels

اللہ رکھے کی بیوی صحن میں آئی تو مرغیاں جو پہلے ہی بچے سے جان بچاتی بھاگ رہی تھیں اور بھی تیزی سے کونوں کی طرف دوڑیں اللہ رکھے کی بیوی سے وہ بھاگتا بچہ ٹکرایا

"یااللہ "اس نے بچہ کو کاندھے سے پکڑا "اندھے تیرے دیدے پھوٹے ہوئے ہیں کنجر کہیں کے دفع ہو یہاں سے باہر جاکر اپنی ماں کو رو "اس کو اس نے بغیر شلوار کے ہی گھر سے نکال دیا اور چولہے کے پاس بیٹھی لڑکی کی کمر میں تھپڑ مارا

" گھدے کی بچی سے ابھی تک یہی نہیں ہوا صرف کھانے ٹھوسنے کو ہے دفع ہو مر یہاں سے "اس نے بچہ کو نوچنے والے انداز سے اٹھایا اور دھکا دیا بچی نے کمر مسلی اور منہ ہی منہ کچھ بڑبڑا کر وہ پیچھے ہو گئی

" جا اپنی اسے دادی کو بھی بلالا کہہ کہ اگر لوگوں کے گھر کی خبریں جمع کر لیں اپنے یار دھگڑوں سے مل لی تو گھر مر جا اس کے بیٹے کے ہی بچے ہیں یہ سارے میں پیچھے سے نہیں لائی تھی انہیں سنبھالے آ کر "کمرے میں موجود بچہ ویسے ہی گلا پھاڑ کر رو رہا تھا اس لیے اللہ رکھے کی بیوی نے اپنی بیٹی کو کہا تو وہ

باہر کی طرف بڑھ گئی صحن میں موجود مرغیاں اور چوزے اب کچھ سکون میں تھے اور وہ کیڑوں کو چونچ سے ٹک ٹک کرتے ڈھونڈ کر کھا رہے تھے درخت ویسے ہی اداس اور بیزار سا کھڑا تھا۔

"امی اب سے کوئی ملنے آیا ہے "بچی جو دروازے کو عبور کر کے نکلی ہی تھی دوبارہ اندر آ کر بولی

"ہیں۔؟ کون۔؟"وہ کھڑی ہو کر اپنی بیٹی کی طرف آئی بچی نے شانے اچکائے

exponovels

"پتہ نہیں بابو سے لوگ ہیں کہہ رہے ہیں اللہ رکھے سے ملنا ہے" اللہ رکھے کی بیوی نے بچی کو کہا" جا اندر سے میرا دوپٹہ لا" بچی بھاگ کر اندر سے دوپٹہ لے آئی اللہ رکھے کی بیوی نے دوپٹے کو سر اور ناک پہ رکھ کر باہر جھانک کر دیکھا۔

"جی کون۔؟"

"اللہ رکھے کا گھر یہی ہے۔؟"

"ہاں جی"

ہم نے ان سے ملنا تھا"

"کیوں۔؟"

"کام ہے "

"کیا کام؟" دستگیر کے ماتھے پہ بل پڑ گئے شہیر گاڑی میں بیٹھا تھا

"ہمارے باس کو ان سے کچھ کام ہے آپ پلیز انہیں بلا دیں"

"ہائے بھائی اس کے تو ہاتھ پیر ٹوٹے ہوئے ہیں چل پھر نہیں سکتا بات ضروری ہے تو اندر آ جاؤ" اس نے دروازہ کھول دیا اور خود پیچھے ہو گئی۔ دستگیر شہیر کے پاس گیا اسے ساری بات بتائی تو وہ گاڑی سے باہر آ گیا اگلے دو منٹ بعد وہ اللہ رکھے کے سامنے بیٹھا اسے سب کچھ بتا چکا تھا اور اللہ رکھے کو لگا اب یہ لوگ بھی اسے پیٹیں گے اس لیے وہ رونے لگا اور ساری کہانی سچ سچ بتا کر ہاتھ جوڑ کر کہا

"میں نے تنویر صاحب کی سالی عائشہ کو موبائل دے دیا تھا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے مجھے بخش دو میرے علاوہ ان کا کوئی نہیں ہے اگر مجھے کچھ ہو گیا تو یہ رل جائیں گے" دروازے کی چوکھٹ میں کھڑی اللہ رکھے کی بیوی کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں اس نے پردے والا مشغلہ اب ترک کر دیا تھا وہ سر جھاڑ منہ پھاڑ اسی کھڑی رونے لگی تھی اور جو کچھ انہیں ابھی اللہ رکھے نے بتایا تھا اسے سن کر شہیر اور دستگیر ہلنا تک بھول گئے تھے

"عائش۔۔۔۔۔!" ساری شطرنج اس بادشاہ بیگم پہ آکر رک گئی تھی

وہ دونوں اللہ رکھے کے گھر سے نکل چکے تھے شہیر نے جانے سے پہلے دروازے کی چوکھٹ میں کھڑی عورت کی طرف اپنے والٹ میں جتنے نوٹ تھے، کر دیے اور اس عورت کے پیسے پکڑتے ہی وہ بھی وہاں سے چلا گیا تھا

ان کی گاڑی اب سڑک پہ دوڑ رہی تھی گاؤں ان سے دور ہوتا جا رہا تھا۔اب اس نے عائشہ سے بات کرنی تھی

"اور اگر عائشہ کے پاس ہی وہ موبائل ہے اور اس نے میرے وہ موبائل مانگنے سے یہ سمجھا لیا کہ میں بھی اسے اپنے مقصد کے لیے ہی استعمال کر رہا تھا تو؟ میں بھی اس کے پیچھے صرف اسی لیے تھا تاکہ میں اس سے ثبوت حاصل کر سکوں تو۔؟" ایک نئے اندیشے نے اس کے دل میں سر اٹھایا تھا وہ بات کو ہر ممکن پہلو سے سوچتا تھا اور اس کی سوچ اکثر درست ہوتی تھی تو کیا عائشہ ایک بار پھر سے بدگمان ہو جائے گی۔؟

سڑک پہ اترتی رات کی سیاہی نے شہیر سے پوچھا تھا اور وہ اضطراب میں مبتلہ ہو گیا تھا۔

___________&&&&&&&&&_____

ریستوران کی جلتی روشنیاں پھیلتی سیاہی کو چہرہ اٹھا کر دیکھ رہی تھیں۔ زرد بلب ہر طرف روشن تھے لان کی گھاس پہ کرسیاں اور ٹیبلز لگے تھے اسٹیج پہ بڑی سی اسکرین پہ گانے چل رہے تھے ہر طرف ان کی آواز ہلکی ہلکی لہرا رہی تھی۔ زویا اس وقت لائم کے سامنے بیٹھی تھی۔ مشرقی قمیض شلوار میں ملبوس وہ آج بہت مختلف دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے بالوں کی فرنچ گندھی تھی جو اس نے کاندھے پہ ڈال رکھی تھی۔ آنکھوں میں گہرا گہرا کاجل لائم کو مبہوت کر رہا تھا۔ لائم اسے یک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔ زویا اس کے یوں مسلسل دیکھنے سے تذبذب کا شکار ہو رہی تھی لائم کا سکوت اس وقت ٹوٹا جب ویٹر نے ان کے سامنے کالڈرنکس لا کر رکھیں۔ "تم آج بہت پیاری لگ رہی ہو" زویا کی نظریں جھک گئیں۔ آسمان رنگ ڈنر سوٹ میں ملبوس لڑکا پوری تیاری سے آیا تھا اس کے بال جیل سے پف کی صورت ڈھلے تھے۔ چہرے پہ مسکراہٹ نے اب ڈیرہ ڈال لیا تھا۔ وہ کلین شیو والا لائم محبت سے زویا کو دیکھ رہا تھا۔ ان کے درمیان موجود ٹیبل پہ پھولوں کا گلدستہ رکھا تھا۔ لائم کو پاکستان میں گھر مل گیا تھا اب اس نے وہ "ضروری" کام کرنا تھا جس کے لیے وہ یہاں آیا تھا۔ اس نے زویا کو صبح ہی کال کی تھی کہ وہ زویا سے ملنا چاہتا تھا زویا نے یہ بات عائشہ کو بتائی تو اس نے بغیر دیر کیے اسے تیار کر دیا اور جب وہ گھر سے نکل رہی تھی تو اس نے زویا کو گلے لگا کر کہا

"میری ساری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں" زویا کو ایک رات ہی کافی تھی لائم کی محبتوں اور توجہ کا حساب کرنے کے لیے۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اسے شہیر سے محبت ہے اور اب لائم کی طرف ایک دم سے بڑھ جانا کچھ عجیب ہو گا لیکن وہ دوسری محبت کرنے کی کوشش تو کر ہی سکتی تھی نا اگر وہ آگے نہیں بڑھے گی تو زندگی اس کے لیے وہیں رک

جائے گی اس کی زندگی طویل راہ داری کی طرح ہو جائے گی اور ایک طویل راہداری پہ اکیلے چلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔اس لیے اس نے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا تھا وہ لائم کے ساتھ آگے بڑھنا چاہتی تھی

"میرا دل ہی نہیں کر رہا کہ تم پہ سے نظریں ہٹالوں" زویا نے دھیرے سے نظریں اٹھائیں دل بری طرح دھڑک رہا تھا اس نے ہمت کر کے لائم کو کہا "اور مجھے تم آج پہلی بار بہت پیارے لگ رہے ہو" اس نے پرانی زویا والا لہجہ اپنانے کی کوشش کی تو لائم دل سے ہنسا۔اس کے قہقہے میں جان تھی۔کیونکہ اس کے دل کو محبت ملنے کے آثار نظر آ گئے تھے اس لیے اس نے بغیر دیر کیے جیب میں ہاتھ ڈالا

"تو پھر کیا اس پیارے انسان کو اتنا خوش قسمت بھی ہونے کا موقع ملے گا کہ وہ تمہارا ہاتھ تھام کر امریکہ کی سرد پڑی راتوں میں کافی پی سکے۔؟" اس نے جیب سے ایک ڈبی نکالی تھی جواب زویا کے سامنے تھی۔اس میں موجود ہیرے کی انگوٹھی زویا کو امید سے دیکھ رہی تھی زویا نے آہستگی سے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔لائم کو لگا جیسے اطراف میں ہر طرف خاموشی چھا گئی ہو۔ان کے علاوہ وہاں کوئی دوسرا شخص جیسے اب تھا ہی نہیں۔لائم نے زویا کا ہاتھ پکڑا اور اس کی انگلی میں انگوٹھی ڈال دی۔اور یہاں زویا لائم کی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔!

____________&&&&&&&&&&&&__________

وہی رات شہیر کے بنگلے میں بھی ویسے ہی رکی تھی۔اس کی گاڑی پورچ میں ٹھہری تو اندر لاؤنج میں موجود عائشہ تیزی سے داخلی دروازے کی جانب بڑھی تھی اس کا آنچل لہرا گیا تھا۔وہ داخلی دروازے میں جیسے ہی پہنچی تو شہیر اندر آ گیا۔عائشہ وہیں رک گئی

exponovels

"آ گئے آپ۔؟"شہیر نے اسے چونک کر دیکھا۔عائشہ کی سانس کچھ پھولی ہوئی سی تھی اور وہ ہچکچا رہی تھی۔ شہیر کو لگا جیسے عائشہ اس کے سینے سے لگنا چاہتی ہے۔وہ مسکرایا اور اپنی بانہیں پھیلا لیں اور جب عائشہ اس کے سینے سے لگی تو اس کی ساری ٹینشن اور تھکان اس سے دور ہو گئی۔اس کے قریب اب بس اس کی عائش تھی "تم ابھی تک کیسے اٹھی ہوئی ہو۔؟"اس نے ہمیشہ کی طرح اس کے کان کی لولبوں سے چھوتے ہوئے کہا۔اس کی گرم سانسیں عائشہ کا پگھلانے لگی تھیں۔

"آپ کا انتظار کر رہی تھی "

"کوئی خاص وجہ۔؟"

"میں چاہ رہی تھی کہ میں آج آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں میں نے آپ کو کچھ بتانا بھی تھا"شہیر کو اس کے انداز پہ حیرت ہوئی کیا عائشہ سچ میں اسی کا انتظار کر رہی تھی۔اس نے خود پہ قابو کیا اور عائشہ کو سینے سے جدا کر کے بولا

"تم نے ابھی تک کھانا کیوں نہیں کھایا اتنی دیر ہو گئی ہے"وہ اسے اپنے سینے سے لگا کر چلنے لگا تھا اس نے لاؤنج میں آ کر دیوار آویز گھڑی کو دیکھ کر کہا تھا۔

"میں نے ابھی تو بتایا ہے کہ آپ کے ساتھ کھانا کھانا ہے آج میں نے"وہ ویسے ہی اس کے سینے سے لگی تھی شہیر کو اس پہ پیار آ گیا

exponovels

"میری جان "اس ک دل کیا وہ اس کے گال کو چوم لے لیکن پھر وہ دل کو چپ کروا کر عائشہ کے ساتھ ڈائننگ ہال میں آگیا۔ وہاں ملازم نے کھانا لگا دیا تھا۔ ٹیبل پہ عین اوپر فانوس روشن تھا جس سے نیم اندھیرا ہر سو پھیلا تھا۔ وہ عائشہ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ گیا تھا

"بتاؤ تم نے کیا بتانا تھا۔؟ "اس نے چاولوں کا چمچ بھر کر عائشہ کے منہ کی جانب کیا جبکہ وہ اپنا چمچ اٹھا چکی تھی لیکن شہیر نے جیسے اس کی اس حرکت کو اہمیت نہیں دی تھی وہ اپنے بے نیاز انداز میں اسے کھانا کھلانے لگا تو عائشہ نے بھی چمچ پلیٹ میں ہی چھوڑ دیا۔ جب اس نے منہ کے چاول ختم کر لیے تو وہ بولی "ایک بار سفیان کو اس کی ایک میم تنگ کر رہی تھیں۔۔۔۔ "وہ اسے وہی اپنا دبنگ انداز بتانے لگی تھی جو عائشہ نے سوچا تھا کہ وہ ایک دن شہیر کو یہ بات ضرور بتائے گی کہ وہ بھی اب شہیر جیسی ہو گئی ہے۔ شہیر نے اس کی پوری بات بہت توجہ سے سنی تھی

"میں نے انہیں کہا میں انہیں اٹھوا لوں گی "وہ ہنسی دبا کر بولی تو شہیر نے مصنوعی ناراضی سے اسے دیکھا

"ایسے نہیں کہتے بری بات ہوتی ہے "عائشہ کو دھکا لگا اس نے تعجب سے شہیر کو دیکھا

"آپ خود بھی تو ایسے ہی کرتے ہیں "

"میں تو بڑا ہونا اس لیے کرتا ہوں "وہ اب رسان سے بولا تھا

"تو کیا میں بڑی نہیں ہوں۔؟ "عائشہ نے حیرت سے پوچھا

"نہیں "شہیر نے سر ناں میں ہلایا اور شرارت سے بولا

"نہیں تم بڑی نہیں ہو تم ابھی بہت بے وقوف ہو "عائشہ کو اس کی بات بری لگی

exponovels

"آپ خود بہت سمجھدار ہیں" عائشہ نے فوراً طنز کیا تو وہ ہنس دیا

"مذاق کر رہا تھا تم بس مجھے یہ بتاؤ اگر اس میم کو اٹھوانا پڑ جاتا تو تم کیسے اٹھواتیں۔؟ "

"میں آپ کو کہہ دیتی" اس نے شانے اچکا کر پر سکون انداز میں کہا تو شہیر کو صدمہ ہوا

"میں تمہیں غنڈہ نظر آتا ہوں۔؟" عائشہ نے سر اثبات میں ہلا دیا

"بتاؤں میں تمہیں" اس نے ڈپٹتے ہوئے کہا تو عائشہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ شہیر اسے مسکراتی نظروں سے دیکھتا رہا پھر وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہوا اور عائشہ کو اپنے سامنے کھڑا کر کے اس نے عائشہ کے ردِ عمل کی پروا کیے بغیر اس کے گال پہ اپنے دہکتے لب رکھ دیے اس کے انداز میں شدت سی تھی۔ عائشہ نے آنکھیں زور سے میچ لیں۔

"گندی" اس نے اس کے گال سے لب ہٹائے اور اس کا ناک کھینچ کر بولا اور عائشہ کا دل کر رہا تھا وہ کہیں جا کر اب چھپ جائے۔ اس نے شہیر سے اپنا بازو چھڑایا اور "میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں" آہستگی سے کہتی وہ پلٹی اور جلدی سے زینے چھڑتی کمرے کی جانب بھاگ گئی۔ شہیر اس کے شرما جانے پہ بس مسکرا کر سر جھٹک کر رہ گیا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ابھی عائشہ سے بات نہیں کرے گا گھر میں داخل ہونے سے پہلے اس کا ارادہ یہی تھا کہ وہ عائشہ سے ابھی بات کرے گا لیکن جب اس نے عائشہ کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت دیکھی تو اس کا دل اس محبت کے دور ہو جانے پہ ڈر گیا۔ وہ فلحال عائشہ کی کسی بد گمانی کو برداشت نہیں کر پائے گا۔ اس لیے اس نے آج کی بات کل پہ ڈال دی۔

_____&&&&&________

یہ اگلے روز کی بات ہے صبح کی کرنیں لان کی گھاس کو چوم رہی تھیں۔عائشہ اگتے روز کو آنکھ بھر کر دیکھتی ہوا کے نرم جھونکوں کو چہرے پہ محسوس کرر ہی تھی۔اس کی تبھی نظر بنگلے سے آگے بنی سڑک پہ پڑی جہاں دستگیر کھڑا کسی سے بات کرر ہا تھا۔وہ کوئی لڑکی تھی۔عائشہ کی طرف اس کی پشت تھی عائشہ کو محسوس ہوا جیسے اس نے اس لڑکی کو کہیں دیکھا ہے اس نے آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر دیکھا تو دل دھک سے رہ گیا وہ لڑکی اب کچھ پلٹی تو اس کے چہرے کا ایک رخ دکھائی دینے لگا۔دھوپ کی سنہری کرنوں میں دستگیر کے سامنے کھڑی لڑکی جیا تھی جو اس سے بات کرر ہی تھی۔عائشہ کا دل اسے دیکھ کر نہیں ڈوبا تھا جیا کو دیکھتے ہی اسے زویا کی بات جھما کے اسے یاد آئی

"جیا بھی شہیر کو پسند کرتی ہے "زویا والا معمہ ابھی حل ہوا ہی تھا کہ یہ جیا آگئی۔عائشہ کا دل ڈوبنے لگا۔بے شک وہ بھی عائشہ کو خود سے بہت پیاری لگتی تھی اس کی بولڈ ڈریسنگ اسے دیکھنے پہ مجبور کرتی تھی۔عائشہ کو لگا جیسے سورج اچانک ہی آگ برسانے لگا ہے۔اسے ہوا کے جھونکے اب تھپڑ کی طرح لگ رہے تھے۔جیا دستگیر کے پاس کچھ دیر کھڑی رہی پھر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی۔کالے پینٹ کوٹ میں ملبوس دستگیر بھی بنگلے میں داخل ہو گیا تھا اور عائشہ کا اضطراب بڑھ گیا

__________&&&&&&&&&__________

"وہ جیا کیوں آئی تھی۔؟"لاؤنج سے نکل کر عائشہ پورچ میں کھڑے دستگیر کے سامنے وجود تھی انداز سرسری تھا اور دل کی حالت بری تھی۔دستگیر اس کے سوال پہ چونکا

"جی میں سمجھا نہیں۔؟"عائشہ کو لگا وہ بات گھما رہا ہے۔اسے دستگیر پہ غصہ سا آیا

exponovels

"میں پوچھ رہی ہوں جیا تم سے کیا بات کر رہی تھی۔؟" بڑی مشکل سے وہ مسکرا پا رہی تھی انداز کو بھی نارمل کرنا اب اس کے بس سے باہر ہو رہا تھا۔اس کا دل کر رہا تھا چیخنے پر کس پر۔؟

دستگیر شش و پنج میں مبتلہ ہو گیا دونوں کے درمیان ایک گہری خاموشی چند پل رہی پھر دستگیر نے کہنا شروع کیا

"باس کو اس بات کا پتہ ہے میں جیا کو پسند کرتا ہوں اور اب وہ بھی مجھے پسند کرنے لگی ہیں" عائشہ اس کی بات پہ ششدر رہ گئی

)ارمان کے کمرے میں اندھیروں کے ساتھ سکوت بھی چھایا تھا جیا ارمان کے سینے سے لگی اسے اپنا حالِ دل کہہ رہی تھی

"میں دستگیر کو پسند کرتی ہوں شہیر کا گارڈ" ارمان یہ سب جانتا تھا لیکن اس نے حیرت کا مظاہرہ کیا

"کیا۔؟" اس نے ایک جھٹکے سے جیا کو اپنے سامنے کیا تھا جیا کی نظریں جھکیں پھر اٹھیں تو ان میں امید تھی مان تھا(

"انہوں نے اپنے بھائی سے ہمارے رشتے کے لیے بات کی ہے "

")بھائی میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی ایک وقت تھا جب میں شہیر کو پسند کرتی تھی لیکن پسند کرنے اور پسند آجانے میں بہت فرق ہوتا ہے کسی کے لیے بھاگنے سے زیادہ سکون کسی اور کے لیے رک کر اسے اپنا لینے میں ہوتا ہے میں شہیر کے پیچھے بھاگ کر تھک گئی ہوں اور مجھ تھکی ہوئی لڑکی کو دستگیر نے سنبھال لیا ہے میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں اور اسی کی ہونا چاہتی ہوں اور میں جانتی ہوں آپ مجھے اس سب میں آزاد رکھیں گے("

"ارمان چاہتا ہے کہ میں اب اس سے ایک بار مل لوں میں نے آج شام میں اس کے آفس جانا ہے "

exponovels

)ارمان کو تامل ہوا بولنے میں لیکن اس نے حوصلہ کر کے کہہ دیا

"میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں تم میری واحد فیملی ہو میرا بیٹا میرا بچہ میرا سب کچھ تم ہو میں تمہیں انکار نہیں کر سکتا لیکن میں کیسے ایک گارڈ سے اپنی بہن کی شادی کر دوں تم اسے کہو ایک بار آ کر مجھ سے مل لے" جیا کو سمجھ نہ آئی کہ وہ خوش ہو یا اداس۔اس نے الجھی نظروں سے اپنے بھائی کو دیکھا

"آپ کیا کریں گے پھر۔؟"اس کے سوال پہ وہ مسکایا

"اسے اپنے قد کے برابر لاؤں گا اور پھر تمہیں اس کو سونپوں گا میں اپنی زندگی ایسے ہی کسی کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا"اس نے جیا کو پھر سے اپنے سینے سے لگا لیا تھا جیا کا دل دھڑکنے لگا تھا لیکن وہ خاموش ہو گئی تھی(

"میں اب باس کو یہ بتانا چاہتا ہوں بلکہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں وہاں جاؤں یا نہ جاؤں وہ جیسا کہیں گے میں ویسا کروں گا کیونکہ محبت کرنا میں نے ان سے سیکھی ہے"وہ شرمیلہ سا مسکایا اور عائشہ کے کاندھوں سے سار بوجھ اتر گیا۔شہیر اسی کا ہے۔۔۔۔۔"اف۔۔۔!"اس نے اندر آ کر گہرا سانس لیا اور فریش ہونے اپنے کمرے میں واپس چلی گئی۔ ساری پریشانی خود ہی حل ہو گئی تھی۔۔۔۔

______________&&&&&&&&&________

ارمان ملک کے آفس کی عمارت خالی ہونے لگی تھی شام ہوتے ہی اسٹاف اپنا کام مکمل کر کے آفس سے نکل گیا تھا۔ دستگیر کی گاڑی اس آفس کے کمپاؤنڈ میں رکی تو آفس کی عمارت اس وقت تک بالکل خالی ہو گئی تھی۔اس نے باہر نکل کر آسمان کو دیکھا جس پہ ہلکے سے تارے دکھائی دینے لگے تھے سیاہی قطرہ قطرہ آفس پہ گر رہی تھی۔دستگیر نے

exponovels

جب شہیر کو ارمان کے بلاوے کا بتایا تو دستگیر کی امید کے عین مطابق شہیر نے شانے اچکا کر وہی جواب دیا تھا جو دستگیر نے سوچا تھا

"مجھے ارمان سے مسئلہ ہے جیا سے نہیں اچھی بات ہے جیا تمہاری ہو جائے گی تو اسے کوئی سنبھالنے والا مل جائے کیونکہ ارمان تو بہت جلد اب جیل میں ہو گا تم جاؤ اور سن لو وہ کیا کہتا ہے" شہیر نے کبھی کسی پہ اپنی مرضی مسلط نہیں کی تھی بلاوجہ یہ بات دستگیر اچھے سے جانتا تھا اس لیے اب وہ شہیر کے جواب کے بعد خود کو کافی سکون میں محسوس کر رہا تھا۔ اس نے آسمان سے نظریں ہٹائیں اور آفس کی جانب بڑھ گیا۔

________&&&&&&&________

ارمان کے کیبن کا دروازہ کھلا تھا اور وہ اس وقت پاور چئیر پہ پر سوچ نظریں فضا میں جمائے ہاتھ میں پین لیے بیٹھا تھا۔ اس کے انداز میں کچھ عجیب تھا۔ جو دستگیر نے آتے ہی محسوس کر لیا تھا وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ ارمان اس سے اچھے سے ملا تھا لیکن اب اس کا انداز بدلہ بدلہ لگتا تھا۔ دستگیر اسے کھوجتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد ارمان سیدھا ہوا اور دستگیر کو دیکھ کر بولا

"مجھے تمہاری اور جیا کی محبت سے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن میرا مسئلہ دوسرا ہے" اس نے پین میز پہ رکھا اور اپنا رخ دستگیر کی جانب کیا

"میرا مسئلہ ہے تم گارڈ ہو" وہ رکا اپنی تصحیح کی "شہیر کے گارڈ ہو" اس نے کہنیاں ٹیبل پہ رکھیں اور آگے کو جھک کر بولا

"میں نہیں چاہتا کہ تم جیا سے جب شادی کرو تو تم شہیر کے وفادار ہو تمہیں جیا تب ملے گی جب تم شہیر کو چھوڑ دو گے" دستگیر کے اعصاب ڈھلے پڑھ گئے۔اس نے گہرا سانس لیا

"مجھے امید تھی تم ایسا ہی کچھ کہو گے" وہ ڈھیلے اعصاب کے ساتھ اعتماد سے بولا تھا۔ارمان مسکایا

"کیونکہ تم سمجھدار ہو"

"اور تم بھی" دستگیر بھی مسکایا اور اسی کے انداز میں کہنیاں میز پہ رکھ لیں

"شہیر صاحب مجھے اپنا بھائی کہتے ہیں" ارمان نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بدمزگی سے ہاتھ جھلایا

"کم آن دستگیر تم جانتے ہو کہہ دینے سے رشتے قائم نہیں ہوتے" دستگیر اس کی بات پہ اداسی سے ہنسا

"بڑے لوگوں میں نہیں ہوتے ہوں پر میڈل کلاس لوگوں میں ہو جاتے ہیں شہیر صاحب نے جس دن مجھے یہ مقام دیا تھا اس دن سے میں ان کے لیے جان دینے کا اور حوصلہ اپنے دل میں رکھ چکا ہوں میں ان سے بے وفائی نہیں کر سکتا" اس کا انداز دوٹوک تھا۔ارمان کے ماتھے پہ بل پڑے

"تو تم جیا کو چھوڑ رہے ہو۔؟ "

"میں نے ایسا کب کہا۔؟" دستگیر سکون سے بولا

"تم شہیر کو نہیں چھوڑو گے تو میں جیا کو تمہارا نہیں ہونے دوں گا" دستگیر ہنسا

exponovels

"وہ تو میری ہو چکی ہے اب بس تم یہ کام کرو کے اگر اس کے دل سے میری محبت نکال سکو تو نکل دو کیونکہ میں تو پھر اپنے دل کو سمجھالوں گا پر جیا نہیں سمجھا سکے گی اس کا دل ایک بار پہلے ٹوٹ چکا ہے اب ٹوٹا تو وہ محبت کے تیسرے تجربے کے لیے شاید نہ بچے" دستگیر کھڑا ہوا اپنا کوٹ درست کیا

"آپ کے ساتھ میٹنگ میں مزا آیا پر یہ بات آپ اپنے دماغ میں بٹھا لیں کہ لڑکی پھر مل جاتی ہے محبت بھی ہو جاتی ہے لیکن بھائی، بھائی نہیں ملتے" وہ کہہ کر پلٹا اور قدم اٹھا کر جانے لگا کہ پیچھے سے ارمان کی آواز نے اسے روکا

"میں تمہیں مروا بھی سکتا اس وقت تم مجھے اتنی سنا کر اسی لیے زندہ جا رہے ہو کیونکہ میری بہن کی جان تم میں ہے" دستگیر نے گردن موڑ کر ارمان کو دیکھا چہرے پہ مسکان تھی

"اور میں بھی چاہوں تو تمہیں یہیں مار دوں پر کیا کروں تم میری جان کے سربراہ ہو میرے واحد سالے اس لیے تمہیں نہیں مار رہا ہے" وہ تمسخر سے کہہ کر کیبن سے نکل گیا اور ارمان نے بے بسی بھرے غصے سے ٹیبل میں مکا مارا تھا۔

__________&&&&&&__________

"تو تم میری وجہ سے محبت چھوڑ آئے۔؟" شہیر نے پاور چیئر کی پشت سے اپنا کوٹ اتارا اور دستگیر کو دیکھا

"جی" اس کے جواب پہ شہیر اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

"محبت بار بار نہیں ملتی" دستگیر نے نظریں اٹھا کر شہیر کو دیکھا

exponovels

"آپ جیسا بھائی مل جاتے ہیں۔؟" شہیر اس کی بات پہ کچھ دیر کچھ نہ بول سکا پھر اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا

"دیکھو دستگیر وہ بس یہ چاہتا ہے کہ تم۔۔۔۔" دستگیر نے پہلی بار اس کی بات کاٹی تھی

"باس آپ مجھے دھکے دے کر بھی اس جاب سے نکلیں گے تو بھی میں نہیں جاؤں گا" اس نے دوٹوک انداز میں کہا

شہیر کے لب بھنچ گئے۔

"تم جانتے ہو تم کس سے بات کر رہے ہو۔؟" دستگیر نے نظریں جھکا لیں

"میں بس یہ جانتا ہوں کہ میں کیا بات کر رہا ہوں" شہیر نے مکا بنا کر اس کے سینے پہ ہلکا سا مارا

"مجھے لگا تھا تم میرے سوال پہ کھو گے اپنے بھائی سے بات کر رہا ہوں" دستگیر نے چونک کر اسے دیکھا تو شہیر نے شریر لہجے میں کہا

"اگر کل کو جیا کی کہیں اور ہو گئی اور اس کے بچے تمہیں ماموں ماموں کہہ کر تمہارے پیچھے لگ گئے تو تم مجھے اپنے ماموں بن جانے کا ذمہ دار نہیں کہو گے" دستگیر ہنس دیا۔اس کے ہنستے ہی شہیر نے بھی قہقہہ لگایا اور دستگیر کو اپنے سینے سے لگا لیا

"تمہیں میں نے بھائی صرف کہا ہی نہیں مانا بھی ہے تم نے میرا اس وقت ساتھ دیا ہے جب میرے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا تمہاری ایک بے وفائی مجھے منہ کے بل گرا سکتی ہے لیکن تم نے ہمیشہ خود سے پہلے مجھے رکھا" دستگیر کو پہلی بار

exponovels

لگا کہ اس کی آنکھوں کے گوشے شہیر کی باتوں نے بھگو دیے ہیں۔اس نے ضبط سے انہیں آنکھوں میں ہی جذب کر لیا

"باس آپ کو میں کبھی دھوکا نہیں دے سکتا آپ نے بھی میرا اس وقت ساتھ دیا تھا جس میرے پاس کوئی مدد کے لیے نہیں تھا آپ کا مجھ پہ احسان ہے "شہیر نے اسے سینے سے جدا کر کے ناراضی سے دیکھا

"وہ احسان نہیں تھا اور آج میں یہ آخری بار کہہ رہا ہوں اس کے بعد میں تمہیں دو لگاؤں گا بس "اس کے لہجے میں بھائی والا رعب در آیا تھا دستگیر ہنس دیا تھا

وہ اور شہیر اب آفس سے واپس گھر جا رہے تھے آج شہیر نے عائشہ سے بھی بات کرنی تھی۔۔۔

"پتہ نہیں اب میرے والی مجھے کیا سمجھے گی "شہیر کو عائشہ کے بے وقوف ہونے کا بہت دکھ ہوتا تھا پر وہ اب محبت کے بعد افسوس ہی کر سکتا تھا اس نے اس بے وقوف کو پوری زندگی سنبھالنا ہے۔۔۔

________&&&&&&&&_________

exponovels

لاؤنج میں کھڑی جیا کی آنکھیں نم تھیں وہ اپنے بھائی کو بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔اس نیم اندھیرے کی طرح جو اطراف میں موجود تھا۔لاؤنج میں لگا فانوس دم سادھے ہوئے تھا

"وہ کہہ رہا ہے کہ جیا کو چھوڑ دوں گا لیکن نوکری نہیں چھوڑوں گا"

)رات گہری سڑک کنارے بہتی آنکھوں والی جیا کے سنگ دستگیر کو سن رہی تھی جو بول رہا تھا

"میں شہیر صاحب کو کسی کے لیے بھی نہیں چھوڑ سکتا انہوں نے میری زندگی بچائی ہے" وہ قدم قدم چلتا جیا کے سامنے آیا آہستگی سے جیا کا بازو تھاما اور اس کی بہتی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگا" جانتی ہو میری زندگی کون ہے۔؟" جیا نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ خود سے ہی بولا "میری ماں جس نے مجھے زندگی دی اسے شہیر صاحب نے بچایا تھا("

"وہ تم سے محبت نہیں کرتا" ارمان نے اسے خود میں سمیٹ لینا چاہا

")میں شہیر صاحب کے پاس اس وقت نیا آیا تھا میں اتنا نیا تھا کہ مجھے ابھی پہلی سیلری بھی نہیں ملی تھی اور مجھے پتہ چلا کہ میری ماں کو کینسر ہے جواب بالکل لاسٹ اسٹیج پہ پہنچ چکا ہے ڈاکٹر نے مجھے کہا کہ اب آپ کی ماں اس ٹرین میں موجود ہیں جس کی بریک کبھی بھی لگ سکتی ہے آپ کی ماں کی منزل اب کوئی سا بھی اسٹیشن بن سکتا ہے ان کا علاج یہاں ممکن بھی نہیں ہے آپ کو انہیں جلد از جلد کسی اسپیشلسٹ کے پاس لے کے کر جانا ہے اگر آپ ان کی زندگی چاہتے ہیں تو("

"تم کیسے اس کے چھوٹے سے گھر میں رہو گی گیا اس کی ساری کی ساری تنخواہ تمہارے کپڑوں میں نکل جائی گی"

")میرے لیے اس دن دنیا ختم ہو گئی تھی میرے پاس جو کچھ تھا میں نے سوچ لیا تھا کہ میں وہ سب بیچ دوں گا میں نے ایسا کرنا بھی شروع کر دیا تھا اور مجھے اس دن یہ معلوم ہوا تھا کہ شہیر صاحب کی نظر ان سے جڑے ہر شخص پہ ہوتی ہے چاہے وہ نیا ہو پرانا وہ سب کا دھیان رکھتے ہیں اور تب انہوں نے ہی مجھے وہ سب کرنے سے روکا تھا۔ شہیر صاحب نے مجھے سختی سے منع کیا کہ میں اپنی ہر چیز واپس لوں جو میں نے بیچی ہے اور ماں کا علاج شہیر صاحب

exponovels

کروائیں گے میں جانتا تھا اس سب میں بہت پیسہ لگے گا پر باس نے مجھ سے ایک پیسہ نہیں لیا بلکہ مجھے سیلری تک دی انہوں نے (''

''اسے ابھی تمہاری قدر نہیں ہے تو وہ بعد میں تمہارا کیا حال کرے گا تم ایک ایک چیز کے لیے ترسو گی''

'') مجھے اس دن سمجھ آ گئی تھی کہ باس کتنے اچھے ہیں انہوں نے میری ماں کے علاج پہ اتنے پیسے خرچ کیے ہیں کہ اگر میں پوری زندگی بھی ان کی جاب کروں تو تب شاید میں ان کا قرض اتار سکوں ''اس نے دھیرے سے جیا کا بازو چھوڑا

''میں اپنے باس کو نہیں چھوڑ سکتا تم چاہو تو مجھے چھوڑ دو میں تمہیں اس فیصلے میں آزاد کرتا ہوں لیکن میں شہیر صاحب کو نہیں چھوڑ سکتا اور جس بھائی کو۔۔۔۔۔'' وہ کہتا کہتا رک گیا اسے جیا کو ابھی ارمان کا سچ نہیں بتانا تھا اس لیے وہ خاموش ہو گیا لیکن اس نے جیا کو تم کہہ کر اس بات کا احساس کر دیا تھا کہ وہ اس کے لیے اب بہت خاص ہو گئی ہے وہ آپ والے تکلف کو چھوڑ چکا ہے اب اگر جیا اسے چھوڑ کر جائے گی تو یہ اس کی مرضی ہو گی۔۔۔۔ جیا کی آنکھوں کے آنسو سوکھ چکے تھے وہ یک ٹک دستگیر کو دیکھ رہی تھی وہ شہیر کو گھر چھوڑ کر سیدھا اس کے پاس آیا تھا اب چھوڑ کر جانا جیا کے ہاتھ میں تھا وہ تو جیا کے پاس آ گیا تھا (

''میری مانو تو اسے بھول جاؤ میں تمہاری بہت اچھی جگہ شادی کروں گا میری جان تم وہاں بہت خوش رہو گی'' جیا اس سے دور ہوئی وہ بھاگ کر داخلی دروازے کی جانب بڑھ گئی ''میں یہ سب اس کے منہ سے سننا چاہتی ہوں''

ارمان نے بے بسی سے جیا کو جاتے دیکھا تھا وہ جانتا تھا جب وہ واپس لوٹے گی تو اسی نے جیا کو سنبھالنا ہے اس لیے اس نے فلحال جیا کو نہیں روکا تھا

exponovels

___________&&&&&&&&__________

رات ویسی ہی گہری کھڑی ارمان کے بنگلے کی ویرانی کو دیکھ رہی تھی۔ جیا کی گاڑی پورچ میں رکی وہ گاڑی سے نکل کر اندر داخل ہو گئی۔ لاؤنج میں ارمان بیٹھا اسی کا انتظار کر رہا تھا جب اس نے جیا کو آتے دیکھا تو وہ اس کی طرف لپکا

"میں تمہاری۔۔۔۔" وہ اس کی حالت دیکھ کر بولنے لگا لیکن اس کی بات جیا نے کاٹی

"میں اسے نہیں چھوڑ سکتی" اس کی بات پہ ارمان کو جھٹکا لگا اس نے جیا کو اپنے سامنے کیا جو سپاٹ لہجے سے کہہ رہی تھی

"میں اس کے ساتھ ہر حال میں رہ سکتی ہوں اسے چھوڑنا اب میرے بس سے باہر ہو گیا ہے بھائی وہ میرا ہی ہے اور میں اس کی مجھے کہیں اور اب خوشی نہیں ملے گی" اس نے ارمان سے خود کو دور کیا اور اوپر جانے کے لیے پلٹ گئی

ارمان پیچھے ساکت رہ گیا اسے پہلی بار لگا تھا جیسے وہ تنہا رہ گیا ہے اس کی قسمت نے اس کا ساتھ دینا چھوڑ دیا تھا۔ اس کا سکوت اس وقت ٹوٹا جب اس کے موبائل کی بیل بجی

"ہیلو۔؟" اس نے کھوئے ہوئے انداز سے کہا دوسری جانب موجود شخص اضطراب سے بولنے لگا

"باس شہیر ملک کو پتہ لگ گیا ہے کہ ثبوت عائشہ کے پاس ہے ہم اب کچھ نہیں کر سکتے" ارمان ملک پہ یہاں پوری گیم پلٹ گئی تھی۔۔۔۔

___________&&&&&&__________

For more visit (exponovels.com)

شہیر ملک کے کمرے میں ہر چیز خاموشی سے عائشہ کو دیکھ رہی تھی جو شل بیٹھی تھی شہیر نے اسے سب کچھ بتادیا تھا۔اب وہ اس کے جواب کا منتظر تھا۔جب عائشہ نے کچھ دیر کوئی جواب نہ دیا تو شہیر نے اس کا ہاتھ پکڑا

"میں نے تم سے محبت اس لیے نہیں کی تھی عائش کہ تمہارے پاس وہ ثبوت ہے مجھے بھی یہ سب کل ہی پتہ لگا ہے میں نے بات تم سے کل کرنی تھی لیکن شہیر ملک کو پہلی بار کسی سے بات کرتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا میں تمہیں اب کھونا نہیں چاہتا تم اگر میری مدد کردو گی تو میرے لیے سب کچھ بہت آسان ہو جائے گا ورنہ میں تمہیں فورس نہیں کروں گا میں اس معاملے کر پھر کسی اور طرح حل کروں گا لیکن۔۔۔۔"اس کی چلتی زبان اس وقت رکی جب عائشہ نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑیا۔

"آپ میرے بارے میں سب کچھ نہیں جانتے شہیر"اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے شہیر اس کی بات پہ الجھا

"ہاں آپ میرے بارے میں سب کچھ نہیں جانتے آپ کو یہ نہیں معلوم کہ میں جب کسی پہ اعتبار کرتی ہوں تو اندھا کرتی ہوں میں کہتی ہوں کہ محبت اور اعتماد یہ دونوں چیزیں اندھے ہو کر کی جاتی ہیں ان کی آنکھیں نہیں ہوتی شہیر" اس نے اب خود سے شہیر کر ہاتھ پکڑا اور بیڈ پہ بیٹھے شہیر کی گود میں آہستگی سے اپنا سر رکھ لیا شہیر ششدر رہ گیا اس نے چونک کر عائشہ کو دیکھا جو آنکھیں موند چکی تھی

"میں بہت تھک گئی ہوں شہیر میں بھی اب بس یہ سب ختم ہوتے دیکھنا چاہتی ہوں میں آپ کے قریب رہنا چاہتی ہوں اپنے ماں باپ کو حاصل کرنا چاہتی ہوں اور میں اب آپ کو کسی صورت نہیں چھوڑ سکتی اور آپ مجھے چھوڑیں

exponovels

گے تو عائشہ مر جائے گی" اس نے شہیر کے ہاتھ کی پشت اپنی آنکھوں پہ رکھ لی شہیر کے ہاتھوں کو جب عائشہ کی آنکھوں کی نم نے چھوا تو اس کا سکوت ٹوٹا وہ کچھ کہنے لگا کہ عائشہ بھرائی آواز میں بولی

"میں آپ کو کل وہ لا دوں گی" اس نے شہیر کو آنکھیں کھول کر دیکھا۔

"میں یہاں سو جاؤں۔۔؟" شہیر کو سمجھ نہ آئی وہ کیا جواب دے سب کچھ اتنا اچانک ہوا کہ وہ ہر بات بھول گیا۔

کچھ دیر بعد عائشہ شہیر کے بازو پہ لیٹی اس کے فراخ سینے میں منہ چھپا کر آنکھیں موند کر لیٹی تھی۔ شہیر نے اس کے گرد مضبوطی سے بانہیں حائل کر رکھی تھیں اس کے انداز میں عجیب سی شدت تھی وہ نادانستہ عائشہ کا سر دبا رہا تھا۔ اس کے لب عائشہ کے گال پہ تھے۔ وہ بہت محبت سے اسے کہہ رہا تھا

"میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتا" اس کے لبوں کا لمس عائشہ محسوس کر رہی تھی اس لیے وہ خاموش تھی وہ اس لمس کو محسوس کرنا چاہتی تھی آج دونوں کی بہت پرانی خواہش پوری ہو رہی تھی شہیر کی عائشہ کو اپنے سینے سے شدت سے لگانے کی خواہش اور عائشہ کی اس کے سینے میں چھپ کر سونے کی خواہش آج پوری ہو رہی تھی۔ رات آہستہ آہستہ ڈھلنے لگی تھی۔

&&&&&&&&&&

اگلی جب شہیر پہ روش ہوئی اور آسمان سورج کی روشنی سے چمک اٹھا تو ارمان ملک کے کمرے کا دروازہ کھلا

(میں اس کھیل کو ایسے ہی ختم نہیں ہونے دوں گا)

exponovels

**شہیر کی گاڑی عائشہ کے گھر کے باہر رکی تھی شہیر نے عائشہ کو دیکھا "کوئی کچھ بھی کہے تو لعنت بھیجنا ثبوت پہ اور واپس آجانا" عائشہ اس کی بات پہ اداس سا ہنسی

"میری امی نے ہمیں ہمارے بچپن سے مارا ہے وہ آج بھی زیادہ سے زیادہ مجھے مار ہی لیں گی لیکن میں وہ ثبوت لازمی لاؤں گی لیکن آپ یہ بات میری یاد رکھیئے گا کہ میں نے آپ کی وجہ سے ماریں تک کھائی ہیں" وہ آخر میں شرارت سے بولی شہیر ہنس دیا۔اس نے عائشہ کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا

"میرا ٹیڈی بیئر میری گندی" اس نے اس کا ماتھا چوما تھا عائشہ جھینپ گئی۔وہ گاڑی سے نکل کر اپنے گھر کے سامنے کھڑی ہو گئی تھی۔**

ارمان نے جینز پہ ڈریس شرٹ پہن رکھی تھی کاندھوں پہ گو بیگ تھا۔جس میں اس کا پاسپورٹ اور ضرورت کا سامان تھا اس نے جیا کے اکاؤنٹ میں بہت ساری رقم رات ہی کروادی تھی۔وہ جانتا تھا جیا کو اس کے بعد بہت سے مسئلے ہوں گے لیکن ارمان ملک کو اب اپنا گھیرا تنگ ہوتا دکھائی دے رہا تھا اس لیے وہ پاکستان سے جا رہا تھا

(میں واپس آنے کے لیے جا رہا ہوں میں خود کو اتنی آسانی سے ہارنے نہیں دے سکتا میں واپس آؤں گا)

**عائشہ کے لیے دروازہ آج بھی سفیان نے کھولا تھا۔وہ اس پہ ایک نظر ڈال کر اندر داخل ہوئی تھی سفیان اس کے پیچھے گیا امی ہمیشہ کی طرح ناشتہ بنا رہی تھیں ابو دکان پہ جانے کے لیے تیار ہو کر کمرے سے نکلے اور لاؤنج میں داخل ہوتی عائشہ کو دیکھ کر تھم گئے امی بھی کچن سے نکل کر آئیں تو وہیں رک گئیں عائشہ نے ان دونوں کو ایک نظر دیکھا پھر سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگیں کہ امی نے اسے کہا

exponovels

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی۔۔۔۔" امی دھاڑی تھیں عائشہ کے قدم رکے وہ پلٹی اور سپاٹ چہرے سے اپنی امی کو دیکھا

"یہ میرے باپ کا گھر ہے اور اگر آج مجھے یہاں سے کسی نے ہاتھ پکڑ کر نکالا تو میں عدالت میں جا کر اس گھر سے اپنا حصہ لوں گی اس لیے میرے قریب کوئی نہ آئے" وہ بری طرح دھڑکتے دل سے بولی تھی امی اس کی بات پہ ششدر رہ گئی تھیں وہ انہیں کورٹ کی دھمکی دے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔اس کے پیچھے جو جہاں کھڑا تھا وہیں ٹھہر گیا تھا**

وہ جیا کے کمرے کا دروازہ دھیرے سے کھول کر وہاں گیا اور جیا کو کچھ دیر دیکھتے رہنے کے بعد پلٹ گیا ارمان اب گھر سے نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا تھا اس کی گاڑی نے بنگلے کے دروازے کو پار کیا اور سڑک پہ دوڑنے لگی اس کی فلائٹ کا وقت ہونے والا تھا۔

)میں اب جب واپس آؤں گا تو کسی کو نہیں چھوڑوں گا نہ شہیر کو اور نہ ہی دستگیر کو(

**وہ جب واپس لوٹی تو اس کے ہاتھ میں ایک موبائل تھا۔اس نے اپنے ابو کو دیکھا جو اسے ملال سے دیکھ رہے تھے وہ بھاگ کر ان کے سینے سے لگی

"میں اپنی بے گناہی کا ثبوت اب بہت جلد لاؤں گی پھر میں آپ میں سے کسی کو معاف نہیں کروں گی آپ لوگوں نے مجھ پہ یقین نہیں کیا خاص کر ابو آپ نے" اس نے رندھی ہوئی آواز سے کہا اپنے ابو کا گال چوما اور آنسو چونچھ کر وہ گھر سے نکل گئی تھی ملنے کی ہمت ابھی تک کسی میں نہیں تھی**

وہ ائیر پورٹ پہ بیٹھا اپنی فلائٹ کا انتظار کر رہا تھا ارمان کے گرد ہر طرف اداسیاں گھلی دکھائی دیتی تھیں۔

________&&&&&&&&________

شہیر کی گاڑی اس کے بنگلے کے سامنے رکی تھی۔عائشہ نے اترنے سے پہلے شہیر کو پر امید نظروں سے دیکھا

"اب سب ٹھیک ہو جائے گا نا۔؟"شہیر نے اس کا ہاتھ تھام کر اس پہ دباؤ ڈالا

"ہاں اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا"اس کی بات نے عائشہ کو ہمت دی تھی وہ دھیرے سے گاڑی سے اتر کر داخلی دروازے کی جانب بڑھ گئی

"میرے پاس ارمان ملک کے خلاف ثبوت ہیں میرے ماں باپ کا قاتل وہی شخص ہے"شہیر نے فون کو کان سے لگا کر پولیس کو خبر کی اور تیزی سے گاڑی آگے بڑھالی اس نے اب ارمان ملک سے ملنا تھا۔

__________________&&&&&&&&&&____________

ارمان ملک کے بنگلے کے دروازے پہ پولیس اہلکار کھڑے تھے۔اندر کمرے میں موجود جیا کے پاس ملازمہ بھاگ کر آئی جیا ابھی ابھی سو کر اٹھی تھی

"بی بی باہر پولیس آئی ہے"جیا نے چونک کر اسے دیکھا۔اس کے بال بکھرے تھے وہ نائٹی میں ملبوس بیڈ پہ بیٹھی اسے تعجب سے دیکھ رہی تھی۔آنکھوں میں نیند کا خمار تھا

"پولیس کیوں آئی ہے۔؟"اس نے پوچھا ملازمہ نے ہاتھ مسلتے ہوئے جواب دیا

exponovels

"شہیر صاحب لائے ہیں وہ کہہ رہے ہیں ارمان صاحب کو پکڑوانا ہے" جیا کے ماتھے پہ بل پڑے وہ بیڈ سے کھڑی ہوئی بال سمیٹ کر ملازمہ کے ساتھ باہر نکل گئی۔

لان کو عبور کر کے وہ اب داخلی دروازے کے سامنے کھڑی تھی

"شہیر تمہارا دماغ خراب ہے۔؟" اس نے عاجزی سے پوچھا۔ شہیر نے ترس بھری نگاہوں سے جیا کو دیکھا اور اسے جواب دینے کی بجائی اس نے پولیس کو اشارہ کیا تھا۔ پولیس اس کے اشارے پہ اندر داخل ہو گئی تھی جیا ہڑبڑا گئی۔

"ارے آپ لوگ ایسے اندر داخل نہیں ہو سکتے" وہ ان کے پیچھے جانے لگی کہ شہیر نے اس کی کلائی تھامی

" خاموشی سے ادھر کھڑی رہو" جیا نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا

"میرا ہاتھ چھوڑو" اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا "تمہیں آخر میرے بھائی سے مسئلہ کیا ہے۔؟ انہوں نے تمہارا کیا بگاڑ دیا ہے جو تم ان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو" شہیر نے ضبط سے لب بھینچے

"اس نے میرا ہی نہیں تمہارا بھی بہت کچھ بگاڑا ہے" شہیر آگے بڑھا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں

"تمہاری ماں اور باپ کو مارنے وال وہی شخص ہے" جیا نے سینے پہ ہاتھ باندھ لیے اور طنز سے ہنسی

"اور تمہیں لگتا ہے میں تمہاری اس بکواس پہ یقین کر لوں گی" اس نے ماتھا چھوا "اوہ شہیر تم اپنے دماغ کا علاج کیوں نہیں کروا لیتے۔؟" شہیر کا ضبط اب جواب دینے لگا تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہاں سے وہی موبائل نکالا جو عائشہ نے اسے لا کر دیا تھا۔ جیا اسے بے دلی سے دیکھ رہی تھی لیکن جب اس پہ وہی ویڈیو چلنے لگی جس میں ارمان اپنے

exponovels

گناہ کا اقرار کر رہا تھا تو جیا پہ جیسے آسمان آ گرا۔اس کے ہاتھ سینے سے خودی کھل گئے اور آنکھوں میں حیرت و بے یقینی در آئی وہ نفی میں سر ہلاتی ابھی کچھ بھی کہتی کہ اندر سے پولیس اہلکار بھاگتا ہوا آیا

"ارمان ملک بھاگ گیا ہے وہ اس وقت اپنے آفس میں بھی نہیں ہے "شہیر کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔پولیس کی ایک دوسری ٹیم ارمان کے آفس بھی موجود تھی یہ اطلاع وہیں سے آئی تھی

"مجھے وہ کسی بھی قیمت پہ آج ہی چاہیے "وہ تقریباً دھاڑا تھا۔

اہلکار جلدی جلدی فون کان سے لگاتے بھاگ رہے تھے اور اس بھیڑ میں ایک جیا تھی جس کا سب کچھ لٹ گیا تھا بے شک اس سب میں جیا کا سب سے زیادہ نقصان ہوا تھا اس نے سب کچھ کھو دیا۔۔۔۔سب کچھ ہی۔۔۔۔۔!

_______________&&&&&&&__________

ارمان ائیر پورٹ کے ویٹنگ ایریا سے اٹھ کر اپنے سامان کی ٹرالی گھسیٹتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ تبھی ائیر پورٹ کی سیکیورٹی میں ہلچل ہونے لگی۔اس کے پیچھے کھڑا اہلکار بھاگتا ہوا ریسیو پہ کچھ کہہ رہا تھا۔ارمان نے اپنے پیچھے ہونے والے شور پہ گردن ترچھی کر کے دیکھا اور دھک سے رہ گیا۔سیکیورٹی گارڈز اسی کی جانب بڑھ رہے تھے۔اس نے تیزی سے اپنا چہرہ آگے کیا اور سامان کو چھوڑ کر جانے لگا کہ اس کی شرٹ کے کالر کو کسی نے پکڑا اور کھینچ کر اپنے سامنے کیا۔دیکھتے ہی دیکھتے اس کے گرد سیکیورٹی کا گھیرا تنگ ہو گیا۔

"ارمان ملک پکڑا گیا ہے "جس انسپیکٹر نے اسے کالر سے پکڑا تھا اس نے فون پہ کسی کو کہا اور ارمان جانتا تھا کہ فون کی دوسری جانب کون ہو گا۔ارمان ملک تلخی سے مسکرا دیا وہ بھی بھی ہارا نہیں تھا۔

&&&&&&&&&

جیل کی کوٹھری میں اندھیرا تھا اس سیل میں وہ اکیلا ہی موجود تھا۔ سامنے رکھے بینچ پہ ڈریس شرٹ اور جینز میں ملبوس ارمان سپاٹ چہرے سے بیٹھا تھا۔ اس کے بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔ اس کے سیل کے اطراف دو سپاہی ہاتھوں میں بندوقیں لیے کھڑے تھے۔ تبھی ارمان کو قدموں کی چاپ سنائی دی۔ باہر سیل کے آگے بنی راہداری میں زرد بلب روشنا تھا۔ اس کی روشنی سے ارمان کے سیل میں ایک سایہ بنا جو ارمان کے قدموں میں آکر ٹھہر گیا۔ اس نے اس سائے کو دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ چہرہ اٹھا کر سامنے دیکھا تو شہیر جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑا تھا۔ شہیر نے لہجے کو محظوظ بنا کر کہا

"ویلکم ان یور نیو ہوم" وہ سلاخوں کے قریب ہوا۔ اس نے سلاخ کو ایک ہاتھ سے تھاما اور ارمان کو چبھتی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"تمہیں کیا لگا تھا کہ تم بھاگ جاؤ گے اور میں تمہیں پکڑ نہیں سکوں گا۔؟" ارمان اس کے بات شروع کرتے ہی بینچ سے کھڑا ہوا اور اس کی جانب بڑھنے لگا۔ شہیر بول رہا تھا۔

"تم نے میری زندگی برباد کر دی اور تم سب کچھ برباد کر کے اتنی آسانی سے اس ملک سے چلے جاؤ گی تم نے سوچ بھی کیسے لیا۔؟" ارمان قدم قدم اس کے قریب ہو رہا تھا

"میں تمہاری اب زندگی عذاب بنا دوں گا تم چیخ چیخ کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرو گے" ارمان اب بالکل اس کے مقابل آرکا تھا "تم دیکھنا ارمان ملک میں تمہارا کیا حال کرتا ہوں" وہ شہیر کو کچھ دیر خاموشی سے دیکھتا رہا پھر مسکرایا

"تم میرا ابھی بھی کچھ نہیں کر سکتے" اس نے بھی سلاخوں کو تھاما" میں جب چاہوں یہاں سے نکل سکتا ہوں یہ تم بھی جانتے ہو" شہیر طنزیہ ہنسا

"تم جانتے ہو میں نے تمہیں گولی کیوں نہیں ماری۔؟" اسکاانداز سوالیہ تھا۔ارمان نے جواب نہ دیا۔ "میں نے تمہیں گولی اس لیے نہیں ماری کیونکہ میں نے یہ تمہیں چانس دیا ہے تاکہ تمہیں اپنی غلطیوں کا احساس ہو کیونکہ میں نے تم سے بچپن سے محبت کی تھی" شہیر کا گلا نجانے کیوں رندھ گیا۔ارمان نے چونک کر اسے دیکھا شہیر نے بہت ضبط سے اپنے آپ پہ قابو کیا ہوا تھا۔ارمان کو اس پہ پانچ سالہ شہیر کا گمان ہوا۔اس کے دل میں ٹیسیں اٹھنے لگیں

"میں نے وہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا تھا شہیر میں بھی تم سے محبت۔۔۔۔۔" شہیر نے اشتعال سے اس کی بات کاٹی

"یہ مت کہنا کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے اور میں تمہاری فیملی ہوں نہیں ہوں میں تمہارا کچھ اگر میں تمہارا کچھ بھی ہوتا یا ہمارے درمیان کوئی رشتہ ہوتا تو تم مجھ سے میرا سب کچھ نہ چھینتے" شہیر کے لہجے میں تکلیف سمیٹ آئی تھی دل کے زخم آنکھوں میں دکھائی دینے لگے تھے۔

"تم نے صرف میرا ہی نہیں اپنا بھی نقصان کیا ہے تم نے ایک ملازمہ کے لیے۔۔۔۔۔" وہ اس بات پہ دھاڑا

"وہ میری ماں تھی" شہیر نے اسے افسوس سے دیکھ کر سر جھٹکا "ایک دن تمہیں اپنے کیے کا پچھتاوا ہوگا" وہ کہہ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔ارمان پیچھے ان سلاخوں میں اکیلا رہ گیا تھا۔ابھی اس نے جیا سے بھی ملنا تھا۔۔۔

________&&&&&&&&&&&&____________

For more visit (exponovels.com)

جیا کی گاڑی اپنے وکیل کے ساتھ سڑک پہ دوڑ رہی تھی۔ وہ پچھلی سیٹ پہ بیٹھی آنکھیں موندے ہوئے تھی وکیل اور ڈرائیور اگلی سیٹوں پہ موجود تھے

)وہ ہمارے ماں باپ نہیں تھے جیا ہماری اصل ماں وہ عورت تھی جسے تم ملازمہ سمجھتی ہو۔ ہیلن مارگریٹ وہ ہماری اصل ماں ہے(

سڑک پہ اندھیرے چھائے تھے اس کی گاڑی کی زرد روشنی اس تیرگی کو چھیرتی ہوئی جا رہی تھی جیا میں آنکھیں کھولنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ اس کے اعصاب جواب دے گئے تھے

)ہاں میں نے ہی ملک اور اس کی بیوی کو مارا ہے مجھے بتاتے ہوئے کوئی خوف یاد کھ محسوس نہیں ہو رہا کہ اس سب کے پیچھے میں تھا۔ میں نے اپنی اور تمہاری ماں کا بدلہ لیا ہے جیا (

گاڑی ایک جھٹکے سے رکی جیا نے بے ساختہ آنکھیں کھولیں اسے لگا جیسے وہ ایک بہت لمبا سفر کرتی آ رہی تھی اور اس کی آنکھیں آج پوری طرح سے کھلی ہیں وہ آج سب کچھ ٹھیک سے دیکھ پا رہی ہے۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکل کر سانس لینے کی کوشش کی لیکن اسے سانس بہت دقت سے آ رہے تھے وہ بڑی مشکل سے اپنا مردہ ہوتا وجود گھسیٹ کر اندر کی جانب بڑھی تھی۔

)میں یہاں سے بہت جلد نکل آؤں گا پھر میں اور تم اس ملک سے بہت دور چلے جائیں گے تم میری واحد فیملی ہو اب جیا(

exponovels

جیا کی آنکھیں بہنے لگی تھیں۔وہ جلتی سلگتی آنکھوں کو مسلتی چلتی جارہی تھی۔لاؤنج میں رکھی ہر چیز اسے آنکھیں کھول کر دیکھ رہی تھی اسے اپنے گرد ارمان کی آواز سنائی دے رہی تھی

"میرا بچہ میرا بیٹا" اس نے گردن ترچھی کر کے صوفوں کے پاس ارمان کے سینے سے لگی جیا کو دیکھا یہ وہی شخص تھا جس کے سینے سے لگ کر جیا کو سب کچھ ٹھیک ہو جانے کا یقین ہوتا تھا

)جیا نے سلاخوں کے پیچھے موجود ارمان کو سرخ نم آنکھوں سے دیکھا اس کی آنکھوں سے نکلتا گرم پانی اس کے چہرے پہ بہہ رہا تھا۔سلاخوں پہ دھرے جیا کے ہاتھوں پہ ارمان کے ہاتھ تھے جیا نے ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں کے نیچے سے کھینے اور دور ہو کر بولی

"میرے لیے آج سب مر گئے ہیں جیا آج اس پوری دنیا میں تنہا رہ گئی ہے" اس سے مزید نہ بولا گیا وہ گہرے گہرے سانس لیتی پلٹی اور تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔اسے اب کسی بھی ثبوت کی ضرورت نہیں تھی(

جیا نے اپنے کمرے میں آکر اس کا دروازہ لاک کیا اور دروازے کے ساتھ پشت لگا کر وہ بیٹھتی چلی گئی۔اسے آج پہلی بار رونا بھی نہیں رہا تھا۔دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔کمرے میں گپ اندھیرا تھا۔جیا کو اس تاریکی میں دیکھ پانا اب مشکل ہو گیا تھا۔

______________&&&&&&&&&&_________

شہیر ملک کے بنگلے پہ گہری ہونے والی رات آج کافی پر سکون دکھائی دیتی تھی۔بنگلے کی ساری روشنیاں جلی اندھیروں کو مات دے رہی تھیں۔آسمان پہ تارے بکھرے ان روشنیوں کو دیکھ رہے تھے اور سوئمنگ پول کے نیلے

ٹھنڈے پانی میں وہ پیر ڈالے بیٹھی ان تاروں کو دیکھ رہی تھی۔ جن کے پاس ہی چاند کھڑا تھا۔چاند آج پورا نکلا تھا نیلے پانیوں میں اس کا عکس اتر رہا تھا۔

عائشہ کے پیر گھٹنوں تک اس پانی میں بھیگے تھے۔ہلکی سرد ہوا اس کے وجود سے ٹکرا رہی تھی کھلے بال ماتھے پہ بکھرے تھے کاندھے پہ دوپٹہ تھا اور چہرے پہ ہلکا سا میک اپ وہ اپنے خیالوں میں اتنی گم تھی کہ اسے احساس ہی نہ ہوا کہ شہیر اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا ہے۔وہ اپنے ہمیشہ جیسے حلیے میں تھا رف جینز کے ساتھ سلیولیس شرٹ سینے پہ موٹا چین اور بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔نیلی آنکھیں عائشہ کے ریشمی بالوں پہ جمی تھیں

وہ آہستگی سے اس کے پہلو میں بیٹھا تو عائشہ تقریباً اچھل گئی۔ شہیر نے بے ساختہ اس کا ہاتھ پکڑا

"تم ابھی بھی مجھ سے ڈرتی ہو۔؟" وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا پوچھ رہا تھا۔عائشہ کو ان نظروں کی تپش اپنے چہرے پہ محسوس ہو رہی تھی۔اس نے آہستگی سے سر نہ میں ہلایا۔ شہیر چاند کے عکس کی طرح پول کے نیلے پانی میں اتر کر عائشہ کے

سامنے آ کھڑا ہوا۔اس نے عائشہ کے ہاتھ تھام رکھے تھے۔اس کی آنکھوں میں خمار سر اٹھا رہا تھا

"پھر مجھے کب میرا حق دے رہی ہو۔؟" شہیر نے اس سے اپنا اگلا سوال کیا عائشہ کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں

"بتاؤ۔؟" وہ نظریں جھکا کر بیٹھ گئی تھی۔اس کے نظریں چرانے پہ شہیر نے اس کی کمر کو دونوں ہاتھوں سے تھاما اور اسے پانی میں اپنے سامنے کھڑا کر لیا۔عائشہ نے اس کی شرٹ کو بے اختیاری سے تھاما

exponovels

"مجھے پانی سے ڈر لگتا ہے" وہ کبھی پول میں اتری نہیں تھی اس نے آنکھیں موند کر کہا تو شہیر آگے بڑھا اور اس کے بھیگتے وجود کو اپنی مضبوط بانہوں میں بھر لیا۔

"میرے ساتھ ہونے پہ بھی تم ڈرتی ہو۔؟" وہ اس کے کان کی لو سے لب مس کرتا پوچھ رہا تھا۔اس کی گرم سانسیں عائشہ سنگ چاند کو بھی پگھلانے لگی تھیں۔اس کی چاندنی قطرہ قطرہ ان پہ برسنے لگی تھی۔

"میں تمہاری گردن پہ موجود تل کو چومنا چاہتا ہوں" وہ اسی سرگوشی سے بولا عائشہ اس کی خمار آلود آواز پہ دھیرے سے اس کے اور قریب ہو گئی۔شہیر بے ساختہ مسکا دیا۔

"میں نے سب کچھ اس لیے بھی ٹھیک کیا ہے تاکہ میں تمہارے قریب آسکوں اب تو تم مجھے دھکا نہیں دو گی نا۔؟" وہ ہنسی دبا کر بولا تھا۔عائشہ نے اس کی گردن کے گرد بازو حائل کر لیے اور اس کے سینے سے لگ گئی۔شہیر نے اس کی بھیگی زلفوں کے ایک ہاتھ سے سمیٹ کر کاندھے پہ ڈالا اور اپنے مہکتے لب اس کی گردن کے تل پہ رکھ دیے۔

عائشہ کا دل ڈوب سا گیا تھا

کچھ دیر بعد شہیر اسے اپنی بانہوں میں اٹھا کر کمرے میں لے آیا تھا۔اس نے عائشہ کو بیڈ پہ لٹایا اور اپنی شرٹ اتار کر دور اچھال دی۔عائشہ کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا

"تمہارا مقام یہاں ہے" اس نے اپنے سینے پہ عین دل کے اوپر لکھے عائشہ کے نام پہ انگلی رکھ کر کہا تھا عائشہ اس کی دیوانگی دیکھ کر حیران نہیں ہوئی تھی وہ اب انداز کر سکتی تھی کہ

exponovels

سامنے کھڑا شخص اس کے لیے کتنا ٹاسک ہے اس نے پھر شہیر کو خود پہ جھکتے دیکھا۔ شہیر نے ایک ہاتھ سے کمرے میں رکھے سائیڈ لیمپ بجھا دیے اور عائشہ کے بھیگے وجود کو اپنی بانہوں میں سمیٹ کر وہ اس پہ اپنی شدت اور محبت لٹا رہا تھا۔ باہر کھڑی رات شہیر کی قربتوں کو دیکھتی پل پل ڈھل رہی تھی۔ شہیر ملک عائشہ شہیر ملک کے حسن کو آج نظرانداز نہ کر سکا تھا۔

__________&&&&&&&&__________

صبح کی نرم کرنیں شہر کی فضاء سے شناسائی برتتی ہر سو پھیل رہی تھیں۔ سورج کھڑکی میں آرکا تھا۔ اس نے اس کھڑکی سے جھانک کر عائشہ کے گال کو چوما اور کمرے میں اپنی روشنی بکھیرتا چلا گیا۔ سورج کے بوسے سے عائشہ کی آنکھیں دھیرے دھیرے کھلیں۔ اس نے اٹھنا چاہا کہ اسے اپنے گرد بانہوں کا حصار محسوس ہوا۔ وہ شہیر کے سینے پہ سر رکھ کر لیٹی تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر شہیر کا چہرہ دیکھا۔ اس چہرے پہ زمانوں کا سکون تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے شہیر اپنے سینے میں پوری کائنات سمیٹ کر لیتا ہے۔ عائشہ نے پہلی بار اس چہرے کو اتنا مطمئن
دیکھا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش ترک کی اور دوبارہ اس کے سینے پہ سر رکھ کر لیٹ گئی تبھی اس کی نظر اپنے نام پہ پڑی جو شہیر کے دل پہ لکھا تھا۔ عائشہ کے چہرے پہ ہلکی سی مسکان دوڑ گئی اس نے اپنا ہاتھ اس نام پہ رکھا اور عین پہ انگلی پھیرتی وہ شین تک آئی۔ بغیر شرٹ کے سویا شہیر اس لمس پہ جاگ گیا تھا۔
"میری جان" اس کی گھمبیر آواز عائشہ کے کانوں میں گونجی تو وہ چونک گئی۔ اس نے نظریں اٹھائیں۔ شہیر نے اس کے ماتھے کو چوم لیا۔

"تم میرے سینے سے لگی ہو تو مجھے میری آج کی صبح بہت ہلکی پھلکی محسوس ہو رہی ہے" یہی بات عائشہ شہیر کو کہنا چاہتی تھی۔ لیکن اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اپنے جذبوں کا یوں اظہار کر سکے وہ خاموشی سے اس کے حصار میں لیٹی رہی شہیر دوبارہ آنکھیں موند چکا تھا۔اس کی گرفت عائشہ کے گرد ویسی ہی تھی۔

&&&&&&&&&&

ارمان ملک کے بنگلے پہ بھی یہ صبح چمک رہی تھی۔لان کے درخت اداس دکھائی دیتے تھے اور گھر کی عمارت ویران۔! اس بنگلے کے سامنے ہی سڑک پہ دستگیر کی گاڑی زن سے رکی اس کے ٹائیروں کی چرچراہٹ نے چہکتے پرندوں کو شاخوں سے اڑنے پہ مجبور کیا تھا۔دستگیر نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور ارمان کے بنگلے کے داخلی دروازے کے سامنے آگیا۔ گیٹ پہ کھڑے گارڈ نے اسے ناگواری سے دیکھا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔؟" وہ اپنے مالک کے گرفتار ہونے پہ ناراض لگتا تھا۔دستگیر نے اسے جواب دینا ضروری نہ سمجھا اس نے گارڈ سے اپنا سوال کیا

"تمہاری جیا میم صاحب اندر ہیں۔؟" جینز کی پینٹ پہ سفید ڈریس شرٹ میں ملبوس دستگیر کے انداز میں بے نیازی تھی اس کے بال ماتھے پہ بکھرے تھے دھلا دھلا چہرہ نکھرا ہوا دکھائی دیتا تھا۔آنکھوں میں بے چینی اور فکر تھی۔ شرٹ کے اوپر کے دو بٹن کھلے تھے جہاں سے اس کا سینہ کچھ کچھ دکھائی دیتا تھا۔

"یہ میں تمہیں کیوں بتاؤں۔؟" وہ اکھڑے لہجے سے بولا تو دستگیر نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا

"تم چاہتے ہو میں تمہاری ٹانگ پہ گولی مار دوں۔؟" گارڈ نے دہل کر اسے دیکھا

exponovels

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔؟" وہ بدک کے اپنی جگہ سے پیچھے ہوا۔ دستگیر نے تو قیر سے شرٹ کا پہلو ہٹایا اور جینز میں اٹکا پسٹل نکال لیا۔

"دروازہ کھولو شاباش" وہ جیب سے رومال نکا کر پسٹل کو بڑے دھیان سے چمکانے لگا تھا۔ گارڈ کا حلق سوکھ گیا۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا کہ دستگیر نے سرد نظروں سے اسے سوالیہ دیکھا تو وہ خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتا دروازہ کھولنے لگا۔

"آئندہ میرے یہاں آنے پہ تم اتنے سوال نہیں کرو گے" لہجہ تنبیہہ کرتا تھا گارڈ نے جلدی سے سر ہلا دیا اور پیچھے ہو گیا۔ دستگیر قدم بڑھاتا اندر جا رہا تھا۔

لاؤنج میں اداسیوں سنگ خاموشی اور اندھیرا تھا صبح شہر پہ چھا گئی ہے اس بات کا اندر احساس نہ ہوتا تھا۔ ایک ملازمہ تھی جو اس وقت جھاڑ پونچھ کر رہی تھی۔ دستگیر کے قدموں کی چاپ پہ اس نے سر اٹھا کر دیکھا

"جیا میم صاحب کس کمرے میں ہیں۔؟" دستگیر کے چہرے پہ کوئی تاثر نہ تھا۔ رکھائی سے سوال کرنے پہ ملازمہ میں سوائے اشارہ سے کمرے کا بتانے کے کچھ پوچھنے کی ہمت نہ بچی تھی اور وہ دستگیر کے ہاتھ میں موجود پسٹل دیکھ چکی تھی۔

جس طرف ملازمہ نے اشارہ کیا دستگیر سڑھیاں چڑھ کر اب وہیں جا رہا تھا اگلے دو منٹ بعد وہ جیا کے کمرے کے باہر کھڑا تھا۔ اس نے دروازے پہ دستک دی تو اسے احساس ہوا کہ دروازہ لاک ہے اس نے ملازمہ سے گھر کے دروازوں

exponovels

کی چابیاں مانگیں اور جیا کے کمرے کے دروازے میں چابیاں لگانے لگا جیسے ہی دروازہ کھلا تو اس نے دیر سے دروازے کو دھکیلا اور وہ کھلتا چلا گیا۔

اندر کا منظر دستگیر کی امید کے عین مطابق تھا جیا بے ہوش سی فرش پہ پڑی تھی اس کے کھلے بال چہرے پہ تھے اور آنکھیں سوجھی ہوئی لگتی تھیں یقیناً وہ پوری رات رونے سے اب نڈھال ہو کر سو گئی تھی۔ دستگیر نے اسے دل گرفتی سے دیکھا اور آگے

بڑھ کر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے جیا کے سر کو اٹھا کر اپنے گھٹنے پہ رکھا اور اس کے گال محبت سے سہلانے لگا جیا کا وجود بخار میں تپ رہا تھا۔ دستگیر نے اسے پکارا

"جیا۔۔۔؟" وہ رسان سے بول رہا تھا آواز بہت آہستہ تھی۔ جیا نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں اور جب اس نے دستگیر کو سامنے دیکھا تو ایک لمحے کے لیے وہ الجھی پھر اسے سب کچھ سمجھنے میں وقت نہ لگا۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئیں

"میری ممی اور ڈیڈ کو۔۔۔" اس کے گلے میں آنسوؤں کا غول اٹک گیا تھا اسے بہت دقت ہو رہی تھی بولنے میں دستگیر نے اس کے لبوں پہ انگلی رکھی

"بس میری جان جن باتوں سے تکلیف ہوا نہیں دہرایا نہیں کرتے" اس نے جیا کو فرش سے اٹھایا اس کے آنسو پونچھے اور بیڈ پہ لا کر بٹھا دیا۔

exponovels

"میں سب کچھ جانتا ہوں میں تمہیں بتانا بھی چاہتا تھا لیکن تمہیں اپنے بھائی پہ شاید مجھ سے زیادہ بھروسہ تھا اس لیے میں خاموش رہا" اس نے گہرا سانس لیا "خیر چھوڑو ان باتوں کو اب تم روؤ گی نہیں" اس نے نرمی سے اسے وارن کیا اور بھیگی آنکھوں کو صاف کر کے وہ اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر بیڈ پہ بیٹھ گیا اور جیا کا سر دبانے لگا

"تم نے کچھ کھایا بھی نہیں ہوگا" اسے جیسے خیال آیا تو اس نے فکر سے کہا۔ "میں کچھ انتظام کرتا ہوں" جیا نے سر نہ میں لیا

"نہیں مجھے کچھ نہیں کھانا" وہ گھٹا گھٹا سا رو رہی تھی۔ آنکھیں خشک ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔ دستگیر نے اسے محبت سے دیکھا

"کچھ نہ کھانے سے کیا سب ٹھیک ہو جائے گا۔؟"

"کچھ کھا لینے اور زندہ رہنے سے کیا سب ٹھیک ہو جائے گا۔؟" اس نے دستگیر کے سوال پہ اپنا سوال داغا تو دستگیر اداسی سے مسکا دیا

"تم نے کہا تھا کہ تم اب میری ہو میری محبت، اور اب میری ہی محبت میری بات نہیں مان رہی" جیا کو اس کی بات پہ اور رونا آ گیا

"ارے بس نا" دستگیر اس کے رونے پہ بوکھلا گیا۔

"میں بہت تکلیف میں ہوں دستگیر" جیا نے سسکیوں کے درمیان کہا

"مجھ سے میرا سکون لے کر مجھے اپنا ہر دکھ دے دو" اس نے جیا کو اپنے سامنے بٹھایا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگا

"مجھ سے میرا چین لے کر اپنی ساری بے چینیاں دے دو، یہ آنسوں مجھے دے کر میری مسکان ساری تم رکھ لو، اپنے ٹوٹے دل کے بدلے میرا دل لے لو جو صرف تمہارے لیے دھڑکتا ہے اور اس سارے سودے کے بعد تم میرے سینے میں چپک سے چھپ جاؤ میں تمہیں پھر کبھی اداس نہیں ہونے دوں گا" اس نے اعتماد سے کہا جیا اسے بھیگی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ رات میں یہ بھول گئی تھی کہ اس پہ ابھی محبتوں کے سلسلے ختم نہیں ہوئے اس کے پاس

ابھی چاہنے والے لوگ ختم نہیں ہوئے اس کے پاس ابھی دستگیر ہے۔۔۔۔اور پھر جب اسے اس بات کا یقین آگیا تو اس نے دستگیر کو اپنا آپ سونپ دیا۔ دستگیر ہلکا سا مسکا دیا۔

کچھ دیر بعد وہ جیا کے ساتھ اس کے گھر کے کچن میں موجود تھا اس نے شرٹ کی آستیں اوپر چڑھالی تھیں۔ اپنے سامنے جیا کو کچن کاؤنٹر پہ بٹھا کر وہ اس کے لیے ناشتہ بنانے لگا تھا۔ جیا اسے دیکھ رہی تھی جو بلاوجہ پتہ نہیں کون کون سی باتیں کرتا جیا کو ہنسانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جیا کو اسکی ایک بات پہ نہ ہنسی آئی اور نہ ہی اسے کچھ سمجھ آیا کیونکہ دستگیر بالکل ہی عقل سے پیدل لطیفے سنا رہا تھا۔ لیکن اس کے انداز میں اتنی محبت اور جوش تھا کہ جیا کو اس پہ پیار آگیا اور وہ مسکرانے لگی آہستہ آہستہ وہ اپنا ہر زخم دستگیر کی محبت کے مرہم میں دھولے گی۔ جب دستگیر نے اسے

exponovels

مسکراتے دیکھا تواس کا جوش اور بڑھ گیا۔اور بے شک امیر حمزہ نے اس پورے ناول کے ہیر وانتہائی رن مرد لکھے ہیں۔!وہ سچ میں معصوم لڑکیوں کو ڈسٹریک کر رہے ہیں۔۔۔۔ !

____________&&&&&&&&&__________

یہ اگلے روز کی بات ہے۔

شہیر کے بنگلے میں ملازم اپنے کام میں مصروف تھے زویا اور عائشہ کچن میں کھڑیں دوپہر کے کھانے میں کیا بنایا جائے فلحال سوچ رہی تھیں۔آج لائم نے اپنے ڈیڈ کے ساتھ زویا کے رشتے پلس منگنی کے لیے آنا تھا اسے شادی کی بہت جلدی تھی زویا پہ اسے رتی برابر یقین نہیں تھا

"تمہارا کیا پتہ کب مائنڈ بدل جائے اور تم مجھے چھوڑ دو اس لیے میں تم سے فوراً شادی کرنا چاہتا ہوں" یہ لائم نے زویا کو کہا تھا

"اور اگر میں نے تمہیں شادی کے بعد چھوڑ دیا تو۔؟"اس نے ویسے ہی پوچھ لیا لائم کے چہرے پہ ایک لمحے کے لیے سایا سا آ کر گزرا پھر وہ زبردستی سا مسکرا بولا

"تو پھر میں سمجھوں گا کہ میں محبت کے معاملے میں ہمیشہ سے بدقسمت رہا ہوں کیونکہ میں نے جس سے بھی محبت کی وہ مجھے چھوڑ کر ہی گیا ہے سوائے میرے ڈیڈ کے" زویا کو اس کی بات اور لہجے پہ کچھ ہوا وہ بے ساختہ بولی

"میں مذاق کر رہی تھی"

exponovels

"پر میں مذاق نہیں کر رہا زویا میں تمہارے چھوڑ جانے پہ خود کو دنیا کا سب سے بد قسمت انسان سمجھوں گا" جیا نے اس کا ہاتھ تھاما

"اور میں ایسا تمہیں کبھی محسوس نہیں ہونے دوں گی" لائم اب کی بار مسکرایا تو اس کی مسکان زویا کو ہمیشہ جیسی خالص لگی وہ بھی مسکرادی تھی۔اس کے بعد وہ جب گھر آئی تو اس نے شہیر کو لائم کے بارے میں سب کچھ بتادیا تھا شہیر نے اسے جوابی کہا

"تم اسے بلا لو میں اتنے اس کی جانچ پڑتال کر لوں گا" زویا نے اپنا سر پیٹ لیا

"وہ اچھا ہے شہیر"

"میں نے کب کہا وہ برا ہے" اس نے حیرت سے پوچھا

"پھر جانچ پڑتال کیوں۔؟" زویا کو یہ ہو رہا تھا کہ اگر لائم کو یہ پتہ لگ گیا تو وہ برا ہی نہ مان جائے پر شہیر نے اب جو کہہ دیا تھا اس نے وہ کرنا بھی تھا۔اس لیے زویا نے لائم کو اس یقین سے بلا لیا کہ شہیر کو اس کے خلاف کچھ غلط نہیں ملے گا۔لیکن یہ تو بات تو زویا بھی نہیں جانتی تھی کہ رائٹر کے دماغ میں کچھ اور ہی چل رہا ہے۔!

____________&&&&&&&&&________________

لائم کی گاڑی میں اس کے پہلو میں اس کے ڈیڈ تھامس ایڈیسن بیٹھے تھے وہ گوری رنگت اور سرمئی آنکھوں والے شخص تھے ساٹھ کے قریب ہونے کی وجہ سے ان کے سر کے بال کچھ کچھ اڑے ہوئے تھے اور ان کے بالوں کی

رنگت سفید تھی۔ وہ ڈنر سوٹ میں ملبوس تھے۔لائم انہیں زویا اور اس کی فیملی کے متعلق بہت بار کی طرح دوبارہ بتا رہا تھا اور اس کے ڈیڈ اس کی بات بہت توجہ سے سن رہے تھے کیونکہ انہیں اپنے بیٹے سے بہت محبت تھی۔

)شہیر کے آفس کی راہداری میں دستگیر چلتا شہیر کے کیبن کی جانب بڑھ رہا تھا اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا اور چہرے پہ سوائے الجھن کے کچھ نہ تھا(

ان کی گاڑی چلتی شہیر کے بنگلے کے داخلی دروازے کے سامنے رکی گارڈ کو ان کے آنے کی خبر تھی اس لیے اس نے دروازہ کھولا اور لائم کی گاڑی روش پہ چلتی پورچ میں آ رکی زویا اسے ریسیو کرنے کے لیے پہلے ہی عائشہ کے ساتھ کھڑی تھی وہ خوش دکھائی دیتی تھی

)شہیر کے کیبن میں جب دستگیر داخل ہو کر اس کے سامنے آیا۔اس نے لفافہ کھول کر اس میں سے کچھ تصویریں نکال کر شہیر کے سامنے رکھیں اور اسے سب کچھ بتانے لگا جو اسے لائم کے بارے میں چھان بین کرتے وقت پتہ چلا تھا اس سب کو سن کر شہیر کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔جب دستگیر نے اپنی ساری بات مکمل کر لی تو شہیر کی آنکھوں میں اشتعال نے سر اٹھایا

"دھوکے باز۔۔!"اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ کر کہا کہ تبھی اس کا فون بجا(

لائم اور اس کے ڈیڈ لاؤنج میں آ بیٹھے تھے عائشہ ایک کونے میں کھڑی شہیر کو فون پہ کہہ رہی تھی کہ مہمان آ گئے ہیں اب وہ بھی گھر آ جائے۔۔۔

exponovels

")تم انہیں بٹھاؤ میں آرہا ہوں "اس نے کہہ کر فون بند کیا اور اپنا کوٹ نشست کی پشت سے اتار کر وہ دستگیر کے ہمراہ کیبن سے باہر نکل گیا تھا۔ پارکینگ ایریا میں آکر وہ گاڑی میں بیٹھے اور بنگلے کی جانب بڑھنے لگے۔ آسمان پہ گھنگھور بادل چھائے تھے بارش برس جانے کو تیار تھی اس بارش میں طوفان کے آثار بھی دکھائی دیتے تھے کسی کا دل ٹوٹنے والا تھا اور یہ ٹوٹا دل اسے موت کے دہانے پہ لا کھڑا کرے گا(

_&&&&&&&&&____________

لاؤنج میں بیٹھا لائم گہری بولتی نظروں سے زویا کو دیکھ رہا تھا۔ عائشہ کچن میں کھانے کے معاملات مکمل رہی تھی۔ جب اسے وہاں کی تسلی ہوگئی تو وہ صوفے پہ سمٹ کر بیٹھی زویا کے پہلو میں آگئی۔ لائم کے ابو کافی اچھے مزاج کے مالک تھے ان کی باتیں محظوظ کن تھیں۔ بریٹش لہجے والے وہ ایک معصوم شخصیت کے حامل تھے وہ ہنستے تھے تو مسکراہٹ خود ہی عائشہ کے لبوں پہ بکھر جاتی تھی۔ عائشہ کو بے ساختہ اپنے ابو کا خیال آیا تو اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ سے گئے اس نے احتیاط سے بغیر کسی کو احساس دلائے اپنی نم آنکھیں پونچھ لیں اور شہیر کا انتظار کرنے لگی۔

زویا کو ملازمہ نے کسی کام کے لیے اپنی طرف آنے کا کہا تو وہ اٹھ کر ڈائننگ کی طرف بڑھی ہی تھی کہ پیچھے سے شہیر گھر میں داخل ہوا اس کے اندر آتے ہی عائشہ مسکرائی

exponovels

"شہیر بھی آ گئے" وہ کہہ کر اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی شہیر جیسے ہی قدم اٹھاتا اس کے قریب ہوا تو عائشہ کا ماتھا ٹھنکا اس کے تاثر کچھ خاص اچھے دکھائی نہ دیتے تھے۔ وہ آندھی طوفان کی طرح چلتا ہوا لائم کے سامنے آیا لائم جو اس سے ملنے کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ شہیر نے اس کے ماتھے پہ پسٹل رکھا۔

"ہیلن مارگیٹ سے تمہارا کیا رشتہ ہے اور تم ارمان کے لیے کب سے کام کر رہے ہو۔؟" زویا ڈائننگ کے دروازے سے نکل رہی تھی اور شہیر کے اس جملے نے اسے پتھر کا کر دیا تھا۔ عائشہ نے چونک کر شہیر کو دیکھا جبکہ لائم اور اس کے ڈیڈ ساکت رہ گئے تھے۔

"ہم اس عورت کو نہیں جانتے" لائم کے ڈیڈ نے آگے بڑھ کر شہیر کو کہا شہیر نے کھا جانے والی نظروں سے انہیں دیکھا اسی وقت دستگیر آگے بڑھا اور کچھ تصاویر نکال کر شہیر کے ہاتھ میں تھما دیں

"پھر یہ سب کیا ہے۔؟" ان تصویروں میں لائم ہیلن کی گود میں موجود تھا لائم ان تصویروں میں سال کا لگتا تھا ہیلن کے پہلو میں لائم کے ڈیڈ تھامس ایڈیسن کھڑے دکھائی دیتے تھے وہ ایک مکمل فیملی کی طرح خوش تھے۔ لائم کا دماغ ان تصویروں کو دیکھ کر بھک سے اڑ گیا۔ جس سب کو وہ مکمل بھول گیا تھا وہ آج اس طرح سے اس کے سامنے آئے گا یہ لائم نے سوچا نہیں تھا۔ تھامس ایڈیسن خود کچھ لمحے کچھ نہ بول سکے پھر انہوں نے آگے بڑھ کر لائم کا ہاتھ تھاما

"چلو لائم یہاں سے" شہیر نے جبڑے بھینچ کر انہیں دیکھا

"ایسے تو تم دونوں کبھی یہاں سے نہیں جا سکتے" وہ ہر طرح کے لحاظ کو بلائے طاق رکھ کر بولا تھا۔ عائشہ نے اسے ہمت کر کے ٹوکا

" شہیر کیا کر رہے ہیں آپ یہ "زویا کا بھی سکوت ٹوٹا تھا وہ بھی عائشہ کے قریب آگئی تھی۔ شہیر نے گردن ترچھی کر کے عائشہ کو دیکھا

"میرے معاملے میں کوئی دخل اندازی کرے مجھے پسند نہیں" عائشہ پہ گھڑوں پانی آ گرا۔اس کے حلق میں آنسو اٹک گئے۔ شہیر کے لہجے میں اس وقت کوئی مروت و محبت نہ تھی۔لائم کے ڈیڈ نے شہیر کو دیکھا

"ہم کسی ارمان کو نہیں جانتے"

"ہیلن کو تو جانتے ہو نا۔؟"اس نے فوراً پوچھا۔لائم کے ڈیڈ نے گہرا سانس لیا

"ہاں میں جانتا ہوں ہیلن کو"زویا نے لائم کی آنکھوں میں نمی کو اترتے دیکھا اسے لگا پوری دنیا ہی آج رو دے گی۔ باہر بنگلے پہ بادل برسنے لگے تھے تڑاتڑ گرتی بارش کھڑکیوں کے شیشوں پہ ٹھہرتی اور پھر پھسل جاتی۔اندر سب کچھ ہی بدل گیا تھا۔ تھامس ایڈیسن جیسے ہیلن کے نام سے ہی تھک گئے تھے انہوں نے لائم کا ہاتھ اپنے لرزتے ہاتھ سے تھاما لائم نے انہیں بے ساختہ صوفے بٹھایا اور خود ان کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ شہیر ویسے ہی موت کے فرشتے کی طرح ان کے سروں پہ کھڑا تھا۔ایڈیسن نے چہرہ اٹھایا اور شہیر کو دیکھ کر کہنا شروع کیا

"اس کا نام ہیلن مارگیٹ شادی سے پہلے تھا لیکن جب اس کی مجھ سے شادی ہوئی تھی تو وہ مسز ایڈیسن ہو گئی تھی لیکن جب اس نے مجھ سے تعلق ختم کیا تو اپنے نام کے ساتھ سے میرا نام بھی ہٹا دیا وہ پھر سے ہیلن مارگیٹ ہو گئی تھی"

اب یہاں سے شروع ہوتا ہے ہماری کہانی کا آخری پہلو

exponovels

"ہیلن مارگیٹ ایڈیسن کا ہیلن مارگیٹ بننے کا سفر "

ہیلن کا تعلق امریکہ کے گاؤں چلی (chille) سے تھا لیکن وہ نیویارک کی ایک فارم میں کام کرتی تھی یہ فارم دوسرے ملکوں میں ملازموں کو بھیجا کرتی تھی اسی فارم کے زریعے ہیلن پاکستان ارمان کی فیملی کے گھر آئی تھی۔

ہیلن پہلے ارمان کی ممی کے ابائی گھر میں ملازمہ تھی لیکن جب ارمان کی ممی کی

شادی اس کے ڈیڈ سے ہوئی تو وہ اپنے ساتھ ہیلن کو بھی لے آئیں کیونکہ انہوں نے کبھی ہیلن کو ملازمہ سمجھا ہی نہیں تھا ہیلن ان کے لیے ان کی ایک دوست جیسی تھی۔اس لیے وہ ہیلن کو شادی کے بعد اپنے ساتھ لے آئیں ہیلن بھی اس وقت شادی شدہ تھی اس کے شوہر کا نام "تھامس ایڈیسن" تھا۔اس کی شادی کو کچھ مہینے ہوئے تھے لیکن کام کی وجہ سے ہیلن واپس آگئی تھی۔

ارمان کی ممی شادی کے بعد ہنی مون کے لیے امریکہ گئی تو ہیلن بھی انہی کے ساتھ اپنے گاؤں واپس آگئی۔ ہیلن کے خواب ہمیشہ سے بہت اونچے تھے ایڈیس ایک ٹرک ڈرائیور تھے ان کی کمائی اور ہیلن کی کمائی ان دونوں کی اچھی زندگی کے لیے کافی تھی لیکن ہیلن اس سے بھی زیادہ چاہتی تھی وہ اپنے شوہر کو کہتی

"میں تھک گئی ہوں ملازمہ کے پیشے سے اب میرا دل کرتا ہے میں نیویارک میں اپنا مکان بناؤں ہم چھٹیوں کے لیے پورے امریکہ میں گھومیں ہمارے ہونے والے بچے اچھے اسکولوں میں پڑھیں اور ہمارے پاس سب کچھ ہو"

ایڈیسن مسکرا دیتے

exponovels

"دیکھنا خدا ہمیں ایک دن یہ سب کچھ لازمی دیے گا بس تم صبر سے کام لو" لیکن ہیلن میں صبر نہیں تھا۔انہی دنوں وہ امید سے ہو گئی اور اسے اپنے گاؤں ڈلیوری تک رکنا پڑا جو اس کے لیے بہت مشکل ہو گیا تھا اس کا اب اپنے لکڑی کے مکان میں دم گھٹتا تھا وہ بس اپنے گاؤں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔وہ چڑی چڑی رہتی تھی۔ایڈیسن ایک اچھے شوہر تھے وہ ہیلن سے بہت محبت کرتے تھے وہ ہیلن کی دلجوئی کے لیے سب کچھ کرنے کی کوشش کرتے تھے لیکن ہیلن نے جیسے ہی لائم کو جنم دیا تو وہ اسے اپنے شوہر کے حوالے کر کے پاکستان آ گئی۔ایڈیسن نے انہیں کہا بھی کہ بچہ ابھی چھوٹا ہے وہ کیسے کام کے ساتھ لائم کو بھی سنبھالیں گے لیکن وہ نہ مانیں اور پاکستان آ گئیں انہیں پاکستان "ملک پیلس" میں گئے ابھی دو ماہ ہی ہوئے تھے کہ وہ واپس اپنے گاؤں آ گئیں ایڈیسن کو حیرت ہوئی انہوں نے رات میں ہیلن کو اپنے پاس بٹھایا اور اس کے آنے کی وجہ پوچھی تو ہیلن جوش سے بتانے لگی

"میری مالکن کو ایک ایسی عورت چاہیے جو انہیں بچہ پیدا کر کے دے سکے اس کے بدلے وہ اس عورت کو ڈھیر سارے پیسے دے گی کیونکہ وہ نہیں چاہتیں کہ بچہ پیدا کرنے سے ان کا فگر خراب ہو جائے وہ بعد کے موٹاپے اور بیماریوں سے ڈرتیں ہیں" ایڈیسن اس کی بات پہ الجھے لیکن اگلی بات نے ان کے پیروں تلے زمین کھسکا دی

"وہ چاہتی ہیں کہ میں یہ کام کروں" ایڈیسن کو ان کی بات پہ غصہ آ گیا

"تم پیسوں کے لیے غیر مرد سے تعلق قائم کرو گی۔؟" ہیلن نے نہ میں سر ہلایا

"نہیں ایڈیسن" اس نے ایڈیسن کے ہاتھ تھامے اور ان کی طرف چہرہ کر کے کہنے لگی۔

"وہ سروگیسی کروانا چاہتی ہیں "

exponovels

"یہ کیا ہوتی ہے۔؟ "

"سروگیسی میں ایک عورت کی کوکھ کو کرائے پہ لیا جاتا ہے"

)ہیلن مارگیٹ ایڈیسن سروگیسی کے لیے تیار تھی سروگیسی کے لیے ہیلن کو نیویارک بھجوادیا گیا تھا جہاں اس کے ساتھ ارمان کے ڈیڈ ملک اور اس کی ممی بھی تھے(

"اس کوکھ میں عورت کے ایگز اور مرد کے جراثیم رکھے جاتے ہیں اور حمل کا عمل شروع کیا جاتا ہے حمل کے دوران بچے کی نشونما کے لیے جو خون درکار ہوتا ہے صرف وہی اس کوکھ والی عورت کا لگتا ہے لیکن ڈی این اے بچے کے اصل ماں باپ کا ہی ہوتا ہے اس طرح وہ اپنی اولاد اپنے حسب نسب کے ساتھ پیدا کرواتے ہیں"

)سروگیسی کے نو ماہ تک ہیلن کی ہر چیز کا خیال ملک اور ان کی بیوی نے خود سے زیادہ کیا اور جیسے ہی ہیلن نے ارمان کو جنم دیا تو وہ اپنی اصل ماں کے آغوش میں چلا گیا۔ جیا بھی ہیلن سے سروگیسی کے ذریعے ہی ہوئی تھی(

"اور بعد میں اس سب کے وہ مجھے بہت سارے پیسے دیں گے جس سے ہم اپنا ایک الگ مکان لے سکیں گے ہم اچھی زندگی گزار سکیں گے" ہیلن کا لہجہ اصرار کرتا تھا ایڈیسن نے منع کیا پر وہ ضد پر اتر آئی تو ایڈیسن کو ماننا پڑا۔

________&&&&&&&__________

پر جب ہیلن نے ارمان اور جیا کو پیدا کر دیا اور رقم لے لی تو اسے وہ بھی تھوڑی لگی اور اس کا ارادہ بدل گیا۔ اس نے ارمان کو پلانے کے ساتھ ساتھ جیا کو پلانے کی بھی ذمہ داری لے لی ارمان اور جیا میں چار سال کا فرق تھا۔ اس وقت

لائم بھی پانچ سال کا ہو گیا تھا لیکن وہ اپنے ڈیڈ کے ساتھ چیلی میں ہی رہتا تھا اور ماں سے اس کی ملاقات کم ہی ہوتی لیکن اسے پھر بھی اپنی ماں سے بہت محبت تھی اور یہاں ہیلن کے دماغ میں کچھ اور ہی چلنے لگا تھا

وہ بڑے ہوتے ارمان کی برین واشنگ کرنے لگی تھی۔ارمان کی ممی جب پارٹیز کے لیے گھر سے جاتیں تو ارمان کو ہیلن کے پاس ہی چھوڑ جاتی تھیں۔ارمان سوتا بھی ہیلن کے ساتھ ہی تھا وہ ہیلن کے ساتھ بچپن ہی سے تھا اس لیے ہیلن نے اسے اپنا بنانے کا فیصلہ کیا اس نے ارمان کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہی اس کی ماں ہے اور ملک نے ان پہ دوسری عورت کو ترجیح دے دی ہے اور اب وہ ہیلن کو اپنی بیوی نہیں مانتے وہ ایک دن ہیلن کو ارمان اور جیا سے دور کر دیں گے ارمان کے کچے ذہین نے اس بات کو اپنے دماغ میں پکا کر لیا۔ہیلن جانتی تھی کہ ایک دن ارمان بڑا ہو کر اس کے حق میں بولے گا اور اگر کسی نے اس کا ساتھ نہ بھی دیا تو ارمان ضرور دے گا اس لیے وہ اپنے شوہر ایڈیسن اور بیٹے کو چھوڑ کر پاکستان میں ہی رہنے لگی۔

ارمان جیسے ہی جوان ہوا تو اس نے اپنی طرف سے آخری پتہ پھینکا اور ایک دن وہ ملک کے سامنے ان کی بیوی کی حیثیت سے کھڑی ہو گئی وہ جانتی تھی کہ ارمان اس وقت کمرے میں موجود ہے وہ انہیں ضرور دیکھ رہا ہو گا وہ رو رو کر ملک کو اپنا شوہر کہہ رہی تھی اور ایک ایسا شوہر جس نے ہیلن کو دھوکا دیا اور ارمان کی ممی اور ڈیڈ اس بات سے حیران تھے کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ ایک دن ایک ملازمہ جسے وہ سروگیسی کے پیسے بھی دے چکے ہیں، منہ کو آئے گی اور ان کی اولاد کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ارمان کی ممی نے بغیر تامل ہیلن کو گھر سے نکال دیا۔ہیلن جانتی تھی وہ اس گھر سے خالی ہاتھ نہیں جا رہی وہ بہت کچھ جیت گئی ہے۔

exponovels

اسے اس کی جیت کا احساس اس دن ہو جب ارمان ان کے پاس آیا اس نے ہیلن کو کہا تھا کہ جب وہ پڑھ لکھ کر دوسرے ملک سے واپس آجائے گا تو وہ ہیلن کو اس گھٹیا جگہ سے لے جائے گا اور ہیلن کو اب بس اسی چیز کا انتظار تھا اس کے پاس پیسے بہت تھے لیکن وہ ارمان کو یہی تاثر دیتی رہی کہ وہ انتہائی غریب ہے اس لیے ارمان جلد از جلد واپس آکر اسے سنبھال لے۔ارمان تو چلا گیا تھا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

ارمان کے جانے کے بعد ہیلن کی طبیعت خراب رہنے لگی اور اس کے جسم کا آدھا حصہ مفلوج ہو گیا اس نے اپنا علاج بھی کروایا لیکن علاج سے کوئی فرق نہ پڑا۔اس کے پیروں میں زخم ہونے لگے جن سے ہر وقت خون رستا رہتا تھا وہ زخم ٹھیک ہونے کا نام ہی نہیں لیتے تھے وقت کے ساتھ ساتھ وہ زخم اس کے پورے جسم پہ ہو گئے وہ بالکل بے بس ہو گئی تھی اسے بعد میں پتہ چلا کہ وہ کوڑھی ہو گئی ہے۔اس کے ارد گرد والوں نے اس سے بولنا چھوڑ دیا تھا اس کے گھر کوئی بھی نہ آتا تھا اور یوں ہیلن نے اپنی بیمار کے

ساتھ آنکھیں موندلیں اس کی لاش کو عسائیوں کے قبرستان میں ایدھی سینٹر کے اہلکاروں نے دفنا دیا تھا کیونکہ محلے والے اس کی لاش کو بھی چھوانا نہیں چاہتے تھے جب تک ارمان واپس آیا ہیلن اس دنیا کو چھوڑ کر جا چکی تھی اور ارمان کے دل میں یہ بات ہمیشہ کے لیے رہ گئی کہ ہیلن کی موت کے زمہ دار ملک اور اس کی بیوی ہیں۔۔۔۔

__________&&&&&&&&&&____________

ایڈیسن نے شہیر کو ایک ایک بات بتادی تھی لاؤنج میں سب کو سانپ سونگھ گیا تھا شہیر نے کھوئے ہوئے انداز سے تھامس ایڈیسن اور لائم کو دیکھا ان دونوں کی ہی آنکھیں نم تھیں

exponovels

"ایک عورت کے لالچ نے کتنی زندگیاں خراب کر دیں" اس نے زیرِ لب کہا اور پسٹل کو میز پہ رکھ دیا۔ لائم کے ڈیڈ کھڑے ہو گئے تھے انہوں نے لائم کے آنسو صاف کیے

"ہم نے ہیلن کے بغیر بہت مشکل سے سنبھلنا سیکھا ہے میرے بیٹے نے اپنی ماں کو بہت مشکل سے بھلایا ہے ہیلن نے یہاں آنے کے بعد ہمیں کبھی پلٹ کر نہیں دیکھا اور ہم یہ نہیں جانتے کہ ارمان کون ہے بلکہ ہم تو یہ تک نہیں جانتے کہ ہیلن کس کے گھر کام کرتی تھی اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے تو میں ان کی ایک امانت جو میرے پاس ہے وہ انہیں دے دوں" شہیر دھیرے سے بولا

"وہ ملک میرے بڑے پاپا تھے ارمان انہی کا بیٹا ہے جو آج تک یہ سمجھتا ہے کہ ہیلن اس کی ماں ہے" لائم اور اس کے ڈیڈ کو دھکا لگا تھا وہ دونوں وہیں تھم کر رہ گئے تھے۔ عائشہ نے زویا کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا زویا کے چہرے پہ آنسو پھسل رہے تھے۔۔۔

__________&&&&&&_________

ہیلن مارگیٹ کا آخری خط۔۔۔!

پیارے ایڈیسن امید کرتی ہوں تم ہمیشہ کی طرح خوش ہو گے اور لائم بہت بڑا ہو چکا ہو گا یقیناً تم دونوں مجھے بھلا چکے ہو گے لیکن میں تم سب کو نہیں بھلا سکی تھا مس میں اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ہوں میں نے تمہارے ساتھ اور لائم کے ساتھ بہت برا کیا جس کی سزا مجھے مل رہی ہے پر سب سے زیادہ برا میں نے اس بچے کے ساتھ کیا جس کا نام ارمان ہے

exponovels

)تھامس ایڈیسن لائم کے ساتھ گاڑی میں بیٹھے تھے ان کی گاڑی پولیس اسٹیشن کے سامنے رکی تو وہ دونوں نکل کر پولیس اسٹیشن میں گئے اور سامنے بیٹھے اہلکار سے انہوں نے کہا

"ہم نے ارمان ملک سے ملنا ہے("

ارمان کے ساتھ میں نے سب سے زیادہ برا کیا ہے میں نے اس بچے کے دماغ میں یہ بات اتنی پختہ کر دی کے میں ہی اس کی ماں ہوں وہ مجھے اب اپنی ماں سمجھتا ہے اور اپنے اصل ماں باپ کو اپنا دشمن مجھے ڈر ہے کہ وہ کچھ غلط نہ کر بیٹھے اس لیے میں چاہتی ہوں کہ تم میرا یہ معافی نامہ اس تک پہنچا دو اور سب سچ بتا دو کہ میں اس کی ماں نہیں تھی

)وہ دونوں اس وقت ارمان کے سامنے کھڑے اسے وہ خط دے رہے تھے ارمان نے لرزتے ہاتھوں سے وہ خط لیا جو ہیلن نے اس کے لیے لکھا تھا اور جیسے جیسے ارمان خط پڑھتا گیا اس کے اعصاب شل ہوتے گئے(

میں اس کی کچھ نہیں لگتی میں نے اسے پیدا تو کیا ہے لیکن اس کی رگوں میں اس کے اصل ماں باپ کا ہی خون ہے وہ نہ میرا ہے اور نہ میرے مذہب کا ہے تم اسے اس کے اصل مذہب تک بھی پہچانے کی کوشش کرنا میں جانتی ہوں کسی کو دھوکے سے اپنے مذہب میں شامل کر لینا بھی ایک گناہ ہے اور میں اتنا بڑا گناہ اپنے سر نہیں لے سکتی تم نے تھامس اب سب کچھ ٹھیک کرنا ہے میں تم سے صرف گزارش کر سکتی ہوں اور تمہیں اس محبت کا واسطہ دے سکتی ہوں جو تم نے کبھی مجھ سے کی تھی۔ میری آخرت آسان کر دینا تھامس۔۔۔ تمہاری لائم اور ارمان کی مجرم

" ہیلن مارگیٹ"

exponovels

)ارمان سب کچھ پڑھ چکا تھا لائم اور اس کے ڈیڈ بہت دیر تک اسے سمجھاتے رہے پھر وہ وہاں سے چلے گئے ارمان نے ان کے جانے کے بہت دیر بعد چہرہ اٹھایا تو اس کی آنکھیں جل رہی تھیں

"سب نے مجھے دھوکا دیا" اس نے آنکھوں کو رگڑا اور کھڑا ہو گیا اس نے اب کھیل ختم کرنا تھا وہ سلاخوں کی طرف بڑھا اور اس نے سلاخوں کے درمیان سے ہاتھ آگے بڑھایا۔اس کے سیل کے پاس کھڑے اہلکار نے اس کے ہاتھ میں جیل کی چابی رکھ دی ارمان کے لیے یہاں سے نکلنا مشکل نہیں تھا اس نے تالے کو کھولا اور اہلکار کے پیچھے چلنے لگا وہ ایک پچھلے دروازے سے ارمان کے نکلنے کا انتظام پہلے ہی کر چکا تھا(

بھیگے بنگلے کے سامنے موجود سڑک پہ درختوں کے پتے گرے تھے ان کا رنگ زرد تھا اور تیر گی ان پہ بارش کے قطروں کے ساتھ لپٹی تھی۔ہوا میں نمی تھی لیکن بارش تھم چکی تھی۔بہت دیر سے برستی بارش اب خاموش ہو گئی تھی۔بنگلے کے اندر موجود شہیر کی طرح جو صوفے پہ گم صم سا بیٹھا تھا اسے آج پہلی بار احساس ہو رہا تھا کہ اس نے جذبات میں آکر کتنا غلط کیا اس نے سب کچھ ہی بگاڑ دیا زویا لائم وغیرہ کے جانے کے بعد خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی اس نے اس کی بھیگی آنکھیں دیکھ لی تھیں عائشہ نے اسے اس کے گزشتہ رویے کے لیے معاف کر دیا تھا اب وہ اس کی ہمدرد بن کر اسے خاموشی سے دیکھ رہی تھی شہیر نے چہرہ اٹھایا

exponovels

"مجھے لگا کہ وہ ہیلن کو جانتے ہیں تو ان کا ارمان سے تعلق ہو گا وہ ارمان کے لیے کام کرتے ہوں گے میں زویا کو دکھی نہیں ہونے دینا چاہتا تھا" وہ نجانے کس کو صفائیاں دے رہا تھا عائشہ نے سر ہلایا "میں سمجھ سکتی ہوں شہیر آپ نے کچھ غلط نہیں کیا" شہیر نے سر نفی میں ہلایا

"نہیں میں نے بہت کچھ غلط کر دیا ہے میں بہت کچھ بھول بھی گیا ہوں مجھے سب ٹھیک کرنا ہے" وہ کھڑا ہو گیا

"کہاں جا رہے ہیں آپ۔؟" عائشہ نے پریشانی سے پوچھا

"میں وہ کام کرنے جا رہا ہوں جو میں بھول گیا تھا اس کے بعد میں لائم کے گھر جاؤں گا" وہ کہتے ہی باہر کی جانب بڑھ گیا عائشہ اسے روک نہ سکی تھی وہ کچھ دیر وہاں اکیلی کھڑی رہی پھر زویا کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

اس نے زویا کے کمرے کو ناک کیا

"کھلا ہے آ جاؤ" عائشہ زویا کی آواز پہ چونکی تھی اس کی آواز سنبھلی ہوئی لگتی تھی اس نے تیزی سے دروازہ کھولا زویا ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی لوشن ہاتھوں پہ مل رہی تھی اس نے گردن ترچھی کر کے عائشہ کو دیکھا

"مجھے پتہ تھا تم آؤ گی اس لیے دروازہ بند نہیں کیا تھا آؤ بیٹھو نا" وہ مسکرا کر بول رہی تھی عائشہ کو چکر سا آیا وہ کبھی ان دونوں کو سمجھ نہیں سکے گی

"کیا دیکھ رہی ہو۔؟" زویا نے بھنویں سکیڑ کر عائشہ کا چہرہ دیکھا جو قدم قدم چلتی اس کے پیچھے آ رکی تھی

"مجھے لگا تھا تم رو رہی ہو گی" زویا اس کی بات پہ تعجب سے بولی

"اور میں کیوں روؤں گی۔؟" وہ کھڑی ہو گئی تھی اس کا رخ عائشہ کے سامنے تھا

exponovels

"لائم وغیرہ۔۔۔۔۔"اس سے پوری بات نہ کہی گی۔زویانے گہرا سانس لیا

"مجھے اس وقت دکھ ہوا تھا جب شہیر نے بغیر سوچ سمجھے لائم کے ماتھے پہ پسٹل رکھا تھا اور مجھے اس وقت بھی تکلیف ہوئی تھی جب لائم خاموشی سے یہاں سے چلا گیا اور میں اس لیے کمرے میں آگئی تھی کیونکہ مجھے وقت چاہیے تھا میں نے جو کچھ ہوا اسے ہر پہلو سے دیکھا اور پھر میرا سارا دکھ اور

شہیر پہ غصہ ختم ہو گیا کیونکہ جس اینگل سے شہیر نے اس معاملے کو دیکھا اس کا ردِ عمل جائز تھا میں بھی ہوتی تو یہی سوچتی جو شہیر نے سوچا کیونکہ شہیر دودھ کا جلا ہے وہ چھاج بھی پھونک کر پیئے گا اور تمہیں پتہ ہے وہ میرے پاس مجھے منانے کیوں نہیں آیا۔؟"اس نے ایک ہی سانس میں اپنی بات مکمل کر کے سوال کیا عائشہ ہونق کی طرح اسکا منہ دیکھتی رہی پھر اس نے سر نہ میں ہلا دیا

"کیونکہ وہ جانتا ہے میں اس سے ناراض نہیں ہوتی وہ انہیں منائے گا جو ناراض ہو سکتے ہیں زویا شہیر سے ناراض نہیں ہوتی شہیر کے لیے زویا نے لفظ ناراضی کو اپنی ڈکشنری سے ختم کر دیا ہے میں شہیر کو بہت اچھے سے سمجھتی ہوں وہ میرا برا کبھی نہیں کر سکتا"اس نے عائشہ کے شانے پہ ہاتھ رکھا

"چائے پیئو گی۔۔؟"عائشہ کا سکوت ٹوٹا اس نے سرہاں میں ہلا دیا۔زویا اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر کی جانب بڑھنے لگی تھی اس نے عائشہ کو لاؤنج میں لا کر صوفے پہ بٹھایا

"اور تم لائم کی بھی فکر مت کرنا وہ مجھ سے ناراض نہیں ہوتا وہ بھی بس دکھی ہوا ہے شہیر کے جانے پہ مان جائے گا" وہ رکی "شہیر انہیں کی طرف گیا ہے نا۔؟"عائشہ نے سرناں میں ہلایا

"نہیں وہ کوئی کام کرنے گئے ہیں پھر لائم کی طرف جائیں گے" زویا نے سر ہلایا عائشہ اس لڑکی کو رشک سے دیکھ رہی تھی وہ کتنے اچھے سے شہیر کو جانتی اور مانتی تھی اور اس کی جگہ عائشہ ہوتی تو اب تک رو رو کر شہیر کو کتنا ہی برا بھلا کہہ دیتی۔۔۔اس نے خود کو ملال کیا اور زویا کو دیکھنے لگی جو ملازمہ کو کہہ رہی تھی

"پہلے چائے بنادو پھر تم گیسٹ روم صاف کر دینا" عائشہ نے اس کی بات پہ الجھ کر پوچھا

"کیا کوئی آرہا ہے۔؟" کیونکہ اسے جہاں تک پتہ تھا لائم کے علاوہ آج کسی نے نہیں آنا تھا

"ہاں وہ جیا کو لینے گیا ہے ارمان کے بعد وہ وہاں اکیلی ہے نا اس لیے" عائشہ کو جھٹکا لگا۔

"وہ تو یہ نہیں کہہ کر گئے تھے" زویا مسکرائی اس کی مسکان میں مسٹری تھی

"وہ بتاتا ہی تو نہیں ہے بس کر جاتا ہے دیکھنا وہ آئے گا تو اس کے ساتھ جیا ہو گی" عائشہ کو اس کی بات پہ یقین نہ آیا تھا پر وہ خاموش ہو گئی تھی زویا بھی ملازمہ کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔۔۔

__________&&&&&&&&&__________

وہ بہت بے تکلفی سے جیا کے کمرے میں اس کی الماری سے کپڑے نکال رہا تھا جیا جھنجھلائی سی اس کے پیچھے کھڑی تھی

"مجھے کہیں نہیں جانا" شہیر نے ایسے ظاہر کیا جیسے سنا ہی نہیں وہ پلٹا اور سارے کپڑے لا کر اس نے بیڈ پہ رکھے بیگ میں ڈال دیے

"تمہیں سنائی نہیں دے رہا۔؟" جیا غرا کر بولی۔ شہیر نے پلٹ کر اسے ناگواری سے دیکھا

exponovels

"تم جانتی ہو میں تمہاری نہیں مانوں گا" جیا اس کی بات پہ چیخی

"تم مجھے میرے حال پہ کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔؟" اس کا گلا رندھ گیا تھا

"فیملی کسی بھی حال میں ہو انہیں چھوڑا نہیں جاتا جب تک ارمان یہاں تھا مجھے تسلی تھی کہ تم اکیلی نہیں ہو لیکن میں اب تمہاری طرف سے پریشان رہوں گا اس لیے تمہیں اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں" جیا کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں

"میں اسی ارمان کی بہن ہوں جس نے تمہارے ڈیڈ۔۔۔۔" شہیر نے اس کے لبوں پہ انگلی رکھی

"ششششششش۔!" جیا خاموش ہو گئی اس کی آنکھوں سے موتی بھرتے جا رہے تھے شہیر نے انہیں سمیٹا

"ارمان کو ہم نے چانس دینا ہے جیا وہ بہت بڑے مسئلے اور غلط فہمی میں ہے" جیا اس کی بات پہ الجھی

"مطلب۔؟" شہیر نے سر ہلایا

"سب بتاؤں گا پہلے تم میرے ساتھ چلو" جیا نے سر نہ میں ہلایا

"میں نہیں جانا چاہتی کہیں بھی"

"تم مجھ سے تھپڑ کھا کر بھی تو جاؤ گی اور میں نہیں چاہتا کہ میں ایسی کچھ کروں اس لیے چلو" وہ بالکل سنجیدگی سے بول کر اس کا بیگ اٹھا چکا تھا۔ جیا نے بے بسی سے اسے دیکھا

"باہر آؤ جلدی" وہ کہہ کر چلا گیا جیا کے پاس اب شہیر کے ساتھ جانے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے پیچھے چل پڑی۔

___________&&&&&&&&________

exponovels

exponovels

For more visit (exponovels.com)

عائشہ زویا کے ساتھ منتظر سی بیٹھی کنکھیوں سے داخلی دروازے کو دیکھ رہی تھی اسے زویا کی بات پہ یقین نہیں آرہا تھا کہ شہیر جیا کو لینے گیا ہے۔۔۔اگر ایسا کچھ ہوتا تو وہ ذکر تو لازمی کرتا(جیسے وہ پہلے ہر کام عائشہ سے مشورہ کر کے کرتا ہے)اس کا یقین تب ٹوٹا جب اس نے شہیر کے ہاتھ میں بیگ اور پہلو میں جیا کو دیکھا۔وہ ہچکچاتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی زویا نے مسکرا کر عائشہ کو دیکھا عائشہ کو اس کی نظریں جتاتی سی لگیں اور وہ جل کر رہ گئی۔اس کا دل کیا وہ شہیر کے دو لگا دے یہ بندہ پتہ نہیں کیسا تھا کہتا ایسے تھا کہ عائشہ اس کے لیے سب کچھ ہے اور اسے اہمیت زرہ برابر بھی نہیں دیتا تھا عائشہ کا خون جل کر رہ گیا۔

"کیسی ہو جیا" زویا اپنائیت سے اس کے گلے لگی تھی جیا کی ہچکچاہٹ ویسی ہی تھی اس نے مسکرانے کی ناکام سی کوشش کی لیکن اس کی آنکھیں آزردہ تھیں شہیر اسے راستے میں لائم والی ساری کہانی بھی سنا چکا تھا جیا کا دماغ گول گول گھومنے لگا تھا اس کے لیے یہ بھی ایک جھٹک ہی تھا کہ وہ اپنی ماں کی کوکھ کی جنی نہیں ہے وہ ایک نوکرانی کے پیٹ سے ہے۔۔۔

اس کے دکھ میں اور اضافہ ہو گیا۔جیا کا دل رونے کو کر رہا تھا وہ چھپ کر ڈھیر سارا رونا چاہتی تھی زویا اس سے گلے مل کر دور ہوئی تو جیا کی نظر عائشہ پہ پڑی جو پیچھے سینے پہ بازو لپیٹے کھڑی تھی۔جیا کو نجانے کیوں عائشہ کو دیکھ کر ترس آیا۔وہ قدم قدم چلتی خود ہی عائشہ کے پاس آگئی۔شہیر نے جیا کا بیگ ملازم کو دے دیا تھا وہ اب جیا کو دیکھ رہا تھا جو عائشہ کے مقابل کھڑی تھی

exponovels

"میرے بھائی نے تمہارے ساتھ بھی بہت غلط کیا ہے انہیں اس سب میں تمہیں درمیان میں نہیں لانا چاہیے تھا میں جانتی ہوں تمہارے گھر والے تم سے ناراض ہیں میں بھی تھی کیونکہ میں نے بھی وہی دیکھا جو بھائی نے مجھے دکھایا لیکن اب میں سب کچھ جان گئی ہوں میں بھائی کی طرف سے تمہارے گھر والوں سے معافی مانگوں گی میں انہیں مناؤں گا تم دیکھنا وہ ضرور تمہیں معاف کر دیں گے" وہ کہتے کہتے عائشہ کے گلے لگ کر پھوٹ کر رونے لگی

"ہم نے سب کے ساتھ ہی بہت برا کیا ہے" وہ خود کو بھی ملال کر رہی تھی شہیر اور زویا نے دلگرفتی سے جیا کو بلکتے دیکھا ماں باپ کے غلط فیصلے کیسے اولاد کو رول دیتے ہیں یہ انہیں آج معلوم ہوا تھا نہ ارمان کی ممی اپنی جوانی برقرار رکھنے کے لیے سروگیسی کا سہارا لیتیں اور نہ آج یہ سب ہوتا لاؤنج میں جلتے فانوس کی روشنیوں میں اداسیاں گھلنے لگی تھیں عائشہ ششدر سی جیا کی باتیں سن رہی تھی اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا ردعمل کرے اس نے شہیر کو دیکھا جو اسے اشارے سے کہہ رہا تھا کہ وہ جیا کے گرد اپنی بانہیں حائل کرلے عائشہ نے اس کی مان کر جیا کے گرد بازو پھیلا لیے۔ شہیر اور زویا مسکرا دیے۔ عائشہ بھی مسکرا رہی تھی لیکن ایک نمی اس کے نینوں میں ٹھہر گئی تھی اور یہ نمی خوشی کی تھی سب کچھ اب ٹھیک ہو جائے گا۔ عائشہ نے سوچا تھا پر ان میں سے ابھی کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ ارمان جیل سے آزاد ہو گیا ہے تبھی وہ سب خوش تھے۔۔۔

__________&&&&&&&&______

اگلی صبح شہر پہ بھینی نم سی خوشبو لیے روشن ہوئی تو دھلے درختوں کے پتے لہلہانے لگے۔ان کی شاخوں پہ بیٹھے پرندے

چہچہارہے تھے۔اس سب کو کوئی اداسی سے دیکھ رہا تھا جو اس وقت گھر کے چھوٹے سے لان میں بیٹھا تھا۔

عائشہ کے ابو۔ !

جو اس دن سے عائشہ کے لوٹ آنے کے انتظار میں تھے جس دن سے وہ کہہ کر گئی تھی وہ اب آئے گی تو اس کے پاس ثبوت ہوں گے۔اس کے ابو تبھی کہنا چاہتے تھے کہ وہ تھک گئے ہیں انہیں اب کوئی ثبوت نہیں چاہیے انہیں ان کہلی بیٹی چاہیے لیکن وہ کہہ نہ سکے اور انتظار کرنے لگے کہ عائشہ جب دوبارہ آئے گی تو وہ اسے معاف کردیں گے جو ہوا ہو گیا اولاد جسم کا غصہ نہ ہو کر بھی جسم کے حصے کی طرح لگتی ہے جو دکھی ہوں تو تکلیف برابر کہ ہوتی ہے۔

وہ کچھ دیر لان میں بیٹھے رہے پھر اٹھ رل کر اندر آ گئے۔ابو دکان پہ اب کم جاتے تھے ان کا دل کہیں نہیں لگتا تھا ان کے گھر کا داخلی دروازہ بھی اب کھلا رہتا تھا وہ عائشہ کے لیے در اور دل کے دروازے کھول کر بیٹھے تھے۔اندرامی ناشتہ بنا چکی تھیں۔

سفیان بھی آج کالج نہیں گیا تھا گھر میں اب الگ سی خاموشی رہتی تھی سب کسی روبورٹ کی طرح کام کرتے کھاتے پیتے اور سو جاتے پھر اگلا دن وہی سب کام اور ویسا ہی تھکا ہوا وجود جو گھسیٹنا پڑتا تھا۔

آج بھی سب نے خاموشی سے ناشتہ کیا اور لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئے۔ٹی وی پہ مووی چل رہی تھی لیکن سب لاتعلق سے بیٹھے تھے سب ہی کی توجہ کہیں اور تھی۔

"ابو۔۔۔۔!"ایک بھرائی آواز جب لاؤنج میں گونجی توسفیان امی اور ابو نے بے ساختہ دروازے کی طرف دیکھا جہاں عائشہ ڈبڈائی آنکھوں سے کھڑی تھی۔ابو کو لگا جیسے خواب میں وہ عائشہ کو دیکھ رہے ہیں پر یہ خواب اس وقت حقیقت لگا جب وہ بھاگ کر ان سے لپٹ گئی۔اس کے ابو اس کی جدائی میں گھل کر رہ گئے تھے ان کے چہرے کی ربائی گم ہو گئی تھی اسے اپنے ابو پہلے سے کہیں زیادہ کمزور لگے امی کو دیکھا تو اسے ان کے چہرے پہ جھریاں دکھائی دیں آنکھیں بے نور تھیں اور اس کا موٹا آلو بھائی پچک سا گیا تھا رنگت بھی ڈھل گئی تھی بڑ پن سا آگیا تھا اس کے چہرے پہ۔

"ابو"اس نے اپنے ابو کا ماتھا چوما تبھی لاؤنج میں شہیر اور جیا بھی داخل ہوئے جن کے آنے سے سب کی توجہ ان کی طرف مبذول ہوئی تھی۔

"ابو میں اپنی بے گناہی کا ثبوت لے آئی"اس نے گھٹی ہوئی آواز سے کہا ابو کے دل پہ گھونسا لگا

"مجھے کوئی ثبوت نہیں چاہیے"عائشہ نے زندگی میں پہلی بار اپنے ابو کو روتے دیکھا تھا وہ اسے گلے سے لگا کر کسی بچے کی طرح رو رہے تھے۔جیا کو لگا جیسے اس کا آنے کا اب کوئی فائدہ ہی نہیں یہاں سب کچھ پہلے ہی ٹھیک ہو گیا تھا البتہ شہیر کو کچھ بے اعتباری تھی ان سب پہ

"پہلے تو یہ سب کھانے کو آرہے تھے اور اب"اس نے گہرا سانس لیا"عائشہ اکیلی ہی بے وقوف نہیں ہے اس کی پوری فیملی ہی بے وقوفوں کی ٹولی ہے"پر وہ کیا کر سکتا تھا اب وہ انہیں بے وقوفوں کا داماد تھا۔شہیر نے بازو سینے پہ لپیٹ لیے تھے۔

exponovels

کچھ دیر بعد وہ سب صوفوں پہ بیٹھے تھے جیا نے مختصر الفاظ میں انہیں ساری کہانی بتادی تھی کہ ارمان کن حالات سے گزر رہا ہے ابو کی جیسے دنیا ہی تھم گئی۔ان کی دنیا اس ایک لفظ پہ رک گئی تھی کہ ارمان غیر مسلم تھا انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی

ایک غیر مسلم سے کردی تھی۔وہ اب بس بے بسی سے ہاتھ ہی مسل سکتے تھے اور امی میں تو نظریں ملانے تک کی ہمت نہیں رہی تھی۔اس لیے وہ خاموشی سے کھڑی ہو کر کچن میں آگئیں سینک پہ جھک کر وہ زار و قطار رو رہی تھیں۔سینکے میں رکھے میلے برتن انہیں یاس سے دیکھ رہے تھے۔ان کا دل پھٹ جانے کو ہو رہا تھا۔

"برتن دھونے پڑرہے ہیں اس لیے رو رہی ہیں۔؟" پیچھے سے عائشہ کی بھرائی آواز آئی تو وہ بے ساختہ پلٹیں

"مجھے معاف کردو عائشہ میں نے جلد بازی کی" وہ بغیر تامل اس کے گلے لگ گئی تھیں۔عائشہ کا دل خود بھر بھر کر آرہا تھا وہ اپنی امی کے سینے سے مضبوطی سے لگ گئی۔

"مجھ سے معافی مانگ کر مجھے گنہگار مت کریں امی" اس نے اپنی امی کو کہا

"میں اپنی مرضی سے شہیر کے پاس بھی نہیں گئی تھی میں نہیں جانتی تھی کہ یہ ارمان کے کزن ہیں شہیر مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے کر چلے گئے تھے انہوں نے ہی میری طلاق ارمان سے کروائی اور مجھ سے شادی۔۔۔۔۔" اسے شرمندگی سی ہو رہی تھی یہ سب بتاتے ہوئے لیکن اس نے اب بتانا تو تھا ہی کہ شہیر اور اس کے درمیان ایسا رشتہ ہے جسے کوئی توڑ نہیں سکتا وہ شہیر کی

exponovels

مکمل طور سے ہو گئی ہے امی نے اس کی ساری بات کے جواب میں بس اس کا ماتھا چوما اور سر ہلا دیا اور عائشہ کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔

"چلو تم اب برتن دھو لو میں ان کے لیے کچھ بنا دیتی ہوں نام کیا ہے ویسے تمہارے شوہر کا۔؟" امی نے آنکھیں رگڑیں عائشہ برتن دھونے والی بات پہ ہنس دی پھر حیران ہوئی

"ابھی بتایا تو تھا" امی کو سچ میں یاد نہیں تھا اس لیے عائشہ کو دوبارہ بتانا پڑا۔امی سر ہلا کر لوازمات کا انتظام کرنے لگی تھیں اور عائشہ آج پہلی بار خوشی خوشی برتن دھو رہی تھی باہر بیٹھا شہیر ابو اور سفیان سے باتیں کر رہا تھا۔ابو اب اس کی چھان بین کر رہے تھے شہیر نے انہیں اپنے آفس کا کارڈ دے دیا

"آپ ضرور آیئے گا" اس نے مزید سوالوں سے جان چھڑانے کے لیے کہہ دیا۔عائشہ کچھ دیر میں برتن دھو کر باہر آئی اور جیا کو لے کر اپنے کمرے کی جانب جانے لگی کہ اسے محسوس ہوا کہ شہیر سے ہی دیکھ رہا ہے اس نے گردن ترچھی کر کے اسے دیکھا وہ اشارے سے عائشہ کو کہہ رہا تھا کہ وہ اس کے پاس آکر بیٹھے پر عائشہ نے سر نہ میں ہلایا اور ہنسی دبا کر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ شہیر کا ناک غصے سے پھول گیا تھا وہ بس دانت پیس کر رہ گیا تھا۔

ٹھیک پندرہ منٹ میں امی نے چائے وغیرہ بنا لیں اور جو کچھ باقی تھا وہ سب امی نے سفیان سے بازار سے منگوا لیے تھا اب عائشہ جیا اور شہیر ایک ہی صوفے پہ بیٹھے تھے امی اور ابو سنگل صوفوں پہ موجود تھے اور سفیان اپنے لیے کرسی لے آیا تھا امی نے سب کو چائے کے کپ دے دیے تھے۔عائشہ کا کپ اس کے سامنے رکھا تھا۔وہ ابھی اٹھانے ہی لگی تھی کہ شہیر نے اس کے کپ کو اٹھایا اور سپ لے کر اس نے عائشہ کی طرف کر دیا

exponovels

"پی لوزیادہ گرم نہیں ہے" عائشہ دھک سے رہ گئی۔ پورے گھر کے درمیان میں بیٹھ کر شہیر نے جو کیا تھا وہ عائشہ پہ گھڑوں پانی گرا چکا تھا جیا نے بھی اسے حیرت سے دیکھا لیکن وہ ایسے نارمل انداز سے بیٹھا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں عائشہ کا تو اب دل کر رہا تھا کہ وہ مر جائے زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔اس نے دھیرے سے کپ تھام لیا۔ شہیر نے اسے مسکرا کر محبت سے دیکھا تھا

بہت دیر تک عائشہ کے گھر بیٹھے رہنے اور ڈھیر ساری باتیں کرنے کے بعد شہیر اب جانے کے لیے کھڑا ہو گیا تھا عائشہ اپنی امی ابو سے مل رہی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ وہ اب بہت جلد رہنے کے لیے آئے گی۔

"میں تمہیں نہیں بھیجوں گا رہنے کے لیے" اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہی اپنا فیصلہ سنایا

"کیوں۔؟" عائشہ نے تعجب سے پوچھا

"بس ویسے ہی ملنا بھی ہو تو تم میرے ساتھ آؤ گی اور میں تمہیں اپنے ساتھ ہی لے کر جاؤں گا رہنے رہنو والا کوئی سین نہیں ہے" جیا محظوظ سی پچھلی سیٹ پہ بیٹھی شہیر کی باتیں سن رہی تھی

"پر شہیر ایک دو دن کے لیے تو میں لازمی آؤں گی"

"ٹھیک ہے میں بھی ساتھ آیا کروں گا" وہ مانا تو کچھ یوں مانا عائشہ نے اپنا سر پکڑ لیا تا کہ وہ عائشہ کے گھر والوں کے سامنے دل کھول کر رومانس جھاڑے عائشہ کا اعتبار اس پہ سے اٹھ گیا تھا یہ شخص کہیں بھی کچھ بھی کر سکتا تھا

"نہیں جی آپ نہیں آئیں گے میرے ساتھ" شہیر طنزیہ ہنسا

"پھر تم بھی ضرور آسکو گی یہاں میں تمہیں باندھ کر کمرے میں بند کر دوں گا" گاڑی سڑک پہ دوڑ رہی تھی وہ لڑتے لڑتے گھر پہنچ کر کمرے میں آ گئے تھے

"میں نا۔۔۔۔" عائشہ اس کی بات کے جواب میں کہنے کے لیے الفاظ ڈھونڈنے لگی کے شہیر نے اسے بازوں سے پکڑا۔

"کیا۔؟" اس نے چہرہ سپاٹ رکھتے ہوئے سوال کیا۔ عائشہ کا حلق سوکھ گیا

"بولو اب" وہ کچھ نہ بولی تو شہیر نے کہا عائشہ نے اس کے ہاتھ اپنے بازوں سے ہٹائے

"مجھے آپ سے فلحال کوئی بات نہیں کرنی وہ کہہ کر جانے لگی کہ شہیر نے اسے کلائی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اس کی پشت کو سینے سے لگا کر اس نے عائشہ کے آگے بازو حائل کر لیا۔ اس نے اس کے بال سمیٹے اور اس کے تل پہ لب رکھ کر وہ مدہم لہجے سے بولنے لگا

"میری باتیں مان جایا کرو مجھے ضد کرنے والے بچے پسند نہیں ہیں میں ان کی پٹائی لگا دیتا ہوں" وہ مخمور لہجے سے اس کی گردن پہ لب مس کرتا بول رہا تھا اس کی دہکتے سانس عائشہ کو اپنے حصار میں لے رہے تھے۔ وہ دل کی دھڑکنوں کو سست پڑتے اور اپنے اعصاب کو ڈھیلا پڑتے محسوس کر رہی تھی اس کے گھٹنوں سے جیسے جان نکل رہی تھی۔ شہیر اس کے گردن پہ ویسے ہی آہستہ آہستہ اپنے لب مس کر رہا تھا اس کی ہلکی بڑھی

شیو عائشہ کی جلد سے ٹکرا رہی تھی یہ ایک نیا احساس تھا جو عائشہ نے محسوس کیا تھا اور یہ احساس اسے اور بے بس کرتا جا رہا تھا۔ شہیر بھول گیا تھا کہ اس نے لائم کے گھر بھی جانا ہے اور عائشہ اب کچھ کہنے کی حالت میں نہیں تھی

exponovels

________&&&&&&&&_______

وہ اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑی ڈھلتی رات کو دیکھ رہی تھی۔تارے اس کی جانب متوجہ تھے بادل آسان پہ ٹکڑوں کی صورت بکھرے دکھائی دیتے تھے۔چاند بالکل ماتھے پہ تھا۔اس نے گہری پڑتی رات سے نظریں چرا کر موبائل کی اسکرین کو دیکھا۔

"کیا تم مجھ سے ناراض ہو۔؟" وہ کہتی پھر رہی تھی کہ لائم اس سے ناراض نہیں ہے بس وہ دکھی ہے لیکن دل میں ایک ڈر سا کنڈلی مارے بیٹھا تھا کہ اگر لائم ناراض ہوا تو۔؟اور اگر وہ ناراض ہی رہا تو۔۔۔؟اس تو سے آگے زویا سے کچھ بھی سوچا نہ جارہا تھا۔اسے رات کی تیرگی میں ہر چیز مدھم لگ رہی تھی۔لائم سے اس کی ابھی تک بات نہیں ہوئی تھی لائم نے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا زویا سمجھ سکتی تھی کہ وہ رابطہ کرے گا بھی نہیں پر وہ تو کر سکتی تھی نا اس لیے اس نے خود ہی اسے میسج کر دیا۔

میسج کو گئے پانچ منٹ گزر گئے تو اس کے دل کے اندیشے سچے ہونے لگے دل کی حالت عجیب سی ہونے لگی تھی اس نے اگلا پیغام لکھا

"لائم میں جانتی ہوں تم اداس ہو گے لیکن خوش میں بھی نہیں ہوں" اس نے لکھ کر بھیجا اور یکایک بھیگتی آنکھوں سے چہرہ اٹھا کر وہ آنسو آنکھوں میں جذب کرنے کی سعی کر رہی تھی لیکن وہ آنکھوں کے کناروں سے بہتے چہرے سے گردن پہ پھسل گئے اسے اب یقین ہو گیا تھا کہ لائم جواب نہیں دے گا لیکن اگلے ہی لمحے اس کے موبائل پہ کال آنے لگی زویا نے بے ساختہ اسکرین کو دیکھا اس پہ لائم لکھا جگمگا رہا تھا

اوہ لائم۔!"اس کی آواز میں خوشی کے ساتھ تھکن بھی تھی وہ چھوٹتے ہی بولی تھی دوسری جانب چند سیکنڈز کی خاموشی رہی پھر وہ بولا

"تم خوش کیوں نہیں ہو۔؟"زویا کے دل کو کسی نے مٹھی میں لے کر مسلا

"کیونکہ تم ناراض ہو"وہ کہے بغیر نارہ سکتی

"تمہیں لگتا ہے میں تم سے ناراض ہو سکتا ہوں۔؟ "

"اب لگ رہا ہے "

"غلط لگ رہا ہے محبت جب زندگی بن جائے تو اسے چھوٹی چھوٹی باتوں پہ چھوڑا نہیں کرتے اور میں اپنی ماں کے ماضی کو اپنے حال میں دیکھنے کے لیے ہمیشہ سے تیار رہا تھا کیونکہ ہمارے پاس وہ خط تھا جسے ہم نے اس کے اصل مالک تک پہنچانا تھا جو کچھ تمہارے گھر ہوا وہ ایک نہ ایک دن ہونا ہی تھا اس لیے میں نے اس سب کو گزرے وقت کے ساتھ بھلا دیا"وہ کہتا گیا اور زویا کے کاندھوں سے وزن اترتا گیا۔روم روم میں سکون کا احساس دوڑنے لگا تھا۔

"اب ہم دوبارہ آئیں گے تو تمہارا کزن منع تو نہیں کر دے گا۔؟"اس کی بات پہ زویا چونکی پھر ہنس دی۔۔۔

"تم مت آنا۔۔۔"زویا کی بات پہ لائم دھک سے رہ گیا

"پر کیوں"اس کے لہجے میں تشویش تھی

"کیونکہ شہیر خود تمہارے پاس آئے گا وہ تمہارے ڈیڈ سے دوبارہ ملنا چاہتا ہے اس لیے تم بے فکر ہو جاؤ"

exponovels

"اوہ گاڈ میں توڈر ہی گیا تھا" زویا اس کی بے تابی پہ ہنس کر رہ گئی۔۔۔۔لائم سچ میں دیوانہ تھا۔وہ لائم سے باتیں کرتی بالکونی سے ہٹ گئی تو چاند، بادل، اور تارے رات سنگ لان کے گھاس پہ رکھی کرسی پہ بیٹھی گم صم سی جیا کو دیکھنے لگے۔ جس کے قریب بہت آہستگی سے دستگیر آیا تھا

"میری زندگی اتنی اداس اچھی نہیں لگتی" اس کے گھمبیر لہجے پہ وہ چونکی اس نے گردن ترچھی کر کے دستگیر کو دیکھا اور پھر پھیکا سا مسکا دی۔دستگیر اس کے سامنے آگیا اس نے ہاتھ بڑھائے جیا نے ان ہاتھوں پہ ہاتھ رکھ دیے اور کرسی سے کھڑی ہو گئی۔ وہ خود سے ہی دستگیر کے سینے سے لگ گئی تھی۔دستگیر ہلکا سا مسکایا

"میں تمہیں کل اپنے گھر لے کر جاؤں گا" جیا نے چہرہ سینے میں چھپائے رکھتے ہوئے آہستگی سے پوچھا

"کیوں۔؟" دستگیر جیا کے کان کی طرف جھکا وہ جیا کے اتنے قریب پہلی بار ہوا تھا جیا کا دل اچانک ہی تیزی سے دھڑکنے لگا

"کیونکہ میری امی اپنی بہو کو دیکھنا چاہتی ہیں" جیا جھینپ سی گئی۔

"میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ کیا تم مجھ سے شادی کرو گی۔" جیا ایک بار پھر بولی

"کیوں۔؟" اس کا سوال وہی تھا دستگیر اس کے اتنے ہی قریب تھا

"کیونکہ میں جانتا ہوں تم انکار نہیں کرو گی" وہ اعتماد سے بولا

"اور اگر کر دیا تو۔؟" جیا نے شریر لہجے سے کہا دستگیر کی بھنویں تنی پھر وہ بھی مسخری سے بولا

exponovels

"پھر میں بھی وہی کروں گا جو میرے باس کو میں نے کرتے دیکھا ہے اٹھا کر لے جاؤں گا تمہیں" جیا نے اس کے سینے سے چہرہ اٹھایا اور ایک بھنوا چکا کر دستگیر کو کہا

"اتنی ہمت ہے۔؟" دستگیر کی آنکھوں میں رات کا خمار دھواں بن کر ٹھہر رہا تھا اس کی نظریں گہری ہوتی جا رہی تھیں جیا کو ان نگاہوں کی تپش اپنے چہرے پہ محسوس ہو رہی تھی وہ ان کی تاب نہ لا سکی اس نے نظریں چرا لیں

"مجھ میں ہمت بہت ہے میری ہمت کو ہوا مت دو لڑکی" وہ ذو معنی انداز سے بولا تو جیا اس سے دور ہوئی

"جاؤ دی ہوا تمہاری ہمت کو ہاتھ لگا کر دکھاؤ تمہارے باس کے پاس جا رہی ہوں" وہ کہہ کر ہنستی ہوئی اندر کی جانب بھاگی تھی دستگیر اسے لکڑنے لگا تھا لیکن وہ اندر جا چکی تھی وہ بے بس سا بس ہنس کر رہ گیا تھا۔۔۔

__________&&&&&&&&&&______________

شہیر کے کمرے میں وہ ویسے ہی عائشہ کو اپنے قریب کیے کھڑا تھا۔ اس کے گردن پہ لب مس کرتا وہ اس سے آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا کہ تبھی عائشہ اس کی طرف گھومی

"آپ کو پتہ ہے شہیر۔؟" اس نے معصومیت چہرے پہ لا کر کہا شہیر نے لب بھینچ کر سر نہ میں ہلا دیا

"مجھے کچھ نہیں پتہ تم بتا دو" وہ معنی خیز بولا اس نے عائشہ کا ہاتھ اپنے سینے پہ دھر لیا تھا عائشہ نے پہلے اس ہاتھ کو دیکھا پھر شہیر کے چہرے کو

"آپ نے لائم کے گھر جانا ہے اور آپ یہاں کھڑے ہو کر بلا وجہ کا رومانس جھاڑ رہے ہیں پہلے سب ٹھیک کریں پھر آیئے گا ورنہ تب تک" وہ دو قدم پیچھے ہوئے شہیر کے گال پہ چٹکی بھری

exponovels

"بائے بائے" اور وہ کہتے ہی کمرے کا دروازہ کھول کر نکل گئی۔ یہ سب اتنا جلدی ہوا کہ شہیر کچھ نہ کر سکا اس کا موڈ زبردست قسم کا خراب ہو گیا تھا اس نے گہرا سانس لیا۔ دیوار آویز گھڑی کو دیکھا تو اس پہ وقت بھاگتا جا رہا تھا اسے بھی اب جانا تھا۔ لائم اور اس کے ڈیڈ سے اس نے آج ہی بات کرنی تھی اس لیے وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔

___________&&&&&&&&&&__________

لائم کے گھر میں خاموشی چھائی تھی لاؤنج کے صوفے پہ شہیر بیٹھا تھا اس کے سامنے والے صوفے پہ لائم کے ڈیڈ اور لائم بیٹھے تھے کانچ کے میز پہ کافی کے مگز دھرے تھے جن سے بھاپ اڑ رہی تھی۔ فانوش کی زرد سفید روشنی لاؤنج میں بکھری انہیں سن رہی تھی

"میں آپ دونوں کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ دونوں نے میرے رویے کو ٹھنڈے دماغ سے برداشت کیا میں اس چیز کے لیے شرمندہ ہوں پر میں زویا کے لیے بہت محتاط ہو گیا ہوں ایک بار پہلے بھی وہ میری وجہ سے کڈنیپ ہوئی تھی جس کا دکھ مجھے آج تک ہے" اس کے الفاظ سے لگتا تھا کہ وہ شاید معافی مانگنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اس نے یہ لفظ استعمال نہ کیا تھا یہ بات لائم اور اس کے ڈیڈ نے بھی محسوس کی تھی شہیر کی پوری بات سن کر تھامس بولے

"ہمارے دل میں زویا اور تمہارے لیے کچھ برا نہ پہلے تھا نہ آج میں جانتا ہوں لائم زویا سے بہت محبت کرتا ہے اور جو کچھ ہو گیا ہمیں اسے بھول جانا چاہیے یہ سب ایک دن تو ہونا ہی تھا اگر شادی کے بعد ہوتا تو شاید زیادہ مسائل پیدا

ہوتے اب ہمارے درمیان سب کچھ ٹھیک ہو گیا یہ زیادہ اچھی بات ہے۔ ہم بس اب تم سے ایک چیز چاہتے ہیں"

شہیر نے فوراً سر ہلایا۔

"ہم چاہتے ہیں کہ تم زویا اور لائم کی شادی جلدی کر دو" شہیر بھی یہی کہنا چاہتا تھا کیونکہ وہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اب مزید کوئی مسئلہ ہو اس لیے وہ مان گیا تو لائم کے چہرے پہ شرمیلی سی مسکان آر کی تھی شہیر اور تھامس ایڈیسن شادی کے

معاملات طے کر رہے تھے لائم نے چپکے سے زویا کو میسج لکھا

"میری بہت جلد ہونے والی بیوی میں تمہیں اب بہت جلد اپنے سامنے مکمل اپنا دیکھوں گا "

_____________&&&&&&&&&____________

وہ لائم کے گھر سے خوشی خوشی نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی سڑک پہ دوڑانے لگا۔ اس نے موبائل نکال کر عائشہ کو کال کی۔

"جی شہیر۔؟" وہ دوسری جانب چھوٹتے ہی بولی

"میں نے سب ٹھیک کر دیا ہے عائش۔!" اسے آج لگ رہا تھا جیسے سارے زمان کا سکون اسے ہی آملا ہے وہ گاڑی محظوظ انداز میں چلا رہا تھا۔

"سچ میں لائم کے ڈیڈ وغیرہ مان گئے۔؟" عائشہ نے متجسس انداز سے پوچھا

For more visit (exponovels.com)

"سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے" اس نے کہا کہ تبھی ان کی کال کے درمیان کسی اور کی کال آنے لگی شہیر نے موبائل سامنے کر کے دیکھا کال دستگیر کی تھی۔ شہیر کا جب نمبر مصروف ہوتا تھا تو دستگیر اسے دوبارہ کال نہیں کرتا لیکن آج وہ مسلسل کر رہا تھا شہیر کا ماتھا ٹھنکا

"عائش میں تمہیں ابھی دوبارہ کال کرتا ہوں" اس نے کہہ کر دستگیر کی کال اٹھائی۔ دوسری جانب سے وہ بولا تو شہیر کی گاڑی کو بے ساختہ بریک لگی

"کیا ارمان جیل سے بھاگ گیا ہے۔؟ "

"جی باس وہ بہت پہلے ہی جیل سے بھاگ گیا تھا اسی رات جب لائم اور اس کے ڈیڈ ارمان سے ملے تھے لیکن ہم سے یہ بات چھپائی گئی ابھی بھی مجھے یہ اطلاع میرے خاص آدمی نے دی ہے کہ ارمان جیل سے بھاگ چکا ہے" دستگیر آگے بھی بول رہا تھا۔ شہیر نے اس کی پوری بات سن کر کال کاٹی اور اسٹیئرنگ پہ مکا مارا وہ ابھی ٹھیک سے خوش بھی نہیں ہوا تھا کہ یہ ارمان۔۔۔۔

"اففف۔!" اس نے کہا اور گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر لی اس نے اب ارمان کو ڈھونڈنا تھا اور اس سے بھی پہلے اس نے سب کے گرد سیکیورٹی مضبوط کرنی تھی۔۔۔۔ جو رات کچھ دیر پہلے خوشگوار تھی اب اسی سے خوف محسوس ہونے لگا تھا

_____________&&&&&&&&&___________

exponovels

اس نے اگلے دن ہی سب کے گرد سیکیورٹی مضبوطی کر دی تھی اور گھر کے ہر فرد کو بھی اس بات کی اطلاع دے دی تھی کہ اب کوئی گھر سے بغیر گارڈز کے نہیں نکلے گا۔ سب کے لیے یہ بات بہت بڑی پریشانی بن گئی تھی جیا ارمان کے بھاگ جانے سے مزید دکھی ہو گئی تھی وہ جانتی کہ اب ارمان ضرور کوئی غلط قدم اٹھائے گا۔ سب کے دل میں گزری رات خوف بن کر بیٹھ گئی تھی۔

لائم کے ڈیڈ کو بھی یہ بات معلوم ہو گئی تھی انہوں نے شہیر کو کہا کہ زویا اور لائم کی سادگی سے شادی کر دی جائے تاکہ وہ لوگ امریکہ چلے جائیں اور شہیر کی کچھ پریشانی کم ہو کیونکہ اب پتہ نہیں ارمان کیا کرے گا۔ شہیر کو فیصلہ کرنے میں تامل ہوا لیکن پھر وہ مان گیا اس نے دو روز بعد زویا کی شادی لائم سے کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا

"میں چاہتا تھا کہ میں تمہاری شادی بہت دھوم دھام سے کروں لیکن ارمان کی وجہ سے سب کچھ اتنا مشکل ہو گیا کہ میں چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتا" اس نے یہ بات زویا کو کہی تھی زویا ہلکا سا مسکرائی

"میں سمجھ سکتی ہوں شہیر لیکن تم یہ سب ہمارے لیے ہی کر رہے ہو مجھے اس بات کا کوئی دکھ نہیں ہے میں تمہارے فیصلے میں خوش ہوں" شہیر کے کاندھوں سے بہت بڑا بوجھ ہٹا تھا اس نے زویا کی شادی کا انتظام کرنا شروع کر دیا تھا وہ پھر بھی اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا تھا کہ وہ اس شادی کو یادگار بنا دے۔ اس کا یہ کام ارمان آسان کر دے گا۔

____________&&&&&&&&&&____________

یہ صبح شہر پہ روشن اتری تھی آسمان پہ بادل بکھرے دکھائی

exponovels

دیتے تھے سورج ان کے پیچھے چھپا تھا ہوائیں ٹھنڈی چل رہی تھیں ایسے میں شہر کے سب سے بڑے چرچ کے باہر ایک کالی گاڑی رکی جس میں سے سفید گاؤن پہنے زویا نکلی اس کا گاؤن سڑک کو چھو رہا تھا سر پہ پھولوں کا کراؤن تھا اور ہاتھ میں گلدستہ اس کے ساتھ عائشہ اور جیا تھیں وہ دونوں زویا کی شہبالیاں بنی تھیں۔زویا کے ساتھ چلتی اب وہ اندر داخل ہو رہی تھی شہیر کالے ڈنر سوٹ میں ملبوس گاڑی کو لاک کر کے ان کے پیچھے اندر گیا کان میں اس کے ائیر فون لگا تھا جس سے وہ سیکیورٹی کا دستگیر سے بار بار پوچھ رہا تھا

)یہ شہیر کے پست علاقوں میں سے ایک علاقہ تھا جس کی گلیوں میں اس وقت خاموشی چھائی تھی ایسے میں گلی کے سب سے آخر میں موجود مکان کا دروازہ کھلا اور وہاں سے بلیک جینز، شرٹ اور بیلک جیکٹ والا شخص نکلا جس کے چہرے پہ ماسک تھا اور آنکھوں پہ چشمہ۔ارمان اس وقت بالکل پہچانا نہیں جاتا تھا اس کا حلیہ ہمیشہ سے بالکل مختلف تھا وہ چلتا ہوا گلی کے نکڑ پہ آ گیا وہاں اس کے لیے گاڑی کھڑی تھی جس میں وہ بیٹھا اور آگے بڑھ گیا جو گاڑی لایا تھا وہ پیچھے ہی رہ گیا تھا اس کے ہاتھ میں اس کے کام کی رقم ارمان نے تھما دی تھی اس شخص نے ایک چھوٹا سا بیگ بھی دیا تھا ارمان کو(

چرچ میں جیسے ہی دلہن داخل ہوئی فادر کے پاس کھڑے لائم نے مبہوت انداز سے اسے دیکھا اس کے ڈیڈ بھی اس کے قریب کھڑے تھے زویا قدم قدم چلتی اس کے قریب آ رکی تھی کچھ ہی دیر میں فادر نے مقدس کتاب سامنے کی اور مخصوص جملے کہنے لگے جب فادر نے اپنی بات مکمل کر لی تو اس نے لائم کو اشارہ کیا لائم ہلکے بادامی رنگ کے ڈنر سوٹ میں ملبوس تھا لائم نے زویا کی انگلی میں انگوٹھی پہنائی اور اسے سامنے کر کے اس نے زویا کے لبوں پہ لب

exponovels

رکھ دیے تھے زویا جھینپ سی گئی تھی ان کے گرد کھڑے سب نے تالیاں بجائی تھیں سوائے عائشہ کے جس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا تھا اس نے یہ سب بس پہلے ٹی وی میں دیکھا تھا اب حقیقت میں دیکھ کر وہ شرمندہ سی ہو گئی تھی شہیر نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا وہ مسکرا رہا تھا عائشہ نے کنکھیوں سے اسے دیکھا تھا وہ مسکراتا بہت خوبصورت لگ رہا تھا اس کی نیلی آنکھیں میں اطمینان تھا۔

)ارمان نے چرچ سے کچھ فاصلے پہ گاڑی روکی اور اس بیگ کو کھولا جو اس کے پاس رکھا تھا اس میں پسٹل تھا اور ساتھ گولیاں ارمان نے ان گولیوں کو پسٹل میں بھرا اور گاڑی کا شیشہ نیچے کر کے اسے چرچ کے داخلی دروازے کو دیکھا جس کے باہر گارڈز کھڑے تھے ارمان کو اندازہ تھا کہ اب کچھی دیر میں شہیر وغیرہ باہر آ جائیں گے اس لیے وہ ان کا انتظار کرنے لگا تھا(

چرچ میں جب شادی کی ساری رسومات ہو گئیں تو زویا نے پلٹ کر جیا کو دیکھا جو مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی زویا اس کے قریب آئی

"بہت مبارک ہو" زویا اس کے قریب آئی تو جیا نے اس سے گلے مل کر کہا زویا اس سے جدا ہوئی اور ہاتھ میں موجود گلدستہ اس کی جانب بڑھا دیا

"اب ہم میں صرف تم رہ گئی ہو میری دعا ہے کہ اب تم بھی جلدی سے اس کی ہو جاؤ جو تمہیں دیکھ دیکھ کر تھکتا نہیں" زویا نے کہہ کر کچھ فاصلہ پہ اکڑ کر کھڑے دستگیر کی طرف اشارہ کیا جس کی نظریں جیا پہ ہی تھیں جیا شرما گئی وہ جانتی تھی دلہن کے ہاتھ میں موجود گلدستہ جس لڑکی کو ملتا ہے اس کی شادی جلدی ہو جاتی ہے ایسا عیسائیت میں مانا

exponovels

جاتا تھا جیا نے وہ گلدستہ تھام لیا تو زویا شہیر کی جانب بڑھ گئی وہ ان سے مل رہی تھی اس کی آنکھوں میں نمی در آئی تھی لائم اس کے پہلو میں آر کا تھا وہ بھی شہیر اور عائشہ سے ملا اور پھر وہ سب باہر کی جانب بڑھ گئے۔۔۔

_______________&&&&&&&&&&_________

وہ سب چرچ سے نکلے تو دور کھڑی گاڑی کا دروازہ کھلا جس میں سے ارمان نکلا اس کے ہاتھ میں پسٹل تھا اس کی رفتار تیز تھی

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ان کے قریب ہو رہا تھا دیکھتے ہی دیکھتے وہ آگے بڑھا اور ان کے قریب پہنچ گیا اچانک ہی اس کے قریب آنے پہ سب گارڈز حرکت میں آئے تھے لیکن کسی کے کچھ بھی کرنے سے پہلے ارمان نے زویا کے ساتھ چلتی عائشہ کو بازو و پکڑا اور اسے کھینچ کر اپنے قریب کر کے اس کے ماتھے پہ پسٹل رکھ دیا ٹھنڈے لوہے کی پسٹل ماتھے پہ رکھے جانے سے عائشہ کی جان اس کے حلق میں آگئی۔

"ارمان۔۔۔۔!" شہیر بے ساختہ اس کی جانب بڑھا تھا دستگیر بھی اس کی جانب بڑھا تھا لیکن ارمان نے چہرے سے تقریباً اتر جانے والے ماسک کو نوچ کر دور پھینکا اور بولا

"کوئی قریب آیا تو میں سے جان سے مار دوں گا" اس کا اشارہ عائشہ کی طرف تھا شہیر نے سب کو اشارے سے رک جانے کا کہا سب برف کے پتلے بن گئے۔

"بھائی۔۔۔۔!" جیا کا گلا رندھ گیا ارمان نے یاس سے اسے دیکھا

"مر گیا تمہارا، اسی دن مر گیا تھا جب تم اسے جیل میں اکیلا چھوڑ کر آ گئی تھیں" اس نے شہیر کو دیکھا "میں نے سب سے محبت کی اور مجھے سبھی نے دھوکا دیا میں ایک سیراب کے پیچھے اتنے عرصے سے بھاگ رہا تھا وہ ایک جھوٹی عورت تھی جسے میں ماں مانتا رہا جس کی وجہ سے میں نے خود کو برباد کر دیا وہ جھوٹی تھی" اس کا گلا رندھ گیا شہیر فوراً بولا

"ارمان تم سب جان گئے ہو نا تو اب یہ سب کیوں کر رہے ہو ہم نے تمہیں دل سے معاف کر دیا ہے تمہارا اس سب میں کوئی قصور نہیں تھا" شہیر کی بات پہ ارمان کے چہرے پہ تلخی پھیل گئی اس نے سرخ جلتی آنکھوں سے شہیر، زویا، لائم، جیا، دستگیر تھا مس سب کو دیکھا اور پھر اس کی نظر عائشہ پہ آ کر رک گئی۔

"میرے پاس کچھ بھی نہیں بچا میرا دل بھی نہیں" اس کی آنکھوں میں نمی در آئی تھی اور یہاں عائشہ کو اس کی وہ پہلی رات کی کہانی کی سمجھ آئی تھی کہ اس کا دل کس لڑکی نے توڑا تھا۔ اس کا خوف پل پل بڑھ رہا تھا اس نے شہیر کو مدد کے لیے دیکھا

"ارمان سب ٹھیک ہو جائے گا تم یہ سب اب بس کر دو" ارمان نے سر ہلایا

"میں آج سب ختم ہی کرنے آیا ہوں" اس نے کہہ کر پسٹل لوڈ کی اور عائشہ کے ماتھے پہ دوبارہ رکھ دیا شہیر نے خوف سے ارمان کو دیکھ تھا اس کے چہرے پہ سرد مسکان تھی اس کی آنکھوں میں نمی بڑھتی جا رہی تھی وہ بول رہا تھا شہیر غائب دماغ سے اسے سن رہا تھا وہ ساکت کھڑا تھا اس کا سکوت اس وقت ٹوٹا جب فضا میں گولی چلنے کی آواز گونجی اور عائشہ کی چیخ۔! اس نے بھل بھل کر خون کو سڑک پہ گرتے دیکھا شہیر کو لگا جیسے دنیا یہاں ختم ہو گئی۔!

exponovels

________________&&&&&&&&&&&&&________

ہاپسٹل کی راہداری میں گہما گہمی کا سا عالم تھا۔وہ سب وہی کھڑے اپنے گرد آتے جاتے لوگوں کا دیکھ رہے تھے۔ سبھی کی آنکھیں نم تھیں۔کسی کے دل ٹوٹنے اور خاموشی سے موت کے آغوش میں جانا ان سب کو ہی ہلا گیا تھا اس کے بچنے کی امید دس فیصد تھی اور انہیں اس دس فیصد کو ہی سو فیصد سمجھ کر دعائیں کرنی تھیں۔شہیر سب سے الگ کھڑا تھا اس کے ذہن میں ابھی تک ان جملوں کی بازگشت تھی

")میں نے اپنے ماں باپ کو مار دیا"ارمان کا گلہ رندھ گیا تھا اس نے عائشہ کی کن پٹی سے پسٹل ہٹا کر اپنے سینے پہ رکھا(

شہیر قدم اٹھاتا اب آپریشن تھیٹر کی جانب بڑھ رہا تھا اسے اپنے قدم مردہ معلوم ہوتے تھے۔

")میں نے تم سے شہیر تمہارا سب کچھ چھین لیا"اس نے آنکھوں میں نمی سمٹ آئی تھی اس کے چہرے پہ سرد مسکان تھی جس میں بس تکلیف دکھائی دیتی تھی(

آپریشن تھیٹر کے دروازے کے اوپر سرخ بلب روشن تھا ارمان کی زندگی کا فیصلہ اب اس بلب کے بجھنے کا منتظر تھا۔ شہیر نے اس سرخ بلب سے نظریں ہٹائیں اور ہاتھ پھیلا کر اس نے دروازے پہ رکھ لیا اس نے آنکھیں موند کر ارمان کی خوشبو کو محسوس کرنا چاہا۔

")تم سے تمہاری محبت تک چھیننے کی کوشش کی میں نے سب کو برباد کر دیا اتنا برباد کہ اب کوئی مجھ سے محبت نہیں کرتا میری سگی بہن جس کو میں نے اپنے بچوں کی طرح پالا وہ مجھے ناپسند"وہ رکا تصحیح کی"نفرت کرنے لگی ہے میں اس کے لیے مر گیا ہوں"وہ کرب سے ہنسا"ارمان سب کے لیے مر گیا میں نے سب کو کھو دیا"اس نے آخر میں کہا

شہیر اس کے قریب ابھی بڑھتا کہ اس نے اپنے سینے پہ دھری پسٹل کا ٹریگر دبا دیا اسے دبانے سے پہلے اس نے عائشہ کو کہا (

اسے اپنی شرٹ سے ارمان کے خون کی بو آ رہی تھی وہ اسے اپنے ارد گرد محسوس کر رہا تھا اس نے سوچا تھا کہ وہ ارمان کو زویا کی شادی کے بعد جیل سے نکلوا لے گا اسے سمجھائے گا اسے وہی محبت دے گا جو شہیر اپنے دل میں کبھی ارمان کے لیے رکھتا تھا جو ہوا اس میں ارمان کا کوئی قصور نہیں تھا لیکن شہیر کے کچھ بھی کرنے سے پہلے ارمان نے اتنا بڑا قدم اٹھا لیا اس نے اپنے سینے پہ گولی چلائی تھی وہ اس دل کو مار دینا چاہتا تھا جو محبت میں اندھا ہو کر رہ گیا تھا شہیر نے کرب سے آنکھیں میچی تھیں۔۔

") مجھے تم بھی معاف کر دینا" پھر فضاء میں گولی کی گونجنے والی آواز نے سب کو پتھر کا کر دیا تھا عائشہ کو ارمان نے خود سے دور دھکیل دیا تھا وہ گولی کے چلنے پہ اور پھر ارمان کے وجود سے بھل بھل کرتے خون کو دیکھ کر چلائی تھی (

شہیر یہاں تب تک کھڑا رہا جب تک آپریشن تھیٹر کا وہ سرخ جلتا بلب نہ بجھ گیا ارمان کا آپریشن طویل ترین آپریشنز میں سے ایک تھا ڈاکٹر جب دروازے کھول کر وہاں سے نکلے تو ان کے چہروں پہ تھکان تھی شہیر تیزی سے ان کی جانب بڑھا

"میرا بھائی ٹھیک ہے نا۔؟" یہ پوچھتے اس کے لہجے میں وحشت تھی ڈاکٹر نے چہرے پہ لگے ماسک کو ہٹایا اور جو الفاظ ڈاکٹر نے شہیر کو کہے ان سے وہ ساکت رہ گیا۔ اس کی نیلی آنکھوں میں پانیوں نے یکایک بسیرا کیا اور وہ نڈھال سا ہو کر فرش پہ بیٹھتا چلا گیا۔۔۔۔

exponovels

____&&&&&&&&&______

دو ماہ بعد۔۔۔۔۔!

کھلے دروازے والا کمرہ خاموش دکھائی دیتا تھا اندر نیم اندھیرا بکھرا تھا کہ تبھی ادھ کھلے دروازے کو کسی نے پورا کھول دیا وہ دو لوگ تھے جو خاموش قدم اٹھاتے اندر داخل ہوئے تھے وہ بیڈ کے دائیں بائیں جانب سرہانے کے پاس آکر کھڑے ہو گئے تھے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر بیڈ پہ دراز شخص کو جس کے منہ تک کمبل تھا دائیں جانب کھڑے شخص نے تین انگلیاں اٹھائیں اور ایک ایک بند کرنے لگا جب اس نے اپنی آخری انگلی بند کیا تو بائیں جانب کھڑے نے اس کمبل کو کھینچا اور پانی کے گلاان دونوں ہی نے اس کے اوپر اچھال دیے

"کون ہے۔؟" ارمان بے ساختہ گھبرا کر بیٹھا تھا

"ہم ہیں آپ کے بہن بھائی" شہیر اور جیا بیڈ پہ گرنے والے انداز سے لیٹے اور اس کی گود میں سر رکھ کر بھیگے چہرے والے ارمان کو دیکھ کر آنکھیں پٹ پٹائیں ارمان جس کا چہرہ بھیگ ہوا تھا اس نے ہونق کی طرح ان دونوں کو دیکھتے آستین سے چہرے کو پونچھا

"اور میرے بہن بھائی مجھ پہ پانی سے حملہ کیوں کر رہے ہیں۔؟" اس نے محبت سے پوچھا وہ سچ میں بڑے بھائی کی طرح بولا تھا

"یار بھائی تم ٹھیک ہو۔! پتہ بھی ہے ہم نے جانا ہے اور پھر بھی ابھی تک سو رہے ہو۔؟" اس نے سر جھٹکا "ناٹ فیئر" ارمان نے بے ساختہ دیوار آویز گھڑی کو دیکھا

For more visit (exponovels.com)

"ابھی تو صبح کے پانچ بجے ہیں" جیا نے سر ہلایا

"ہاں تو ابھی آپ نے ناشتہ بھی تو بنانا ہے نیچے وہ دستگیر، لائم، عائشہ اور زویا بے چارے بھوک سے پاگل ہونے کو ہو رہے ہیں" جیا اور شہیر اس کی گود سے اٹھے

"اب بس کریں جلدی اٹھیں آپ کے بھوگے بہن بھائی سب نیچے ویٹ کر رہے ہیں جلدی آ کر ناشتہ بنائیں" ارمان ان کا منہ دیکھتا رہ گیا وہ دونوں کمرے کے داخلی دروازے پہ پہنچ گئے تھے شہیر رک کا پلٹ کر بولا

"یار جلدی میری بیوی بھوک کی بہت کچی ہے میرا دل دکھتا ہے جب وہ بھوکی ہوتی ہے آجانا بھائی جلدی سے" وہ ہنسی دبا کر بولا اور جیا نے قہقہہ لگایا

"میرا دستگیر بھی ایسا ہی ہے" وہ دونوں آندھی طوفان کی طرح بولتے ہوئے کمرے سے نکل گئے تھے ارمان کچھ دیر بیٹھا سمجھنے کی کوشش کرتا رہا کہ اس کے ساتھ یہ ہوا کیا ہے دماغ کو وقت لگا سب کچھ سمجھنے میں پھر جب اسے نیچے سے اپنے نام کی پکار سنائی دینے لگی تو وہ بھاگ کر واش روم میں گھسا

نیچے وہ سب چیخ چیخ کر ناشتے کی ڈیمانڈ کر رہے تھے اور کمرے میں جلدی جلدی فریش ہونے کے بعد بال درست کرتا ارمان عجلت میں کنگھا پھینک کر نکلنے لگا کہ اس کی نظر اپنے عکس پہ پڑی جو مسکرا رہا تھا وہ رک سا گیا۔ شیشے کے قریب ہوا اور اپنے آپ کو توجہ سے دیکھنے لگا

)ڈاکٹر شہیر کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہہ رہا تھا(

ارمان کو اس دن جب اس نے خود کو شوٹ کیا تھا تو لگ رہا تھا کہ اس نے سب کچھ کھو دیا کوئی اس سے اب کبھی محبت نہیں کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا اسے دو رشتے چاہیے تھے اپنے پاس جیا اور شہیر کا اور اب اس کے پاس سارے رشتے تھے اس کے دو بہن بھائی نہیں" بہت سارے زبردستی کے بہن بھائی بن گئے تھے "

")آپ کے بھائی دنیا کے ان چند لوگوں میں سے ہیں جن کا دل دائیں جانب ہوتا ہے ان کا آپریشن کامیاب رہا وہ کچھ دیر میں ہوش میں آجائیں گے(

ارمان کھڑا اپنا عکس دیکھ رہا تھا کہ ماضی یاد بن کر دھویں کی طرح آنکھوں میں ٹھہرنے لگا

)شہیر نے جب ڈاکٹر کی یہ بات سنی تو اسے اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا وہ بے ساختہ فرش پہ بیٹھتا چلا گیا اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ وہ پہلی بار ارمان کے لیے رویا تھا اور وہیں اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اس ہسپتال میں ہی ساری باتوں کو چھوڑ کر صرف اپنے بھائی کو اپنے ساتھ لے کر جائے گا(

ارمان اس وقت تک ہسپتال میں ہی رہا جب تک وہ مکمل ٹھیک نہ ہو گیا جب وہ ہوش میں آیا تھا تو شہیر نے اس کے قریب بیٹھ کر ایک بات کی تھی

"پہلی زندگی تمہاری تھی تم نے اپنے حساب سے گزار دی یہ زندگی اب میری ہے میں نے اپنے بھائی کو بچایا ہے اور میں اب اس بھائی کو خود سے دور نہیں جانے دوں گا اور اگر تم نے اسے نقصان پہچانے کی کوشش کی تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا" آخر میں کہتے اس کی آواز رندھ گئی ارمان پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا شہیر نے اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا وہ دونوں بہت دیر تک بیٹھ کے روتے رہے تھے

exponovels

جب ارمان اپنے بنگلے میں آیا تو اسے وہ بنگلا بہت ویران لگا اس نے نیم اندھیرے میں ڈوبے بنگلے کے لاؤنج کو سب سے پہلے روشن کیا اب اس نے یہاں اکیلے رہنا تھا ایسا اسے لگتا تھا ابھی وہ اپنے زینے چڑھ ہی رہا تھا کہ اسے شہیر کی آواز آئی

"یار بھائی میری جگہ ہے اس گھر میں۔؟" ارمان چونک کر پلٹا تھا

"یار بتاؤ بھی وہ عائش اور میں ادھر ہی رہیں گے اب" شہیر کے ایک ہاتھ میں بڑا سا بیگ تھا اور دوسرے سے اس نے عائشہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا ارمان کو سمجھ نہ آئی وہ کیا کہے

"کیا دیکھ رہے ہو بھائی نہیں ہے جگہ میں جاؤں۔؟" ارمان نے سر نہ میں ہلایا

"نہیں" وہ بس اتنا ہی بولا کہ شہیر خوشی سے زینے چڑھا اور اس کے گلے لگ گیا

"آئی لو یو" اس نے ارمان کے گال کو چوما پھر پلٹ کر عائشہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ بولا جب کے ارمان ایسے والا نہیں کہا

"میرا کمرا کونسا ہے۔؟" ارمان سے کوئی جواب نہ دیا جا رہا تھا وہ تعجب سے بس شہیر کو دیکھتا رہا

"اچھا اوپر والا" شہیر نے خود ہی کہا اور عائشہ کو لے کر اوپر چلا گیا ارمان ادھر ہی کھڑا تھا ابھی کہ اسے جیا کی آواز آئی

"بھائی۔۔۔۔۔!" وہ تقریباً چلاتی ہوئی اندر آئی تھی اس نے ارمان کو دیکھا اور بھاگ کر اس کے سینے سے لگ گئی۔

"میری دستگیر سے لڑائی ہو گئی ہے میں نے نہیں رہنا اس کے ساتھ آپ کے ساتھ رہنا ہے" اس نے بھی ارمان کا گال چوما

"میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں" وہ بھی کہہ کر اوپر چلی گئی ابھی وہ پہنچی ہی ہو گی کہ ارمان نے دستگیر کو اندر آتے دیکھا

"مجھے آپ نے ایک بار گھر جمائی والی آفر کی تھی نا۔؟" اس کا انداز پوچھنے والا تھا

"کی تھی مجھے یاد ہے" جب ارمان نے کوئی جواب نہ دیا تو دستگیر نے کہا اس کا گال چوما

"میں نے وہ قبول کر لی ہے میری بیوی میرے ساتھ خوش نہیں ہے اور میں اس کے بغیر وہ اوپر ہی گئی ہو گی میں بھی جا رہا ہوں" وہ کہہ کر جیا کے کمرے کی جانب بڑھ گیا ارمان کو یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ان دونوں کی شادی ہوئی کب تھی۔؟ اب اسے کون بتائے کہ وہ دل ہی دل میں شادی کر چکے ہیں اب بس آفیشل رہتی ہے۔۔۔۔

ارمان نے گہرا سانس لیا اسے اب کسی کے آنے کی امید نہیں تھی اس لیے ابھی جانے ہی لگا تھا کہ اسے ایک اجنبی سی آواز اپنے عقب میں سنائی دی

"میں اندر آ جاؤں۔؟" داخلی دروازے پہ لائم کھڑا تھا ارمان نے اسے بہت توجہ سے دیکھا اسے یاد آ گیا تھا کہ یہ کون ہے لائم چلتا اس کے مقابل آ رکا تھا

"میں نے سنا ہے آپ کو رشتوں کی کمی ہے" وہ ارمان سے بغل گیر ہوا "مجھے بھی ہے میرا کوئی بھائی نہیں تھا لیکن اب میں نے آپ کو اپنا بھائی مان لیا ہے" اس نے بھی ارمان کا گال چوما

"میں کس کمرے میں رہوں۔؟" ارمان نے اچنبھے سے اسے دیکھا

"بتائیں نا" ارمان کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر اس نے نیچے لاؤنج سے آگے بنے ایک کمرے کی جانب اشارہ کر دیا لائم نے خوشی سے اسے دیکھا

"شکریہ" وہ کہہ کر کمرے کی جانب بڑھ گیا وہ کمرے میں گیا کہ داخلی دروازے سے زویا اندر آئی

"میرے شوہر ادھر آئے ہیں بھائی ارمان۔؟" ارمان کو ایک اور دھکا لگا وہ چلتی ہوئی ارمان کے سامنے آئی "بتائیں بھی وہ مجھ سے لڑ کر آئے ہیں میں بہت اداس ہوں" اس نے رونی صورت بنا کر کہا تھا ارمان کا دماغ ماؤف گیا یہ سب اچانک پتہ نہیں کیا ہو رہا تھا وہ سمجھنے سے قاصر تھا اس نے غائب دماغی سے اس کمرے کی طرف اشارہ کر دیا جہاں لائم گیا تھا زویا بھی خوشی خوشی وہاں چلی گئی اب ارمان یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کس کمرے میں جائے۔؟ وہ بے چارا گیسٹ روم میں چلا گیا۔

اس کے بعد وہ سب ارمان کے بنگلے میں ہی رہ رہے تھے وہ اسے صبح اٹھا دیتے تا کہ ارمان آفس جائے

"بھائی آفس نہیں جاؤ گے تو ہمارا خرچا کیسے اٹھاؤ گے۔؟" اگلے روز شہیر نے اسے اٹھا کر آفس جانے کے لیے کہا اور ساتھ یہ بات کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس کے بعد ارمان معمول سے آفس جانے لگا شام میں وہ سب اسے گھیر کر بیٹھ جاتے خوب بولتے اور اسی کے بیڈ پہ لیٹ جاتے وہ تنگ آ جاتا تھا ان کی باتوں سے، نیند سے اس کا برا حال ہو جاتا تھا پر وہ نہ ہلتے تھے بڑی مشکل سے وہ جاتے اور ان کے جانے کے بعد ارمان میں اتنی ہمت نہیں بچتی تھی کہ وہ کچھ بھی سوچ سکے وہ بیڈ پہ لیٹتا تھا اور سو جاتا تھا

exponovels

اگروہ سب ارمان کے پاس اس کے اس وقت نہ آتے تو وہ کبھی اس ٹراما سے باہر نہ نکلتا اس کا دل دکھ اور احساس جرم سے پھٹ جاتا لیکن شہیر کو یہ گنوارا نہیں تھا اس نے ارمان کو اکیلے اب نہیں چھوڑنا تھا اور ارمان کو ان دو ماہ میں ان سب کی اتنی عادت ہو گئی تھی کہ وہ اب زندہ رہنا چاہتا تھا

شیشے کے سامنے کھڑے ارمان کی آنکھوں میں نمی سی ٹھہر گئی اس نے اسے ہاتھ کی پشت سے صاف کیا اور اپنے بھوکے بہن بھائیوں کے لیے ناشتہ بنانے کے لیے نیچے چلا گیا

______&&&&&&&&&&&______

اس نے نیچے آکر سب کے لیے ناشتہ بنایا اسے ناشتہ بناتے بناتے آٹھ بج گئے تھے کتنا کچھ تو وہ توڑتا پھوڑتا تھا اور شہیر کچن کاؤنٹر پہ بیٹھ کر اسے کہتا رہتا

"بہت ہی پھوہڑ ہو تم بھائی" ارمان کبھی اسے ناراضی سے دیکھتا تو کبھی گھور کر رہ جاتا لیکن وہ شہیر کی کمپنی انجوائے کرتا تھا۔ جب ان سب نے ناشتہ کر لیا تو دستگیر کھڑا ہوا۔

"میں اب چلتا ہوں جا کر تیاری بھی کرنی ہے" اس نے ایک شوخ نظر جیا پہ ڈالی اور گھر سے نکل گیا آج انہوں نے جیا کی شادی فکس کرنے دستگیر کے گھر جانا تھا اس کی امی دستگیر کی شادی کے لیے بہت پر جوش تھیں وہ تو بہت پہلے ہی چاہتی تھیں کہ دستگیر اور جیا کی شادی ہو جائے لیکن شہیر نے کہا تھا کہ جب تک ارمان مکمل ٹھیک نہیں ہو جاتا وہ جیا کی شادی نہیں کریں گے اور دستگیر فوراً مان گیا تھا

اب ارمان مکمل ٹھیک ہو گیا تھا اس لیے دستگیر نے شہیر سے درخواست کی کہ اب وہ شادی کے لیے مان جائے

"ہاں جیسے میں تو چاہتا نہیں تمہاری شادی ہو" اس نے ناراضی سے کہا دستگیر شرمندہ سا ہوا تھا

"باس ایسی بات نہیں ہے" شہیر بے اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا

"میں جانتا ہوں" اس نے مسکرا کہا تھا

اس کے بعد سے دستگیر اپنی شادی کی تیاریوں میں لگ گیا تھا وہ یہاں سے رات گئے جاتا تھا اور صبح تڑکے ہی آ جاتا تھا جیا سے ملنا اس سے باتیں کرنا اپنے مستقبل کی باتیں کرنا اسے بہت اچھا لگتا تھا

دستگیر کے جانے کے بعد وہ سب جلدی جلدی تیار ہوئے اور بارہ بجے ہی دستگیر کے گاؤں کی جانب چل دیے دستگیر کا اپنا گھر شہر میں تھا لیکن اس کی امی دستگیر کے چاچا کے گھر رہتی تھیں انہیں گاؤں میں رہنا اچھا لگتا تھا اور دستگیر بھی کام میں مصروف رہتا تھا اس لیے اس نے اپنی امی کو گاؤں ہی رہنے دیا اب اس نے سوچا تھا کہ جیا کے آنے کے بعد وہ امی کو لے کر شہر میں ہی شفٹ ہو جائے گا

____&&&&&&&&&____

وہ کڑی دوپہر میں دستگیر کے گاؤں پہنچے تھے عائشہ شہیر زویا لائم جیا سب اندر بڑھ گئے تھے ارمان گاڑی کو لاک کر رہا تھا کہ تبھی اسے محسوس ہوا جیسے اسے کوئی دیکھ رہا ہے اس نے بے

ساختہ ادھر سے ادھر دیکھا پھر اس نے گردن موڑ کر اپنے پیچھے دیکھا تو پیچھے بنے مکانوں میں سے ایک مکان کے لکڑی کے دروازے کی اوٹ سے کوئی جھانک کر دیکھ رہا تھا اس کی موٹی بادام رنگ آنکھوں میں کاجل تھا دوپٹے کو پکڑ کر اس نے ناک پہ رکھ رکھا تھا پر وہ سر پہ نا تھا اس لیے اس کا پراندہ لہکتا ہوا دروازے کے ساتھ جھول رہا تھا اس

لڑکی کی مرمری انگلیاں اور سپید رنگت ارمان کو مبہوت کر گئی تھی وہ نادانستہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ لڑکی نے اسے مسلسل دیکھتے پایا تو اس کی بھنویں سکڑیں ناراضی سی ان آنکھوں میں ظاہر ہونے لگی اور وہ سر جھٹک کر اندر چلی گئی۔

ارمان کا سحر اس کے جانے کے بعد ٹوٹا تھا وہ بھی پھر اندر بڑھ گیا۔

اندر مہمانوں کے ساتھ تکلف برتتے ہوئے انہیں نئی چادروں والے پلنگ پہ بٹھایا گیا تھا دستگیر کی امی کا خوشی سے دوہری ہو رہی تھیں وہ بار بار جیا کا ماتھا چوم رہی تھیں۔ جیا کو بے ساختہ اپنی ممی یاد آئیں اس کی آنکھیں بھیگیں لیکن اس نے اس نمی کو اندر ہی اتار لیا وہ نہیں چاہتی تھی کہ ارمان کچھ بھی محسوس کرے اس لیے وہ مسکراتی رہی۔ ارمان اسے محبت سے دیکھ رہا تھا جب ان کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی تو ارمان نے جیا کو گلے لگایا

"میرا بیٹا" ارمان نے یہ لفظ بہت دنوں بعد کہا تو جیا خود کو روک نہ سکی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اسے بہت مشکل سے ارمان نے چپ کروایا تھا

تبھی دستگیر نے کھانے کا انتظام کر دیا تھا اس لیے وہ سب دوسرے بڑے کمرے میں کھانا کھانے جا رہے تھے کہ کمرے میں داخل ہوتے ارمان کی نظر ٹھہری۔ کمر پہ جھولتا پراندہ اور نازک سراپا وہ اس کی پشت کو دیکھنے لگا ارمان کے دل میں خواہش ہوئی کہ سامنے کھڑی ماہ رخ پلٹ کر اس سے نظریں ملائے اور اس کی خواہش کو شہرِ حُب میں احترام دیا گیا۔ محبتوں کے فسوں صحن کی کرنوں میں کھلنے لگے جلتا سورج بجھنے لگا ہوا سی چلی اور وہ اسی ہوا میں آنچل اڑاتی پلٹی اس کے پلٹتے ہی اس کا آنچل شرارت سے اس کے منہ پہ آیا ارمان یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا اس لڑکی نے آہستہ آہستہ آنچل کو چہرے سے ہٹایا اور سامنے ارمان کو خود کو گھورتے دیکھا تو اس کا دماغ گھوم گیا اس نے دانت پیسے اور پیر پٹخا

exponovels

اس کے پیر میں ڈالی پازیب چھنک اٹھی اس چھچھنکار ہی سے مقابل کھڑے شخص کا دل ایک بار پھر لٹ گیا تھا شہر کا بابو گاؤں کی ہیر پہ دل وار بیٹھا تھا۔ جانے والی چلی گئی پر ارمان کی سب سے انمول چیز اپنے ساتھ لے گئی۔

اس کے بعد ارمان کا دماغ کسی پتنگ کی طرح اڑ کر ہیر کی طرف جا رہا تھا جو باہر کھڑی دستگیر کی امی کے ساتھ کام کروا رہی تھی وہ انہیں کی گلی میں رہتی تھی دستگیر کی امی سے اس کی بنی ہوئی تھی اس لیے کام کروانے آ گئی تھی پھر جب تک وہ ارمان کے سامنے رہی ارمان نے اسے ہی دیکھا اور اس دید میں صرف محبت تھی اس کے دل نے اسکے پورے جسم کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔

واپسی میں وہ پورے راستے بلاوجہ ہی مسکرا تا رہا تھا شہیر نے یہ بات نوٹ کی تھی گھر آ کر بھی اس کا انداز بدلہ بدلہ لگتا تھا جب ارمان اپنے کمرے میں گیا تو شہیر بھی اس کے پیچھے گیا۔ اس نے دروازہ ناک کیا جب ارمان نے دروازے کھول کر اسے دیکھا تو ایویں ہی ہنسا

"ارے تم آؤ نا" وہ چہک کر بولا تھا شہیر کی ایک بھنوتن گئی ارمان نے اس کے لیے جگہ چھوڑ دی تھی وہ اندر آیا وہ ارمان کو جانچتی نظروں سے دیکھ رہا تھا جب یہ بات ارمان نے محسوس کی تو بولا

"کیا ہوا۔؟" شہیر قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا

"بدلے بدلے سرکار نظر آتے ہیں"

"دل کی بربادی کے آثار نظر آتے ہیں"

ارمان دھک سے رہ گیا

exponovels

"کیا مطلب ہے تمہارا۔؟"اس نے نظریں تک چرائیں شہیر کو پکا یقین ہو گیا کہ بات ہاتھ سے نکل چکی ہے

"کہاں کی ہے۔؟"ارمان نے حیران ہونے کی اداکاری کی

"کون۔؟"شہیر نے بڑی بے رحمی سے اسے دیکھا

"بھائی تم ایسے ڈرامے کرو گے تو کیا میں مان جاؤں گا۔؟"اس نے سر نہ میں ہلایا"محبت انسان کو بزرگی دیتی ہے اور یہ بزرگی ہی ہر دل کے روگ کو پہلی نظر میں پہچان جاتی ہے مت بھولو میں ان سب سے گزر چکا ہوں"ارمان کو اس نے اپنے سامنے بٹھایا اور ارمان کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے بتانا شروع کر دیا شہیر نے پوری بات سن کر کانوں پہ فلمی انداز میں ہاتھ رکھے

"چلو گھر کے بڑے کو تو عشق ہو گیا اب کمائے گا کون"شہیر نے سر پکڑ لیا"محبت انسان کو بے کار کر دیتی ہے اور بھابھیاں بھائیوں کو الگ یعنی میں جانے کا سامان باندھ لوں"اس نے افسوس سے کہا ساتھ آنکھیں بھی پٹپٹائیں۔

ارمان بے ساختہ ہنس دیا

"ایسا تب ہو گا نا جب وہ لوگ مانیں گے ایک قاتل اور کچھ دنوں کے مسلمان کو کون اپنی بیٹی دے گا"وہ تلخی سے بولا تھا دل کے زخم پہ وقت کا مرہم انہیں ماند تو کرتا ہے پر مٹا نہیں پاتا ان کے نشان رہ جاتے ہیں جو زخموں کی وجہ بھولنے نہیں دیتے۔!شہیر کے ماتھے پہ بل پڑے

"یہ ہمارے گھر کا معاملہ تھا جو بہت پہلے ختم ہو چکا ہے اور ہم یہ سب انہیں بتائیں گے ہی نہیں "

"تو تم جھوٹ بولو گے۔؟"شہیر نے سر نہ میں ہلایا

exponovels

"میں وہ بولوں گا جو وہ پوچھنیں گے خود سے ماضی کھنگالنے نہیں بیٹھوں گا" وہ کہہ باہر کی جانب بڑھا دروازے تک جا کر رکا

"میں زرا باہر بتادوں کہ بھائی ہم پہ بھابھی لانے والے ہیں سب اپنا اپنا انتظام کر لیں" وہ ہنسی دبا کر وہاں سے نکل گیا تھا اور ارمان پیچھے ہنس کر رہ گیا تھا۔

شہیر نے سب کو جمع کیا اور ارمان کی محبت بتادی سب ہی دنگ رہ گئے تھے پھر جیا اچھلی

"میری اور ارمان بھائی کی شادی ایک ساتھ ہی کر دیتے ہیں" اس کی بات سبھی کو پسند آئی تھی اور جب یہ بات دستگیر کو پتہ لگی تو اس نے شہیر کو پورے اعتماد سے کہا

"میں سب سنبھال لوں گا باس" اور اس نے یہ کام کر کے بھی دکھایا اس کی امی نے اپنی ضمانت پہ ہیر کا رشتہ ارمان کے لیے مانگ لیا تھا اور ان کی شادی بھی اسی دن ہو گئی جس دن جیا اور دستگیر کی ہوئی تھی۔ ارمان ملک کے بنگلے میں جب عروسی جوڑے والی دلہن نے قدم رکھا تو نیم اندھیرے مٹ گئے پر اسرار یت باہر بھاگ گئی تنہائی دور کھڑی رہ گئی اب ہر طرف خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ ارمان کے کمرے میں پھول بکھرے تھے اور اس کے سامنے اس کی تنہائی کی ساتھی بیٹھی تھی جس کو دیکھ کر وہ مسکرا رہا تھا اور یہاں ارمان ملک کو سب کچھ مل گیا تھا وہ محبت کے معاملے میں بدقسمت نہیں تھا اسے وہ سب رشتے مل گئے جن کے لیے وہ بھاگا پھرتا رہا تھا۔

____&&&&&&&&&_____

گاؤں کی فضاء میں بھی رات کا خمار شامل تھا جیا کو ہلکی سی ٹھنڈ محسوس ہوتی تھی وہ کچے بڑے سے کمرے میں بیڈ پہ بیٹھی تھی سلاخوں والی پرانی کھڑکی سے ہوائیں اندر آ رہی تھیں وہ سمٹی ہوئی تھی کہ تبھی دروازہ کھلا اور وہاں سے کاٹن کے سوٹ میں ملبوس گہری مونچھوں داڑھی والا دستگیر داخل ہوا وہ قدم قدم چلتا اس کے مقابل آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے خود سے ایک ہاتھ کے فاصلے پہ بیٹھی اپنی زندگی کو دیکھا اور پھر اس نے اس زندگی کو ہاتھ بڑھا کر اپنے قریب کیا۔اس کے سر سے دستگیر نے آہستہ آہستہ آنچل کو کھینچا اور اپنے لب اس کی پیشانی پہ رکھ دیے جیا نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھاما تھا دستگیر اس کے کان پہ جھکا اسے اپنی محبتوں کا بتا رہا تھا اور جیا کچھ سمجھ نہیں

پا رہی تھی وہ بس یہ جانتی تھی کہ دستگیر اس کے قریب اس کے پاس بیٹھا اس کے نقوش کو چوم رہا ہے دستگیر ایک لمحے کو رکا اس نے کھڑے ہو کر کمرے کی ساری روشنیاں بجھا دیں اور کھلی کھڑکی پہ پردے ڈال لیے وہ ایک بار پھر جیا کی طرف بڑھ آیا تھا دستگیر نے اسے اپنے آغوش میں بھرا اور جیا کے پورے جسم میں سکون کی لہر دوڑ گئی۔ان کی پہلی رات گاؤں کی فضاء میں ڈھلنے لگی تھی اس کے بعد وہ شہیر کی رونقوں میں لوٹ جائیں گے

___&&&&&&&&____

جیا اور دستگیر کی شادی کے فوراً بعد ہی لائم بھی زویا کے ساتھ امریکہ واپس آ گیا تھا کیونکہ لائم کے ڈیڈ بہت پہلے ہی پاکستان سے آ گئے تھے۔لائم زویا کو اپنے ساتھ اپنے پرانے گاؤں چلی لے آیا جہاں موسم جون جولائی میں بھی انتہائی سرد تھا زویا کو یہ زندگی بہت اچھی لگی تھی جس میں شہر جیسا شور شرابا نہیں تھا وہ لائم کے ساتھ ان کے پرانے گھر میں رہ رہی تھی لائم دن

رات اس سے محبت کا اظہار کرتے تھکتا نہیں تھا اور زویا اس کی محبت دیکھ کر اس سے عشق کرنے لگی تھی۔۔۔۔وہ بھولتی جا رہی تھی کہ کبھی وہ شہیر کو بھی پسند کرتی تھی اور کہتی تھی کہ " محفل میں سب سے اداس ٹوٹا ہوا دل ہوتا ہے "پر اب زویا کہا کرتی تھی "وہ انسان بہت خوش قسمت ہوتا ہے جس کے پاس چاہنے والا محبوب ہو" لائم ایسا ہی محبوب تھا جو زویا اور زویا کے دل کا خوب خیال رکھتا تھا۔

_____&&&&&&&&&____

شہیر ملک کے بنگلے پہ صبح کی کرنیں بکھری تھیں وہ اپنے گھر عائشہ کے ساتھ واپس آ گیا تھا ارمان نے روکا بھی پر شہیر نے ہنسی دبا کر جواب دیا

"نہیں بھائی کل کو تم مجھے میری بیوی کے ساتھ نکالو اس سے بہتر ہے ہم خود ہی چلے جائیں" ارمان نے اسے ناراضی سے دیکھا

"میں یہاں آتا رہوں گا بھائی" وہ ارمان کے گلے لگ کر بولا تو ارمان مسکرا دیا وہ چاہتا تھا کہ شہیر اس کے گھر ہی رک جائے لیکن

شہیر اپنی عائش کے ساتھ واپس آ گیا اور اس وقت وہ بغیر شرٹ کے بیڈ پہ دراز تھا اس کے بال ماتھے پہ بکھرے تھے کمرے کی کھڑکیوں پہ پردے گرے ہونے کی وجہ سے دھوپ نہیں آتی تھی تبھی کمرے کا دروازہ کھلا اور عائشہ اندر داخل ہوئی اس نے آتے ہی کھڑکی سے پردے سمیٹے اور کرنیوں کو اپنے ساتھ ملا کر وہ شہیر کے سرہانے بیڈ پہ بیٹھ گئی وہ اسے کچھ دیر دیکھتی رہی پھر وہ اس کے ماتھ پہ جھکنے لگی وہ جھکتی جھکتی رک گئی اسے ہچکچاہٹ سی ہو رہی تھی اس لیے

exponovels

اس نے پیشانی چومنے کا ارادہ ترک کیا اور پیچھے ہوئی کہ شہیر نے پٹ سے آنکھیں کھولیں اسے کمرے سے پکڑ کر اپنے اوپر گرالیا

"تم شاید کچھ کرنے لگی تھیں" وہ اٹھا ہوا تھا "اففف" عائشہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا وہ نظریں چرانے لگی

"میں کچھ نہیں کررہی تھی" اس نے جھوٹ بولا شہیر کے لب بھینچ گئے اس نے سر ہلایا

"ٹھیک ہے تم مت کرو کچھ میں کروں گا" اس نے عائشہ کو اپنے ساتھ لٹایا اور اس کے اوپر جھک گیا

"میں نے اب سب کچھ ٹھیک کردیا ہے ناں اب میں تمہیں ٹھیک کروں گا میں نے کہا تھا تم کرلو بیٹا مجھے تنگ ایک دن میں تمہیں اتنا برا پھنساؤں گا کہ تمہارے پاس شہیر ملک کے سینے میں چھپ جانے کے علاوہ کوئی جگہ نہیں ہو گی تم بھاگ کر کہیں نہیں جاسکو گی" وہ کہتا کہتا اس پہ جھکتا چلا گیا اس نے عائشہ کی گردن پہ لب رکھے اس کی ہلکی بڑھی داڑھی آج بھی عائشہ کو اپنی گال پہ مس ہوتی محسوس ہورہی تھی وہ کچھ کرنے کی کوشش بھی کرتی کہ شہیر نے اس کے ہاتھ اپنی کمر پہ زبردستی حائل کیے

"اب تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو میں تمہاری پٹائی کردوں گا گندی" وہ ناراضی سے کہتا اس کی جبیں کو چومنے لگا تھا عائشہ کی گرفت خود ہی شہیر کی کمر کے گرد مضبوط ہوگئی وہ شہیر کی شدتوں سے ہار چکی تھی اس نے اپنا آپ شہیر کو سونپ کر

آنکھیں موندلیں طلوع ہوتی صبح ان سے شرما کر رخ موڑ چکی تھی۔۔۔۔

اور بس یہیں امیر حمزہ نے ٹاکسک لور کی داستان کو مکمل کرکے اپنا فرض پورا کردیا ❤

exponovels

___&&&&&&&&&&&&____

The End❤

exponovels

For more visit (exponovels.com)